



1605

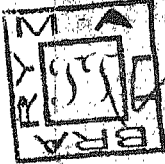
ABDUL GHAFAR,  
BOOK BINDER,  
AZAD LIBRARY, A. M. U. ALIGARH.





کتاب التہذیب الاسلامی ماثر الحکام

عطیہ  
دام بابر



# تکرہ مشاہیر کاوی

علماء فقرا شعرا مشاہیر امر کے دھچپ حالات انکثر نظم کلام کے

انتخابات قصبہ مردم خیر کاوی کے تاریخی اوقات عزیز و عزیزین

تالیف لطیف

عنوان شرف و کمال روح و روان اہل جود و فضال سر الکعبہ

جناب مولانا مولوی حافظ محمد علی حسین صاحب عطیہ کاوی

باہنام

مطبع مطابع مطبوعہ





Ram Babu Saksena Collection.

१४. ५. ७. १५  
५९६  
(१०)

MUSI

M.A. LIBRARY, A.M.U.



U32728

5 SEP 1963

۳۲۷۲۸



# فہرست کتابچہ الاعلام فی آثار الکرام معروف تذکرہ مشاہیر کاکوری

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱	تمہید حمد و نعت و سبب تالیف	۳۴	مفتی اکرام اللہ انیسون خاں
۳	اسماء ماخذات وغیرہ	۳۶	نواب یار جنگ اکرام اللہ خاں
۹	مشقہ تاریخی حالت قصہ کاکوری کے	۳۹	حاجی اکرام حسین علوی
	بیان بین	۴۰	مولوی اکرم الدین خان
	<b>الف</b>	۴۱	مولوی قاضی انام الدین خان
۱۳	بخشی ابوالبرکات خان تخلص بہ بنیا	۴۵	منشی اقبال علی ذریہ صوفی تخلص
۱۸	ملا ابو بکر جامی	۵۰	مولوی امجد علی بلین تخلص
۱۹	ملک ابو انیسر	۵۱	منشی امیر حسن صدیقی
۲۰	منشی احمد علی	۵۵	نواب امیر حسن خان بسمل تخلص
۲۱	حضرت حاجی احمد اللہ قدس سرہ	۶۰	حضرت حاجی امین الدین
۲۳	شیخ احمد حسین علوی	۶۱	شاہ انشاء اللہ قلندر
۲۴	منشی احمد حسین - حاجی	۶۳	مولوی انعام الدین خان شوق تخلص
۲۶	قاضی احمد علیخان - کبیل		<b>ب</b>
۳۰	منشی ارتضیٰ علی شرر علوی	۶۵	مولوی باسط علی کاشمی
۳۱	حکیم اطہر حسین	۶۶	مولوی باسط علی ملک زاد
۳۲	خان بہادر منشی اطہر علی	۶۷	شاہ بدر علی حشمتی
۳۳	قاضی اطہار الدین خان		مولوی برہان علیخان
	شاہ افضل علی		مولوی بشیر الدین

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
ح		۶۷	مکاتیب الدین کی قیادہ ابن ملا البکر جامی۔
حکیم۔ حافظ علی۔ صدیقی۔	۱۰۳	۶۸	قاضی۔ بہاری۔ عباسی
۶۹	۱۰۴	۷۰	حضرت شاہ بہرام علی قلندر
۷۰	۱۰۹	۷۱	شاہ بیگھا۔ پہلوان مجذوب
۷۱	۱۰۹	۷۲	خان بہار نشی۔ تاج الدین۔ خدابخش
۷۲	۱۲۲	۷۳	خان بہار نشی۔ تاج الدین۔ جین
۷۳	۱۲۵	۷۴	حضرت شاہ۔ تراب علی قلندر
۷۴	۱۲۶	۷۵	نواب فضل حسن خان شیدا تخلص
۷۵	۱۲۹	۷۶	مولوی محمد تقی حیدر۔ مدظلہ
۷۶	۱۳۱	۷۷	حضرت شاہ تقی علی قلندر
۷۷	۱۳۲	۷۸	مولوی تقی یاد خان۔
۷۸	۱۳۳	۷۹	شیخ شہناؤ اللہ۔ ننان
۷۹	۱۳۵	۸۰	نواب مظہر الملک شیخ جارا اللہ خان علوی
۸۰	۱۳۸	۸۱	ہفت ہزاری
۸۱	۱۳۳	۸۲	مولوی جعفر علی جادو۔ وعلوی تخلص
۸۲	۱۴۶	۸۳	خان بہادر مولوی جعفر علی
۸۳	۱۵۱	۸۴	نشی جعفر علی شیون تخلص
۸۴	۱۵۲		
۸۵			
۸۶			
۸۷			
۸۸			
۸۹			
۹۰			
۹۱			
۹۲			
۹۳			
۹۴			
۹۵			
۹۶			
۹۷			
۹۸			
۹۹			
۱۰۰			
۱۰۱			
۱۰۲			
۱۰۳			
۱۰۴			
۱۰۵			
۱۰۶			
۱۰۷			
۱۰۸			
۱۰۹			
۱۱۰			
۱۱۱			
۱۱۲			
۱۱۳			
۱۱۴			
۱۱۵			
۱۱۶			
۱۱۷			
۱۱۸			
۱۱۹			
۱۲۰			
۱۲۱			
۱۲۲			
۱۲۳			
۱۲۴			
۱۲۵			
۱۲۶			
۱۲۷			
۱۲۸			
۱۲۹			
۱۳۰			
۱۳۱			
۱۳۲			
۱۳۳			
۱۳۴			
۱۳۵			
۱۳۶			
۱۳۷			
۱۳۸			
۱۳۹			
۱۴۰			
۱۴۱			
۱۴۲			
۱۴۳			
۱۴۴			
۱۴۵			
۱۴۶			
۱۴۷			
۱۴۸			
۱۴۹			
۱۵۰			
۱۵۱			
۱۵۲			
۱۵۳			
۱۵۴			
۱۵۵			
۱۵۶			
۱۵۷			
۱۵۸			
۱۵۹			
۱۶۰			
۱۶۱			
۱۶۲			
۱۶۳			
۱۶۴			
۱۶۵			
۱۶۶			
۱۶۷			
۱۶۸			
۱۶۹			
۱۷۰			
۱۷۱			
۱۷۲			
۱۷۳			
۱۷۴			
۱۷۵			
۱۷۶			
۱۷۷			
۱۷۸			
۱۷۹			
۱۸۰			
۱۸۱			
۱۸۲			
۱۸۳			
۱۸۴			
۱۸۵			
۱۸۶			
۱۸۷			
۱۸۸			
۱۸۹			
۱۹۰			
۱۹۱			
۱۹۲			
۱۹۳			
۱۹۴			
۱۹۵			
۱۹۶			
۱۹۷			
۱۹۸			
۱۹۹			
۲۰۰			

صفحه	مضمون	صفحه	مضمون
	<b>د</b>		<b>س</b>
۱۶۱	ملک - دولت محمد	۱۸۳	فشی - سجاد حسین - اود و شیخ
	<b>ذ</b>	۱۸۵	حافظ - سراج الدین - عثمانی
۱۶۲	مولوی - ذکی الدین خان	۱۸۶	حافظ - سرفراز علی - شهید
"	فشی - ذوالفقار علی حامد تخلص	۱۸۷	حضرت مخدوم شیخ - سعدی - کاکوڑی
	<b>س</b>	۱۸۹	ممتاز العلماء قاضی محمد - سعید الدین خان
۱۶۴	شاه رحیم باسط -		حمید تخلص
۱۶۵	فشی رسول بخش - شهید	۱۹۴	فشی سلطان احمد - سلطان تخلص
۱۶۶	مولوی - رشید الدین خان	۱۹۵	مولوی شاه - سلیم الدین
۱۶۸	نواب مولوی - رضا حسن خان ضیا تخلص	۱۹۷	حضرت تاجری امیر سیف الدین
۱۶۲	مولوی - رضا علی - کاظمی	۲۰۰	شیخ - سیف الدین
۱۶۳	رضا علیخان - علوی		<b>ش</b>
۱۶۵	قاضی - رضی - عباسی	۲۰۱	فشی - شرافت علی - ملک ناده
"	مولوی - رضی الدین خان	"	مولوی شریف الدین - شریف تخلص
۱۶۶	بخشی - رفعت اللہ خان	۲۰۴	مولوی شفاعت علی - ملک ناده
۱۶۷	حضرت شاه ریاض الدین قلندر	۲۰۵	حضرت شاه - نیکو قلندر
۱۶۸	مفتی - ریاض الدین خان	۲۰۸	حافظ - شهاب الدین - معز و شیخ
	<b>ز</b>		سونہ صحن
۱۸۰	شیخ - زین الدین حیدر	۲۰۹	مفتی - شهاب الدین
		۲۱۰	شیخ محمد - نبیو شیخ جارا شہر

صفحه	مضمون	صفحه	مضمون
	مولوی عبدالباقی - صوبہ دار گلبرگہ	۲۳۶	ص
	مولوی حافظ - عبدالحفیظ - علوی	۲۳۷	حضرت صادق شاہ قلندر
	مولوی حکیم - عبدالحفیظ - صدیقی - تیر تخلص	۲۳۸	حضرت شاہ صبغت اللہ قلندر
	مولوی شیخ - عبدالحکیم - خوشنویس -	۲۳۹	مولوی - صدر الدین خان
	منشی - عبدالحی - عرش تخلص	۲۴۰	منشی - صفدر حسن - بسمل تخلص
	شیخ - عبدالرحمن - علوی	۲۴۱	ض
	ملا شیخ - عبدالرقيب - ملک زادہ	۲۴۲	حضرت ملا - ضیاء الدین - محدث مدنی
	حضرت ملا سید - عبدالسلام - دیوی	۲۴۳	ملا - ضیاء اللہ - علوی
	مولوی حافظ - عبدالصمد - یوسفی تخلص	۲۴۴	ط
	حضرت ملا - عبدالکریم -	۲۴۵	شیخ طفیل علی - علوی
	حضرت - عبدالقادر - مدرس -	۲۴۶	ظ
	مولوی حکیم - عبداللہ - صدیقی	۲۴۷	منشی - ظہور حسن - نگہ تخلص
	منشی - عبدالمجید - تیر تخلص	۲۴۸	ع
	شیخ - عبدالواحد - صدیقی -	۲۴۹	قاضی - عابد علیخان - تیر تخلص
	منشی - عبدالوحید - نیرنگ تخلص	۲۵۰	عابد علی عرف - ملکہ شاہ مجذوب
	شیخ - عزیز الرحمن - علوی	۲۵۱	شاہ - عاشق اللہ - قلندر
	ملا - عزیز اللہ -	۲۵۲	نواب امیر - عاشق علیخان - بہادر پیر
	حافظ شاہ - عزیز اللہ -	۲۵۳	منشی - عالم علی - شوخی تخلص
	ملا - عظمت اللہ -	۲۵۴	شیخ - عبدالاحد - صدیقی
	مولوی عظمت علی -	۲۵۵	مولوی - عبدالباسط - کاظمی

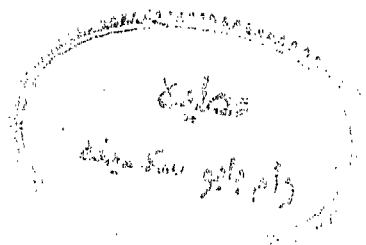
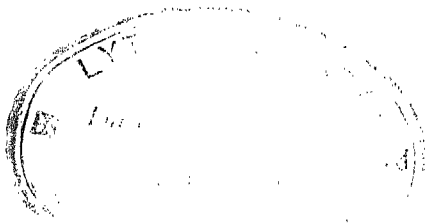
صفحه	مضمون	صفحه	مضمون
۲۶۴	شیخ عظمت علی - نامی تخلص -	۳۰۷	قاضی غلام مصطفی خان شهید عباسی
۲۶۶	حضرت شاه - علی اکبر قلندر -	۳۰۸	شیخ غلام مینا ملک زاده
۲۶۸	حضرت شاه علی انور قلندر -	"	نمشي. غلام مینا سحر تخلص
۲۸۳	نمشي - علی حسن - خان -	۳۱۵	شیخ غلام نبی - علوی
۲۸۵	نمشي - علی حسین - صدر الصدور	۳۱۶	قاضی حافظ - غوث علی - علوی
"	حافظ - علی عسکری - بیدل تخلص		<b>ف</b>
۲۸۷	مفتی - علیم الدین خان	۲۱۷	نواب فدا حسن خان - کیکل
۲۸۹	خان بہادر مفتی - جنایت احمد	۳۱۸	مولوی - فرید الدین خان محدث
	<b>خ</b>	۳۲۰	شیخ - فرید علی - فلک تخلص
۲۹۲	ما - غازی الدین - شهید -	۳۲۲	شیخ - فضل امام علوی
"	شیخ - غلام احمد	۳۲۲	حکیم فقیہہ الدین خان
۲۹۳	شیخ - غلام اولیا -	"	میر شاہ فیض اللہ قادری چشتی
۲۹۴	شیخ غلام حسن - صدیقی	۳۲۵	نمشي - فیض بخش مدغ
۲۹۵	اعتماد الدولہ - غلام حیدر خان عباسی		<b>ق</b>
۲۹۹	شیخ غلام زین العابدین - ملک زاده	۳۲۹	مولوی - قادر بخش - علوی
"	شیخ غلام سرور -	۳۳۰	مخدوم شیخ قیام الدین - صدیقی -
۳۰۰	اقتدار الدولہ - غلام صفدر خان - تخلص		<b>ک</b>
۳۰۴	شیخ غلام عزیز - علوی	۲۳۶	نمشي کاظم علی - ملک زاده
"	حافظ - غلام محمد -	۳۳۳	قاضی کرامت اللہ خان عباسی
۳۰۵	نمشي - غلام مرتضی - ملک زاده	۳۳۴	حضرت شاہ کرامت علی - قلندر -

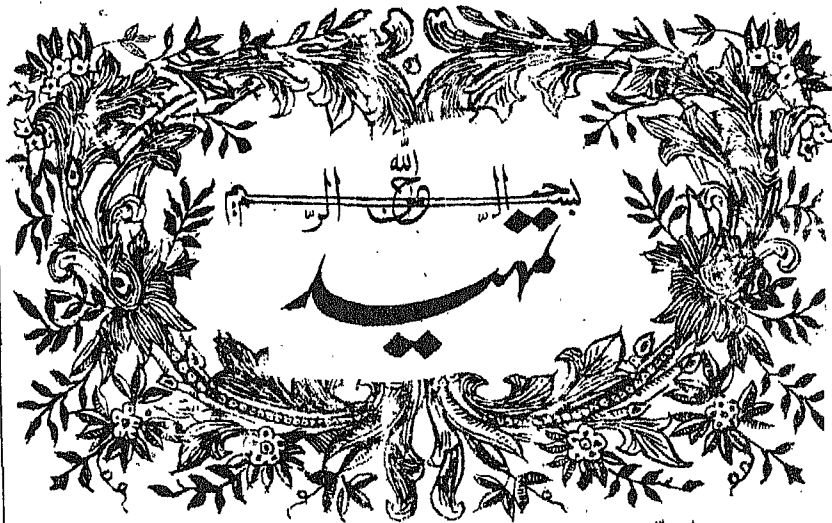
صفحه	مضمون	صفحه	مضمون
۳۳۶	شیخ کرم الله علوی	۳۵۴	ملا محمد غوث - ملک زاده
۳۳۷	ل	۳۵۶	مولوی محمد قاسم قیصر تخلص
۳۳۸	شیخ لطافت علی علوی	۳۶۰	حضرت شاه - محمد کاشف خشتی
۳۳۹	م	۳۶۲	حضرت شاه - محمد کاظم قلندر
۳۴۰	مولوی - مجید الدین خان	۳۶۵	ملک - محمد کبیر - ملک زاده
۳۴۱	مولوی - محب الرحمن - علوی	۳۶۶	ملا - محمد ماه - علوی
۳۴۲	مولوی - محمد حسن - آحن تخلص	۳۶۷	شاه - محمد ماه - نقشبندی
۳۴۳	ملا - محمد اثرت علوی	۳۶۸	مولوی - محمد حسن - آحن تخلص
۳۴۴	قاضی - محمد اکابر عباسی	۳۶۹	مولانا - محمد مستعان صدیقی
۳۴۵	نشی - محمد بخش ملک زاده	۳۷۰	شیخ محمد مسیح - علوی
۳۴۶	قاضی - محمد حافظ - عباسی	۳۷۱	شیخ محمد مشرف
۳۴۷	شیخ - محمد حیات - علوی	۳۷۲	حضرت شاه محمد مصدوم - ابوبی
۳۴۸	نشی - محمد رضا قیصر تخلص	۳۷۳	شیخ محمد تجیب - ملک زاده
۳۴۹	حکیم - محمد روشن شهید - صدیقی	۳۷۴	مولوی محمد مهدی شید تخلص
۳۵۰	ملا - محمد زمان - علوی	۳۷۵	شیخ - محمد نقی - ملک زاده
۳۵۱	شیخ - محمد شافع	۳۷۶	شاه - محمد وارث - علوی
۳۵۲	محمد شاه - قلندر	۳۷۷	شاه - محمد وجیه - علوی
۳۵۳	شیخ - محمد صالح ملک زاده	۳۷۸	قاضی - محمد واعظ - عباسی
۳۵۴	شاه محمد عاقل سبزوشتی	۳۷۹	شیخ - محمد ولی - صدیقی نقشبندی
۳۵۵	شیخ - محمد غنی - علوی	۳۸۰	مولوی - محمد هاشم - افسر تخلص

صفحه	مضمون	صفحه	مضمون
۳۹۰	مولوی - محمد بیگیا	۲۲۰	منشی مومین علیخان مفتون تخلص
"	قاضی محفوظ علیخان عباسی	۲۲۲	مولوی - مهدی حسن وکیل
۳۹۲	مولوی - محی الدین خان ذوق تخلص	"	مولوی - مهدی علی - خوشنویس
۳۹۸	حکیم - مسعود احمد - جاجی	۲۲۵	شاه میر محمد قلندر عرف میرن بیان
۳۹۹	مولوی - مسیح الدین خان سفیر	۲۳۰	پو دهری مبارک خان صدیقی
۴۰۳	حکیم مشتاق علی - علوی	ن	
۴۰۴	منشی مشرف علی مضطر تخلص		
۴۰۵	حافظ منظر حسین - علوی	۲۳۲	قاضی القضاة - مولوی نجم الدین علی خان بهادر
۴۰۶	مولوی حافظ منظر علی - محدث	ثاقب تخلص	
۴۰۸	حافظ - مغرانشاه - علوی		
"	منشی مشوق علیخان - علوی	۲۳۸	حضرت سید نصیر الدین - سندیلی
۴۰۹	منشی - مقبول احمد مخمور تخلص	۲۳۹	شاه نظام علی قلندر
۴۱۰	منشی مقصود احمد نطق تخلص	۲۴۱	حضرت مخدوم شیخ نظام الدین معروف
۴۱۳	ملک معروف - ملکزاده	شیخ بھیکہ	
۴۱۵	مولوی - ممتاز الدین حیدر - ملکزاده		
"	حضرت مخدوم بندگی من الله شپتی	۲۵۶	منشی - نظیر حسن - آوج تخلص
۴۱۷	مولوی منصب علی کاظمی	۲۵۸	مولوی شاه نقی یادور خان
۴۱۸	مولوی منصب علی قلوری	۲۶۱	منشی نور الحسن - نیر تخلص
۴۱۹	شاه منصب علی قلندر	۲۶۲	منشی نور الدین احمد کیفی تخلص
"	مولوی منظور الدین خان سرور تخلص	و	
		۲۶۹	شاه واجد علی قلندر
		۲۷۰	منشی واحد علی - بسمل تخلص
		۲۷۱	قاضی داغظ علیخان عباسی



صفحه	مضمون	صفحه	مضمون
۴۷۱	حافظ شاه و حبیہ الدین	۴۸۳	مرزیا ر علی بیگ قلندر
۴۷۲	قاضی وحید الدین خان	۴۸۴	منشی یوسف علی - یوسفی تخلص
۴۷۳	مولوی وسیم الدین آتش تخلص	۴۸۶	خاتمه مشتعلر چند فصل
۴۷۴	قاضی - وصی علیخان عباسی	۴	فصل اول در ذکر امرای مہر و نصیبہ کاکوری
۴۷۵	منشی ولایت احمد - جاجی -	۵	دیوان راجہ رام
۴۷۶	منشی - محمد و ہارج الدین عثمانی	۴۸۹	دیوان رام پرشاد
	۵	۴۹۰	لالہ حبیبونت سائے
۴۷۹	منشی ہادی حسن خان محرو تخلص	۴۹۲	فصل دوم ذکر مولف کتاب محمد علی حیدر غفرلہ
۴۸۱	مولوی ہادی علی شہید	۵۰۰	فصل سوم در خاتمہ کتاب
۴	مولوی ہادی علی بہشت قلم		
۵۰۲ قطعات تاریخ کتاب ہذا			





الحمد لله الذي جعلنا من ذرية ابراهيم وزرع اسمعيل وضيئى معه وعصر  
مضر وابنتنا من اصل صيل . واصطفى من ولد ابراهيم اسمعيل ومنه كنانة والقريش  
والنبوهاشم فخازن الفضل والتجيب . واجتبى منه سيدنا ومولانا محمد النبی  
اليهاشمي الذي وجوده كشجرة مباركة من اصل انليل وفرع اسماعيل اخرج الله  
من الابرار الاخيار والامهات الطواهر مكية ظهرت وبالبهامة نبتت وبالمدينة سبقت  
وبيثرب ابيعت عليه وعلى اله واهلبيته واصحابه همة سادة العرب وقادتهم واغصان  
هذه الشجرة وانما هم صلوة دائمة في كل بكرة واصيل .

اما بعد بنده احمرا صفرا ذابشر على حيدر غفر له الله العلي الاكبر ابن حضرت عرستان منزلة  
عارف شينون وطوار واقف علوم اسرار قطب تحي غوث الخلق ثمرة الكون شجرة العون وصي حيدر الصفد  
مولانا حافظ شاه علي نور قلندر قدس سره الاطهر . وعو شه چين خرم يقين صاحب فضل مبین مفتاح  
باب كعبة الفضل والكرم جبل رحمة والكرامة والنعيم عياذی ومعاذی ملاذی وامتدادی والینه بجميع العلوم والفنون  
استنادی وعليه بعد الله ورسوله اعتمادي انخي ومولائي قنلتي ومرشدی مولانا شاه جميل حيدر قلندر  
مد ظله العالي الى مرود الايام والليالي عارض مدعاي .

عصره سے یہ خیال دل میں جاگزین تھا کہ بغوا کے حدیث نبوی حب الوطن من الایمان ایک

ایسا علمی مرتبہ تاریخ گلدستہ مرتب کر کے نذر ناظرین بامکین کیا جائے جسکی جن بندی آبکاری کا برو ارباب  
کے حالات ہو۔ اور جہد حضرت فقرا و فضلاء علما و شعرا و ارباب اعتبار صاحبان ثروت و اقتدار  
گذرے ہیں سب صحیح حالات بہترین کارنامے و شرا و نظم کے و سب انتخابات۔ بیدار مغزی اور عالی داعی کے  
کیفیات تعلیم و تعلم۔ درس و تدریس۔ ترقیات ظاہر و باطن۔ ارشاد و ہدایت کی روش بہار دکھائی جائے تاکہ  
یہی ایک مکمل و مستند تاریخ وطن و انیسے وطن کی ہو جائے۔ اور موجودہ آئینہ نسلوں کیلئے نصیحت آموز  
ہو کہ یہ بتلائے کہ اسبق حضرات اکابر وطن نے اپنی قابل قدر زندگی میں کیسا ہندوستان کے ہر ہر گوشہ کو  
مشک و ذفر کی طرح مسطر کر دیا۔ علم و فضل کے میدان میں جب آئے تو فارابی اور رازی کے ہم پلہ ہوئے۔  
نقد و درویشی میں رشک جنید و ہم پایہ بایزید گذرے۔ فیروز زبانی و خوش سبانی سے و حشون کو رام کیا۔ جن  
اخلاق و انیسے تمدن و حلقہ گوش بنایا۔ کہیں ہندو تضا و افتاک کو اپنے قدم و مہمت لڑوے سے زیر و سب  
دی کہیں شعروں کے میدان میں آئے۔ تو ہم عصر و ان کے سہقت لیگئے۔ اور خرد و زکا ہوئے۔ دولت جاہ  
منصب و ثروت میں اپنے زمانہ میں متنازع ہو کر نکلے۔

ان ترقیات کا نام تر از یہ تھا کہ وہ طلب نیامین خدا سے غافل نہیں ہتے تھے۔ دین نہیں چھوڑتے  
تھے۔ عزت و جاہ رکھتے تھے۔ مگر حرج جاہ سے پاک صاف رہنے کی کوشش کرتے تھے۔ حق گوئی و حق  
پسندی اپنا شعار رکھتے اور نہایت سختی سے بزرگوں کے طریقہ کے پابند ہتے۔ اخلاق حسنہ سے متصف ہوتے  
اور اعلا کلمۃ اللہ میں مصروف رہتے۔ ان امور پر نظر رکھتے ہوئے خیال نے ارادہ کی صورت اختیار کی اور  
ارادہ نے مستحکم ہو کر عملی تدبیر شروع کر دیے۔ منزل سخت راستہ و سوار گذار۔ قدم قدم پر سکین۔ درپیش ہونا  
شرع ہو میں۔ حالات کی فراہمی کتابوں کا مطالعہ مضامین کا اقتباس۔ پھر مروجہ زبان اردو میں اسکا ترجمہ  
غرض کہ سب امور و وجہ اپنی ہیچ میری و عدم لیاقت بہت اہم معلوم ہوتے تھے۔ بہت پست ہوئی جاتی تھی  
صدیوں کے حالات و واقعات کا دریافت کرنا سہل نہ تھا۔ دس بارہ سال کی مسلسل و غیر مسلسل  
محنت شاقہ و ورق گردانی کے بعد توفیق الہی تھنے حالات و واقعات مل سکے و مفیدی و سیاہی  
کے درمیان محفوظ کر لئے گئے۔

ان اوراق کی جمع و تدوین میں جس قدر وقت کا سامنا پڑا اس کی زیادہ تر وجہ یہ ہوئی کہ کتابک ارباب وطن نے جس قدر حالات میں کتابیں لکھیں ان کی اہلی و جہت الیف حفاظت و نسب حسب تھی۔ جن میں سبیل تذکرہ بعض واقعات و حالات بھی معرض تحریر میں آگئے۔ زیادہ سے زیادہ تالیف و فوات بھی لکھی گئی۔ سن سال کی طرف بہت کم توجہ کی گئی ہے۔ بعض لوگوں نے البتہ بطور روزنامہ و واقعات و حالات لکھے۔ مگر باوجود سبب و کوشش مجھے دیکھنے کو نہ مل سکے۔ اپنے علم کے موافق میں نئے دریافت حالات میں کوئی ممکنہ کوشش نہیں اٹھارہ گی۔ ہر ایک کا حال صداقت سے لکھا ہے۔ کتاب کی حثیت تاریخ کی بھی ہے۔ انساب بحث نہیں کی ہے۔ مگر بقدر ضرورت۔ اور اس کتاب کا نام مؤرخۃ الاعلام فی مآثر الکرام معروف ہے۔ تذکرہ مشاہیر کا کوئی نہ لکھا ہے۔ البتہ علم اپنے فضل و کرم سے قبول فرمائے اور طرہ قبولیت سے سرفراز کرے۔

اس الیف میں مثنوی کتابوں سے مدد کی گئی ان کے اعداد درج ذیل ہیں۔

ردیف	نام کتاب	نام مصنف یا مؤلف	مطبوعہ یا قلمی	نام مطبع یا قلمی	کیفیت
۱	ہول المقصود فارسی	شاہ تراب علی قلندر	مطبوعہ	آسی پریس لکھنؤ	موجودہ کتب خانہ کثیرترین کا کوڑی
۲	اتصاح غفر کر الیصلح فارسی	شاہ علی الزمر قلندر	کا کوڑی	مطبوعہ	مطبوعہ
۳	ایضاح تہمتہ انتصاح فارسی	شاہ حبیب حیدر قلندر	کا کوڑی	مطبوعہ	مطبوعہ
۴	ہنس عشاق	ذوالفضل حسن ان شیدا	مطبوعہ	مطبوعہ	مطبوعہ
۵	۲۴ مینہ اودھ	مولوی ابوالحسن مانک پوری	مطبوعہ	مطبوعہ	مطبوعہ

نمبر	نام کتاب	نام مصنف یا مؤلف	مطبوعه یا قلمی	نام مطبع تبسیال طبع	کیفیت
۶	بحر زخار	علامه حیدر الدین شرف	قلمی		موجوده کتبخانه نذر علی محل
۷	باغ و بهار	لکھنوی شیخ خیر الزمان لکھنوی			لکھنوی موجوده کتبخانه نذر علی شریف
۸	باغ و بهار	منشی فیض بخش کاکوروی			کاکوروی
۹	بیاض	"			"
۱۰	بیاض شکریا	قاضی القضاہ نجم الدین			"
۱۱	بیاض	علیخان بہادر منشی علی حسن کاکوروی			موجوده کتبخانه حاجی عیاز علی کاکوروی
۱۲	"	منشی ہادی حسن خان محروہ کاکوروی			"
۱۳	"	زوالفضل حسن خان شیدا			"
۱۴	بوستان ادب	راجہ درگاہ پیر سندیوی	مطبوعہ	مطبع قشیش نوکشتور لکھنوی	موجوده کتبخانه نذر علی شریف کاکوروی
۱۵	برزخ حق پر کو شمع ارادہ	ذاب علی حسن خان بھوپالی		مطبع شاہجہانی بھوپال	"
۱۶	بیاض	منشی مشرف علی مضطر کاکوروی	قلمی		موجودہ ذریعہ شیخ عبد الرزاق صاحب

نمبر	نام کتاب	نام مصنف یا مؤلف	مطبوع یا قلمی	نام مطبع بقید سال طبع	کیفیت
۱۷	بهار یغز ان تذکره شعرا	نقشبندی احمد بن سحر	قلمی		موجوده کتبخانه کبیر شریف کا کوردی
۱۸	تذکره الاصفیا	شاه رحمتہ اللہ بنجیوی	"		"
۱۹	تحفۃ الفضلا	مولوی حمان علی	مطبوع	مطبع نقشبندی لکھنؤ	"
۲۰	تطیب الاخوان	مولوی دین گرامی	"	"	"
۲۱	تاریخ سندیلہ	راجہ درگا پشاد سندیلہ	"	"	"
۲۲	توضیح السعادات	سیاح محمد خدوم بنجیوی	قلمی	"	"
"	فی مناقب السادات	"	"	"	"
"	تاریخ قصبہ کوردی	غنی خا دم حسن کوردی	مطبوع	مطبع نقشبندی لکھنؤ	"
۲۳	ثمرات الانظار	حافظ کبیر علی	"	مطبع علوی لکھنؤ	"
"	فیما مضی من الآثار	سندیوی	"	"	"
۲۵	جوامع الانشاء	مولوی غلام مرتضیٰ	قلمی	"	"
"	"	کا کوردی	"	"	"
"	حیات الاسلاف	مولوی صدیق الدین خان	مطبوع	مطبع نقشبندی گلاب لکھنؤ	"
"	فی حیات الاخلاق	کا کوردی	"	"	"
۲۷	حوض الکوشر	شاه علی بانو قلندر	مطبوع	صحیح المطابع لکھنؤ	"
"	"	کا کوردی	"	"	"
۲۸	روض الارض	شاه تقی علی قلندر	"	مطبع سرکاری امپور	"
"	فی آثار القلندر	کا کوردی	"	"	"
۲۹	روز روشن تذکرہ شعرا	نقشبندی حسین صبا میٹھی	"	مطبع شاہجہانی بھوپال	"

نمبر	نام کتاب	نام مصنف یا مؤلف	مطبع یا قلمی	نام مطبع تبذیل مطبع	کیفیت
۲۰	ریاض عثمانی	قاضی خادم کاکوردی	مطبوع	نیر برپس لکھنؤ	موجوده کتبخانه تکیه شریف کاکوردی
۳۱	ذخیرہ یعنی مجموعہ نظم و نثر	مولوی امجد علی کاکوردی	قلمی		"
۳۲	سفرنامہ حج	حاجی امین الدین	"		"
۳۳	سفرنامہ لندن	مولوی مسیح الدین خان	"		"
		کاکوردی			"
۳۴	شجرۃ الانساب	مولوی ممتاز الدین	"		"
		کاکوردی			"
۳۵	صبح وطن	قاضی عابد علی خان			"
		کاکوردی			"
۳۶	صبح گلشن تذکرہ شعرا	نواب علی حسن خان	مطبوع	مطبع شاہجہانی بھوپال	"
		بھوپالی			"
۳۷	طوکریم تذکرہ شعرا	نواب راجہ حسن خان	"		"
		بھوپالی			"
۳۸	عمدۃ الصیاحات			مطبع انوار احمدی آباد	"
۳۹	عیون المعارف	مولوی محمد عالم قیسری	"	مطبع صبح المطالع لکھنؤ	"
۴۰	فیض الجاری	منشی عبدالحی مرحوم		شام اودھ لکھنؤ	"
		کاکوردی			"
۴۱	قیصر التواریخ	سید الالدین حیدر حسنی		مطبع نوکشور لکھنؤ	"
		حسینی مشہدی لکھنؤ			"

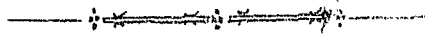
نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف یا مؤلف	مطبوعه یا قلمی	نام مطبع تبصیر سال طبع	کیفیت
۴۲	گرامت نامه	شاه گرامر علی قلندر	قلمی		موجوده کتبخانه کبیر شریف
		کا کوری			کا کوری
۴۳	کشف المتواری	شاه ترا علی قلندر	مطبوع	آسی پریس کهنو	"
۴۴	گل رعنا تذکره شعرا	حکیم عبدالحی ابن بروجی	"	معارف اعظم گڑھ	"
۴۵	لطائف الاذکار	رضا حسن خان کاکوری	"	کلمتہ	"
	لامیتہ الہند				"
۴۶	مطایح الاذکیا				"
۴۸	محافل خستہ محفوظہ ملا	شیخ فصیح اللہ ودائی	قلمی		"
	عبد الزبیر کاکوری	بالسنوی			"
۴۹	منظور اویسہ لمقب	مولوی محمد معروف			"
	قول معروف	صدیقی			"
۵۰	ملوہب القلندر	شاه حبیب قلندر	مطبوع	صح مطابع کهنو	موجوده کتبخانه کبیر شریف
					کا کوری
۵۱	نسب نامہ موسومہ	نشی فیض بخش کاکوری	قلمی		"
	بہشتیہ فیض				"
۵۲	نسب نامہ ناتمام	مولوی ذوالفقار علی			"
		حامد کاکوری			"
۵۳	مکاررستان سخن مذکرہ	ذوالفارس حسن خان	مطبوع	مطبع شاہجہانی	"
	شعرا			بھوپال	"
۵۴	نہات انیسم	مولوی علی مرحوم کاکوری	"	شام اودھ کهنو	"



نمبر	نام کتاب	نام مصنف یا مؤلف	مطبوعہ یا طبعی	نام مطبع بقید سال طبع	کیفیت
۵۵	نہات الغبریہ	مولوی قیچہ کاکوری	مطبوع	الناظرین لکھنؤ	-

دراوین - جسٹس لٹل - سلطان - محو سحر - بسمل - ذوق - و دیگر بابت طنز و غیرہ وغیرہ  
اسی کے ساتھ میں اصحاب ذیل کی شکرگزاری بھی ضروری خیال کرتا ہوں جنہوں نے اس کتاب  
کیسے فراہمی مافات یا حالات میں مدد دی ہے۔

- (۱) مکرمی جناب منشی محمد امیر حسن صاحب صدیقی ڈپٹی کلکٹر پنشنر کاکوروی۔
- (۲) مکرمی جناب حاجی اعجاز علی صاحب علوی کاکوروی۔
- (۳) مکرمی جناب شیخ عبدالرفیع صاحب علوی کاکوروی۔
- (۴) مکرمی جناب مولوی شیداعلی صاحب عباسی کاکوروی۔
- (۵) مکرمی جناب مولوی منظور الدین خان صاحب مخدوم ملکا زادہ کاکوروی۔
- (۶) مکرمی منشی امیر احمد صاحب علوی کاکوروی۔
- (۷) مکرم الاخوان قاضی خادم حسن صاحب علوی کاکوروی۔
- (۸) مجبی مولوی محمد عاصم صاحب قیس کاکوروی۔
- (۹) مجبی مولوی محمد عالم صاحب قیسری کاکوروی۔
- (۱۰) مجبی منشی عبدالرؤف صاحب عباسی ایڈیٹر ہمدرد و حق۔ کاکوروی۔



## مقدمہ

قبل اسکے کہ مفصل حالات اربابِ طن بیان کئے جائیں یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قصبہ کاکوری کی تاریخی حیثیت ناظرین پر ظاہر کر دی جائے۔

”صوبہ اودھ و ملک ہندوستان میں چند قصبات منتخب روزگار شمار کئے جاتے تھے جن میں یہ قصبہ کاکوری بھی پہلی بنظرِ خوبن میں منفرد سمجھا جاتا تھا۔ اسنے ایسے ایسے صاحبانِ کمال پیدا کئے جنھوں نے عہدِ اسلامی سے لیکر عہدِ انگریزی تک ہر زمانہ میں سیفِ قلم، علم و عمل، بہادری و یا صنت، تہذیب و سیاست اپنے ذات اور اپنے وطن کو نامِ ملک میں ممتاز کر دکھایا۔ یہی وہ لوگ تھے جن کی عباد پرستی و شانِ اسلامی دیکھ کر ایک شاعر نے اختیار کیا کہ اٹھا تھا کہ سہ

خصوصاً رور عیدین وادینہ      نمایاں شہر کاکوری مدینہ

ایسے قصبات کی زائد تعداد پورب میں تھی اور قریب قریب ہر قصبہ علما و فضلا کا مسکن تھا چنانچہ لفظ شہاب الدین شاہجہان بادشاہ دہلی کہا کرتے تھے کہ ”میں اپنی ملکیت میں پورب کے قصبات پر فخر کرتا ہوں جنھوں نے بہت بڑے بڑے فضلا و فقرا و علما و اربابِ دل پیدا کئے۔ اور ہر قصبہ باعتبارِ مردمِ خیر کے شیراز کا ہم پلہ ہے۔“

قصبہ کاکوری بھی انھیں پورب کے مشہور مردمِ خیر قصبات میں سے ہے۔ شہر لکھنؤ سے پیل

لے پندرہ فیسٹس پورب کا کاکوری کا قصبہ پانچ دہائیوں میں موجود ہو یہ قصبہ فنی صاحب نے مخصوص حضرت شاہ کاظم قلندر قدس کے حالات میں نظم کی ضمناً اور حالات بھی مختصراً آگئے اسکا تیسرا حصہ اصول القصد میں چھپ چکا ہے اور ۱۲ مولف نے قصبہ اس جگہ کو کئے ہیں جہاں بادشاہ وقت کے حکم سے یا بطورِ خود روستا و دارِ اربابِ دل نے اپنے مکانات و عمارات ایک سرے سے قریب اسطرح آباد کئے ہیں کہ شہر کے حکمِ قدرت پوری حفاظت ہو سکے اور ایک سرے کی مدد کر سکے سیلان جن میں مالک پر حملہ آور ہوئے وہاں انھوں نے ایسی ہی جگہاں قائم کئے جنہاں میں بھی یہی اصولِ سلطین و سلاطین اتنا اور اضافہ کیا کہ مزید تقویت کیلئے انھیں قصبات کو پراکندہ جات کا صد مقام پر انوار و حکام بھی وہاں تقرر کیا بمصداق حدیث الشرافۃ فی القری سادات شرفا قصبات ہی میں رہتے تھے۔ اکثر بحیثیت فاتح آئے اور فوجات پر قابض و تصرف ہو جاتے تھے ۱۲ مولف

جانب مغرب اودھ روٹھلیکھنڈ ریوے پر واقع ہے۔ جس کا عرض البلد ۲۶ دقیقہ ۵۲ ساعت شمال میں اور طول البلد ۸۰ دقیقہ ۲۸ ساعت مشرق میں ہے۔

چوتھی صدی ہجری کے آخر تک ٹھیک یہ تپہ نہیں چلتا کہ اس خطہ پر کون حکمران تھا اولیٰ پانچویں صدی ہجری میں اس خطہ کا حاکم راجہ کنس والی کسمندی کلان تھا۔

۱۲۲۵ء میں راجہ کنس سے اور حضرت سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ علیہ سے دہلیان کسمندی اور کٹولی متصل کا کوری سخت جنگ ہوئی راجہ اور اسکا تمام خاندان قتل ہوا اور اسکا ملک بجا دین کے قبضہ میں آیا۔ کاکوری پر بھی مسلمانوں کے کا قبضہ ہوا چہرہ ۱۲۲۵ء مطابق ۱۰۴۳ء تک قابض رہے۔

۱۲۲۵ء میں حضرت سید سالار مسعود غازیؒ کی شہادت کے بعد یہ قصبہ پھر مسلمانوں کے قبضہ سے نکل گیا کچھ دنوں راجہ قنوج کے حکومت قنوج میں رہا۔

۱۲۲۵ء میں قوم بھٹ نے خروج کر کے سلطنت قنوج کو تباہ و برباد کیا اور ۱۲۲۵ء تک قابض مہندس رہے۔

۱۱۹۳ء سے ہندوستان میں اسلامی سلطنت کا دور شروع ہوا۔ سلطان شہاب الدین غوری نے فتح پائی ۱۱۹۵ء میں قطب الدین ایبک نے اودھ و بہار کو مسخر کر کے تختیاں چلجی کو حاکم و سردار لشکر بنایا۔ ابھی پورے طور پر تختی نہیں ہو پائی تھی کہ ۱۲۲۵ء میں پھر سلطان تیمس الدین التمش نے ملک ناصر الدین کو اس ہم پرامور کیا جنھوں نے پہلے درپے حملوں سے قوم بھڑ کو پامال کر دیا اسوقت سے یہ قصبہ سلاطین دہلی کے تصرف میں آیا شمالی قوم بھڑ تو تباہ ہو ہی چکی۔ جنوبی میں بھی بعضوں نے اطاعت کر لی تھی اور بہت سے پہاڑوں میں پوشیدہ ہو گئے تھے۔

بہر حال اسوقت سے سلاطین تغلق کے آخر عہد تک سلاطین دہلی کا قبضہ رہا جب ۱۳۵۳ء میں خواجہ جہان معروف بہ ملک الشرقی نے جوہر میں سلطنت شریفہ کی بنیاد ڈالی تو یہ وقت خاندان تغلق کے زوال کا تھا جاجا خانہ جنگیان قائم تھیں ان حالات سے فائدہ اٹھا کر ساتھ ہی ساتھ جنوبی قوم بھڑ نے پھر خروج کیا اور اس قصبہ و اس کے گرد و نواح کے تمام مقامات پر پھر تسلط کر لیا۔

ان سب کا فرزند اراجہ لکھنؤ کے جنوبی حصہ میں لکھنؤ گڑھ کے نام سے ایک  
خام قلعہ بنایا تھا۔

یہ قلعہ اس قدر وسیع تھا کہ موجودہ قصبہ کا کوری اسکے حلقہ کے اندر آباد ہے یہی لکھنؤ گڑھ کثرت  
استعمال سے گا کوری ہو گیا۔ اب تک اس قصبہ کی شمالی آبادی سے متصل ایک اقتادہ اراضی لکھنؤ گڑھ  
کے نام سے مشہور بھی ہے جس کے مغرب جانب محلہ ولی نگر آباد ہے۔

سال ۱۲۰۰ء میں سلطان ابراہیم شرقی نے (جو سلاطین شریہ جو پور کا تیسرا فرزند تھا) تخت نشین  
ہوتے ہی قوم بھڑپو جکشی کی مانگ پور کے قریب لکھنؤ کی شکست فاش دی کہ جس کے بعد سے کل قوم کی  
حکومت اور اس کا وجود صفحہ تاریخ سے مٹ گیا۔

اس فتح کے بعد سلطان ابراہیم شرقی نے لکھنؤ گڑھ میں اسلامی نوآبادی قائم کی جو سال ۱۲۰۵ء  
تک رہی۔

اسی سنہ میں قوم میس کے سردار راجہ ساتن معروف بہتھنا نے جو راجہ رائے تاس کا بیٹا اور

سالہ بکاف دل منتیج کا تانی شہزادہ اور اس کا نانا فارسی وال ہندی دہا ساکن اس قلعہ کی عمارت خام تھی جس کے گرد  
بہت عین خندق اور نہایت گھنٹا خاں دار و درختوں کا جنگل تھا یہ جنگل شمال میں موضع کسٹوہ کا، در جنوب میں موضع کھنڈا کا اور شرق و  
مغرب میں جان لی بی کے قصبہ تک (جکھنوی اور لکھنؤ کے درمیان دو کوس کے فاصلہ پر واقع ہے) چلا گیا تھا جنگل کا طول چار کوس  
زاد تھا قلعہ کے گرد جوی جو ہند میں ایک بہادر قوم تھی آج لکھنؤ کی بستی فیض بخش صاحب لکھنؤ ہیں کہ سیسے پچن میں چند گھر تھے  
اب زمانہ تحریر کتاب سنہ ۱۲۰۵ء میں ایک بھی گھر باقی نہیں ۱۲ مولف

سالہ بیس فتح باد سکون یا دین اہل ہند سے ایک قوم کا لقب ہے جو راجہ پوتوں میں شمار کئے جاتے تھے ۱۲ مولف

سالہ ساتن فتح سین مہلا والف ساکن دانا مناتا فوجانی و فون ساکن خطہ میسراڑہ کا زمیندار تھا یہ خطہ لکھنؤ کے جنوب میں  
واقع ہے۔ سالہ بریلی دکا کوری میں متعلقات بعض دیہات موہان و لکھنؤ تا اکبری دروازہ تعمیر کردہ شہنشاہ اکبر و جکھنؤ  
اسکی عملداری میں تھے سالہ بریلی میں بھی قلعہ تھا اور یہاں کا کوری میں بھی دو تھامکان اور قلعہ جس کے گرد جنگل تھا بنے ہوئے تھے  
جن میں خود راجہ اور اسکی اولاد رہتی تھی قلعہ کے گرد راجہ نے ساگر تالاب بنی راہیوں وغیرہ کے نہائے کیلئے بنوایا تھا راجہ سلطنت  
جو پور کا باجگزار تھا اگرچہ استحکام قلعہ جات و جنگل و شوار گز و کثرت فوج اسے شاہی خراج دینا بند کر دیا تھا بادشاہ وقت بھی اسکے  
اس ترو کو جس سے مرکوبی کیلئے ہر وقت آمادہ رہتے تھے مگر مقبضہ اصلیت وقت مرحیستہ تھے تصیل اس قدر تھی کہ لکھنؤ کا اسے  
تھے المقدور مسلمانوں کی صورت کھینا نیز آواز تک سننا بند کر دی تھی انکی توہین اور تکلیف پہنچا سیکو باعث ثواب عظیم حاصل تھا ۱۱

اور ملوک چند کا باب تھا اور نہایت ہی متعصب اور ظالم، سلطنت شرقیہ کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر قصبہ کاکوری پر قابض ہو گیا اپنے زمان حکومت میں طرح طرح کے مظالم شروع کر کے جب ان مظالم کی اطلاع سلطان حسین شرقی فرمانروا کے سلطنت جو نیپور کو ہوئی تو اُس نے راجہ پر فوج کشی کی راجہ آسوت قلعہ رے کے بریلی میں تھا سخت جنگ کے بعد قلعہ فتح ہوا راجہ نے وہاں سے بھاگ کر قلعہ لگور گدھ میں آکر پناہ لی۔

اُسی زمانہ میں سلطان حسین شرقی کو بنگالہ کی طرف جانا پڑا تھا۔ راجہ کی جان بچا گئی تھی۔ اپنے حرکات سے باز نہ آیا سو قلعہ پاکر لکھنؤ پر حملہ کر دیا۔ مسلمانوں پر بہت مظالم کئے حکومت شرقیہ کے دیہات کو مٹا شروع کر دیے۔ لکھنؤ میں حضرت شیخ الاسلام محمد دوم اعظم ثانی نے معاہدہ ان و انصار کے اس قدر سخت جنگ کی کہ راجہ کو خائب خاصر لوٹنا پڑا۔

اس حملہ کی خبر جب سلطان حسین شرقی کو ہوئی تو اُس نے دوبارہ فوج کشی کی سخت لڑائی کے بعد راجہ ۱۲۵۷ء مطابق ۱۷۷۷ء میں قتل ہوا۔ اور اُسکی فوج تباہ ہوئی فتح کے بعد سلطان حسین شرقی نے اسلامی نوآبادیوں کو پھر آباد کیا اور گرد و نواح کی تمام آراضی اپنے سرداران لشکر پر تقسیم کر دی۔ ملک زادوں اور سامیوں کے اجداد اس جنگ میں تھے حسب حکم بادشاہ اُن لوگوں نے یہ زمین قیام اختیار کیا جن کی اولاد اب تک موجود ہے۔

۱۲۵۸ء تک یہ قصبہ سلاطین شرقیہ کے حکومت میں رہا بعد ختم سلطنت شرقیہ اسی سنہ میں ملوک چند ولد راجہ ستمنا نے خروج کر کے پھر کاکوری پر قبضہ کیا ۱۲۸۸ء تک وہ اور اسکی اولاد قابض رہی۔

سکنہ برخان لودی کے وقت میں ملوک چند مر گیا جب پھر سلاطین لودی کے قبضہ میں یہ قصبہ آیا۔ خوانین حکام اودھ کی ماتحتی میں رہا اسی عہد میں یعنی ۱۷۹۵ء مطابق ۱۷۹۵ء میں قاضی زادوں کے مورث قاضی بہاری عباسی بادشاہ کیرٹ سے قاضی مقرب ہو کر آگے اور یہیں سکونت اختیار کی جنکی اولاد اب تک قاضی زائے کھلاتے ہیں۔

۱۲۵۰ء میں جلال خان برادر سلطان برہم لودی اور شہنشاہ ہمایوں ابن بابر سے باہن  
کا کوری لکھنؤ سخت جنگ ہوئی۔ جلال خان نے شکست پائی ہمایوں نے قبضہ کر لیا تمام ملک پر  
مثل قابض ہو گئے اس وقت علاقہ کا کوری سندیلہ کے تعلقہ میں شامل ہو گیا۔

شیخ فتح صدیقی بیان کے چودھری و مقدم مقرر ہو کر آئے جنگی اولاد اب بھی لفظ چودھری  
کے لقب لقب ہر اور چودھری محلہ میں سکونت پذیر ہے۔

ہمایوں بادشاہ کے نصف عہد میں شیر شاہ سوری نے تخت سلطنت پر قبضہ کر لیا تھا جسکے  
بعد اسکا بیٹا سیلم شاہ تخت نشین ہوا۔ اسی کے عہد میں قاری میر سیف الدین معہ اپنے صاحبزادہ حضرت  
مخدوم امیر نظام الدین قاری امیر کل قبیلہ کے کا کوری میں تشریف لاکر سکونت پذیر ہوئے اس  
قبیلہ میں مخدوم زادے (علوی) انھیں کی اولاد سے ہیں۔

۱۶۷۰ء میں شہنشاہ اکبر تخت نشین ہوا اسکے شروع عہد میں افغانان بنگالہ باغی ہوئے  
واو افغانی ملتان و بہار پر فوج کشی کی لکھنؤ تک اسکا قبضہ ہو گیا تھا اکبری لشکر اسکی تادیب کیلئے  
پہنچا بالآخر بآب بیتہ متصل قصبہ کا کوری سخت جنگ ہوئی ایسا کہ افغان بھاگ گئے اور  
شہنشاہ اکبر کی مستقل حکومت قائم ہو گئی۔  
اسکے بعد سے ایک نیا صوبہ بنام سرکار لکھنؤ قائم ہوا جس میں مستقل صوبہ دار رہنے لگا اسی  
متصل جدید پر گنہ کا کوری بھی قائم ہوا۔

قصبہ کے وسط میں قلعہ بچہ بھی تعمیر کیا گیا جس میں فوجدار مہاراجہ کے رہنے لگا (قلعہ خراب  
حالت میں اب بھی موجود ہے) سرکاری خرارج بھی وہی قائم کھا گیا جو سلاطین شریہ نے مقرر کیا تھا  
عہد اکبری سے محمد شاہ کے شروع زمانہ تک امن و امان رہا جب سلطنت دہلی میں زوال  
شروع ہوا پھر خانہ جنگیان ہونے لگیں دربار میں جب اسکی اطلاع ہوئی تو نواب سعادت خان  
برہان الملک صوبہ دار مقرر کر کے بھیجے گئے جنھوں نے پہونچ کر اولاً کا کوری میں قیام کیا بیان  
کے اکابر کو جمع کر کے ان سے استعانت اور امداد کا وعدہ لیا اور خود بھی مدد کرنے کا وعدہ کیا جس سے

خانہ جنگیان فرو ہو گئیں۔

نصیر الدین حیدر بہادر کے عہد تک یہ پرگنہ کبھی تعلقہ سندیلہ میں کبھی علاقہ لکھنؤ میں شامل ہوتا رہا جسے قدسیہ بیگم کی جاگیر میں لکھا گیا تو علیحدہ محال قائم ہوا۔  
واجہ علیشاہ کے عہد میں اسکے کل مواضعات محلات کو عطا کر دئے گئے محال پرگنہ اڑ گیا۔  
سلطنت اودھ کے انترال کے بعد ۱۸۵۷ء میں سرکار انگریزی نے عہد اکبری کا پرگنہ دوبارہ قائم کیا جو اس وقت تک موجود ہے۔

## الف

### ابوالبرکات خان

خان رفعت نشان مظفر الدولہ۔ تہذیب جنگ بخشی ابوالبرکات خان۔ غالب جنگ تنہا  
بنیادیکلم۔ ابن قاضی محمد واعظ۔ ابن قاضی محمد حافظ عباسی۔ قاضی زادہ۔  
۱۱۳۷ھ میں انکی ولادت ہوئی۔ نہایت ذکی ذہین خوش رو اور خوش تقریر تھے۔ عربی  
فارسی میں اعلیٰ درجہ کی قابلیت رکھتے۔ اور دونوں زبانوں پر ایسا عبور تھا کہ اہل زبان کے سامنے  
بے تکلف بولتے۔ ہر شخص اُن کو اہل زبان سمجھتا تھا۔ تعلیم اور تربیت اپنے جدا مجد قاضی محمد حافظ سے  
پائی۔ لسانی امد گویائی کا یہ عالم تھا کہ مثل طوطی ہزار داستان کے چمکتے۔ جس جلسہ میں بیٹھ جاتے  
حاضرین جو محبت ہو کر گفتگو سنتے رہتے۔ حافظ اس قدر قوی تھا کہ جو بات ایک بار اُسے لیتے یا جو  
عبارت ایک بار اُس سے گزر جاتی کبھی نہ بھولتے۔

شیخ غلام مرتضیٰ صاحب کتاب جو اہر الانشامین لکھتے ہیں کہ

”خان رفعت نشان از غن سخاں روزگار است۔ و خوش خیالان نامدار شاعریت شیرین  
سخن۔ سخن گوئی است ماہرین۔ در نازک بندہ و لوا دانی و بذلہ سخن یگانہ عصر۔“

در شستگی کلام لطیفه گوئی و ادای فحشی فسانه دهر شیرینی مضمونش از جوش و لعل است لب تابان  
 سخن را بهم می بندد و چاشنی کلامش از لبریز بودن شیرینی در بان بنات فروشان کلام را یک  
 بیک خمد و شکر می سازد و شعر بلندش ناخن بدل زن شعر اسلای عالی مقدار و مصرع جسته اش  
 چون مصرع بلال انگشت ناله روزگار قطعش قطع بهشت است که انواع گلها می معانی  
 و مضامین رنگین در و شکفته در باغی از بس حسن استخراج داغ حسرت جزین چادر عصر کشیده فرد  
 سنجاش چون فرد خورشید بکشد و سبب دلپذیرش چون بیت احرم مقبول و به بهتا نصیحت  
 که در جنب نصاحتش فضای عبس را زبان لکن و یعنی است که در مقابل گفتگویش بلغای عجم  
 سپر افکن و دوانی است که در کتب محاوره دانی محاوره دانی ایران طفلان ایچخوان سخن  
 پروازی است که در بر سخن پر از نش سخن پر از زانی هند وستان کم مایه و نادان شارسه کلاگر  
 نثرش را بر انشا و مرزا جلال از حج و هم نثر است و فقرات نویسی که اگر فقراتش را بر فقرات  
 مرزا نصیر راجح شمارم بجا منیر که بدو منیر فلک شادی بود اگر در زمانه اش می بودی از خجالت  
 در حجاب غم نشستی و طغرا که طغراست منور علم و دانش بود اگر در عهدش حاضر بودی به چون طغراست  
 نشود مرا با خون گشته و فرد دومان جمع کمالات نوع انسان در بیاقت و قابلیت مسلم روزگار و  
 از فصاحت و بلاغت مشهور و نامدار است و سخن هند وستان شارسه ما باین جامعیت کمال و  
 کمال جامعیت سخن بسیار خوش گو بطلاقت لسان و فصاحت بیان ندیده ام

آوایل من کلام شیخ عبدالرضا تمین کو دکھاسته اور کلیم تخلص کرتے بعدہ دہلی جاکر سراج الدین  
 علی خان آرزو و قزلباش خان امیر کی مصاحبت میں بہت فوائد حاصل کئے آخر میں بنیا تخلص کرتے  
 تذکرہ روز روشن جلد چہارم ص ۱۸۸ میں ہے۔

بنیا۔ ابوالبرکات خان رئیس قصبہ کاکوری عہدہ میر بخش از سرکار رئیس ملک اور دہ داشت و  
 بجامعیت فضائل نوع انسانی مرجع خلافت بود بیشتر کرت تخلص میکرد و بعضی شعر  
 بنیا اختیار نمود



دیوان بسبب بے توجہی مرتبے سکا اشعار جوامع الافشا سے نقل کر کے دیج ذیل ہیں :-  
 بصر اتان کند نظارہ چشم آن پری رورا      بلند از شاخا دست دُعا گردید آہورا  
 سوے ستان میزنی چشمک بہ محفل ازجباب      دختر راز تو زمین شوخی دل بنیا تراست  
 سرمہ آواز است بنیا اصفہانی پیش من      بر زبان اہل ایران ہم سخن داریم ما،  
 پریشا نیم غم شہر سودا کردہ ام مشب      توان از زلف خوابان بست بنیا محل ما  
 فروغ چشم میخا ز خاکسار بخت      جلائے آئینہ ہر سراغبار بخت  
 اسے سرو روان باز گذر کن بسر ما      چون خار خلد بے تو چشم نظر ما  
 موئے شدم از ضعف نشانم نتوان یافت      باشد کہ مگر نالہ رساند خبر ما،  
 از تیغ حوادث کہ علم در کف چرخ است      جز دست دعا کیست کہ گردد سپر ما

خون ریز دارم تو دلہا ہم خورد      ترسم ز سچو شیشہ دینا ہم خورد  
 گنج خواب با دل جمیع نہیر خاک      آسودہ ایم گوہرہ دنیا ہم خورد  
 انبساط جنس از ملاقات شورش است      از سیل تند صحبت دریا ہم خورد  
 حکم مرا بگوش بتان نیست چارہ      کے درد دل صدف دیکتا ہم خورد  
 کارش ز بس سختی دوران سیدہ است      بر سنگ خار کے دل دانا ہم خورد  
 بازی است صحبت ہمہ حساب بے زراع      از اہلی است آنکہ دل اینجا ہم خورد  
 قطع سخن ز مصدق شیخ خرم کفر      پیوستہ الفت لب گویا ہم خورد  
 وارد غبار خاطر جسم ز آرزو      آسودہ دل نہ گردنتا ہم خورد  
 چون رنگ ز قہر شفق صبح در ہوا      سوز و جہان چو خاطر بنیا ہم خورد

آبرو از قرب حق بخشید تمنائی مرا      چون گھر منظور سلطان کرد کیتائی مرا

کار انسان نیست گل کردن دود نگہ ساز خود  
خوش نیاید سبب از طاعت و رعنائی مرا  
پیش از آن خوار و زخون گردید رنگین پاپے من  
کفش نعل طرفہ پوشا ندھی پانی مرا  
نیمت ز بخیر زلفش را چو پر سیدم ازو  
بر بخود چھپ ز ظالم گفت سودائی مرا  
از برائے جستجویش بسکہ ہر جامی روم  
کرد از پنهان شدن آن شوخ ہر جامی مرا  
ہیچو جام مے مدام از دور او در گردش ام  
نیمت آسائش ز دست چرخ مینائی مرا  
ور خودم بینا ز عرفان است منظور نظر  
دیدہ شد چشم و چراغ از نور مینائی مرا

شب کہ بزم میکشان بے رے او دل تنگ بود  
بادہ در جام بلورین آتش در تنگ بود  
یافت از نقش خیال او دل مانی حبلا  
پیر صفا گردید چون آئینہ افش ز رنگ بود  
سبزی بخت از فلک ہر کس کہ جوید الہی است  
ہر نفس گوئی دل او و خیال تنگ بود  
جست ہر دیوانہ از خواب عدم در صبح حشر  
محکمش دیدم گریبان و کفن در چنگ بود  
استخوانش خورد و بینا شد ہر طاعت و رنگ  
بلبل باغ تو اسے گل کشتہ ز نیرنگ بود

فن سپہگری کی طرف بد نظرت سے انکا میلان خاص تھا۔ امراء دولت کی ہمہ می اور رفاقت  
میں مہمات عظیم سر کرتے نواب شجاع الدولہ کے وقت میں بہت نام آور ہوئے۔ ابتدا کچھ دنوں  
راجہ بینی بہادر کی رفاقت میں رہے۔ پھر گورکھپور کی فوجداری پر مامور ہوئے خلعت مع فیل و  
اسب سند محلات متعلقہ و خطاب مظفر الدولہ بخشی الممالک تہوہر جنگ عطا ہوا اسی زمانہ  
میں شاہ عالم بادشاہ دہلی کا دائرہ دولت نواح گورکھپور میں مرکز گرین ہوا وہاں سے غالب  
جنگ بہادر کا خطاب مرحمت ہوا۔ جب کا قسٹ یون ہے کہ جب نواب وزیر الممالک شجاع الدولہ  
بہادر حسب درخواست نواب قاسم علی خان ناظم بنگالہ انگریزوں سے لڑنے لگے۔ اس زمانہ میں  
یہ دہین سرکٹوں کی پائیالی میں مصروف تھے کارہائے نمایان کیو جسے عمدہ بخشی گری فوج رسالہ  
چار سو سوار و نہر ارا ہوا و انتخواہ و خطاب خلعت بہت پارچہ شمشیر و اسب وغیرہ سے سرفراز کئے گئے

پھر اس قصبہ کا کوری کی حکومت بھی تفویض ہوئی۔ جب بین الدولہ سعادت علیخان کی آتالیقی اور  
آموزی پر تقرر ہوا تو عہدہ بخشی گری ان کے بھائی رفعت اللہ خان کو ملا۔ بعد ازاں شجاع الدولہ  
کچھ دنوں خاندنشین رہ کر الماس علیخان کی رفاقت میں بمقام اناؤ قیام پذیر رہے پانچ سو روپیہ  
ماہوار کا وظیفہ مقرر ہوا۔

وفات انکی بمبئی ۱۲۸۲ھ میں ہوئی قبر محلہ قاضی گڈھی کا کوری میں خاندانی قبرستان میں ہے

## ابوبکر جامی

حضرت ابوبکر جامی۔ ابن درویش علی محمد۔ ابن خواجہ احمد جام زندہ فیل۔ بن خواجہ شیخ جامی۔  
ابن خواجہ ابوطالب جامی۔ ابن خواجہ محمد شاہ جامی۔ ابن خواجہ محمد مصطفیٰ جامی۔ ابن خواجہ موسیٰ  
جامی۔ ابن خواجہ عمران جامی۔ ابن خواجہ عثمان۔ ابن خواجہ حنیف۔ ابن خواجہ اسفندیار۔ ابن خواجہ ابوالحسن  
کونی۔ ابن خواجہ ابوتراب۔ ابن خواجہ محمد رضی کونی۔ ابن ابوالقاسم۔ ابن حضرت محمد بن الخنفیہ۔ ابن  
حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ۔

ملا صاحب بہت بڑے عالم و فاضل و خوش تقریر تھے۔ صلاح و تقویٰ اور انواع فضائل و  
ہنر سے آراستہ شہب و روز عبادات و ریاضات میں مشغول۔ اور فاضلہ علوم میں مشغوف رہتے۔ جلی  
باشندہ قصبہ جام کے تھے۔ وہاں سے ہندوستان آئے۔ اولاد ملی میں قیام کیا۔ جب وہاں کی آب و ہوا  
ناموافق ہوئی تو جو پورہ شریف آئے۔ یہاں اس زمانہ میں سلطان حسین شری فرما رہے تھے چونکہ بادشاہ خود  
بہت فقیر دوست تھے۔ علما و فضلا اور صلحا کی صحبت ازاید پسند کرتے۔ جب ملا صاحب کی آمد معلوم  
ہوئی۔ تو بادشاہ نے اپنے وزیر ملک سعد الدین سالاری کو استقبال کے لئے بھیجا۔ وہاں پہنچنے  
پر خود بادشاہ نے بہت تعظیم و تکریم کی۔ اور قیام کے لئے خود جگہ معین کی۔ یہاں نوازی اور خاطر داری  
میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا۔ ملا صاحب نے یہاں قیام اختیار کیا۔ اور ملک سعد الدین  
سالاری کی بیٹی سے نکاح کیا جن سے ملک بہادر الدین کی قیاد پیدا ہوئے۔

بعد فتح قصبہ کا کوئی ملا صاحب معہ اپنے صاحبزادے دربار نشینی یعنی ملک معروف  
ابن ملک اسعد الدین سالاری بہین قیام پذیر ہوئے۔ ملک بہاء الدین ابن ملا ابو بکر جامی  
کی اولاد ملک زارے دہلوی زارے کہلاتے ہیں۔ قلعہ کے جنوب چنانچہ ملا صاحب نے مکان  
بنایا تھا۔ چنانچہ اب تک ملک زارے دہلوی زارے اسی جانب قیام پذیر ہیں۔ اور حالات آپ کے  
نیز سہ ولادت و وفات وغیرہ دریافت ہو سکے۔

### ابو انخیر

ملک ابو انخیر ابن ملک عبد الغفار معروف بہ ملک ابو المکارم۔ ابن ملک عبد السلام ابن ملک  
مٹھے۔ ابن حافظ چاند۔ ابن ملک حسام الدین۔ ابن ملک نظام الدین۔ ابن ملک بہاء الدین کی قبیلہ۔  
ابن ملا ابو بکر جامی۔ حافظ چاند بہ ملک ابو انخیر حافظ قرآن تھے۔ کلام اللہ بہت خوب پڑھتے تھے علوم عربیہ  
سے بھی خوب واقف تھے۔

ملک ابو المکارم بھی بہت قابل تھے۔ اور باوجود قابلیت ثروت ظاہری بھی رکھتے تھے۔ اور  
بہت ہی خوش نصیب تھے۔ ان کے بیٹے ملک ابو انخیر صاحب باپ سے بھی نادر خوش نصیب ہوئے۔ اسی  
فخر اسلام اولاد چھوڑی جو علم و فضل۔ فقر و تصوف۔ ریاضی و حکمت۔ دولت و ثروت۔ سخاوت و جہاد  
ہر حیثیت میں اپنی آپ جی نظیر تھی۔ قانع بہت بڑے تھے۔ وقت ولادت سے وقت وفات تک  
نہ گھٹے۔ باہر نکلے نہ کسی کی ملازمت کی۔ لڑکپن اور جوانی میں باپ کی دولت پریش کی ضیفی میں  
صاحبزادے ملا محمد غوث کی خدمت گزاری سے چین اٹھایا۔ مدد معاش کے لئے شہنشاہ عالمگیر  
خلد مکان کے یہاں سے تنہا گئے زمین بھی معاف ہوئی تھی۔

نقل فرمان مہری ابو المظفر محی الدین محمد اور نگ زیب عالمگیر بہادر خلد مکان  
دعوت بہت خزان فرمان والا نشان صادر شد کہ ایک صد گیکہ زمین افتادہ لائق زراعت خارج  
جمع از پر گزینہ آبدار تاج سرکار کٹھن مضاف بھوبہ اور دروہہ مدد معاش شیخ ابو انخیر ولد شیخ

ابوالمکارم حسب الضمن متور باشد کہ حال آن کہ صرف معیشت نموده بدعا و تقبلا دولت روز افزون  
اشتغال نماید۔ باید کہ حکام و عمال دجاگیر داران و کرد و رایان حال خ متقبال زمین خریدار بیمودہ :  
چک بہتہ تبصرہ و باز گذارند و اصلاً و مطلقاً تغییر و تبدل را بدان راہ نہ بند و بعلت مال و جہات  
و اخراجات مثل مشکیش و چرمانہ و ضابطانہ و محصلانہ و مہرانہ و دار و عگانہ و دیگر و سکار و معمر  
و قانوں گوئی و ضبط ہر سال بتخصیص چک تکرار نہ راحت و کل مطالبات سلطانی و نکالیف  
دیوانی مزاحم نشوند درین باب ہر سال سند جدید طلبند و اگر در محل دیگر جیسے فرادشت باشند  
آزاد اختیار کنند بہت و پنجم جائے الاشے سلسلہ طوس مطابق سلسلہ ۱۱۰۰

وفات انکی ۲۵۔ رجب کو ہوئی۔ مزار رسولی مین باغ مین ہے۔ پختہ چوبترہ گچ و چونہ سے بنا ہوا تھا  
اس بھی بوسیدہ حالت مین موجود ہے۔ انکی اولاد کے لوگ مولوی زائف کہلاتے ہیں۔ اس سے زائد  
حالات نہ دریافت ہو سکے۔

## احمد علی

منشی احمد علی مخدوم نژادہ۔ ابن منشی محمود علی۔ ابن منشی موسیٰ علیخان مفتون علوی کا کوردی ولادت  
انکی ۵ مارچ رمضان المبارک ۱۲۸۰ھ مین ہوئی۔ یہ بہت طبع ذہین اور قابل تھے۔ عربی و فارسی  
کی متوسطات تک تعلیم حضرت شاہ علی انور قلندر قدس سرہ سے پائی۔ علاوہ عربی و فارسی انگریزی  
مین بی۔ اے پاس کر کے وکالت کا امتحان بھی پاس کیا۔ اردو شرنوبی مین بہت قابلیت پیدا کی  
مضامات مین سے چند کتاب مین ہیں۔ جن مین سے کتاب شباب لکھنؤ کھشیت زبان و فن تاریخ عمدہ  
لے رسولی بارغ سے مراد وہ بلغ ہے جو بزرگان لغت یعنی مخدوم شیخ بھیکہ کی اولاد نے اور ملک بہار الدین کیتباد  
کی اولاد نے رعایا کے مقابلہ کیلئے وقف کیا تھا جسکے ایک حصہ مین ام عبدالقادر مین حافظ شہاب الدین ابن  
مخدوم شیخ بھیکہ کی اولاد کے مقابلہ مین اور ایک حصہ مین ملک بہار الدین کیتباد کی اولاد کے مقابلہ مین اور بقیہ  
آرامی مین عوام کی قبر مین ہیں ۱۱۔ نسب نامہ منشی فیض بخش مرحوم کا کوردی۔

کتاب ہے۔ اخبارات نے بھی اس پر عمدہ رائےیں لکھیں۔ اور ارباب ملک نے بھی بہت پسند کیا۔ ضلع  
بارہ بنکی میں وکالت کرتے تھے۔ بوجہ خوش خلقی و ذہانت و اتیار بہت مدوح اور مشہور ہوئے۔  
ہر طبقہ کے لوگ عزیز رکھتے۔ کام بہت اچھا چلتا تھا۔ انیسویں عیسوی کے وفات کی۔ وہیں بجا رخصت ہوئے  
بتاریخ ۱۰ مارچ ۱۸۷۳ء لاہور روز پنجشنبہ ۱۳۲۶ھ بمطابق ۲۰ سال انتقال کیا۔ کاکوری میں اپنے  
خاندانی قبرستان واقع رسولی بلوچ میں دفن ہوئے۔

### احمد اللہ

حضرت حاجی احمد اللہ میٹھوی۔ یمنی عثمانی تھے۔ حضرت ہندگی شیخ نظام الدین امیٹھوی کی  
اولاد امجاد سے۔ قصبہ امیٹھی ضلع لکھنؤ سے کاکوری میں آکر رہے۔ اور وفات پائی۔  
سلسلہ نسب انکا اس طور سے ہے۔ حاجی احمد اللہ۔ ابن شیخ محمد حسین۔ ابن شیخ عبدالواحد  
(سجادہ نشین) ابن شیخ شبلی (سجادہ نشین) ابن شیخ سیدی شمس الدین (سجادہ نشین) ابن شیخ کمال الدین خلیف  
و خلیفہ وجانشین حضرت مجدد ہندگی نظام الدین۔ ابن شیخ حسین۔ ابن شیخ فخر الدین۔ ابن قاضی  
ابوالفضل۔ ابن قاضی تلح الدین۔ ابن قاضی اسماعیل نجم الدین۔ ابن قاضی شیخ محمد معروف دقانی  
قصبہ میٹھی، ابن قاضی شیخ شمس الدین (قاضی قصبہ ترکہ) ابن قاضی امام صلاح الدین (قاضی شمس)  
ابن محمد۔ ابن محمد۔ ابن ابی بکر۔ ابن اسماعیل۔ ابن المصطفیٰ خواجہ ضیاء الدین السری المقتدی معروف  
بسلطان العارفین تلمیذ حضرت معروف کرخی و استاد جنید بغدادی ابن مغلس۔ ابن سعید۔ ابن ابراہیم  
ابن عبدالرحمن۔ ابن زید۔ ابن ابان۔ ابن امیر المومنین ابو عبد اللہ عثمان دہلوی النورین القرشی  
الاموی خلیفہ ثالث رضی اللہ عنہ۔

حاجی صاحب بہت بڑے بزرگ عالی مرتبت صاحب تصرف و کرامات و رؤیت کامل تھے  
تعلیم و تربیت جمعیت و اجازت و خلافت کا پتہ نہیں چلتا غالباً اپنے خاندانی حضرات سے ہوگی۔  
انکے دو اولادین تھے ایک بیٹے شیخ اکرام اللہ۔ اور ایک بیٹی جن کا نکاح یہاں قصبہ میں

شیخ حمید اللہ ابن شیخ محمد نواز ابن حافظ ظلیل الرحمن علوی شہید کے ساتھ ہوا جن سے دو صاحبزادے ہوئے۔ حضرت شاہ بہرام علی قلندر۔ و حافظ غوث علی کوتوال فرخ آباد۔

اسی سلسلے سے حاجی صاحب یہاں تشریف لائے۔ اور یہیں رہ کر وفات پائی۔ ملبوساتے حاجی صاحب کی ایک ٹوپی۔ محو طور کی جنابہ نانی صاحبہ مغفورہ کے پاس جو حافظ غوث علی صفا کی نو اسی تھین موجود تھی۔ اور اب بھی موجود ہے۔

شیخ اکرام اللہ ابن حاجی احمد اللہ کے بیٹے شیخ فضل ربیعے۔ جنکا نکاح بھی یہیں ہوا تھا۔ جنھوں نے ۱۲۶۳ھ میں انتقال کیا۔ منشی ہادی حسن خان تھوڑے قطعہ تاریخ وفات لکھا تھا جو درج ذیل ہے۔

قبلہ از من فضل ربیع بن جہان	کرد رحلت مور در حمت بود
گفت محروم از سر انوس سال	طیر روش بلبل جنت بود

۱۲۶۳ھ

شیخ فضل ربیع ابن شیخ اکرام اللہ کے بیٹے شیخ فیاض حسین تھے۔ جو مدۃ العمر سادس مین رہے۔ اور ۲۲ ماہ ذی الحجہ روز دوشنبہ ۱۲۶۳ھ کو وفات پا گئے۔ انکے تین بیٹے ہوئے۔

(۱) شیخ الطاف حسین ابن شیخ فیاض حسین۔ یہ مدۃ العمر خانہ نشین رہے۔ (۲) حاجی شیخ کاظم حسین ابن شیخ فیاض حسین۔ یہ بہت قابل اور لائق تھے۔ تصوف کا مذاق رکھتے تھے شاعر بھی بہت اچھے تھے منظم تخلص تھا۔ منشی محمد رضا صبر کا کوری کے شاگرد تھے۔ حضرت مولانا شاہ حیدر علی قلندر قدس سرہ کے باخلاص مرید تھے ۱۲۶۳ھ مین ۲۹ صفر کو بے نام و نشان انتقال کر گئے۔ انکا ذخیرہ قلم و شریک تلف ہو گیا (۳) منشی کاظم حسین ابن شیخ فیاض حسین۔ یہ بھی شاعر تھی غنی تخلص تھا۔ اور منشی محمد رضا صبر سے تلمذ تھا۔ ان دونوں بھائیوں نے ظاہری جہت بہت پیدا کی تھی۔ حیدر آباد کن مین نوکر تھے۔ انوس کہ ان سب کے کوئی نرینیہ اولاد نہیں ہوئی۔ اور حاجی احمد اللہ صاحب کی پسری اولاد کا سلسلہ یہیں تک چلے ختم ہو گیا۔

حاجی صاحب نے قصبہ امٹی مین جائداد بھی چھوڑی۔ جسیرانکے نواسے حضرت شاہ بہرام علی قلندر قابض تھے۔ اور اسی کے ایک موضع و مورہ مین دجھل امٹی لب دریائے گوتی واقع تھا، بعد ترک لباس تکیہ بنا کر قیام کیا تھا۔

حاجی صاحب کا مزار پیش درگاہ حضرت شاہ تراب علی قلندر متصل مزار حضرت شاہ بہرام علی قلندر ایک قبر کے فاصلہ سے مغرب جانب واقع ہے۔ مزار پر نام کی تختی نصب ہے۔ سنہ و تاریخ ولادت و وفات وغیرہ دیگر حالات انکے دریافت نہ ہو سکے۔

## احمد حسین علوی

شیخ احمد حسین۔ ابن شیخ عماد الدین حسین۔ ابن شیخ غیاث الرحمن مخدوم زادہ علوی کاکوروی۔ یہ حضرت عارف باللہ شاہ محمد کاظم قلندر قدس سرہ کے مسترشیدین خاص و متفہدین باختصاص سے تھے۔ اگرچہ بیعت انکو سلسلہ عالیہ قادریہ مین حضرت شاہ صفت اللہ قلندر صدیقی کاکوروی قدس سرہ سے تھی۔ مگر تربیت تعلیم باطنی سب حضرت عارف باللہ سے حاصل تھی۔ حضرت صاحب نے انکی تعلیم و تربیت اپنے صاحبزادوں کی طرح پرفرائی۔ اور بہت دوست رکھتے۔ اور حسن استعداد کی اکثر اوقات تعریف کرتے۔ انکے واسطے تکیہ شریف پر مخصوص ایک علی و جود تھا جس مین یہ اکثر باطنی مین شاغل اور بوجہ فیضیاب ہونیکے مخلوط اور شکیف رہتے۔ انکو بھی حضرت عارف باللہ سے بہت محبت تھی۔

کہتے تھے کہ مین نے ایک مرتبہ خواب مین دیکھا کہ ایک مکان ریت کا ہوا مین معلق ہو اور اسی پر بانی کا ترشح ہو رہا ہے۔ اس مکان مین حضرت صاحب تشریحت فرما رہے اور بہت بحکم و تحیم مین۔ اور مین انکے سینہ مبارک پر سر رکھے ہوئے ہوں۔ اور وہ مکان بالکل ایسا ہی جیسا کہ تکیہ شریف کا مکان ہے۔ اس خواب کو مین نے حضرت کے حضور مین عرض کیا اور ارشاد ہوا کہ ”تھرا خواب صحیح ہے۔ میرا حال ایسا ہی ہے جیسا کہ تھے دیکھا“ اور یہ تعبیر فرمائی



”مکان سے ملو مقام تفریق ہے کہ وہاں کی کو وقفہ نہیں ہو سکتا ہے۔ مگر مجھ کو خدا کے فضل سے وقفہ ہوا۔ اور شرح آب سے ملو باران رحمت الہی ہو جو اس مقام پر چھپر نازل ہوتے ہیں اور مجھ کے لئے قربہ رکھا یہ میری صورت مثالی تھی۔ کیونکہ ہر شخص کی صورت بقدر اسکے حال کے ہوتی ہے۔ تمھاری صورت مثالی اس قدر قربہ نہیں ہے۔“

کہتے تھے کہ ایک مرتبہ حضرت عادت باللہ کو ٹکے پر شمال رو یہ چار پائی پر بیٹھے ہوئے تھے میں ان کے مقابل بیٹھا تھا۔ مجھ سے ارشاد فرمایا ”کہ تم سے جناب سون اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہیں۔ میں نے فرما مجھ سے بحالت گریہ عرض کیا کہ آپ جو کچھ فرمائیں صحیح ہے حقیقتاً منظر شان خدا و رسول آپ ہیں۔ آپ ہی کی خوشی کے سبب یہ سب کچھ ہے۔ اور بہتے واقعات ہیں جو اصول مصلو میں درج ہیں۔ ایک مرتبہ تک یہ مقام ولیپ پور علاقہ سلطان پور اودھ میں فوجدار ہے۔ امور دنیاوی میں بھی بہت ہوشیار اور لائق اور کار گزار تھے۔ شعر و شاعری سے بھی ذوق تھا۔ کرنا کائنات کیا تھا۔ جو کتنی اذافیہ تکیہ شریف میں موجود ہے۔ اور طبع نہیں ہوا ہے۔ انھوں نے عین شباب میں انتقال کیا۔ اور پرتاب گدھ (اودھ) میں انکی قبر جو تالیچ و سند وفات کا پتہ نہیں چلا۔

### احمد حسین حجاجی

فشی احمد حسین۔ ابن شیخ عبدالکسیب۔ یہ اصلی باشندے قصبہ یہ ضلع بارہ بنکی کے تھے۔

اس مقام تفریق سے وہ مقام مراد ہو جہاں تخیلی و نقضات اعتبارات اور ظورات تعینات و تشبیہات سے پاک ہو، مولف اس صورت مثالی اس صورت کو کہتے ہیں جو انسان کو خواب میں دکھائی دیتی ہے۔ عالم مثال درمیان عالم حرام و عالم ارواح ایک عالم ہو جسکو عالم خواب بھی کہتے ہیں۔ اس حجاجی کی و جہنم یہ کہ اس کے اجداد میں امیر حرام نے بغداد سے آکر اولاد قصبہ یہ ضلع بارہ بنکی میں سکونت اختیار کی اور اپنے صاحبزادے ضیاء الدین کی شادی وہیں کی، بادشاہ دہلی کے جہان سے عہد قضا عطا ہوا قصبہ یہ وہاں جس محل میں انھوں نے قیام کیا وہ اب جو ان کے تادم دار وہو نیچے کے حجازی محل مشہور ہوا۔ کثرت استعمال سے حجاجی محل کہہ جانے لگا اور امیر حرام کی اولاد حجاجی کہی گئی اور یہ جو مشہور ہو کہ یہ لوگ حجاج بن یوسف ثقفی نظام حاکم عراق کی اولاد سے ہیں جو بے حجاجی ہیں یا تنکس یا تہتقیق کو نہ پہنچا قصبہ یہ بے کے قدیم باشندے وہی بیان کرتے ہیں جو میں نے اب لکھا ہے اور یہی منجھ تہتقیق ہوا و اللہ اعلم بحقیقۃ احوال مولف

انکے والد شیخ عبدالحسین صاحب نے بوجہ تعلق ناہنالی ہیان کا کوری میں سکونت اختیار کی۔ انکے قیام کیوجہ سے انکے تمام قریبی اعزاء ہیان آکر سکونت پذیر ہوئے اور کاکوروی کہلانے لگے۔ اب بھی انکا بڑا خاندان سکونت پذیر ہے۔ یہ قریبی النسل تھے انکا نسب نامہ حسب ذیل ہے۔ شیخ عبدالحسین۔ ابن شیخ غلام محمد۔ ابن شیخ لطف اللہ۔ ابن شیخ غلام مجتبیٰ۔ ابن شیخ محمد عزت۔ ابن قاضی عثمان۔ ابن قاضی عبدالباقی۔ ابن قاضی محمود۔ ابن قاضی السداد۔ ابن قاضی خضر۔ ابن قاضی محمد۔ ابن قاضی ضیاء الدین۔ ابن امیر حسام۔ ابن عیسیٰ۔ ابن یوسف۔ ابن امیر احمد۔ ابن امیر طاہر۔ ابن امیر مصطفیٰ۔ ابن امیر علی۔ ابن عبد العزیز۔ ابن جلال۔ ابن عباس۔ ابن سحاق۔ ابن ابی عمر۔ ابن عامر۔ ابن زبیر۔ ابن خزان۔ ابن عبید۔ ابن ابی۔ ابن کعب۔ ابن عبد مناف جد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم۔

نشی صاحب غلام متعارفہ میں پوری دستگاہ رکھتے تھے۔ اور بے مثل نشی قمر خاقانی دہلوی شریک ظہیری و فاریابی تھے نثر نویسی میں بہت کمال حاصل تھا۔ اس قصہ کے بہت سے لوگ فن انشا پردازی و نثر نویسی میں ان سے ملز رکھتے تھے۔ انکے مکان پر بیشتر اوقات اسی شغل کی وجہ سے معقول جمع رہا کرتا تھا۔ اپنے زمانہ میں یہ اُستاد مانے جاتے تھے۔ حضرت والد ماجد مولانا حافظ شاہ علی انور ظندری قدس سرہ بھی انشا پردازی و نثر نویسی میں انہیں سے ملز رکھتے تھے۔ اور اکثر مسیبتیں کرہ انکی قابلیت و مہارت بیان فرمایا کرتے۔ انھوں نے تالیف ۱۱ ماہ صفر ۱۲۸۵ھ میں سفر آخرت اختیار کیا۔ مولوی محی الدین خان ذوق کاکوروی سے بہت رسم و اتحاد تھا جیسا کہ انکی تاریخ سے ظاہر ہے۔ جو درج ذیل ہے۔

فلک ہنوا دہند لہ بجان غم اسیر ما  
ازین غنیم چون نہ پچد بر سر گردن نفیر ما  
کہ از پاس حیات افتاد یار دستگیر ما  
یہ بحر ی و یصلے نالہ سوز دن از صویر ما  
بجنت نہ مستخرجہ داند آمد ہم صغیر ما

فغان کہ رحلت احمد حسین کن در دست صادق  
بدردش بسکہ آتش شرہ سینه ہیچون نے  
نہفتد چون بسر در قہر حسرت ناتوان جانم  
سر آید زین دو مصرع ذوق در سال وفات او  
چو بکشد او بشوق گلشن جاوید بال اینک

## احمد علیخان

قاضی احمد علیخان دیل۔ ابن فضل علیخان۔ ابن کرامت اشہد خان عباسی موخر الذکر یہ آغاز شباب تک بوجہ امارت اودو لمب میں مبتلا رہے۔ جیسے کہ امیر زادے ہوتے ہیں تحصیل علم کا بالکل شوق نہ تھا۔ اکثر لوگ ننگ خانہ دان سمجھتے اور ان سے احتراز کرتے۔

بیعت ان کو حضرت مولانا شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ سے تھی۔ حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر قدس سرہ کے مخلص متقین سے تھے۔

چنانچہ ایک روز کا ذکر ہے کہ یہ حاضر حضور تھے۔ حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر نے انکی جانب متوجہ ہو کر ارشاد فرمایا کہ احمد علیخان لوگ تکو جاہل سمجھتے ہیں۔ ہکو تم پڑھے لکھے معلوم ہوتے ہو۔ اسی دن سے پڑھنے لکھنے کی طرف متوجہ ہو گئے۔ حاضر ہوتے رہے۔ اور پڑھتے رہے۔ تھوڑے دنوں کے بعد بہت لائق و فائق ہو گئے۔ وکالت کا امتحان دیا۔ کامیاب ہو کر کانپور میں وکالت شروع کی۔ بہت فروغ ہوا۔ وکالت خوب چلی۔

اسی اثنا میں غدر ہوا۔ مخبروں نے انکی بغاوت کی اطلاع کی۔ وہاں بغیر تفتیش پھانسی کا حکم ہو ہی تھا بحالت پریشانی دہر گردانی وطن آئے۔ اور توجہ حضرت پیر و مرشد اس مرحلہ سے نجات پائی جب تک مخلص قصہ قصیر التواضع میں بھی منقول ہے۔ محرر مقرر نے اپنی حضرت والد ماجد مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر سے یوں سنا ہے کہ احمد علیخان صاحب یہاں آکر اس زمانہ میں روپوش ہوئے تھے۔ اشتہاری وازنٹ پتین انعام گرفتاری جاری تھا۔ اُسی اثنا میں حضرت شاہ محمد کاظم قلندر کا عرس تھا۔ بغرض تفتیش کو تو ال وغیرہ بھی آئے تھے کسی نے ان سے خبری بھی کر دی تھی۔ یوم عرس صبح حضرت شاہ تراب علی قلندر مجلس سماع میں تشریف رکھتے تھے۔ وہاں سے انکو بلوا بھیجا۔ حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر نے نیز اور لوگوں نے ہنریان ہو سکے کہا کہ انکا آنا کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ حضرت شاہ تراب علی قلندر نے فرمایا کہ تم لوگ کیا جانو سب خاموش ہو رہے۔ جب یہ مجلس میں آئے تو عمال پولیس نے سرگوشی شروع

کی کہ وہ موجود ہیں۔ کوتوال نے کہا کہ یہ وہ نہیں ہیں۔ کوئی اور ہو سکے۔ اشتہاری مجرم کبھی اس طرح مجمع میں موجود نہیں ہوتا ہے۔ لوگوں نے لاکھ سمجھا یا مگر انھوں نے نہیں مانا اور چلے گئے۔ اس طرح ان کی جان بچ گئی۔

فیصل التوارخ میں یوں مرقوم ہے کہ۔

”احمد علی خان دکیل کو حکم قطعی بھانسی کا دیا گیا تھا۔ اس جہت سے کہ نانا زاین اور مرٹھ پٹویا کے دربار میں حاضر رہتے تھے عجیب مصیبت میں پھنسے تھے کہ مہینوں اپنے سایہ سے ڈرتے تھے اور اپنی نجات سے یاس کلی ہو چکی تھی۔ اپنے مرشد کے گھر چھپے رہے۔ انھوں نے بھی اپنا حق پیری ادا کیا۔ جب فتح سرکار ہوئی۔ میجر صاحب انکا دوست تھا وہ انکے واسطے عدالت میں سینہ سپر ہوا۔ اپنے ساتھ باعث رضا صاحب جج کانپور کے پاس لیکھا اور بڑی شد و مد سے مقدمہ چلا۔ صفائی دلا کر بدستور پھر عدتہ قدیم پر بحال کرادیا۔“

کانپور میں انھوں نے ایک کوٹھی بھی خرید کی اور جائیداد بھی پیدا کی۔ پھر لکھنؤ میں آکر دکالت شروع کی۔ یہاں اُس سے زائد فروغ ہوا۔ حضرت شاہ تقی علی قلندر کی عنایت ان پر بہت تھی ارشاد فرماتے تھے کہ احمد علی خان جدہ تر تم ہو گے وہی مقدمہ سرسبز ہو گا۔ اور ایسا ہوتا بھی تھا۔ یہ بھی بہت بڑے ادا شناس اور سچے جان شارخام تھے۔ لکھنؤ کی شانہ دار گان۔ و زوایا زادگان و امراء و تعلقہ داران اودھ میں انکی بڑی قدر و منزلت تھی۔ یہاں ڈیوڑھی آغامیوں میں بہت وسیع اور رفیع مکانات بنولے۔ بعد وفات اپنے پیرو مرشد کے انکے مزار پر نہایت عالیشان روضہ بنوایا۔ وفات انکی سہ ماہ شوال المکرم ۱۲۹۰ھ میں ہوئی۔ قبر جانب مشرق روضہ اندرون حرم متصل قبۃ حضرت شاہ تقی علی قلندر قدس سرہ واقع ہے۔

ارتضیٰ علی شہرہ

فتی ارتضیٰ علی متخلص شہرہ۔ ابن حافظ عطا علی۔ ابن مولوی رضا علی۔ ابن مولانا شاہ

سمایت علی قلندر راہن حضرت شاہ محمد کاظم قلندر علوی مخدوم زادہ  
ولادت انکی سال ۱۲۰۰ ھ میں ہوئی۔ انھوں نے علوم رسمیہ کی تعلیم حضرت مولانا شاہ علی انور قلندر  
سے پائی اور حضرت شاہ تقی علی قلندر سے سمیت کی کچھ سبق ساقی نامہ ظہوری کے مولوی شرف الدین  
سندیل سے پڑھے پھر انھیں سنجہ اراکی سے بیقام علیگڑھ ناخ التوارنج مصنفہ حضرت سپہر ملک الشعراء  
ایران پڑھی۔ اور فارسی کلام پر اصلاح لی۔ انگریزی میں انٹرنس کا امتحان ششہ میں پاس کیا۔  
ابتدائی لازمت نائب تحصیلداری سے شروع ہوئی۔ درمیان میں بارہا تحصیلداری کی قائم مقامیاں  
بھی کیں۔ آخر انیسویں آبدکاری ہو گئے۔

شاعری کا بھی شوق تھا۔ زیادہ تر کلام نواب فصیح الملک بہادر درخ دہلوی کو دکھایا۔ دہلی  
میں غزلین جلال لکھنوی نے اور دو چار نظمیں امیر شینائی نے بھی دیکھیں۔  
تاریخ نگاری میں خاص فکیر تھا۔ مادہ تاریخ جیسا ختم نکلتا تھا۔ اکثر مشاہیر ہند کی وفات اور  
مشہور واقعات کی تاریخیں لکھیں۔ جو بذریعہ اخبارات تمام ہندوستان میں مشہور ہوئیں۔ مادہ تاریخ  
آؤاد۔ مہذب۔ و دیگر رسائل علمی میں مضامین بھی لکھے جو بہت مقبول ہوئے۔

تصانیف میں ارمغان اودہ۔ ارمغان احباب۔ مضامین اویسن۔ بہشت گلبن۔ شہید خفا  
تصویر عیبت۔ خیابان وغیرہ طبع ہو کر مقبول عام ہو چکی ہیں۔ کلام ہر رنگ میں ہوتا تھا۔ تھوڑا سا  
فارسی کلام بھی تھا۔ جو افسوس کہ ضائع ہو گیا۔ مدحیہ قصائد کی طرف بھی توجہ نہیں کی۔ مختلف  
مذاق کے چند اشعار بطور نمونہ کم خوردہ ادراق سے نقل کر کے پیش کش ہیں۔ جو فطرتی ذہانت اور  
نازک خیالی و تیر طبعی کے مشعر ہیں۔ اور بندش مضامین و صفائی زبان میں دلخ و آہستہ کے کلام  
سے کم نہیں۔ غزل ابتدا سے منتہی ہے

ابتدا عشق و محبت کی بلا ہوتی ہے	کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا ہوتی ہے
ہے زمانہ کو حسینوں کی رعایت منظور	خون بہا کرتے ہیں بدنام خانا ہوتی ہے
کیا کہیں کہتی ہیں کیا سرد ہو میں جسے	تم جو ہوتے ہو کبھی اور گھٹا ہوتی ہے

وہ رکا دٹ ہو کہ جس ہو لگا دٹ پیدا  
 تیر شوخی ہو وہی چہین جیا ہوتی ہو  
 پھر کیا چین اگر وصل کا وعدہ ہو قریب  
 اس سے تو اور طیش دلیں سو ہوتی ہو  
 حشر میں دُعا آئیں جو پریشان شتر  
 ہم کہیں اُن سے کہو اب بھی جفا ہوتی ہو  
 تاکید بندگی ہے پروا بھی کچھ نہیں ہے  
 انداز ہی جلد ہے اسے بے نیاز تیرا  
 رسائی ہو نہیں سکتی ہے شمع بزم عرفان تک  
 جو ہوتی ہے تو رہبر سوزش پروا نہ موتی ہو  
 رہن روشن آئی داغ فرقت خانہ دلیں  
 یہی باتی ہے جن سے رزق کا شانہ ہوتی ہو  
 درد و غم سے کہاں ملی فرصت  
 یہ سنا تھا بہار آئی ہے  
 نہ آیا ہمیں ہوش اندری غفلت  
 شب وصل یاد بھی ہم دُشوب غم کی طرح بے مروتی  
 یہ سنا تھا بہار آئی ہے  
 سر جھکانے سے تھی دزدیدہ لگا ہی منظور  
 دل مضطرب یہ کیا کیا وہ سحر موتی وہ سحر موتی  
 ہم یہ سمجھے تھے کہ ظالم ہو پشیمان دلیں  
 پھر بھی ہوتے نہیں شرمندہ حسان دلیں  
 میسر کرنے سے ہوا حُسن تھا رامشہلو  
 آ نکھیں ہوئیں سفید سیہیلیان پھرین  
 ہوا بات نئی تیری ہر انداز دادا میں  
 ہم زند خرابات ابھی دامن ترکو  
 کچھ غفل جو باتی ہو شتر شغل یہی ہو  
 تہ خاک یاد آئے گا جوش و شہت  
 خوب وعدہ ہو کہ جب وصل کی شب آتی ہو  
 حکم ہے دل سے نکالے نہ یہ پیکان کوئی  
 تیرے نقش قدم یہ کہتے ہیں  
 پیشتر زخم دل نے کھائے تھے  
 چلا ضبط تو بھی شب ہو دل سے  
 آپ پو شاک بدلتے ہی بد لجاتے ہیں  
 کہ نکلیا ہے نہ اس راہ سے ارمان کوئی  
 ہم ہیں چلتے ہوئے زمانہ کے  
 زخم اب دلو کھائے جاتے ہیں  
 تجھے ہم بہت با وفا جانتے تھے

غبار خاک عاشق ہو نہ بر باد      بنے پردہ کسی محفل نشین کا  
 یہ وقت نزع ہے مختار ہو آنے نہ ہونیکے      مگر اتنا کہہ دیتے ہیں دم نکلیگا منہ کیل سے  
 دہائے پانوں بھی قصے نہ لے سیکڑوں انکو      بُرا ہو بدگمانی کا نہ آنا تھا نہ خواب آیا  
 لیا ہے دل تو نہ اب ضد کردہ جگر کیلئے      بس ایک داغ یہ کافی ہے عمر بھر کیلئے  
 چار ہو نگہ نہ وصل میں نکھین      آپ پردے حیا کے چھوڑینگے  
 رکھ دیا اُسے میکہ دل پر ہاتھ      بڑھ گئی قدر بقراری کی  
 تو بہ تو بہ شہر کرین تو بہ      اور خدمت ہو آ بکاری کی  
 یاس ہو کر تدون ہم چشم لیل میں ہے      داغ حرامان بٹلے بھجور کے دین رہے  
 اُن کو بے چین کر دیا آخر      یہ دل نا صبور بھی کچھ ہے  
 جو بیچ دیتے ہیں اللہ انکو خوش رکھے      ہم اپنے منہ سے کیسی کرین بُرائی کیا  
 انہوں نے بقیہ سیتا پور دو ہفتہ مرض دہائی ہیفہ میں علیل رہ کر تاریخ ۱۵ ماہ ذی الحجۃ  
 روز شنبہ ۳۳۹ھ مطابق ۲۰ اگست ۱۹۲۱ء انتقال کیا۔ اور وہیں متصل عید گاہ قریب قبر  
 منشی دلایت احمد صاحب تحصیلدار دفن ہوئے۔

## اطہر حسین

مولوی حکیم اطہر حسین۔ ابن شیخ محمد بخش۔ ابن شیخ احمد حسین علوی مقدم الذکر انھوں نے  
 کتب درسیہ کی تحصیل مختلف علما سے کی۔ علم طب حکیم محمد علی عرف حکیم نیا صاحب لکھنوی سے  
 (جو نہایت فاضل دستند طبیب تھے) پڑھ کر سند حاصل کی۔ قابلیت طبی مہارت پر اس زمانہ  
 کے تمام جید حکمانے اتفاق کیا۔ جیسا کہ انکی سند سے معلوم ہوتا ہے۔ انکو مہجیت حضرت شاہ  
 حیدر علی قلندر قدس سے تھی اور بہت مقبول مُردین سے تھے جبکہ ثبوت اُن دو واقعات سے ملتا ہے  
 جو ضمن کرامات حضرت موصوف حوض الکوثر تکمیلہ دوض لازم میں مرقوم ہیں۔ مدت تک اُن دو ہیں

ماہ نامہ گوہر منت ہے۔ پھر مرشد آباد میں بسلسلہ طبابت مقرر ہوئے۔ وہاں عرصہ تک رہے کتب بینی کے بہت شائق تھے۔ کتب درسیہ طبیہ وغیرہ بہت جمع کیں، کثرتاً بین خود انھیں کے ہاتھ کی لکھین ہوئی ہیں تین بیاضین مجرب نسخہ جات کی انکی یادگار ہیں۔ یہ حضرت مولانا شاہ علی گشت بسند رکے چھوٹے داماد تھے۔ انکا انتقال ریاست بھرت پور میں تباریخ ۱۹ مارچ ۱۲۱۹ھ ہوا اور وہیں دفن ہوئے انکے ایک بیٹے عسکرت حسین تھے جنھوں نے انگریزی میں انٹرنس پاس کیا تھا بہت ذہین اور طباع اوسیدہ دھونہا رہتے۔ غنفوان شباب میں تباریخ ۱۲ مارچ ۱۲۳۲ھ انتقال کر گئی۔

## اطہر علی

خان بہادر منشی اطہر علی۔ اطہر آبن منشی ریاست علی۔ ابن قاضی اوصاف علیخان۔ ابن رضا علی خان انکی ولادت ہاشوال ۱۲۶۳ھ میں ہوئی عجیب باصفات و باخدا شخص تھے عربی و فارسی کی تعلیم پوری حاصل کی نہایت عاقل و فرزانیہ سخی دیر چشم فیاض دُور دبا خلق و متواضع شاگرد صبار بزرگ تھے۔ درجہ اول میں وکالت کا امتحان پاس کیا۔ حکام کے یہاں عتزاز و روتقت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ مدت تک مینیسٹریل کمنشنر و انگریزی مجسٹریٹ لکھنؤ رہے۔ عام رعایا بے حد راضی و خوش رہی منشی امتیاز علی صاحب مغفور کے بھوپال جانیکے بعد انجمن تعلقہ دارلن اودھ کے مشیر قانونی بھی ہوئے۔ اس عہدہ کے فرائض کو بڑی لیاقت اور دانائی سے ادا کرتے رہے۔ ہاؤس کیالی اور داینت دارسی پیشہ وکالت میں اعلان مال سے بڑھ گئے۔ گورنمنٹ کے خان بہادر کا خطاب پایا۔ مسلمانوں کی تعلیم کے بارہ میں نہایت غلو تھا۔ دینی تعلیم کو انگریزی تعلیم پر ترجیح و مقدم سمجھتے چنانچہ حسب لکھنؤ میں مدرسہ ندوۃ العلماء قائم ہوا۔ تو انھوں نے نہایت عالی صولگی اور فراخ دلی ولی سے اس عظیم الشان جلسہ کو اپنا مہمان کر کے لکھنؤ میں دعوت دی۔ اور تمام مصارف اپنے جیب سے ادا کئے جسکا ذکر کاروائی ندوۃ العلماء ترمیم مولوی محمد فاروق چریا کو فی مینٹیل مذکور ہو۔ عقائد مذہبی میں نہایت راسخ و شریع کے پابند سنت سنیدہ کے تابع تھے۔ مثنوی حضرت



مولانا روم سے بالطبع ذوق تھا۔

بیعت حضرت مولانا شاہ نقی علی قلندر سے تھی۔ دسترخوان ہمیشہ وسیع اور گڑھا نسل رہا کرتا تھا۔ حیرت منی کا یہ حال تھا کہ ایک اہل وطن کے مکان پر انکی غیبت میں قرتی آئی۔ مال منقولہ اٹھ گیا جب ان کو خبر ہوئی تو نہایت افسوس کے ساتھ کہا کہ اب بستی میں کوئی ایسا نہیں رہا جو کبھی بھائی کے درد دکھ میں اسکا شریک ہو جائے۔ فوراً ڈگریا کو بلا کر دپیہ دیدیا۔ اور قرتی سے مال چھڑایا اعزاء اور ہم وطنوں کے ساتھ براہِ رخصتی طور سے مسلک بہتے تھے۔ آخر عمر میں حج کو گئے وہیں تک امتیاز کر لی۔ شعر بھی کبھی کہتے تھے ہنسی محمد رضا صبر کا کوروی سے تلمذ تھا چند اردو اشعار بغرض تفریح طبع ناظرین درج ذیل ہیں۔

خود ڈھونڈو دیکھو کون سے بڑے کہاں کہاں	ناصر نہ پوچھ کہتے ہیں بسمل کہاں کہاں
ڈھونڈو ہوں میں تجھ کو لے مکالم کہاں کہاں	ہر گھر میں روشنی ہے ترے ہی جمال کی
اب دیکھئے کیا دیدہ خوبا کر نیگے	نالوں نے میرے نیند تو عالم کی اداوی
اب جان نثار قدم یار کر سینے۔	اک دل تھا اُسے نذر کیا نیم نگر کے
شہادت ہوا یہ جذب محبت کا کام ہے	وہ لوہے بے طلب میرے گھر لے آئے
اب تو گھبراتا ہوں جب درد جگر پہنچتا	رنج بہتے بہتے دل کو اُس غم سے ہو گیا
بحالتِ فرطِ ذوق مدینہ طیبہ میں چند قصائد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نہایت خلوص سے نظم کئے جو زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر مقبول خاص عام ہو چکے ہیں اور انھوں نے مدینہ طیبہ میں تاریخ ۱۱ ماہِ جمادی الاول ۱۳۲۶ھ انتقال کیا۔ پائین قبۃ الطیبیت جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ ہنسی اعلیٰ بسمل کا کوروی نے قطعہ تاریخ وفات لکھا جو درج ذیل ہے۔	
منزل صدق و صفات پہنچے	چھوڑ دنیائے دنی کو اظہر
آہر و پائی خدا تک پہنچے	بارگاہِ نبوی سے ایسی

انکے بیٹے منشی اظہر علی نے بھی انگریزی میں بی اے پاس کر کے وکالت کی ڈگری حاصل کی

## اظہار الدین خان

مولوی قاضی اظہار الدین خان - ابن قاضی وحید الدین خان - ابن قاضی امام الدین خان  
ابن ملاحید الدین - ابن ملا غازی الدین شہید - ابن ملاحید غوث - ابن ملک الخیر - مرقوم الذکر -  
یہ صاحب نہایت قابل و لائق شخص تھے۔ بعد انتقال اپنے والد کے باتفاق و اجماع روسا  
ٹپنہ و حکام انگریزی قاضی شہر مقرر ہوئے۔ اور عرصہ تک فرائض قضا کو نہایت دیانت و قابلیت  
سے انجام دیتے رہے۔ جب عہدہ قضا شکست ہو گیا۔ تو یہ وہیں کے ڈپٹی کلکٹر و ڈپٹی مجسٹریٹ  
مقرر ہوئے۔ اس عہدہ پر بھی سالہا سال رہے۔ وہاں سے علی گنج سیوان ضلع چھوڑ کا تبادلا ہوا  
وہیں تباریخ ۱۹ مارچ ۱۲۹۶ھ میں انتقال کیا اور وہیں دفن ہوئے۔

## فضل علی

مولوی شاہ فضل علی - ابن شیخ لطافت علی - ابن حضرت شاہ کرامت علی قلندر - ولادت  
انکی ۱۲۲۵ھ میں ہوئی۔ لڑکپن سے اپنے والد کے ساتھ سہارن پور و میرٹھ وغیرہ میں رہے۔  
بہت نیک مزاج اور صاف باطن بزرگ تھے۔ ابتداً مختلف مقامات پر سلسلہ ملازمت رہے  
ضلع الہ آباد میں نائب تحصیلدار تھے۔ اسی عہدہ سے نشین لیکر خانہ نشین ہوئے۔ بہت سخی اور  
مہمان نواز صابر و ضابطہ سادہ مزاج تھے۔ دنیا کے کمر و فریب بالکل نہیں جانتے تھے۔ بزرگ نواہن  
کی طرح محتاط و خوش اوقات رہے۔ بعض اعزہ و احباب نے صلاح دی کہ آپ ترک لباس کر کے  
اپنے جد بزرگوار کے مزار پر بیٹھ دین چنانچہ انھوں نے اپنے جد امجد کے عرس کے روز حضرت  
مولانا شاہ علی اکبر قلندر سے خرقہ پہنا۔ اور اجازت و خلافت سلاسل معہ منال حاصل کی۔ اور وہیں  
درگاہ پر قیام ختم کیا۔ قطعہ تاریخ خرقہ پوشی

ہر افضل علی شاہ طوبیٰ مقام  
چو شد خرقہ حاصل ہر خوشے مرغیب  
دراکبر علی شاہ عرش آشیان  
بگفتا - بگو خرقہ عارفان  
۱۳۰۰ھ

پانچ برس تک وہیں اقامت کی اور پھر اوراد و وظائف کوئی شغل نہ کیا۔ اشاعت سلسلہ کی  
لے ہوئی۔

چند اہل عیال رکھ کر پھر ۶ سال بتایک ۱۲ ماہ صفر و ذی الحجہ ۱۳۰۰ھ انتقال کیا۔ اور اپنے  
جدہ زرگوار کے روضہ کے پائین چوتراہ پر دفن ہوئے۔ انکے چھوٹے بیٹے منشی افتخار حسین صاحب  
انگریزی میں بہت قابل اور صاحب تصانیف ہیں۔ فارسی بھی اچھی جانتے ہیں۔ اور خواجہ بھی  
ہیں۔ پہلے عہدہ ڈپٹی کلکٹر پر مامور رہے۔ پھر عدالت جوڈیشل میں رجسٹرار مقرر ہوئے۔ یہاں تک  
نیشن یاب ہو کر فی الحال ریاست جے پور میں سشن جج ہیں۔ اور اپنی قابلیت و لیاقت کی  
وجہ سے باوقفت ہیں۔

## اکرام اللہ - اسون

مولوی مفتی اکرام اللہ المتخلص بـ اسون۔ ابن مولوی منصب علی۔ ابن حضرت شاہ نظام علی قلندر  
علوی کاظمی۔ انکی ولادت بتایک ۱۲ ماہ جمادی الآخر ذی الحجہ ۱۲۸۵ھ مطابق ۲۰ جون ۱۸۶۵ء ہوئی  
بڑے سیرت پرور اور عالی ہمت تھے اور نہایت قابل و لائق متقی و پرہیزگار۔ علوم دینیہ کی کمال حضرت لانا  
شاہ قلی علی قلندر قدس سرہ سے کی۔ ان کو بھی اجازت اخذ بعیت اپنے حضرت جد امجد سے تھی۔  
درس و تدریس کا بہت شوق تھا۔ کاکوری و فیاضلار انا وہ دین پوری میں کثرت سے ملازمہ موجود  
ہیں شراد نظم فارسی میں خدا وادھکے چائل تھا۔ شاعری میں منشی عبد المجید سحر کے شاگرد تھے کلام نظم میں  
بہت تھا۔ عاشقانہ اشعار کہتے تھے۔ جن میں تصوف کی چاشنی اور طرہ بیان کی صلاحیت سمندر نما پرکار  
اور تازیانہ ہوتی تھی۔ چند اشعار از دو و فارسی جو گلے درج ذیل ہیں سے

نالہ خواہم کہ بطرزِ دیگر ایجاد کنم	دستِ دل گیرم و در کوئی تو فریاد کنم
بعدِ مردن ز جفاے تو اگر یاد کنم	از کفن دستِ برون آرم و فریاد کنم
دل من برداشت باز خود بینی و خود راے	بر من زاده ز نار و آری قشقہ آراے
بد و در چشم مستی عهدِ جن آراے زیبای	نہ رستمی با سلیمانے نہ از گریب تو لای
مرا در عشق یاسے تند خونی عجزین موی	دلے داوند رسوایے سکر دادند سودایے
بہ گیسوے دراز آہوشکایے مردم آراے	بچشمِ سر سبز افسون خود را بندہ فرمایے
تا بدستِ غم و دلے رشک چمن گل زده	آتشِ کمازہ بجان من بلبل زده
عالم از کس تو بے سے دینا مرشار	چشم بد و دور عجب ساغر بیل زده
پیچ زلف تو گواہ است کہ مشب گریے	در دل خویش تو از جانبِ نبل زده
عقدہ از دل خانہ بدوشان یکشایے	ایک صد عقدہ بہر رشتہ کاکل زده
رفت از کار چو پایے طلبِ قنوتِ مخروش	دست در دامن ار باست تو کل زده
گر مرا از نظر انداختہ ساختہ	خویشتر را بدگر باختہ ساختہ
وعدہ بوسہ ابرو سے بہ اختیار مرا	زیر شمشیر اگر ساختہ ساختہ
خاک گردیدہ بمیدانِ صلت افروز	شہسوارانہ اگر تاختہ ساختہ

### کلام اردو

نہ میگوہے غرضِ جو نہ جام سے ساقی	مئے میں ہیں ترے شیریں کلام سے ساقی
کمان کا میکہ کیسی شراب کس کا جام	بلانا نگاہ کہ مطلب تو کام سے ساقی
مکال نہ مری توبلی کچھ اور حال نہ پوچھ	خبر نہ تھی ترے عالی مقام سے ساقی

ایک عرصہ تک ضلع اٹاوہ میں انٹیکٹر پولیس ہے اور بہت نیکنام اور مقامات ہے۔ گوہر مند نے  
 کئی آرومانیت اور کارگزاری کے صلہ میں اسلحہ وغیرہ بطور انعام ملے۔ تخلیق دہرول عزیز ایسے تھے  
 کہ اکثر ہندو مسلمان اپنے معاملات میں انھیں کے تصفیہ کو پسند کرتے تھے۔ اسلحہ میں پیش سیکر

وطن آئے۔ ریاست گوالیار سے ملازمت کی تحریک ہو رہی تھی کہ اتفاق سے لکھنؤ جانا ہوا اہلان  
شب کو ایک بار استغراق ہوا اور دفعتاً حالت غیر ہو گئی۔ وطن روانہ ہوئے۔ راستہ میں بنارس  
۳۳ ماہ جمادی الاول ۱۳۳۷ھ مطابق ۲ دسمبر ۱۸۹۷ء انتقال کیا۔ اور قبرستان تکیہ شریف میں  
دفن ہوئے۔

## اکرام اللہ خان

نواب محمد اکرام اللہ خان ملقب نواب یار جنگ بہادر ابن مولوی نقی یاور خان۔ ابن شیخ  
غلام حسن صدیقی۔ ولادت آپ کی ۱۳۷۷ھ میں ہوئی۔ عربی میں متوسطات تک تعلیم مولوی نادر علی  
بلخ آبادی تلمیذ شاہ عبدالعزیز دہلوی وغیرہ سے پائی۔ یہ اپنے اوصاف عدل و دیانت و نہایت  
دعوات اقبال و سیاست۔ عالی دماغی۔ درجہ ملی میں عظیم انظیر نامور و بیکانہ روزگار تھے طبعیت  
میں اپنے والد کے زیر تربیت رہے۔

قبل خدمت بعدہ تحصیلدار سیلون ضلع ولے بریلی اودھ میں مامور تھے۔ صدر کے غیر معمولی  
اور ممتاز کارناموں نے فطری اوصاف شجاعت و ہمت و شرافت و لوالغری و ایثار کا ثبوت دیا  
صدر کا زمانہ تھا فلسفی نفسی پڑی ہوئی تھی دار و گیر کا بازار گرم تھا۔ اکثر امرا اور تعلقہ داران اودھ پرخواب  
کے الزام قائم تھے۔ حکام وقت کی انتظامی کارروائی سے تملکہ عظیم ٹراپا ہوا تھا اسی پر آشوب  
وقت میں سرکفٹ گھر سے نکل کر سیارہ پالکھنؤ پہنچی۔ کرنل بیرد صاحب سے جو سوت کے فرائض  
تھے ملے۔ اور نہایت مدبرانہ گفتگو کی۔ اور انھیں کے پاس رہ کر کام کرنا شروع کیا۔ اور آہستہ  
آہستہ اپنا وطن کی پہنچ کی تہا میر علی مین لائے۔ ارباب وطن جو الزام بناؤت میں گرفتار  
تھے۔ انکی صفائی کرائی اور رہائی دلائی۔ اطراف و جوانب میں امن و امان قائم کرایا۔ اور ایسے  
نازک وقت پر جب کہ ہر طرف سے مصیبتوں کا سامنا تھا۔ نہایت مدبرانہ اصول پر کام کو انجام  
تک پہنچایا۔ اور اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر فتنہ و فساد کے رفع و دفع کرنے کے کوشش ہی

نہیں کی بلکہ قیام امن کا ذریعہ خود ہی بن گئے۔

بعد فرو ہونے قدر ۸۵۵ھ صیفہ بند و بست میں بعدہ اسٹنٹ مہتمم بند و بست مقرر ہوئے۔  
اور کام ختم ہونے پر ہروئی میں اکثر اسٹنٹ کشتہ مقرر ہوئے اور درجہ دوم تک ترقی کی بیان  
سے پھر ملازمت ریاست سرکار نظام حیدر آباد کن بین منتقل ہوئی۔ جہاں اولاً بعدہ صدر تعلقداری  
یعنے کشتہ ریاست مقرر ہوئے۔

شہر گلبرگہ جو نہایت قدیم اور تاریخی شہر اور شاہان ہمدینہ کا ایک عرصہ تک تخت گاہ تھا  
اور امتداد زمانہ کی وجہ سے بہت خستہ حال ہو گیا تھا۔ انھیں نے اپنے زمانہ تعلقداری میں اسے  
از سر نو رونق دی۔ تجارت اور ملکی صنعت کی ترقی کا دروازہ کھولا۔ چنانچہ اب تک وہاں انکا نام  
زندہ ہے۔ وہاں کی رعایا خوش اور عمدہ داران ماضی و حال اسکے مقررین صدر المہام نواب  
بشیر الدولہ بہادر نے اپنے رو بہ کار میں درج کیا ہے۔

”الغرض حسن کارگذاری محمد اکرام اللہ خان آن قدر نمایان ہوئے است کہ ہر دور و دیوار و ہر قطعہ  
زمین گلبرگہ زبان حال شہادت آن طریق کامل ہوا می نماید۔ و متاسف مفیدہ کہ اندر ہر گونہ فائیت  
موصوفت الیہ ظاہر شدہ اند محتاج بیان نمیشند۔ منافی کہ از درالصناع محسن حاصل شد و کفایت  
کد و مصارف تعمیرات محسن ظاہر گشتہ۔ مقدار آن دین عرصہ قلیل چندان تابعدین تک وہ میرسد  
گلبرگہ کے اطراف میں جا بجا محتاج خانہ قائم کر اسے جسکی نگرانی خود کرتے۔ غرض کہ ریاست  
سرکار نظام میں اب تک انکی قابلیت۔ نیک نیتی۔ تجربہ کاری۔ عکساری۔ نفع رسانی خلائیق۔  
اخلاقی و دیکھوئی۔ خط و مراتب۔ بلند خیالی۔ اولوالعزمی۔ عدل و دیانت۔ زہم دلی۔ صداقت ضرب المثل  
ہے۔ سرکار نظام سے بجلد سے حسن خدمات نواب یا رجبگ بہادر کا خطاب اور دوسراری  
مضبب پانصد سوار اور علم کا اعزاز عطا ہوا۔

بعدہ بہ تحریک سرکار انگریزی ریاست ریسپور میں بعدہ جیوٹیشیل ممبر کونسل مقرر ہوئے جہاں  
دو سال اور چند ماہ تک رہے علاوہ اپنے فرائض منصبی کے باشندگان ریاست کو صنعت و حرفت کی طرف

توجہ دلائی۔ ہر طبقہ کی نظر میں خاص شہزادگی کی رابٹ ملک لگ ملج میں گورنمنٹ انگریزی کے  
 نہایت اعلیٰ معیار حکام میں حدود درجہ محدود رہا اسکے طور میں نہایت عزیز مقبول تھے۔ گورنمنٹ  
 انگریزی اور سرکار نظام سے وظائف (پنشن) مقرر ہوئے۔ اور رابٹ رامپور سے انعام عطا ہوا۔  
 بعد سیکرٹری اند خدمات لاحقہ وطن میں آکر نہایت فارغ البالی۔ فیاض دلی۔ فراخ دہی۔  
 کنبہ پروری۔ و فروت سے عمر بسر کی۔ اہل حاجات کی تحفہ تنخواہ میں بکثرت مقرر تھیں جبکہ علم انکے  
 حیات تک کسی کو نہیں ہوا۔ آمدنی کا تہائی حصہ تنخواہ میں صرف ہوا تھا۔ اور ایک تہائی  
 سامان آرائش وغیرہ میں تیسرا حصہ ذاتی مصارف میں چھین بہت بڑی مددگار نوازی کی مثال تھی  
 آخر حصہ عمر میں تقصوف کی طرف بھی رجحان پیدا ہو گیا تھا۔ چونکہ یہ نہایت عالی دماغ  
 و صاحب اصول شخص تھے جس بات کو اختیار کرنے اسکو نہایت استقلال و استحکام سے  
 اختیار کرتے۔ بات نہایت مختصر جامع و مانع کہتے۔ اکثر کہا کرتے کہ حضرات صوفیہ کا مسلک  
 ٹھیک ہو باقی سب میں افراط و تفریط ہو۔

بیت حضرت مولانا شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ سے رکھتے تھے۔ حضرت مولانا شاہ  
 علی انور قلندر قدس سرہ فرماتے تھے کہ آخر زمانہ میں اسکا طلب تبدیل کر دیا گیا تھا۔ یعنی آرائش  
 تعلقات دنیاوی سے صاف کر کے اسکی حالت برہمدی گئی تھی۔ یہ حساب ارشاد اپنے حضرت  
 پیر و مرشد یاس انھاس کے پابند تھے۔ مرض الموت میں چار روز انتقال سے قبل یاس انھاس نہایت  
 صاف جاری تھا۔

نواب یا جنگ بہادر نے تیار کچھ ارماہ پہنچ آلا آخر روزِ دو شنبہ ۱۳۱۳ھ بعارضہ استسقاء و  
 پانی۔ قبر محلہ دلی نگر کو چھٹی ریر دیوار آبادی قبرستان میں پائین فرار اپنے والد ماجد واقع ہے۔ انکی  
 وفات کے ڈیڑھ ماہ بعد انکی نسب کے پائین انکی بھلی بیٹی کی قبر کھودی جارہی تھی جبکہ صدر سے  
 انکے قبر کا بھی کچھ حصہ کھل گیا تھا قبر سے ایک ایسی جھک نکلی کہ سارا قبرستان مہلک ہو گیا۔ دیکھا  
 گیا تو جنازہ جنبہ محفوظ تھا اور کفن تک میلانہوا تھا سچ ہے السخی حبیب اللہ۔

## اکرام حسین

مولوی حاجی حافظ اکرام حسین۔ ابن شیخ محمد حسین۔ ابن شیخ محمد بخش۔ ابن شیخ احمد حسین علوی۔ انھوں نے ابتدائی کتابیں فارسی وغیرہ مولوی مفتی اکرام اللہ انصاری سے پڑھیں۔ اسکے بعد دہلی چلے گئے۔ وہاں کلام اللہ حفظ کیا۔ اور علم حدیث مولانا نذیر حسین محدث دہلوی سے پڑھا۔ بعد اسکے مختلف مقامات پر رہے۔ انکے شاگرد اگر دہلی میں بہت ہیں۔ کلام مجید بہت سے گروہ کو حفظ کرایا۔ تین جج بھی کسے سمیت حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر قادری سرہستہ سے۔ سیف المقلدین۔ و تحقیق البیان فی ابطال البدع والطغیان انکے مصنفات سے ہیں۔ اگر دہلی میں غلط و مناظرہ میں اپنا دیا وہ وقت صرف کرتے تھے۔ فی الحال وطن میں مقیم ہیں۔ حی و قائم ہیں مگر بنیائی سے معذور۔ اطفال کو اب بھی باوصف پڑھنے والی کلام مجید حفظ کرانے کا مشغلہ رکھتے ہیں۔ اور اس میں خاص طور پر اہتمام ہے۔

## اکرم الدین خان

مولوی حاجی اکرم الدین خان۔ ابن مولوی مسیح الدین خان میرٹھی گوندہ خیل بہادر و سہر شاہ اودھ۔ تباہ پنج مارہ رمضان المبارک ۱۲۸۵ھ پیدا ہوئے تعلیم و تربیت مولوی حافظ محمد حسین کان بڑا گاون اور اپنے والد اور مفتی ریاض الدین اور حافظ وحید الدین صاحبان سے پائی۔ نہایت قابل و لائق و مجید الصورت تھے بہت حضرت سید شاہ تراب علی قلندر سے تھے۔ یہ اپنے برادر بزرگ مولوی حسن الدین صاحب کے ہمراہ حیدر آباد گئے۔ وہاں ایک سفر عہدہ پڑا انہوں نے ہو گئے تھے۔ پھر اول تعلقہ دار ہوئے۔ اسی عہدہ سے نشین پائی۔ بہت نیک نام و مہر و مہر فرمایا ہے۔ رسالہ ضوابط تہمت انکے والد نے انھیں کے لئے تحریر فرمایا تھا۔ انہی ایک اور کتاب تاریخ اختلاف بھی انھیں نے مرتب کر کے طبع کرائی۔ بغداد نشین ج سے بھی شہرت ہوئے۔ تبارک و تعالیٰ راہ جہادی الوداع



روز دوشنبہ ۱۳۳۲ھ بعارضہ وجع الصدر انتقال کیا اور قلعہ کی مسجد کے احاطہ میں دفن ہوئے۔

## امام الدین خان

مولوی قاضی امام الدین خان ابن ملا حمید الدین محدث ملکزادہ انکی ولادت بتاریخ ۹ ماہ  
شوال ۱۱۶۶ھ ہوئی۔ کتب دسیہ کی تعلیم اپنے والد ماجد و برادر بزرگ قاضی القضاۃ مولوی نجم الدین  
علینان بہادر و مولانا عبد اللہ بن محمد بحر العلوم فرنگی مہلی و مولانا عبد اللہ واجد خیر آبادی و ملا محمد اعلم سندیلی  
و مولوی حیدر علی سندیلی سے پائی اور تمام علوم عقلیہ و نقلیہ میں فراغت و فضیلت حاصل کی ابتدا  
درس و تدریس کا مشغلہ رکھا۔ پھر وجہ قابلیت و فضائل علی بنارس میں قاضی مقرر ہوئے بعد اسکے  
کل صوبہ بہار کے پٹنہ میں قاضی مقرر ہوئے۔ ماتحت قضاۃ کا تقرر انھیں سے متعلق تھا۔ بہت جیہ  
اور تکمیل تھے۔ سخن کار گزار می نے ایسا معتد بنا دیا تھا کہ فرید عزت اور عطاء خطاب سے بھی  
سرفراز ہوئے تھے۔

تصنیفات سے دو رسالہ یاد گار چھوڑے۔ ایک رسالہ علم تجوید یعنی قرأت میں۔ اور دوسرا  
رسالہ متعلق بہ لباس۔ یہ دونوں رسالے غیر مطبوعہ ہیں۔

فشی فیض بخش مرحوم اپنے نسب نامہ موسوم بہ شجرہ فیض میں لکھتے ہیں۔

اد کہ خلف کوچک مولوی حمید الدین قاضی امام الدین خان صباحت ظاہر و ملاحظ معنی دارد  
آغاز حال بخواندن عربی مشغول بود و سایہ شفقت و عنایت پدر بزرگوار تربیت یافتہ بود۔ بعد فراغ  
از تحصیل علوم ملاش معاش ضروری در سرچشمہ چندی در رفافت حکیم زین العابدین خان چکچکدار  
آباد بود۔ بعد فوت او ہمراہ الماس علیخان چند سے در عالم پناہ گری و بندہ سے در تعلیم و علم گذرانیدہ ازلان  
مہر کار جد اشرہ و در بلبرہ بنارس اجرائے احکام قضا فرمودہ پس سببی بلور بزرگ خود قاضی بلبرہ مقرر کہ  
غیر کم آباد ٹپنہ شدہ در انجا بخطابی متنازع گشت۔ و تا حال تحریر ۱۳۳۲ھ است بر و سادہ و فقہار  
آن صوبہ جاوارد و باحدث طبع و ذہن رسام و صوفی است۔ کار ہائے آن ملک را بہ دیانت امامی کند

دھنایا بہ حسن وجہ انفصال می نماید۔ بار اتم اوراق نبوت آشیان دیگر اتحاد دلی بہار دارد۔  
وفات انکی تاریخ ۱۲۳۰ھ جمادی الاولیٰ ۱۲۳۰ھ بمصر ۷۰ سال ہوئی۔ اور ہمین قصبہ کاکوری  
مولوی علامہ ظہیر ملاح غوث مین اپنے والد کے پہلو مین دفن ہوئے۔

## امتیاز علی صوفی

منشی محمد امتیاز علی خان صاحب متخلص بہ صوفی۔ ابن منشی فیاض علی۔ ابن قاضی اوصاف علی  
خان۔ ابن رضا علی خان علوی مخدوم زادہ۔ یہ ماہ ربیع الاول ۱۲۳۰ھ مین بمقام بانڈاپیدا ہوئے  
ابتداء طفولیت سے ذکی ذہین فریسی اور ہوشمند تھے۔ بانڈامین تحصیل علوم سرگرمی سے کرتے ہوئے  
عربی علم ادب و دیگر علوم مین پوری دستگاہ پیدا کی۔ تلمذ ان کو مولوی داؤد علی صاحب سے تھا۔  
فارسی انشا پرداز مین بھی خاص مہارت تھی۔ غالب دہلوی سے بواسطہ قاضی نور الدین صاحب  
موبانی خط و کتابت کرتے اور داؤد سخن پاستے۔ شاعری کا بھی مذاق تھا۔ مولانا غلام امام شہید مرحوم  
کے ارشد تلامذہ مین تھے پہلے جمیل تخلص کرتے پھر استاد کے ایما سے صوفی تخلص کر دیا تھا۔  
نواب علی حسن خان بیسیکیم مدکرہ صبح گلشن مین لکھتے ہیں۔

”صوفی۔ منشی امتیاز علی از ارباب امتیاز قصبہ کاکوری مین اعمال بیت الحکومت لکھنوت  
دہنیش و قادی طبعش نقاد خلقت عام۔ ولطفش تمام طینت صافی۔ و ہمیش بلند  
بال فعل در شہر کفویت و کالت با کمال رفاه و فلاح میگذراند۔ و پیش ہر یک از ولایہ و  
حکام آن مقام نفس بیامت عزت خود بر کسی قبول می نشانند۔ ہر چیز از کثرت اشغال تو بشہر  
دشاعری متمرکد دارد۔ لیکن ہنگام التفات بدین فن در اندک فکر از گستان طبیعت آبی آبہ را اشعار  
خوبتر و بیادری بار دشتی سنخوری بخودت مولانا غلام امام شہید نموده۔ و از اکثر تلامذہ شہید در  
خوش فکری و نیکو تاشی گوئے بہت بلورده۔“

انکے چند اشعار و غزلیں منشی شرف علی صاحب متخلص کی بیاض وغیرہ مین لکھیں جو درج ذیل ہیں۔

هستم هر دم دم قطع تعلق نیز	تنج بران آمد و رفت نفس باشد مرا
می رود با کاروان شک من عروان	نالده ای و اسپین بانگ بر من باشد مرا
برق حنط شعله ز دینگر بجم و جان ما	مشعل طوار است امشب نیست یاران مرا
دید از غم لبسته من و در بر ز دورت	چه بلا تیرنگا به سجده در ز دورت
تا بر زمانه شدم به اوباش کس	طائر رنگ ز رویم به او سپرد دورت
بهاره امرو با سالمان صد بخانه می آید	بدوش بخودی چون بکس گلستانه می آید
عالم شکار تیرا و ترکان سفاکش نگر	صید قضا پنجه او در بند قراکش نگر
طرز خراش فتنه ز بر هر قدم جانها فدا	مخسره ز قمار بنمایان از بیاباکش نگر
مقتول تو زیزین دریا چشم ز گدین	لجوشه از آتش بدین گل و دینارکش نگر
پیچیده تر ز کاکل او دو آه کیست	برگشته تر از ان قره سخت سیاه کیست
دل دادن و بغضه نمودن گناه من	دل بردن و بعثوه بکشتن گناه کیست
صوفی اگر لبش رضی جور رقیب مرد	عالم شهید شوخی تیغ ننگاه کیست
زخم زخمش دل به یک نوجوان فریفت	دلم فریفت یک ناله چنان فریفت
قاتل چه لذت است بزخم خدنگ تو	هر سخت دل حبش نوک نشان فریفت
طاعت کجا که ضبط اولی جفا کنم	مارا برگردش ننگ می توان فریفت
یاد رسته نویسی دل زار است اکنون	دل تمناکش آغوش بهار است اکنون
بیک گل رسته تو گلشن سحر کار است اکنون	هر برگ گل به جگر نشتر خار است اکنون
داغ داغ دل سودا زده رنگه دارد	لاله زار رسته ز سودا به کنار است اکنون
بمال دیدن آن رسته شعله تاب کجا	وجود شبنم فانی به آفتاب کجا
کبش کبش که بر بایان رسید دور بهار	وگر کجا است گل فتنه کوثر آب کجا
زلفرق تا بقدم چشم صورت نور است	ز شعل خن ترا حاجت کتاب کجا

بہ ہوش مہر رستی خار یکشاید	کجاست بادہ گلزنک آفتاب کجا
خواب ز گس مست تو عالم اقتاد است	کجاست میکہ کو ساتی و شراب کجا
تیرے کہ از کمان تو در شست میرود	حکم قضا بتیسر تو ہمدست میرود
یارب کہ جام بادہ اش از دست خورد و	ہر کس کبفت گرفت بخود از دست میرود
دل پر از درد کسے می خواہم	اندکے ہست و بے می خواہم
سوز پروانہ گدازے نہ دہد	شمع سان ہم نفسے می خواہم
دیسکہ سلسلہ نظم رو جہان بستند	قضا بہ گردش چشم شکران بستند

### کلام اردو

ہمارے درد نے کیا کیا وفا کی  
 پیری کے دست پر رونے وفا کی  
 نشی صاحب کا خط تہلیق بھی بہت پاکیزہ تھا۔ طلاق لسانی و سہ بیانی کے جوہر خالص  
 داد تھے۔ ہمیشہ حوصلہ بند و ہمت کشادہ رکھتے۔

جمعیت ان کو حضرت مولانا شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ سے تھی۔ ابتدائے عمر میں قبل غدا  
 نواح باندھ میں ایک پریس کے بیان محکمہ پولیس میں ملازم تھے۔ بعد غدا روکالت کا امتحان پاس کیا۔  
 لکھنؤ میں روکالت شروع کی۔ یہی نمود و اقبال کا پہلا زمینہ تھا جس سے قابلیت خداداد کے جوہر نازا  
 ہوئے۔ اور جو ہر شہنا سوئے نے مشتاق ہو کر دست طلب پھیلائے۔ چونکہ وہی زمانہ اودھ میں شروع  
 عملداری انگریزی کا تھا۔ بند و بست چھڑا ہوا تھا تعلقہ اریان قائم ہو رہی تھیں۔ نشی صاحب اودھ  
 تو حماراجہ مان سنگھ سرگروہ تعلقہ اریان اودھ نے نظر میں تول لیا۔ مرد ہو شاید بد رو کار گزار سمجھ کے  
 تعلقہ اریان اودھ کا مشیر قانونی بنایا۔ اور اہم معاملات بند و بست کا منحصر علیہ قرار دیا۔ اودھ حکام  
 جلیل القدر نے اعتبار و اطمینان ظاہر کر کے مہمات سلطنت میں اپنا راز دار و صلاح کار گردانا۔ اُس  
 زمانہ میں نشی صاحب کو جولانی طبع دکھانے کے لئے بہت وسیع میدان ملا۔ دانشمندی لیاقت سے



کامیابی کے ساتھ ختم ہوا۔ درستمہ علوم علی گڑھ کو انکی ذات سے بہت نفع پہونچا۔ وہاں کے ایک ٹرسٹی یہ بھی تھے۔

بھوپال کی مسلسل سخت دماغی اور آب و ہوا کی ناموافقیت نے آخر کار مرض استسقا میں مبتلا کر دیا۔ چونکہ ریاست کے بعض اہم امور تصفیہ طلب تھے۔ اسلئے اسی زمانہ میں بغاوت تبدیل آب و ہوا کے خیال سے اور دراصل اپنے فرائض منصبی کی انجام دہی کی غرض سے اندور کا سفر کیا۔ وہاں مرض میں شدت ہو گئی۔ وہاں سے بھوپال واپس آ کر حالت نازک ہو گئی۔ بالآخر تباہیخ مارا۔ جمادی الآخر روز دوشنبہ ۱۳۱۲ھ مطابق ۹ نومبر ۱۸۹۷ء بوقت مغرب انتقال کیا اور وہیں بھوپال میں دفن ہوئے۔

### قطعہ تاریخ وفات از مولوی امجد علی شہری

فخر کاوری وزیر کھنڈو بود استیاز خلق او خلق محمد دست اود دست کریم  
حضرت شاہ جهان بیگم چنان قدرش فرود کشور بھوپال را فرمود دستور ختم  
لطف اود ایلیم بکار خلق بودے نہا فکر اوی بودور کار جهان فکر حکیم  
اشہری آدر دتاہیخ از برائے رفدش از کلام حضرت در جان کریم ابو عظیم  
انکے لائق اور مدد روح الصفات خلف شہی مہاراجہ شام علی جو باد محمد ۱۳۱۲ھ میں پیدا  
ہوئے نہایت صالح اور اپنے والد کے قدم بقدم ہیں بلکہ علم و تحمل میں ان سے بھی بڑھے ہوئے  
ہیں علاوہ علوم رسمہ انگریزی میں انٹرنس پاس ہیں اور بہت خطاط اور خوش خلق و عقیقت اور  
مہمان نواز ہیں۔ انھوں نے ایک مدرسہ حفظ قرآن کا شمارت چھتری بدھشہر کا کوری میں علحدہ  
قائم کیا جو حال جاری ہے۔

مطابق

دام بایو

امجد علی بلینچ

مولوی امجد علی متخلص بہ بلینچ۔ ابن حافظ احمد علی (ابن بیسید) حضرت شاہ محمد کاظم قلندر ابن شیخ

غالب علی ابن شیخ غلام صفی۔ ابن شیخ محمد نواز۔ ابن حافظ خلیل الرحمن شہید علوی مخدوم زادہ۔  
 ولادت انکی ماہ شوال ۱۲۸۵ھ میں ہوئی یہ فاضل عالم ادیب کمالیہ محضر فرید دہر صاحب تحقیق  
 و تدقیق تھے۔ اکثر علوم میں مہارت تامہ حاصل تھی۔ حافظہ ایسا قوی تھا کہ جزو کے جزو کتابوں  
 کے زبانی یاد تھے۔ انھوں نے تعلیم و تربیت تمام و کمال حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر قدس سرہ  
 سے پائی۔ اور بہت محبوب مقبول شاگردوں میں تھے۔ سیر و مطالعہ کتب برابر رکھتے۔ خطاطی بہت  
 پاکیزہ تھا شعر و شاعری کی طرف فطری میلان تھا۔ شاعری میں تلمذ اگرچہ مولوی بادی علی انشک  
 لکھنوی سے رکھتے لیکن خود فخر انشک کے صنائع و بدائع کی طرف زائد توجہ تھی۔  
 مولوی ذوالفقار علی حامد اپنے نسب نامہ میں لکھتے ہیں۔

”مولوی احمد علی باخلاق ظاہری و باطنی علوم صاحب مروت و عبیدہ و فہمیدہ و غیر نیک ہنر  
 نجستہ اطوار عقل و فہم واقف علوم معقول و منقول دیندار حمیدہ کردار صاحب تکلیف و قار اند  
 سختی از اولاد شیخ محمد نواز تا ایندم اس کے بابت لیاقت و شعور سر بر بنیاد و ردہ۔“

انکا ذخیرہ نظم و نثر اب تک موجود ہے۔ بکلیت مخلص کرتے تھے۔ اور ابتدا میں ادیب تخلص  
 تھا۔ نثر و نظم اور اکثر نظم تاریخوں میں ہی مخلص ہے۔ تاریخین نظم اکثر ہیں جو اس کتاب میں جا بجا  
 موجود ہیں۔ غزلیں وغیرہ دیکھنے میں نہیں آئیں۔ فارسی انشاء کا اعلیٰ نمونہ انکے وہ خطوط ہیں۔ جو  
 مولوی محمد حسن کاکوروی کے نام مرزا بیدل کے طرز پر لکھے۔ اُسی زمانہ میں وہ واقع جنگ جو دھیان  
 امیر دوست محمد خان والی کابل اور سرکار انگریزی کے ہوسے تھے بطرز قطع نعمت خان علی ۱۲۶۳ھ  
 میں لکھے جو تاریخ کا ل کے تاریخی نام سے موسوم ہے۔ علاوہ اسکے ایک کشکول طرز  
 کشکول شیخ بہا الدین آملی ہے۔ اور یہ ذخیرہ کے نام سے موسوم ہے۔ یہ دونوں کتابیں غیر مطبوعہ  
 ہیں نیز انکی ایک تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے ایک کتاب اختصار اعنامہ سلطانی  
 بھی ۱۲۸۵ھ میں لکھی تھی اور لکھنؤ میں اسی کتاب کے لکھنے کیلئے سید فاطمہ صاحبہ کے مکان پر مقیم رہے تھے  
 انکی شاعری کا نمونہ جن میں جا بجا اشعار بھی ہیں۔ ناظرین کی ضیافت طبع کیلئے درج ذیل ہے۔

نامه بنام مولوی محمد حسن صاحب کلیل بن پوری - رباعی لراقمه سه

لے کلک تو دعصا سے موسی تو ام      تقریر تو با بیان عیسیٰ احمد دم  
دہشت خضر مسالک نکتہ داری      طبع تو دور اختراع مضمون مریم

مستحق سراسے قلم از نغمہ طرازی وصف گلزار تازہ بہاری طاؤس بہار است و بیل  
خوش از اسے زبان بزم فرمہ پرداز می مدح نامہ رنگین نگاری طوطی متقار کہ طائر خیال بہو اداری  
مضامین بلندش لامکان طیران است - و تدر و ادراک بتصور نکات ناباش سپرغ نشان - تفسیکہ  
در وصف عبارت آہدارش از خامہ میرز مشکینہ کیسوس ہوشان را گوہرست - و حرفیکہ و تنیکہ  
کلام عذوبت بارش از زبان میخیزد - بروزینہ لعل شکرین لبان حلاوت گستر پیش طاق و ترنگینی  
صفحہ غنیش زعفران زار کشمیر و نظر با خار خار - و بہر تو طوطی افسانگی عنوان رنگینش دامن دشت  
پُر خار قصہ گلزار چشمتنی کلمات شمع تراز جستی پری - و اداسخی فقرات گرم گرم تراز اداسے  
دلبری - روشن سواد ی نقا طہر کا شمع افروز آئین ثریا - و لطافت بنیادی و ادراک پر نور و روشن بینی  
بازار خورشید میا بہ خم کناسے سلسلہ اسطونہار نازنینان حروف و تکیہ - و از افسون اسے سحر تحریر  
صد با پاک تراوان معانی اسیر اشارات نکتہ ہائے دیکو آئینہ دار کشمیر ابروسے محور فروغ مضامین  
نور آگین سراغ ہائے جلوہ عالم نور موج خیزی طراوت الفاظ آبدار طوفان سامان - و رنگ جوشی  
نصارت مضامین رنگین بہار یخزان سے لراقمہ

این معجزہ ایست یا طلسم جادو      یاد دست سامری فکر نیکو  
باغ ارم است یا بہار فردوس      یا صفیہ نظم و شعر رنگین دیکو

و چرا نباشد کہ تراوش یافتہ کلک افسون طراز حسن سخن پردازے است کہ قدرت سخن  
آفرین سخن قدرت آفرینش محو آفرین است - و لطافت کلام لوتشین بر طبع لطافت گزینش  
تر زبان موج و تھین - دبیر فلک گر بند جوڑا بر میان از خرمن افادتش سبلہ چین - و سلطان سپہر  
پیش دے روشش از خطوط شعاع خط غلامی جبین - نیز نگاہی نیز بختی قاش از گل تصویر طراوت



فروش - و تشبیه انگیزی مشعبد فکرش از شاخ بید بهار ارم در جوش - و امین بن بنو در صفحه حباب  
نموده سحر سازش - و نشانیدن نقش بالاسی آب شسته اعجاز طرازش - درین وقت پسندش از  
لب جام انسانه نشا سخن شنیده - و فکر رسا که چندی از زبان موج داستان معانی آید از نمیده  
لایقه

گلگون طراز چهره عیلم و ذکا      فرمان فرمائی کشور مهر و وفا  
بجراحان و چشمه خلق حسن      ای محسن شفیق با صدق و صفا  
بسکه خامه سرگردان را با ناله بیان او صافش جبهه بر لوح کاغذ گذاشتن در حقیقت بقصور ناخجایی  
در حث سرگریبان نداشت فرو و آوردن است - و نشانده فکر سار را بجهت جوئی که هر تعریفش و در  
بجهت مامل فرو رفتن گوید از نایافت در مقصود بغیر قیاس بحالت غوطه خوردن - تا چهار اختصار سخن مناسب  
انتاد و تحریر مضامین دیگر و حسب ترتیب در تسوید پاسخ گرامی نامه خلاف دستور از آن بود و نمود که آن  
حز جنان محبت هنگام ترو و تهنیه سفر وطن در انا و نزول یافته بود کیفیت رسیدنش ازین دو بیت  
روشن است - و تا هیچ آن از مصرعه اخیر بطریق تمهید میرسد

ای محسن من شفیق اکرم ،      محمد و م عطف و منت مجسم  
وقتیکه رسید خلا سامی      در شهر امانا ده بود در رقم  
۱۲۶۵ هـ

و از آنجا که خاطر آشفته من بسبب ناکامی از قیام انا و ده برخاسته بود - و کشتش آب روانه وطن بجان  
و دل معاوشش نمود - روز دوم از رسیدن لطیف نامه جازه غریبت این طرف را حدی گفته بودم غنائی  
صفت بعدش روز یکشنبه از آن بپویم - این قطعه ترجمان همان حال است - و مصرع انجمن  
بطریق تمهید بیان سال قطعه -

در انا و ده خاطر من شده منتشر      کوتاهی با من چو آب روانه کرد  
لاجرم بر طبق ایما سسر و ش      دل پریشان بود میل خانه کرد  
۱۲۶۵ هـ

ایںجا کہ آمدہ بھوتم تردد چون خواب از تعبیر کثرت پریشان گردیدم۔ و بوفور تشویش و فکرانی از پیکر تصویر  
حیران تر انقسام باطن مجموعہ حواس را چون اوراق پریشان در ہم در ہم کرد۔ و انتشار خاطر در اجتماع بطن  
فتور نمایان آورد۔ تنانغ زمین کہ درہ آکن غبار بارانگینتہ بعد شورش طرین نباتی کشیدہ بود۔ دل متروک  
را چون اسم تنانغ فیکر شدافت۔ و خیال زہانتی بیجا کہ قطرہ قنہ اش طرح طوفانے ریختہ بود مع ترددات  
دیگر ہر دم شیش تازہ بالاسے پیش میگذاشت تفصیل این محل از رمضان گوش نمودن منت برانی توان  
نہادن است۔ مہر یافت عذر مقول تصور توقف تحریر عفو فرودن و ادبجت دادن آمدہم بر سخن دیگر کہ  
بلخ بیدل جان باختہ از زبان معانی بلند است۔ امید کہ بہرہ روز دراز مطالعہ دو غنصر تعبیر مرزا بیدل  
جان تازہ تعالیب یابد۔ و مزاج از خود رقتہ من شیفۃ لعنتان مضامین از چند است۔ ترصد کہ در اسرع  
اوقات آن دو تسمیہ روح و روان باعث اعتدال چار غنصر مگردد۔ و آنکہ کیفیت سقم نسخہ منقول عنہا طالع  
بقلم فرمودہ اند در صحت آن چہنچن است۔ زیرا کہ نالبدی کو دن طبعیان از طرز مرزا بیدل نیکو معلوم است۔  
پس نسخہ ناسخان بقصور زافہمی مفہوم نمونہ خواهد بود۔ آسے ہچنانکہ زمین ٹیلہ در نادانی مضار است  
رسلے تقیم ہم دغلط فہمی مجبور۔ چون سلسلہ سخن بدتر نادانی کشید۔ لاجرم ختم داستان دانش واجب گردید۔  
الہی ہمیشہ گو بہر مقصود در کنار کشتی عیش از امواج حوادث بر کنار۔ و دوستان را شاہد آمدہ اند کہ خوش  
و دشمنان را رستے ناکامی بردشس بادو اسلام قطع۔

انکے کمالات علمی و علی اور قابلیت و لیاقت بہت بڑی ہوتی تھی۔ علماء و دانشمندی جو شاہین  
ہو ناچاہیں وہ سب موجود تھیں۔ نہایت متوسع اور متقی صوتی نش بزرگ تھے۔ حضرت شاہان شاہ  
تراب علی قلندر قدس سرہ کے مخلص فرید تھے۔

باطنی تعلیم بھی انھوں نے اپنے استاد سے پائی تھی۔ مناظرہ و بحث کا بھی شوق تھا اور بحث  
ہی خوش تقریر تھے۔ اولاً اپنی ذہانت اور طباعی سے وکالت کا امتحان پاس کیا۔ پھر منصف مقرر  
ہوے۔ بعد اُسکے عہدہ ڈپٹی کلکٹری پر مامور ہوئے۔ اور اسی عہدہ سے نشین لیگہ ۳۵ یا ۳۶ سال  
بکٹ ملن میں رہے۔ غیر بھی بہت بڑے تھے۔ علاوہ اعزہ و اقربا کے کہ جگہ مامور مقرر تھا۔ تنخواہ کا زائد

امور خیر میں صرف ہوتا۔ دارین صادرین وغیرہ کے ساتھ بھی خفیہ بہت مسلک ہوتے تھے۔ اپنی ذات پر بہت کم خرچ کرتے۔ رات دن بجز مذکورہ علمیہ یا کتب بینی و اشغال باطنی اور کوئی مشغل نہ تھا بہت بڑے محقق اور مدقق تھے۔ اس جامعیت کا شخص دیکھنے میں نہیں آیا۔

وفات انکی تاریخ ۸ ماہ ربیع الآخر روز یکشنبہ ۱۳۳۳ھ بمطابق ۹۲ سال ہوئی اور خاندانی قبرستان واقع کلیہ شریفہ کاظمیہ میں دفن ہوئے۔ انکے مزار پر ربیع و تقوایس کے انوار و برکات نمایان ہیں قطعہ تاریخ انتقال از منشی ار قاضی علی شہر مرحوم مولوی کا کوروی سے

مولوی امجد علی شہزین جہان بے ثبات مرگ او ہوشم ز ستر تاب و توان از دل بود  
از سرافس گفتم لے شہر تاریخ فوت مولوی امجد علی عالم مخیر نیک بود

۱۳۳۴ھ

## مہین

منشی امیر حسن صدیقی۔ ابن شیخ عبدالواحد۔ ابن شیخ عبدالاحد۔ ابن شیخ ہدایت نبی۔ ابن شیخ کرامت اللہ۔ ابن شیخ بدیع الزمان۔ ابن شیخ غایت اللہ۔ ابن شیخ مینا۔ ابن شیخ محمد مکرم۔ ابن شیخ عبدالواحد۔ ابن مخدوم شیخ قیام الدین ہر۔

ولادت انکی شہسہ میں ہوئی۔ فارسی و انگریزی مختلف اساتذہ سے الہ آباد میں پڑھی انگریزی میں بے لے فیل ہیں۔ فارسی میں کافی لیاقت رکھتے۔ عربی بھی بقدر ضرورت جانتے ہیں تیس سال انگریزی ملازمت کی۔ کلرکی سے ڈپٹی کلرکی تک ترقی کر کے نشین پائی۔ ابتداً اودھ اخبار کے اچھے مضمون نگار تھے۔ ترجمہ تاریخ ریاست چرکھاری۔ و طبقات تاریخ اسلامی انڈس۔

و کتاب الصرف عربی۔ و ناول شب بندہ لکھنؤ۔ عمدہ مصنفات سے ہیں۔ رینڈلس کے تین ناولوں کا انگریزی سے اردو میں ترجمہ بھی کیا بہت سیدھا، الدین و لیسے (۲) و گز و نیڈا۔ (۳) لارنس و روتھ۔ مینون ناول مطبع منشی نو لکھنؤ لکھنؤ میں چھپے ہیں۔ ان میں سے ایک ترجمہ بہر انعام بھی ہلا علم انساب میں بہت اچھا دخل ہے۔ کتب بینی کے بہت شائق ہیں۔ اور اس قصبہ کے

موجودہ لوگوں میں اچھی لیاقت و قابلیت رکھتے ہیں۔ زمانہ ملازمت میں درگاہ شریف حضرت سیال  
مسعود غازی واقع مہراج (اودھ) کے منظم تھے۔ درگاہ کو اپنے حسن انتظام سے بہت رزق دی۔ عمارت  
شکستہ کی مرمت کرائی۔ جدید عمارتیں تعمیر کرائیں۔ بہر صیغہ انتظامی درگاہ میں خوش اسلوبی پیدا کی۔ جسکی وجہ  
سے اہل بہر کچ اب تک انکو یاد کرتے ہیں۔ فی الحال یہیں وطن میں مقیم ہیں۔ بقاہ اللہ تعالیٰ

## امیر حسن خان سیل

نواب امیر امیر حسن خان بہادر تخلص بہتکل۔ ایف۔ اے۔ ایس۔ بی۔ ابن نواب امیر شمس علی  
خان بہادر رفیع شاہ اودھ۔ ابن شیخ طفیل علی فوجدارہ علوی مخدوم زادہ۔ یہ عربی و فارسی میں کامل استعداد  
رکھتے تھے۔ اور قادر الکلام شاعر تھے۔ شاعری اور شاعری دونوں میں سرمد سخن سجان روزگار سمجھے جانے  
تھے۔ شیخ غلام مینا ساحر کا کوروسی کے ارشد ملازمہ میں سے تھے۔ مرزا نوشہ غالب مرحوم کے معاصر تھے  
ایک بار ان سے چمک بھی ہو گئی تھی۔ جب کا واقعہ یہ ہے کہ انھوں نے شاعرانہ قیلم میں شعر کہا تھا کہ  
جملہ زراغ اند شاعران جہان      لیک یک طوطی شکر خامن

کسی نے غالب کو یہ عرض کیا۔ انھوں نے جواب دیا کہ

لاجسرم می سزد کہ نکتہ دران      نام بہتکل نہند ہیرامن  
دل کو ناگوار گذار۔ شکر رنجی ہو گئی چونکہ غالب بڑے اداس تھے۔ منبت و سماج کے صفائی  
کری۔ چنانچہ کلیات شر غالب مطبوعہ میں دو دفعہ ان کے نام اور ایک دفعہ منظر حسین خان کے نام  
اسکے شاعر حال میں منظر حسین خان سے سفارش بھی کرائی ہے لکھتے ہیں کہ

”بارے چون بہ کلکتہ رسیدہ اند چون خوش باشد کہ دلنوازی و کار سازی را اس سے استوار نہند۔“

لا ابالی خرام عرصہ مخموری۔ یوسف کنعان معنی گسری شیدا زبان روشن دل مگرمی امیر حسن خان بہتکل را  
بامن آشتی دہند۔ نگار آئینہ گران نشین نیست کہ کعبہ زردون توان سود و خوشدلی و میان ہم رسو  
نہ توان نمود۔ یہ زردان دانہ کہ آن گفتار کہ ازان سو بہرہ لافی و اندین سو تملانی آمد نہ پسندیدہ ام۔ مہر

وفاقی من ہنشی عاشق علیخان مغفور آن سچو کہتا امیر حسن خان راز جان دوست تر نام خود را از حق گذاران

نہ شمارم سے

بدان معاملہ او بے دماغ دین بیدل خوشا کہ معذرتے صرف ہر تہم گردو  
اسی کے ساتھ جو خطا امیر حسن خان کو لکھا ہے اسکو اشعار شروع کیا ہے سے

"داغ نم سوز غم کہ نخل دلہ دم ز غلق بوسے کہ تن ز سوختن آتھوان دہ"

انھوں نے جو خط جواب میں لکھا ہے اس کے عنوان پر یہ شعر لکھا ہے

اشع شمع داغ مہر س از دم خوش سوز دے کہ گوش برین استان ہر  
پھر غالب نے یہ رباعی لکھ کر بھیجی ہے

"گر پردہ شش ہر نزلان دل بودے درد ہر شیوہ حشر شکل بودے"

در صدق ز جہاد رسائش بودے بسم اللہ آن رسالہ بسمیل بودے

نواب نور احسن خان قور تندرہ نگارستان سخن میں لکھتے ہیں۔

"بسمیل۔ امیر حسن خان۔ از دوسا کا کوڑی متصل لکھتے دست۔ دودھ اسے سخن شناسان بھیل تیج

مصا لیج اوست

نواب علی حسن خان سکیم تذکرہ صبح گلشن میں لکھتے ہیں۔

"ہنشی امیر حسن خان مرحوم ابن ہنشی عاشق علیخان مغفور کا کوڑی کہ از ممتازان عمد نصیر الدین حیدر شاہ

اودہ است و جامع صفات لکھتے والا تعدیہ شاگرد شہ غلام میا سحر کا کوڑی است و دستگاہش

در شر و ظلم فارسی قوی

ان کے تصنیفات سے ایک نسخہ تیج گلشن میں ہے۔ جو غالب کے پہنچ آہنگ کا جواب ہے۔ یہ سنہ ۱۲۶۶ھ میں

تصنیف ہوئی بہت عمدہ کتاب ہے۔ ایک رسالہ مختصر اور دو سوہہ پمیران المعانی فن عروض میں

ہے۔ اسکے علاوہ ایک فارسی دیوان کل ہے۔ چند اشعار و غزل موصیہ بے نقط ناظرین کی

صیانت طبع کے لئے دیج دیل ہیں سے

آن قدر از دل صد باره نماندست بجا	که به احباب توان رفقه افشا کردن
بدستم داده دست داده در دست عدوتی	بچاک سینم با آرد در دست در دوستی
پیشیت آمدن دهن گرفتن آرزو دارم	و لے دنا تو اینها کجا پائے و کودستی
ز چاک دل کشاید بنه و بیکره نمی دوزد	مگر آن سوزن خرگان ندارد در دوستی
بجام آمد ز بطر قصان شراب هسته هسته	عروس پردگی بنید بجا آب هسته هسته
ساقی آنجا که نشست من نیست	سے و میکش همه مست من نیست
تو زے مست و من از چشم تو مست	مست جامے که بدست من نیست
چشم غماز به تسخیر بیدار	که درین فتح و شکست من نیست
آن چشم نیم باز که باز است و باز نیست	در خواب باز جلو که باز است و باز نیست
ز غمها پیشتر یک گام مارفت	که نام او نه رفت و نام مارفت
آهے زدیم برق شد بر سمار سید	این دو دلدل نگرز کجا تا کجا رسید
از دوده داسه داسه که داوی لب مرا	جان خرین چون ناله رسید و بجا رسید
هر غمخیز خنده زن بستر شاخ رقص کرد	از کوئی او چو دست فشار آن صابید
همدم به لبست جام و می پیش را با هم	ماست او لے تو بے لب با هم
سزا بقدیم از سوز دل لے که مقصود	من هیچ سپندم پیش قبله من با هم
همراه رقیب آمده بر خاک من انداز	خون کرد دل چاک مرا کام و با هم
خوش کرد میان لذت وصل شش یار	پر دانه بخاموشی و بیل به نوا هم
هر ذره برقص است اگر در ره خورشید	آواره بگویت من و گشته صبا هم
گل خار پر این جان بخت نوزوت	وز چاک گریان تو چاکے بر قبا هم
طبع شرا از دستم دست نشان شد	در بنجه بستل قلم خالیه سا هم
یادش دل من همیشه دارد	این شیشه بری همیشه دارد

فرا و بفرق و بسند بر دل      در عشق دو کس دویشم دارد  
 بے برگ در بے بسار داند      نخلم به خزلین چهریشم دارد  
 شیرین سخن است طرفه بسمل      آتش از نئے بهیشم دارد  
 قصیده بے نقطه در مدح حضرت ظل سبحانی خلیفه الرحمانی سراج العین ابو ظفر بهادر شاه غازی  
 خلد الله ملک که به پیشگاه بارگاه والا فرستاد شد و مقبول نظر بهایون افتاد -  
 شد احمد که سر کرده حکام آمد      مالک ملک کرم داور اسلام آمد  
 سرور عادل و اکرم که در او در دهر      مطیع سحر عطا دمه اکرام آمد  
 همه عدل و همه عطا همه مهر و همه رحم      که بهوار در او حاصل هر کام آمد  
 کرده حاصل کام و فراحم کورا      در درس کام ده داد گرا علام آمد  
 که معدوم اساس ده و به دل گاه      که الم برادل او مصدر اعدام آمد  
 بهر او که عطا عام در و لعل و درم      که سه اسما بهمه را کامر و اعان آمد  
 که در هر صد و عا هر سحر او را مولود      که دعا بهر مهر روح در ارحام آمد  
 اهل عالم همه را رحم دل مکرم او      محمود کار کرم آمد و آرام آمد  
 صوره آسا دل به ازل دل آرد و دام      بهد کار عطا را دل او دام آمد  
 روح او آمده دار سر هر دل گره      گاه در معرکه گردد سر اعدام آمد  
 دار عظمی به اهل حسد و اعدا را      سم مار سر سم آله اعدام آمد  
 اسم او در دل هر کس که در آمد و دم      در و را کرد و او هر هم آلام آمد  
 عالم سر دل او را دل کابل داده      که سر اهل کمال آمد و علام آمد  
 ما هر علم و عمل آمد و علامه عصر      حامل و مورد صدقه و صدق الامام آمد  
 دل هر کس که در او کرد و دواع      سوده در دوالم آمد سر سام آمد  
 عادل داده هر که دمه در عالم      که دم عدل اگر مصدر احکام آمد

مردہ کرو دم گرگ سر آہورا  
 روح دم ہر دم او اہل دلا ہر دم  
 صد ہر اس آمدہ در دل کہ دل اعدا را  
 کرم او کہ دم مدح ماد آورده  
 در سر آورده کہ در میج رود را کمال  
 رود لا و سر در گاہ عطا کار کہ اہوا  
 کو دعا کہ الہا ہمہ دم آورده  
 کام دہ کام رو اوار کہ در راہ کرم  
 قطعہ در مدح نواب معین الدولہ غنایت علیخان بہادر در بحر مرتب کشفوت

### مفاعیل مفاعیل فاعلاتن

ہوا دار سد گار اہل عالم  
 کرم محوالم گاہ اہل دلہا  
 عدو مال دل آرام اہل حال  
 دم مدح رہ و رسم ہر عطا  
 رو در راہ و سر راہ سودل را  
 عطا کار رو اوار کام ہر دل  
 ملک علم ملک حکم مرد عادل  
 اسد کار لو اوار ماہ کار مل  
 دہ کام مرا کام کلک اصل  
 و ہر روح و ہر روح داد کامل

بیعت ان کو حضرت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ سے تھی۔ اور بہت مقبول مریدین سے تھے۔  
 چنانچہ اسکی کیفیت اس مکتوب کے مفاد ضامین طبع ہو چکا ہے۔ ظاہر ہے۔ انھوں نے بتا دیا کہ  
 ماہ رمضان ۱۲۸۳ھ مطابق ۲۷ ستمبر ۱۸۶۶ء وفات پائی۔ اور کلکتہ میں سیالہہ اسٹیشن کے قریب دفن ہو چکا

### امین الدین

حضرت میلا ماجھی امین الدین محدث۔ خلف اوسط حضرت تاج الدین محدث۔ انکی ولادت



۱۳ ربیع الآخر ۱۱۶۴ھ میں ہوئی۔ انھوں نے کتب درسیہ اپنے والد ماجد۔ وبراور منظم قاضی القضاۃ  
نجم الدین علی خان بہادر۔ ولاحید العالی محمد بحر العلوم فرنگی محلی۔ و مولانا قدرت علی بنیہ بحر العلوم۔ و مولوی  
امام بخش تلمیذ ملا بحر العلوم۔ و ملا محمد اعظم سندیلی۔ و مولوی حیدر علی سندیلی سے پڑھیں۔ اور فراغت و نصیبت  
نامہ حاصل کی۔ جامع علوم شریعت و طریقت و عالم مقبول و مقبول تھے۔

نشی فیض بخش صاحب اپنے نسب نامہ موسومہ بر حشمہ فیض میں لکھتے ہیں  
"از ابتدائے سنین بونہ در ریاضت شاد و اشتغال دار رہیہ حروف است میگفت و مطلق خلاف  
و کذب را در کلام خل نمیداد۔ بعد مطالعہ کتب و نشی و فراغت از سبق سیر و فتنہ العیال اگر کتابیت  
فستہ بلخا و احوال علماء و اخبار بزرگان سلفنا سیکرد و نہا میگرفت۔ تا چند کس تلاش سیکردم بیشتر  
گران تائی قم پیدل استدرای پیدم کہ سبب گر حیثیت میفرمود کہ براس عبادت خلق شدید دازمن  
یکسر مونی آید سے کاش خلق نیستیم"

تائید غیبی اسی شامل حال ہوئی۔ کہ ملا زادہ را حلقہ سندیلہ سے متوکلا علی اللہ عازم حج ہو گئے۔  
پیادہ پا دو مہینہ پانچ دن میں سورت پہنچے۔ اور مولوی ولی اللہ محدث کے مکان پر ٹھہرے۔  
وہیں قریب مسجد چورکی میں حضرت شاہ ابوسعید خلیفہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی  
سے نیز ان کے صاحبزادے سید ابواللیث سے ملاقات کی۔ وہاں کے اکثر تاجر صاحب فراغت  
و ثروت نے ملا انکی تحریک کے سفر حج کا سامان کر دیا۔ یہ شاہ صاحب کے ہمراہ حرمین شریفین گئے  
پانچ مہینہ میں بسواری جہاز حج پہنچے۔ پھر ۲۹ روز کے عرصہ میں بندہ مخائین جو میں کے  
قریب ہے پہنچ کر کچھ دن اقامت پذیر ہوئے۔ و آخر ماہ ربیع الاول ۱۱۶۵ھ میں کہ معظمہ پہنچے۔ اور  
وہیں حضرت شاہ ابوسعید صاحب کے دست حق پرست پر حلیم میں نیز اب رحمت کے نیچے سلسلہ عالم  
نقشبندیہ میں بیعت کی۔ اور کار اور اشغال کی تعلیم پائی اور اجازت و خلافت حاصل کی۔ وہاں سے  
پھر مدینہ طیبہ تشریف لے گئے اور پھر مدینہ رہ کر کتب حدیث مولوی ابوالحسن سندیلہ ثم المدنی۔ و شیخ  
محمد زری سے بڑھکر سند حاصل کی۔ حضرت مولانا شاہ قلی علی قلندر علم حدیث میں انھیں سے شاگرد

تھے۔ بعد ازاں انھوں نے اپنا دستخطی اجازت نامہ ان کو عطا فرمایا۔ حاجی صاحب پھر مدنیہ طیبہ سے مکہ معظمہ شریف لائے۔ اور فریضہ حج ادا کیا۔ اور یہیں حضرت محمدیہ داؤد انصاری سے اجازت کتاب جزوی بساعت اپنے پیر و مرشد کے اخذ کی۔ مفصل کیفیت سفر و حالات و واقعات خود انھوں نے بصورت کتاب عربی میں تحریر فرمائے جو رسالہ سفر حج کے نام سے موسوم ہو۔

ان کے شہر دہلی کے اوقات کا زیادہ حصہ ان کا روزانہ اشغال میں مقام محراب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر گذرتا۔ ایک روز حالت مشغولی میں یہ آواز سنائی دی شف بعینک هذا النور۔ انھوں نے حجرہ خریفہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھا۔ تو حجرہ کا دروازہ نورانی نظر آیا۔ یہ واقعہ اپنے پیر و مرشد سے جب عرض کیا تو ارشاد ہوا کہ ”معرفت اللہ یہ تحقیق حاصل ہوگی یہاں رہو خواہ وطن جاؤ“ اتحاد دل و ہین بہتے کو چاہتا تھا۔ خود انھوں نے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں استخارہ کیا خواب میں دیکھا کہ میں مدرّس گیا ہوں۔ اور نواب محمد علی خان سے ملا۔ انھوں نے مدنی سمجھ کر میری اور میرے مرشد حضرت شاہ ابوسعید صاحب کی دعوت کی ہے۔ اسکے بعد یہ خواب دیکھا کہ وطن گیا اور مکان میں پہونچا والدہ کی زیارت کی۔ انھوں نے کھانا تیار کیا میں نے کھایا۔ اس خواب کے یہ سمجھ گئے کہ میرے لئے وطن جانا اور زیارت والدین سے شرف ہونا بہتر ہے۔ حضرت شاہ ابوسعید صاحب بھی وطن چلنے کیلئے تمیر تھے۔ یہ ادکا خفیہ حاصل کرنے کے لئے متعجل تھے مراقبہ جب شروع کیا تو شاہ صاحب نے فرمایا کہ عجلت کرو ابھی سلطان الاذکار کی مشق کرو۔ انشاء اللہ مراقبہ ایک مجلس اور ایک ہی توجہ میں حاصل ہو جائیگا۔ چنانچہ مراقبہ اوشہود تکمیلی دو سکر ہی سال بمقام بندر مدرّس تبو جہر شد ایک ہی شب اور جلسہ میں حاصل ہو گیا۔ اور انھوں نے خود مشاہدہ کر لیا کہ ہر طرف سے نور محیط ہے اور میں خود نور میں غرق ہوں۔

ایک روز شاہ صاحب نے ان سے فرمایا کہ میرے موجد میں مراقبہ بٹھو۔ یہ بیٹھے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ شریفہ سے برآمد ہو رہے ہیں۔ ادلا دو نون کتف مبارک کھائی

پھر کو راہِ احمد طہرہ اور ان کے مقابل قہرِ شریف فرما ہوئے شاہ صاحب نے دریافت کیا کہ تم نے زیارت کی۔ وہین حاجی صاحب نے یہ عربی اشعار نظم کئے

سبحان ربی وقد وصلت بطیة	بعد اشتیاقی ان ازور سیرتہ
للاحمد المختار ارسل خاتما	للا نسبیا نحو البریة کافہ
قد زرت ارجوان الون مشفعا	عند الغنی ذی لاقتدار و رفقا
اذ جاء فی الاخبار قال لزاشر	من زار حبری واجب بشفاعہ
لا سیما للمسجد المتبرک	الف الصلوۃ عن مسجد کعبہ
یا لہف نفسی ان اروح بموطن	والناس فیہ قائم بحیماۃ
القلب یبکی ان اردت فراقہ	اذ کنت ارجوا من سکون مدینہ
الد مع یجری والنفود لیشتی	قال بین للاعبی اشد مصیۃ
ثم الصلوۃ علی النبی والہ	والصحب طراہم نجوم ہدایۃ
اسمعی امین الدین رب کاسمہ	فی الدین اجعلنی امین شریعۃ
من سید الحسنی فاندھر شدی	ابو سعیدی استفدت طریقۃ
شیخی و شیخ الكل عنه ابو الحسن	اخذ الحدیث علیہ کان قرأۃ

وقت معارفِ جوقِ تہ در اس پہونچے۔ محرمِ علیخان رئیس مدراس نے بعد دریافت شرافت و نجابت و علوم و تربیت اپنی لڑکی کا نکاح انکے ساتھ کرنا چاہا۔ اور بہت سارے پیار دینے کا وعدہ کیا۔ مگر انھوں نے منظور نہیں کیا۔ وہ بھی نہیں لیا۔ اور وطن چلے آئے۔ اس رئیس نے وہ روپیہ جس بار شاہ حضرت شاہ ابو سعید صاحب انکے والد ماجد کی خدمت میں بھیجا یا انھوں نے اس روپیہ سے وہ مسجد بنوائی۔ جو اب تک مولوی محمد بن بالاسے قلعہ کا گوری حاجی صاحب کی مسجد کے نام سے مشہور ہے۔ اور جبکی تاریخ تعمیر یہ ہے۔ مسجد اسس علی تقوی من اول یوم احنی ان تقوم فیہ۔ اسی مسجد میں انکے والد ماجد نے جس جگہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کی زیادت کی تھی اس جگہ پر بغیر غرض عظیم مقام و واقفیت عوام بچہ نصب کر دیا گیا جو اتناک نصب  
حاجی صاحب پنچوتہ نماز اسی مسجد میں ادا کرتے تھے۔ آخر عمر میں مکان کے قریب ایک خام  
مجرہ تعمیر کرایا۔ اور راستہ و دن کے اکثر اوقات وہیں گزارتے۔ اور وظائف میں مشغول ہا کرتے  
حدیث و تفسیر و فقہ کا درس بھی دیتے تھے۔

منشی فیض بخش صاحب اپنی شہنوی باغ دہرا میں انکی روح میں لکھتے ہیں :-

”ایمن الدین کہ پور دوہین است	چونام نامیش دین را این است
جو آنے با سعادت نیک بختے	گلستان ریاضت را درختے
ز لطفی در عبارت گشت شغول	بفیضان ازل گردید موصول
جو عشرش از سنین طفلی رشت	بر اسے حج بیت اللہ مکربست
بہ نیات درست و غرم کامل	انود از شوق حج و عمرہ حاصل
احادیث ہمیں سیر کرد و تحقیق	خصیات در موز علم تو خسیج
جو فارغ شد ز مقصد شر و دامن	بسوسے خانہ محنت ز زمانہ
پس از سطر مسافتہاے بسیار	بوطن آسود آن سرخیل ابرار
پدر را از سیر نو زندگی داد	دل ویران مادر کرد آباد
کنون مشغول تسبیح است و تہلیل	تفادت یافت ز تشریف تکمیل

ان سے اجازت اخذ بہیت کی حضرت عارف باللہ مولانا شاہ محمد کاکلم قلندر۔ و حضرت  
مولانا شاہ حمایت علی قلندر خلیفہ اوسط حضرت عارف باللہ کو تھی۔ اور بعض اور اکی اجازت  
حضرت مولانا شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ کو تھی۔ حاجی صاحب اپنے وقت میں فقرا و  
درویشی اور علم و فضل میں حضرت شبلی و یازید بسطامی کا نمونہ تھے۔ تمام عمر ادا حق اور ریاضت شاقہ  
میں گذاری۔ نقبہ اور اطراف کے بہت سے لوگ اسکو فرید بھی تھے۔

وفات ۲۲ محرم الحرام ۱۲۵۵ھ میں بعمر ۷۰ سال ہوئی مزار شریف مولوی محلہ میں خلیفہ علامہ

مین اپنے والد کے برابر واقع ہے۔ تاریخ وفات پر قلم بھی ہوتا ہے۔

قطعہ تاریخ وفات از مولوی محی الدین خان مخلص ہندو ق کا کوری سے

ہیبت کہ آن معدن انوار شریعت	دامان ز جہان چید سے دار جہانیت
سمت ۱۸۹۲ م کبریٰ	۱۲۴۲ھ فضل
بیل صفت از دروچسان نالہ بجم	آو خ کہ نہ ہے عارف کامل نہایت
۱۳۵۳ھ بھری	۱۸۳۴ھ عیسوی

## انشاء اللہ شاہ

حضرت شاہ انشاء اللہ قلندر۔ ابن شیخ کرامت اللہ ابن قاضی محمد حافظ عباسی۔ یہ سن شعور سے بخشی رفعت اللہ خان کے ساتھ رہے۔ دنیا کی طرف ابتدا ہی سے توجہ نہ تھی۔ قلندرؒ روشن رکھتے۔ وارثگی و بے پروائی سے رہتے۔ ایک مدت تک قرآن شریف کے یاد کرنے میں محنت کی بھفتے زاید کیا تھا کہ دل میں طلب حق پیدا ہوئی۔ سب چھوڑ کر حضرت مولانا شاہ محمد کاظم قلندرؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے! اور بیعت کی حضرت کے آثار و انوار سادت ان کے چہرہ پر دیکھ کر تعلیم و تحقیق ظاہری و باطنی میں توجہ کی۔ اس توجہ کا یہ اثر ہوا کہ مجرد سماعت و کتب بینی سے تصوف کے تمام مراحل پر عبور ہو گیا۔ جمیع اذکار و افکار و اواراد و اشتغال و مراقبات پر واقفیت ہو گئی۔ اجازت و خلافت سلاسل سے ممتاز ہوئے۔ حضرت صاحب نے لباس بھی ان کو پہنایا۔ ان کی نسبت فرمایا کرتے تھے کہ اعتراف میں جو کیفیات بظہر پر گزرتے ہیں ان کا عکس ان پر بھی پڑتا ہے۔ ایک مرتبہ ایک جلسہ میں میں مرتبہ انھوں نے دیکھا کہ میں نے اپنا سر جسم سے جدا کیا۔ پھر غلط بھی لیا۔ اسی طرح اور بہت سے واقعات ہیں جو اصول المقصود و نفحات البصیرہ میں مندرج ہیں یہ اپنے پیروں و مرشد کی خدمت میں اور دن سے بہت زائد مقبول و عزیز تھے نیز حضرت

شاہ تراب علی قلندر کے بھی مقبول اور محرم راز تھے۔ اذکار قلندر یہ اپنے ہم عصرون میں سب سے بہتر جانتے تھے۔ چنانچہ حضرت شاہ تراب علی قلندر نے اپنے صاحبزادوں یعنی حضرت مولانا شاہ حیدر علی قلندر و حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر قدس سرہما کو اذکار و اشغال کی تعلیم انھیں سے دلائی۔ سلسلہ ارشاد و اخذ سمیت حسب احکام حضرت پیر و مرشد اسی زمانہ میں شروع کر دیا۔ بعد وصال اپنے حضرت پیر و مرشد ان کے بڑے صاحبزادے یعنی حضرت شاہ تراب علی قلندر سے بھی اجازت و خلافت حاصل کی۔ لکھنؤ و کاکوری۔ و سندیلہ کے اکثر لوگ ان کے مرید تھے۔ ان سے اجازت و خلافت مولوی شاہ جمیل الدین عوف کلومیان سندیلوی کو تھی۔

وفات انکی تباہیچ ۵ ماہ رجب بروز یکشنبہ ۱۲۵۱ھ ہوئی۔ مزار شریف قریب درگاہ حضرت شاہ محمد کاظم قلندر بیرون دروازہ مسجد پیر درخت انبیا ندرون خطیرہ واقع ہے مزار پر تختی بھی نصب ہے۔

قطعہ تباہیچ وفات از مولوی محمد عالم قیسری کاکوری سے

شاہ انشاء اللہ قلندر	مقبول خدا و اہل عالم
از خلق بسوسے حق سفر کرد	در ماہ رجب بروز پنجہجم
شد فکر سنش چو قیسری را	ناگہ روشش رسید حرم
از حال خود این چنین نشان داد	در سال وصال خود خبر ہم
رفتم از صفات و ہم زاسما	بنگر اکنون۔ ہذاست حقم

۱۲۵۱ھ

## انعام الدین خان شوق

مولوی انعام الدین خان تخلص بشوق۔ ابن مولوی محمد الدین خان تخلص بنذوق ملکدادہ انکی ملاد ۲۲ شعبان ۱۲۶۳ھ میں ہوئی۔ تاریخی نام ظہیر الدین احمد تھا۔ تعلیم و تربیت سب اپنے والد سے

پائی حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر قدس سرہ کے مُردی تھے۔ اشعار بہت جرسیتہ اور خوب کہتے تھے۔  
نواب علی حسن خان سلیم مذکرہ صبح گلشن مین لکھتے ہیں کہ۔

”شوق۔ محمد انعام الدین خان خلیف مولوی محمد علی الدین خان ذوق از رو سائے تھبہ کاکوری  
است بطبع سلیم ذوق متقیم۔ سجع فضائل صوری و معنوی۔ شوق ہر گونہ علم و فن در دل دارد  
و ارفیض بدر بزرگوارش بگشت تنہای ادبی باروڈ“

انکا مختصر سا کلام فارسی جو دستیاب ہو سکا نذر ناظرین تا مکیں ہے۔

نقشِ رشے تو مصور مہر و منجر اکشید	قصد بالاسے تو چون کرد زل اکشید
رد لم تیر نگاہ تورہ شوق کشود	گر نہ بیتابی من رخسہ دین کار کند
مست نم شہم بہر گس من منجر اکند	ہاں صراحی پس من گریہ سرنا کند
میز نم نعرہ حق قاتل منصور کیا ست	ہاں بگو سید کہ فکر رس و دار کند
دشمن جان مسیحی کہ طیب دل کیا ست	کیست یاران کہ علاج دل بیا کند

انھوں نے بتاریخ ۲۶ ماہ ربیع الآخر روز جمعہ ۱۳۳۳ھ بے نام و نشان انتقال کیا۔ اور

خطیب و خطباء محمد و یحییٰ علیہ السلام قاضی القضاۃ مولوی نجم الدین علی خان بہادر متصل چاند محل واقعہ  
تھبہ کاکوری مین دفن ہوئے۔



## ب

## باسط علی - علوی

مولوی باسط علی ابن حضرت مولانا شاہ حمایت علی قلندر ابن حضرت شاہ محمد کاظم قلندر  
 قدس سرہما۔ ولادت انکی ۵ ارماہ رمضان المبارک روز دوشنبہ ۱۲۲۵ھ میں ہوئی تعلیم تربیت اپنے  
 برادر عزاد حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر قدس سرہ سے پائی۔ علوم متعارف میں ونگاہ کامل رکھتے تھے  
 بیعت اور اجازت و خلافت انکو اپنے عم اکرم حضرت غوث ملت مولانا شاہ تراب علی قلندر  
 قدس سرہ سے تھی۔ یہ بہت بڑے باہمت عالی مرتبہ خوش خلق تھے۔ اطراف کالپی و دیگر ضلاع میں  
 تحصیلدار رہے۔ برادر بزرگ یعنی مولوی رضا علی صاحب اسکے انتقال کا کچھ ایسا صدمہ اسنے  
 قلب پر ہوا کہ دوا بھی گزرنے نہ پائے تھے کہ اس عالم فانی سے بتایک ۳۳ ماہ زنجیرہ روز دوشنبہ  
 ۱۲۶۰ھ انتقال کر گئے۔ اور علاوہ دوسرے ضلع باندہ میں محل قبر سیالیک شہید دفن ہوئے۔  
 اسنے صاحبزادے مولوی ناصر علی صاحب بھی تحصیلدار رکھے۔ اپنے زمانہ میں اس قصبہ کے  
 بہترین سہتیون میں شمار ہوتے تھے۔

## باسط علی

مولوی باسط علی۔ ابن مولوی شفاعت علی ابن منشی غلام تھنی مکرادہ۔ یہ اصلی باشندے  
 یہیں کا کوری کے تھے سندلیہ میں بوجہ اپنے والد کے ناخیاں اسکے سکونت پذیر ہوئے نشوونما  
 وہیں ہوا۔ سندلی کے کہے جانے لگے۔  
 ولادت انکی ۱۲۱۹ھ میں ہوئی تعلیم تربیت سندلیہ میں مولوی فقیہ اللہ سندلی۔ مولوی  
 دلی اللہ سندلی۔ و مولوی یوسف علی سے پائی اسکے ارشد لامذہ میں سے تھے۔ حضرت مولانا شاہ  
 تراب علی قلندر سے بیعت رکھتے تھے۔



راجہ درگا پرشاد سندیلوی اپنی تاریخ بوستان اودھ میں انکے حال میں لکھتے ہیں۔  
 ”پر لیاقت و خوش وضعی بہ دور و نزدیک مشہور و معروف است و از دیر باز ملازم سرکار انگریزی کا  
 تابدرجہ تحصیلداری رسید۔ امروز ہم سرکار دولت دار تعلیقہ دار بغایت متدین و صاف معاملہ دار  
 در انشاء پروازی برگزیدہ روزگار است“

تذکرہ روز روشن جلد چہارم شمع انجمن میں ہے۔

”باسط۔ محبوب علی۔ ابن مولوی شفاعت علی، مولدش قصبہ کاکوری پنجکر دسپہ دار السلطنت لکھنؤ  
 است۔ دولٹاش و قصبہ سندیکہ وطن اداری است۔ عیسے ملازمت سرکار انگریزی بسر برد۔ و با  
 قاضی اختر بلے داشت“

یہ بہت بزرگ صورت قابل دلائق انشا پرداز اور بہت اچھے شاعر تھے شعرو سخن کا قیمتی خزانہ  
 افسوس کہ صنایع ہو گیا۔ ایک غزل گلگئی جو بغرض تفریح طبع نذر ناظرین ہے۔

بیا کہ مطرب و مینا و طربستان است	بجندہ شاہ گل موسم بہار لالہ است
چہ فیضہا کہ بہ غزلت زلال خضر نیست	بہار زردہ ولی مفت گوشہ گیران است
چو مرد بلبل سیدل سیر کج نفس	چمن لالہ بدل داغ گل پریشان است
بچشم غمزہ دگان موج گل بود بخیر	برائے غنچہ دلال صحن باغ زندان است
نشستہ ام جہیم فشر دگان باسط	ایسر کج نفس بلبل خوشلحان است

انھوں نے مدۃ العمر ملازمت میں بسر کی۔ محافظہ قری۔ صدر ہنصری تحصیلداری کے عہد سے  
 طے کئے۔ بمقام سندیلو بہرہ سال ۱۳۳۷ھ میں وفات پائی۔ اور خاندانی قبرستان میں دفن ہوئے۔  
 انکے بیٹے مولوی مصطفیٰ علی بھی قابل و صمدار اخلاق حمیدہ اور اوصاف حسنہ سے متصف تھے  
 بیعت حضرت مولانا شاہ قلی علی قلندر سے تھی۔ مدۃ العمر انھوں نے بھی ملازمت میں بسر کی۔

انکے بیٹے مولوی قاضی علی میں جنھوں نے انگریزی کی تعلیم لی۔ نے تک حاصل کی حضرت  
 والد ماجد مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر قدس سرہ کے مہذب ہیں۔ اور بہت با خلوص و لادست شخص

میں سلمہ اللہ تعالیٰ۔

## بدر علی

شاہ بدر علی چشتی۔ ابن شیخ محمد خلیل۔ ابن شیخ محمد غوث۔ ابن شیخ اُجیالے ابن شیخ  
ابوالمعالی۔ ابن قاضی عبدالوہاب۔ ابن قاضی بہار الدین۔ ابن قاضی بہاری۔ ابن قاضی  
شیخ۔ ابن قاضی فضل اللہ۔ ابن قاضی عنایت اللہ عباسی۔

تمہذا انکو حضرت مولانا محمد مخدوم تلمیذ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے تھا۔ باطنی  
تعلیم بھی انھیں سے پائی۔ نہایت ذہین اور تیز طبع تھے۔ عربی پڑھنا شروع کی تھی۔ کہ طلب  
حق پیدا ہوئی۔ حضرت شاہ محمد حافل سہروردی چشتی کا کوردی سے بیعت کر کے ترک لباس کیا  
اور اجازت و خلافت حاصل کی۔ انھیں کے زمانہ سے انکی مشیخت بہت چمکی۔ لکھنؤ میں قیام  
اختیار کیا۔ وہاں بہت سے لوگ مُريد ہوئے۔ اکثر امار اور دولت مند متعقد تھے۔ یہ بزرگوں کے  
حالات بہت دیکھتے۔ گیمیاں سعادۂ تو گویا حفظ تھی۔ اسی کے عامل تھے۔ اپنے وقت میں  
بہت بڑے بزرگ صاحب نسبت گذرے۔ لکھنؤ میں ہمالیہ کی سرے کے قریب وزیر باغ میں کبیر  
ہے جواب تک تکیہ بدر علی شاہ کے نام سے مشہور ہے۔

وفات انکی بتاریخ ۶۰۲۳ھ میں ہوئی۔ مزار اسی تکیہ میں ہے۔ ہر سال عرس  
بھی ہوتا ہے۔ انکے جانشین انکے مرید و خلیفہ شاہ عبدالقادر تھے شاہ خواجہ احمد گنگوہی کو بھی  
انھیں سے خلافت تھی۔

## برہان علی خان

مولوی برہان علی خان۔ ابن بخشی ابو البرکات خان بہادر۔ یہ ۱۲۲۳ھ میں پیدا ہوئے  
بہت لائق و فائق عالم و فاضل تھے۔ کتب درسیہ کی تحصیل ملاحمید الدین محدث سے کی۔ مثل

اپنے والد کے بہت شجاع اور جری تھے۔ مروت و جفا و خلقِ محمدی سے موصوف۔ اور جو دشنامین معروف تھے اپنے والد کے سامنے بوجہ حسن لیاقت و دانائی فوجداری دیرہ پور ضلع کا پتور پرامور ہوئے۔ اور وہیں عمر ۲۴ سال سن ۹۱۱ھ میں شہید ہوئے۔

## بشیر الدین

مولوی بشیر الدین متخلص بشاکر۔ ابن مولوی قطب الدین۔ ابن حاجی امین الدین صاحب اخون نے ابتدائی کتب درسیہ مولوی فضل اللہ نیونوی۔ و مولانا حسین احمد محدث طبع آبادی سے پڑھیں اور تفسیر کتابین حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر قدس سرہ سے تمام کیں۔

بعثت ان کو حضرت شاہ میر محمد قلندر سے تھی۔ درس و تدریس کا مشغلہ بھی رکھتے تھے۔ چنانچہ اکثر حضرات مثلاً مولوی ممتاز الدین حیدر کاکوروی مؤلف شجرۃ الانساب۔ و شیخ شرافت علی کاکوروی۔ و شیخ بشارت علی کاکوروی و حکیم اکرام علی کاکوروی وغیرہم انھیں سے تلمذ رکھتے تھے۔

فارسی و عربی کے بہت اچھے ناظم و ناظر تھے۔ فارسی میں شیخ غلام مینا ساحر کاکوروی سے تلمذ تھا۔ شاگرد خاص کرتے۔ سورہ دہر کا ترجمہ نظم کیا تھا جو طبع بھی ہو چکا ہے۔ مولوی مسیح الدین خان بہادر سے علاوہ قرابت کے بوجہ تمہن اور ہم سبق ہو نیکے بہت مرہم تھے۔

ابتداءً یہ آگرہ میں بایا سے مولوی صاحب مدرس ہو گئے تھے۔ پھر وہاں سے عہدہ منصفی فقہور سیکری پرامور ہوئے۔ اور وہیں بقدر افزائی نواب گورنر جنرل بہادر۔ درگاہ حضرت شاہ سلیم خشتی کے سکرٹری مقرر ہو گئے۔ اور خلعت بھی عطا ہوا۔ درگاہ میں صاب سجادہ کے خانگی جھگڑکن میں بھی مصاحبت کراہی۔ اور صلحنا مہراہ راست دربار بھیچ دیا۔ اسکی بہت تعریف ہوئی۔ نیشن لیکر وطن آئے۔

پھر کچھ دنوں کنٹونمن نواب ملکہ لیتی صاحبہ زوجہ مجدد علی شاہ بادشاہ اودھ کے بیان

بعضہ دار المہام و مختار عام ملازم رہے۔ جب اُنکے بیٹوں کی حکومت کا زمانہ آیا۔ نااہلون کی رسائی ہونے لگی۔ اُسوقت انھوں نے استعفا دیدیا۔ یہ بڑے سخی و سرشیم تھے۔ مسلمان ملازمین کو کھانا اپنے باورچیخانہ سے دلاتے۔ زمانہ قیام لکھنؤ میں ایک کتاب عرض البلد لکھی تھی۔ جسکو خود جاکر لاہور میں نواب کلب علی خان کی خدمت میں پیش کی جو نہایت قدر سے قبول ہوئی اور پانچ سو روپیہ انعام عطا ہوا۔ پھر یہ حسب الطلب مفتی حافظ یاض الدین بنغور حیدر آباد دکن گئے۔ وہاں بھی ایک نقشہ طلوع غروب کا بقاعدہ ریاضی بنا کر سرکار نظام میں پیش کیا۔ وہاں بھی بہت عزت افزائی ہوئی۔ نقشہ مقبول ہوا۔ اور ایک خدمت قبول کرنے کا حکم بھی اسی کے ساتھ ہوا۔ مگر انھوں نے معذوری ظاہر کر کے یہ استدعا کی۔ کہ میرے لڑکے دیر الدین کی تعلیم ہمیں ہو۔ چنانچہ وہیں تعلیم ہوئی اور اُن کو عمدہ تحصیلداری ملا۔ پھر بہار چلے آئے۔ اور تاریخ ۶ مارچ ۱۸۹۹ء انتقال کیا۔ اور خطبہ متصل چاند محل میں دفن ہوئے۔

## بہاء الدین کیقباد

ملک بہاء الدین کیقباد۔ ابن ملا ابو بکر جامی۔ یہ علوم و کمالات میں یگانہ آفاق۔ اور وجاہت ظاہری و اخلاق حمیدہ میں ممتاز تھے۔ فنون سپاہ گرمی امور معیشت سے بھی خوب واقف تھے۔ بوجہ حسن قابلیت ملک اسعد الدین سالاری وزیر سلطان حسین شرتی نے اُن کو پناہ نامب کیا۔ اس زمانہ تک وزیر کے کوئی سپہری اولاد نہیں تھی۔ اُنھوں نے ان کو اپنی فرزندگی میں لے لیا۔ چنانچہ انکو ہمراہ لیکر بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا۔ بادشاہ نے انکو بھی ملک کا خطاب عطا فرما کر عزت و افتخار بخشا۔ پھر انھوں نے حکم اپنے نانا ملک اسعد الدین سالاری کا کورہ میں سکونت اختیار کی۔ انھیں کی اولاد ملک زادوں کے نام سے مشہور ہے۔

## بہاری عباسی

قاضی بہاری۔ ابن قاضی شیخ (کلان) ابن قاضی فضل اللہ۔ ابن قاضی عنایت اللہ۔  
ابن شیخ فخر الدین۔ ابن شیخ ابوالکلات۔ ابن مخدوم شیخ طاہر۔ ابن مخدوم شیخ علی الدین  
عرف علی۔ ابن مخدوم شیخ منہاج الدین۔ ابن شیخ مظفر۔ ابن شیخ علی ثالث۔ ابن شیخ  
حسین۔ ابن شیخ تاج الدین۔ ابن مخدوم شیخ محمد۔ ابن شیخ ضیاء الدین۔ ابن شیخ علی الدین  
ابن شیخ کمال الدین۔ ابن شیخ مسعود۔ ابن شیخ محمود۔ ابن شیخ صدر۔ ابن شیخ حامد۔ ابن  
قاضی علی عرف خود اعلیٰ۔ ابن احمد۔ ابن قاضی بکھی۔ ابن قاضی علی۔ ابن قاضی احمد۔ ابن  
قاسم۔ ابن عبد الملک۔ ابن قاضی محمد (حاکم قلعہ ٹٹہ) ابن ابراہیم۔ ابن موقوف۔ ابن ابراہیم  
ابن اسماعیل۔ ابن محمد۔ ابن علی۔ ابن عبد اللہ۔ ابن حضرت عباس عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

انکے نام میں اختلاف ہے فنی فیض بخش کا کوری اپنے نسب نامہ سو سو بہرہ چشمہ  
فیض میں انکو بجائے ”بہاری“ کے پہاڑ ہے براہ ہندی لکھتے ہیں۔ اور قاضی عابد علی خان  
اپنے رسالہ صبح وطن میں قاضی سپایے لکھتے ہیں۔ قاضی خادم حسن علوی کا کوری  
تاریخ قصبہ کاکوری میں انکا نام قاضی بہاری اس دلیل سے لکھتے ہیں کہ سلطان  
سکندر لودی کا فرمان عہد قضا انکے نام کا مجلہ حیت بندوبست ضلع لکھنؤ میں موجود ہے  
جس کا سن تحریر ۹۰۷ھ ہے۔ یہ بہت لائق وقابل شخص تھے۔ اپنے بھائیوں میں سب سے  
چھوٹے۔ مگر علم و فضل میں سب سے زائد تھے۔ چنانچہ عہدہ قضا بھی انھیں کو ملا اور  
انکی اولاد بھی بہت زری و جاہت ہوئی۔

انکے بیٹے قاضی شیخ کو چاک کو علاوہ خدمت قضا کے عہدہ تولیت قصبہ کاکوری  
بھی رند بادشاہی حاصل تھا جو اپنے جد کے ہنام ہونیکے قاضی شیخ کو چاک کے نام سے مشہور ہوا

قاضی خادم حسن علوی اپنی تاریخ میں عباسیوں کی آمد اور عہدہ قضا کا آغاز قاضی بہاری کے وقت لکھتے ہیں نیشی فیض بخش صاحب کے نسب نامہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے اجداد میں شیخ ابوالبرکات دیار عرب سے غزنین آئے۔ جنکے دو بیٹے ہوئے۔ منہاج الدین و فخر الدین۔

منہاج الدین کی اولاد غزنین سے آکر سید پور بہتری ضلع غازی پور میں آباد ہوئی شیخ فخر الدین نے غزنین سے آکر قنوج میں قیام کیا۔ جنکے ایک بیٹے قاضی عثمانیہ ہوئے۔ جب کاکوری خوب آباد ہو گئی۔ کوئی قاضی بیان نہ تھا تو قاضی عثمانیہ اللہ نے عہدہ قضا بادشاہ وقت سے حاصل کیا۔ اور یہیں سکونت پذیر ہوئے۔ واللہ اعلم موجودہ حضرات قاضی زادگان انھیں کی اولاد سے ہیں۔

## بہرام علی

حضرت شاہ بہرام علی قلندر ابن شیخ حمید اللہ۔ ابن شیخ محمد نواز۔ ابن حافظ خلیل الرحمن شہید علوی مخدوم زادہ۔ ان کو بیعت و اجازت و خلافت حضرت شاہ مجاہد کاظم قلندر قدس سرہ سے بھی پندرہ سال کی عمر سے یہ انکی خدمت میں رہے۔ اور حضرت سلطان شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ کے ساتھ جملہ امور فقر و غیرہ کی تعلیم و تربیت پائی۔ اور پیر و مرشد کے حکم سے اکثر اعیانہ و اسماء اللہ کی زکوٰۃ مع شراط و غیرہ کے دی۔ معمول تھا کہ جب حضرت شاہ مجاہد کاظم قلندر چلہ کرتے۔ تو ان کو بھی اعتکاف کا حکم دیتے۔ تیکہ شریفیہ پر انکے لئے علیحدہ حجرہ مقرر تھا وہیں قیام کرتے۔ ازکار و افکار و غیرہ کی تکمیل کے بعد خود انھوں نے ان کو اپنا مجاز و خلیفہ کیا تھا۔ مگر الیاس خرقہ کی نوبت نہیں آئی تھی۔ لہذا انکی وفات کے بعد حضرت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ نے اسکی تکمیل کی۔ اور لباس فقر عطا فرمایا جسکے متعلق وہ خود اپنی کتاب اصول المقصود میں تحریر فرماتے ہیں۔

”بعد از چار سال وفات حضرت صاحب سلیمہ بر دعرس تاریخ ہستم ربیع الآخر ایشان را  
 فقر از دست این فقیر پوشیدند و با وجود مجاز بودن ایشان از طرف حضرت و الدم قدس سر خود  
 نیز در سہفت سلاسل ایشان را مجاز گردانیدم۔ و مثال ہر سہفت سلسلہ نوشتہ دادم بلکہ شہد علی فلک  
 اذان وقت تا ایندم بیاد حق و پاک مردان خداوان شاد و سرگرم تلقین داشتہ اند  
 ابتدا میں انھوں نے موضع دھورہ میں جو اٹھنی ضلع لکھنؤ کے قریب ہوا دریا کی تہی  
 ایک تکیہ بنایا تھا۔ اور وہیں اقامت اختیار کی تھی۔ وہاں کچھ دنوں قیام رہا۔ مگر پھر کاکوری  
 چلے آئے اور یہیں رہے۔ ان سے اجازت و خلافت ان کے صاحبزادے حضرت شاہ نظام علی  
 قلندر کو تھی۔ زائد حال انکا بعضین خلفائے حضرت شاہ محمد کاظم قلندر قدس سرہ حول المقصود  
 و نجات الغریبہ میں موجود ہے۔

وفات انکی تاریخ ۱۵ ماہ ربیع الاول ۱۲۵۶ھ ہوئی۔ مرزا بیرون روضہ حضرت شاہ  
 تراب علی قلندر واقع ہے قطعہ تاریخ وفات از مولوی شریف الدین مرحوم کاکوری سے  
 چون شہ بہرام علی صاحب فتنہ پنجاب پارہ پارہ شد دل خورد و کلان اندر غمش  
 پانزدہ ماہ ربیع الاول آن تاریخ بود کاندہران شد ناگمان صحیفہ غم پرش  
 در تلاش سال رحلت ہائے آواز داد بود ہجری یک ہزار و دویست و پنجاہ و شش  
 ۱۲۵۶ھ

## بھیکا۔ پہلوان

حضرت شاہ بھیکا پہلوان۔ یہ فقراے مجازیب صاحب کشف و کرامات سے تھے۔  
 کہیں باہر سے آکر تیانہی پر درجو طبع آباد سے دوڑائی کو س جانب شرق کاکوری سے  
 متصل ہے، بیٹھے۔ کمالات کا بہت شہرہ ہوا۔ بہت سے لوگ متفقہ ہوئے۔ ایسا کہ اس  
 قبضہ کا صاحب ولایت سمجھنے لگے۔ اور درحقیقت ان کے تصرفات بھی ایسے ہی تھے کہ اگر بغیر

انکے حکم کے کوئی شخص دخت کی شاخ کاٹنا۔ تو اُسکے لئے باعث خرابی عظیم ہوتا۔ بحرِ خوار  
 میں ہے کہ ایک عورت انکی معتقدانکے لئے روزانہ کھانا لاتی۔ جسوقت ندی کا پانی طغیانی  
 پر ہوتا تو وہ اپنے آنے کی اطلاع کرتی۔ یہ حکم دیدیتے کہ آنکھ بند کر کے چلی آ۔ موافق  
 حکم جب وہ چلتی تو ایسا معلوم ہوتا کہ پانی پر خشک زمین کی طرح چل رہی ہے اسی طرح جاتی  
 اور لوٹ آتی۔ شیخ غلام احمد دہریا مخدوم زادہ کو دعادی تھی کہ جس سے اُن میں شجاعت و  
 قوت ایسی آگئی تھی کہ کسی چیز سے اُنکو خوف ہی نہیں معلوم ہوتا تھا اور انکی جسمانی قوت  
 مافوق فطرت انسانی ہوگئی تھی۔ جیسا کہ انکے حال سے واضح ہوگا۔ زائد حالات انکے  
 نہ معلوم ہو سکے یہاں یہ پہلوان کے نام سے مشہور ہیں۔ انکا عرس بھی ۱۹ ماہِ ربیع الآخر  
 کو ہوتا ہے۔ مزار بیتا ندی کے کنارے ٹیلہ پر ہے چھوٹی سی خانقاہ بھی بنی ہوئی ہے۔





## ت تاج الدین

خان بہادر شیخ محمد تاج الدین۔ ابن شیخ وحید الدین۔ ابن شیخ غلام نجف۔ ابن شیخ  
احسان اللہ۔ ابن شیخ رحمہ اللہ۔ ابن شیخ محمد افضل۔ ابن شیخ محمد تقی۔ ابن شیخ فخر علی۔ ابن شیخ  
محب علی۔ ابن قاضی علی۔ ابن قاضی راجا۔ ابن قاضی عبدالصمد۔ ابن صدر القضاۃ قاضی الفتح  
عرف قاضی کمال۔ ابن قاضی عبداللہ الدائم۔ ابن قاضی محمود۔ ابن علامہ عبدالکافی۔ ابن  
قاضی محمد یوسف۔ ابن قاضی شمس الدین۔ ابن قاضی محمد یوسف۔ ابن محمد عاصم۔ ابن  
امیر خالد۔ ابن داؤد عثمان۔ ابن رکن الدین عبدالرحمن۔ ابن علاء الدین عبداللہ۔ ابن  
علیم الدین عبدالغفر۔ ابن حسام الدین عبداللہ۔ ابن امام الدین عمر۔ ابن امیر المومنین  
عثمان ابن عفان اموی قرطبی رضی اللہ عنہ۔

انکا آبائی وطن بلگرام تھا۔ اسکے جد شیخ غلام نجف کی شادی کا کوری میں ہوئی تھی۔  
اسکے بعد سے مستقل قیام یہاں ہوا شیخ غلام نجف کی اولاد کا کوری کے جانے لگی۔  
ولادت انکی سترہ مہین ہوئی۔ ابتدائی فارسی کتابیں منشی احمد حسین کا کوری سے  
پڑھیں۔ پھر فارسی و انگریزی کی تعلیم اپنے مامون نواب اکرام اللہ خان کے ساتھ ہر دو مین  
رہ کر پائی۔ بہت ذہین اور طباع تھے۔ ملازمت انگریزی مین منصفی سے سب حجی اور ججی خفیفہ  
تک ترقی پائی۔ اور اسی عہدہ سے اٹھائیس سال کی ملازمت کے بعد انتہائی نیکنامی و  
مقبولیت عامہ کے ساتھ نشن باب ہوئے۔ خان بہادر خطاب پایا۔ علم تواضع۔ انکسار نفس  
حق خلق۔ صدق معاملت۔ تدبیر۔ غیرت۔ عفت۔ فراست۔ عدل و انصاف۔ حفظ مراتب  
سجادت۔ کتب پروردی۔ رحمدلی۔ خدا رسی۔ حق شناسی۔ حق پرستی۔ عقیدت۔ خلوص۔  
نیاز۔ ایثار مین بحیثیت مجموعی بے مثل تھے۔ اور اسکے ساتھ زندہ دل۔ خندہ پیشانی۔

لطیفہ گو۔ بذلہ سنج علم مجلس سے خوب واقف تھے۔ اور اپنے صفات اخلاق سے ہر شخص کے دل میں گھر کر لیتے تھے۔ خود اگر کچھ کیسی ہی پریشانی میں ہوں۔ لیکن پاس بیٹھنے والے کا غم غلط کر دیتے۔ اور اپنے احباب و منتسبین و متوسلین کیلئے ایک نعمت عظمیٰ تھے۔ علمی قابلیت بہت اچھی تھی۔ کلام فارسی اہل زبان کا ایسا پر معانی و پر مغز ہوتا تھا الفاظ کی تربیت میں خاص تہنیتی ہوتی تھی۔ اردو کلام بھی اپنے رنگ میں ایک خاص شان رکھتا اور بہت با اثر ہوتا تھا۔ جذب تخلص تھا۔ شاعری میں لذت نشی محمد رضا صبر کا کوروی سے تھا۔ جو شیخ عبدالرؤف شعور کے شاگرد تھے۔ اور وہ مصحفی کے تلامذہ میں تھے۔ دیوان فارسی وارد و موسوم بہ جذبات جذب چھپکر شائع ہو گیا ہے۔ چند اشعار بطور نمونہ درج ذیل ہیں۔

فارسی

خرامش بہر گام جان می برد	چہ دوستی کہ عمر روان می برد
کرادل کجا صبر کان چشم ناز	ہم این می رہا بد ہم آن می برد
خدا یادے کش نیز زد و د کون	برہن کافرے را لگان می برد
ز جاوہر جانے بود ز کش	پہانے ز جان و جہان می برد
چہ سودا است اند سر خدب کش	بکوسے منان سو کشان می برد

کلام اردو

عین تماشا جہان شوق مگر چاہئے	جلوہ بکثرت یہاں ایک نظر چاہئے
دل ہی کہ سہا سہ ایک گڑی ہو کن	اسکے لئے اتہام آٹھ ہر چاہئے
حسن کی سرکار میں نوبت درخو کے	بندہ ہیں ہم دید کے را گنڈ چاہئے
بخت نقیر وں کا کیا رخت کہاں پائیے	مائیے دیوانگی زاد سفر چاہئے
جذب جگر خون ہوا دیدہ سرشک کشتا	اور محبت میں کیا لعل و گھر چاہئے

عروج ظاہری کیساتھ اللہ تعالیٰ نے وصول مراتب باطنی بھی سرفراز فرمایا تھا نصرت

مولانا شاہ تقی علی قلندر قدس سرہ سے سلسلہ قادریہ رضویہ میں بیعت تھی اور حضرت مولانا  
حافظ شاہ علی انور قلندر قدس سرہ سے استرشاد تھا۔ صوفی صاحب وجد و حال و تجلیات  
و اسرار تھے۔ اپنے احوال و مقامات کے کتمان کا خاص شوق تھا۔ اسی وجہ سے حقائق و معارف  
بہت کم بیان کرتے تھے۔ تقریر میں شیر محاسن اخلاق پر زور دیتے تھے۔ اور ہر حالت بخودی  
اس کا اظہار بھی خفیہ الامکان ہونے دیتے تھے۔ کہ یہ باطنی معاملات سے بھی واقفیت  
رکھتے ہیں۔ غرض امیرانہ لباس میں فقیرانہ اوصاف کا ایک عمدہ نمونہ تھے۔ ان کے حالات  
زندگی کسی قدر تفصیل سے عیون المعارف و مقدمہ جذبات جذبات میں موجود ہیں۔ انھوں نے  
بتاریخ ۲۵ ماہ رجب ۱۳۳۳ھ وقت ۱۲ بجے شب ۶ نومبر ۱۹۱۵ء وفات پائی۔ اور ۲۶ رجب  
کو بعد عصر درگاہ حضرت والد ماجد مولانا شاہ علی انور قلندر قدس سرہ میں اپنے بھائی منشی  
محمد و ہاج الدین مغفور کے پہلو میں جانب شرق دفن ہوئے۔ تلمذہ تاریخ وفات از مولوی  
محمد عاصم قیس کا کوروی ہے۔

آن فانی ذات حق تاج اسحق والدینی	کہ نام و نیکین اوزیب سرودین بادا
خوش بودہ امیر دل خوش بودہ فقیر دل	بر عرش سریر دل سجادہ نشین بادا
از بزم خراباتی سے خورد و گدشت آخر	بالشکہ دستور مہرست مہین بادا
دربزم وصال او در پیش حال او	اسے قیس بسال او طبع تو قرین بادا
از بند ہمہ خویشی رست بہر احدی دوست	تبریز خراسان شد تا باد چنیں بادا

۱۳۳۳ھ

ان کے بیٹے منشی معراج الدین المخاطب بہ نواب حسین نواز جنگ بہادر۔ فی الحال ضلع  
گلبرگ ملک و کنین اول تعلقہ دار ہیں۔ شاعر بھی بہت اچھے ہیں خسرو تخلص ہے اور  
حافظ جلیل حسن جلیل سے تلمذ۔ ابقاۃ اللہ

## تاج الدین حسین خان

خان بہادر نشتی تاج الدین حسین ابن نشتی علی حسین۔ ابن حافظ غلام مجتبیٰ۔ ابن حافظ عزیز اللہ علوی مخدوم زلّوہ۔ انکی ولادت ماہ شوال ۱۲۲۶ھ میں ہوئی۔ یہ اولاً مالک مستسط میں بعدہ منصفی مامور رہے۔ پھر اسی ملک میں اور ملک برار میں اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر رہے۔ اور اپنی لیاقت اور حسن کارگزاری سے خان بہادری کا خطاب پایا۔ پھر کالج میں خدمات ہنگامہ گذر ۱۲۵۵ھ سند عطاء خطاب گورنر جنرل بہادر سے ماہ جنوری ۱۲۵۶ھ میں پائی۔ اور اپنی قابلیت اور عالی دماغی کا سکہ بٹھا کر خواص و عوام میں مقبولیت حاصل کی۔ حضرت غوث ملت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ سے انکو بیعت تھی۔ اور علوم عربیہ کی تحصیل بھی انہیں سے کی تھی۔ قبل حصول نشین ۵۳ سال کی عمر میں بعارضہ تپ دق ۱۲ ماہ ذی الحجہ یوم دوشنبہ ۱۲۹۵ھ بمقام کنڈیلی زرنسنگ پور وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔

## تراب علی

حضرت غوث ملت مولانا شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ خلف اکبر و خلیفہ ارشد و جانشین حضرت عارف باللہ مولانا شاہ محمد کاظم قلندر قدس سرہ۔ آپ کی ولادت ۱۱۸۵ھ میں ہوئی۔ بدو شعور سے تحصیل علم و فضل میں مشغول۔ اور صلاح و تقویٰ سے آراستہ و پیرستہ رہے۔ بچپن سے بسبب حسن ادب و خوبی استعداد اپنے والد کے مقبول و محبوب تھے۔ کتب فارسی و عربی ابتدائی طاقت اللہ بگرامی۔ و مولوی معین الدین بنگالی سے پڑھیں اور تفسیر ملا حمید الدین کاکوروی۔ و مولوی فضل اللہ ساکن نیوتنی۔ و قاضی القضاۃ مولوی نجم الدین علیخان بہادر سے مع چند رسائل عروض تمام کہیں۔

زمانہ تحصیل علوم دینیہ سے علوم صوفیہ اور حقائق و معارف کی طرف خاص طور سے میلان خاطر تھا۔ اور چونکہ اپنے حضرت والد ماجد قدس سرہ کی صحبت بابرکت حاصل تھی لہذا اور شوق و شغف بڑھتا گیا۔ تیس سال کامل اپنے انہیں کی خدمت میں رہ کر مقامات سلوک پر عبور حاصل کیا، اور ریاضیات اور مجاہدات موافق معمول ارباب طریقت کئے۔ اور خلوت اور جلالت اور زکوۃ اور عیہ و اسما و اللہ ادا کیں۔ اور کوئی دقیقہ انکی مشابہت میں فرو گذاشت نہیں کیا۔

بعثت آپ کو سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت سیدنا شاہ مسعود علی قلندر خلف و خلیفہ و جانشین حضرت شاہ باسط علی قلندر الہ آبادی سے تھی۔ اور اجازت و خلافت کبرئے بمعہ الباس اپنے پیروم و شذیز والد ماجد دوزن سے حاصل تھی۔ اسکے سوا اجازت و خلافت سلاسل سبب حضرت شاہ خدائش قلندر خلف امیر حضرت سیدنا شاہ باسط علی قلندر الہ آبادی اور حضرت شاہ عبداللہ قلندر برادر زادہ حضرت شاہ عبدالرحمن قلندر ثانی خلف و خلیفہ حضرت شاہ الہدیہ احمد قلندر قلندر لاہوری سے بھی تھی۔ اور حضرت خواجہ حسن مودودی جی لکھنوی سے اجازت و خلافت سلسلہ عالیہ قادریہ و حقیقیہ نظامیہ حاصل تھی۔ بیچین سال اپنے والد کے سجاد نشین رہے۔ اور فرائض سجاد نشینی نہایت خیر و خوبی و عمدگی سے انجام دئے اور ایک عالم کو اپنے فیوض و برکات سے مالا مال کیا۔

تصانیف آپ کے بہت بہتر اور نفیس فرمائے جو طبع ہو کر بہت مقبول ہوئے۔ درج ذیل ہیں۔

۱، (اصول المقصود و مہذب) ۲، (مجمع القوائد غیر مطبوع) ۳، (فتح الکونین مطبوع) ۴، (مقالات صوفیہ مطبوع) ۵، (مطالع البشیر مطبوع) ۶، (شرایط السایط مطبوع) ۷، (مجاہدات الاولیاء غیر مطبوع) ۸، (اسناد الشیخ غیر مطبوع) ۹، (تعلیم الاسما غیر مطبوع) ۱۰، (كشف الستور) فی حال نظام الدین القاری مطبوع۔

قسام ازل نے آپ کو شروین کا بھی شوق دیا تھا۔ ابتدا میں شہید تخلص فرماتے تھے پھر تراب کر دیا تھا۔ کلام نظم فارسی و اردو ہندی تینوں زبانوں میں موجود ہے۔ کلیات اردو میں دیوان اور مثنوی عاشق و معشوق و شجرات مظلوم اور ٹھکر لین ہیں۔ اور کلیات فارسی میں دیوان اور مثنوی اصل المعارف اور ترجیع بند اور مجلس کریا اور توارخ ہیں۔ دونوں کلیات طبع ہو کر بہت مقبول ہوئے۔

تذکرہ روز روشن جلد چہارم شمع انجمن میں ہے۔

تراب۔ شاہ تراب علی علی خٹک الصدق شاہ مہر کاظم از مشائخ کبار قصیدہ کا کوری بود در عارفان خدا آگاہ معدود زبان فارسی و اردو کالی آباد اشعار موزون می نمود۔ بہت سال کا پیش است کہ بر حجت یزدی پوشت

چند اشعار اردو فارسی تفریح طبع ناظرین کیلئے درج ذیل ہیں

### فارسی

بزدل و درویش ہمہ آب است بسینہ	بزرگ و در شکل جباب است بسینہ
بل جہ جہان عالم خواب است بسینہ	چون خواب خیال است غم و شادی عالم
چون نے تھی از خوش تر آب است بسینہ	در پردہ او شخص و گر نغمہ سرا بست
یست کار از سر مرا محو سر کار تو ام	گر بر سر تیغ زنی کے ستر شمع از کار عشق
ایسے جہان آب است تو تو گفتا تو ام	از لب جان بخش خود بہر خد حرقی گو
من چو قمری طوق در گردن گرفتہ تو ام	گر تر است از قید عالم چو پرواز آواز است
بچو دی در خود نہائی یا فتم	تا چہ آسینہ صفائی یا فتم
صد لازم ہے نوائی یا فتم	ہیچو نے خاموشیم گو یا کند
پیش پا ران خوشنمائی یا فتم	ہر نمودن ہر کمال غیر را
صد بلا در پار سائی یا فتم	ہندی دستی نہ بگذارم تراب

نه غم خوارم نه غم دارم - نه دل دارم نه دلدارم  
 نه مجبورم نه مختارم نه منصورم نه عطارم  
 نه باکس الفت دارم نه برکس شفقت دارم  
 نه در شهرم نه ویرانه نه در مسجد نه بتخانه  
 نه شیر نه نم نه فرا دم نه قمری ام نه شمشاد  
 نه مجنونم نه دیوانه نه نادانم نه فرزانه  
 نه باشم بیل و نه گل نه ریخا نیم نه بیل  
 نه بے صبرم نه نسکینم نه در تلپین و نکینم  
 ترا ب از خود همه محوم نه در سکر و نه در صوم  
 آپ کی چار بار عیان ایک بیاض قدیم بین پانی گئین جو کلیات فارسی مطبوعه بین  
 داخل نہیں لہذا وہ بھی درج ذیل ہیں۔

گویند کہ قلب عرش اعلیٰ باشد  
 اسی طالب حق نظر بوی دل کن  
 دین خانہ خاص حق تعالیٰ باشد  
 کن طرف دے کہ حق در انجا باشد

دیگر

ہر خطہ بہ فعل بد خجل باید بود  
 ماخوذ شوند اہل دل از خطرات  
 ہر دم ز گناہ منتقل باید بود  
 گراہل ولی بحفظ دل باید بود

دیگر

از وجد و سماع چشتیان اند حریق  
 در بحر فنا و بنجود و تو حید  
 از سر لطیفہ نقشبند فریق  
 باشند قلندران برست غریق

دیگر

نزد علما کہ سر بسر زندیقہ  
 پیش جہلا نہ کمتر از صدیقہ

من ہیچ نیٹم دہر سچہ نیم تراب کس راہ بدان نہر داز تحقیق  
کلام اردو

نشان اُسکا کسی سے کب بیان ہو  
منزلہ وہ تو ہے کون و مکان سے  
کوئی جاگہ نہیں ہو اُس سے خالی  
سوا اُسکے نہیں کوئی جہان میں  
ٹھکانا اُسکامین کیونکر تباؤن  
تراب استاد سے معلوم کر لو  
جب دل منصور پر حق چھا گیا  
یار و تم کہتے ہو جب کو عرش پر  
کون دیکھے اُسکو غیر از اہل بل  
حیف ستر حق نہ پوچھا ایک نے  
دم بخود ہو رہے کچھ کہئے نہ اب  
مرشد برحق کے صدقہ جاسیے  
کمدے طالب کے سب حق ہو تراب  
دلیل کاروان بانگ جرس ہو  
بُت ظالم نہیں سنتا کسی کی  
گلستان عیش باغ بیلان ہو  
رکھو تیار تو شہ آہستہ کا  
عجبت ہے آرزو دنیا و دین کی  
آپ کے خلفا بھی بہت ہوئے۔ اُن سب کے اسماء مبارک یہ ہیں۔

وہی پائے نشان جو بے نشان ہو  
مکان اسکا کمان جو لامکان ہو  
زمین ہو عرش ہو یا آسمان ہو  
تلاش اسکی کرو یا روجہان ہو  
خدا جانے وہ ہر جانی کمان ہو  
طریق معرفت گر قدر دان ہو  
لب پہ اقرار انا الحق آ گیا  
میں تو اپنے دل میں سکو پا گیا  
آفتابِ نہر سے کب دیکھا گیا  
پاس اپنے اک جہان آیا گیا  
حق جو کوئی بولا سو جھٹ مارا گیا  
راہ حق کی جو ہمیں دکھلا گیا  
کلمہ اسحق وہ یہی فرما گیا  
گواہ دردِ دل اک نالہ بس ہو  
غریبوں کا خدا فریاد رس ہو  
ہمیں تو یار بن کنجِ تقصس ہو  
سفر در پیش دان کا نفس ہو  
تراب اللہ بس باقی ہوس ہو



(۱) حضرت شاہ میر محمد قلندر کا گوروی عظم اکرم آنحضرت (۲) حضرت مولانا شاہ حمایت علی  
 قلندر برادر اوسط آنحضرت (۳) حضرت شاہ بہرام علی قلندر کا گوروی (۴) حضرت شاہ انشا اللہ  
 قلندر کا گوروی (۵) حضرت شاہ شیر علی قلندر لکھنوی (۶) حضرت شاہ حیدر علی قلندر خلف اکبر و  
 صاحب خلافت کبیر و جانشین آنحضرت (۷) حضرت شاہ تقی علی قلندر خلف اصغر آنحضرت  
 (۸) مولوی شاہ رضا علی برادر زادہ آنحضرت (۹) مولوی شاہ باسط علی برادر زادہ آنحضرت (۱۰)  
 شاہ نظام علی قلندر ہمشیر زادہ آنحضرت (۱۱) حضرت مولانا حافظ شاہ علی اور قلندر خلف  
 نبیو آنحضرت (۱۲) مولوی شاہ علی تقی یا ور خان کا گوروی (۱۳) مولوی حافظ شاہ وحید الدین  
 کا گوروی (۱۴) شاہ غلام مرتضیٰ قلندر ساکن باندہ (۱۵) مولوی شاہ کریم بخش مجلی شہری جونیوی  
 (۱۶) مولوی شاہ الطہر علی سندیلی (۱۷) مولوی شاہ جمیل الدین عسکر کو میان سندیلی (۱۸)  
 سید شاہ خادم حسین آدم پوری بہرائچی (۱۹) مولوی شاہ سلا بخش محدث کرسوی تلمیذ رشید حضرت  
 شاہ عبدالغنی محدث دہلوی (۲۰) شاہ قدرت اللہ کرسوی (۲۱) شاہ اسد علی لکھنوی (۲۲)  
 مولوی ہادی علی خوشنویس مفتی قلم لکھنوی (۲۳) شاہ محمد امین بریلوی (۲۴) شاہ جلال الدین  
 حسین لکھنوی (۲۵) شاہ امداد قلندر لکھنوی۔ وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم۔  
 غرض کہ ذات والا صفات جامع جمیع کمالات و حاوی اصناف فضائل و کرامات تھی چنانچہ  
 مولوی رحمان علی مہر کوٹشل ریاست ریوان اپنی کتاب تذکرہ علمائے ہند میں لکھتے ہیں۔  
 "شاہ تراب علی ابن شاہ محمد کاظم قلندر رازدانشندان صوفیہ بود در علم صوت و تدکات کمال  
 داشت و بر اسعدن تہذیب خلاقیتی توان گفت و مطالب رشیدی۔ و اصول المقصود۔ و  
 دیوان اشعار و غیرہ از تصانیف شریفہ مشہور اند۔ اوراد و فرزار جنید یعنی مولوی شاہ حیدر علی  
 دہلوی شاہ تقی علی بودند کہ ہر دو کمال ظاہر و باطن داشتند۔"  
 آپ کے مفصل حالات و وضع الازہر و جو حسن الکوثر و نفحات الغریبہ میں موجود ہیں  
 ناظرین مطالعہ کر سکتے ہیں۔ آپ کے شب کیشیہ پانچویں ماہ جمادی الاول ۱۲۴۵ھ میں

بہر ۹ سال وفات فرمائی۔ بعد وفات قاضی احمد علی خان وکیل کاکوروی نے نہایت عاشقانہ  
روضہ بنوایا۔ جو نظر افروز ترین ہے۔ عرس آپ کا ۲۲ ماہ ربیع الآخر کو بہت دھوم دھام سے  
ہوتا اور تاریخ وفات پر بھی فاطمہ ہوتا ہے قطعہ تاریخ وفات از مولوی محی الدین خان  
ذوق کاکوروی سے

چند بار وحسرت آپ از دیدہ ریزان ما	آہ عم کے شد کہ سیل اشک این امان ما
کرده و اینک بد لہا باز راہ کفر غم	رخنہ کین جو سپہر افگند در ایمان ما
دل خوش آن عہدیکہ ساز و برگ جز عیش نبود	شد مبدل با غم آہی چنگی سامان ما
از دل نومیدہ یارب دوا سے خرن ذوق	صبر اوبا شد علاج در دبیر مان ما
۱۲۶۶ھ	۱۲۶۶ھ

## تفضل حسن خان

نواب تفضل حسن خان المتخلص بہ شیدا۔ ابن ششی علی حسن خان۔ ابن ششی معشوق علی۔ ابن ششی طفیل علی  
علوی۔ ولادت انکی ۸ ماہ شعبان المعظم روز پنجشنبہ ۱۲۵۵ھ میں ہوئی۔ یہ بھی نہایت قابل  
وجہ صورت پاکیزہ سیرت شاعر مکمل پرور۔ ماہر سخن گستر تھے۔ شتیداً تخلص کرتے تھے۔ اشعار  
کہتے تھے۔ ذہانت و طباعی مورو تھی۔ نظم کلام بوجہ دستبروز مانہ ضایع ہو گیا۔ قطعات تاریخ  
البتہ موجود ہیں جو جا بجا درج ہیں۔ شری بھی بہت نفیس لکھتے تھے۔ ایک کتاب موسوم  
بہائیس عشاق غیر مطبوعہ شریفین موجود ہے۔ جس میں انھوں نے بہت سے جواہر آیدار جمع  
کئے ہیں۔ جن سے انکے اعلیٰ درجہ کے نثار ہونیکا پتہ چلتا ہے مختلف عنوان پر شریفین لکھیں۔  
اور خود ہی اسکا جواب بھی لکھا مثلاً (عاشقی بہ نظر سے

دیدم ترا و رفت ز دست اختیار دل آہے ز دست دیدہ خراب است کا دل  
بجلوہ ظہور حضور قسم۔ وہ بیگانگی محبت سو گند کہ نا دیدہ حالت آشنا شدہ۔ دل از من بیگانی گریز

و تامل بہ ہر ت آرمیدہ دیدہ و بال جان گردیدہ سے

گا ہے ز دل بود گلہ گا ہے ز دیدہ ام من ہر چہ دیدہ ام ز دل و دیدہ دیدہ ام  
روزے کہ از گلشن جنت قانع بہ بوسے بودم۔ رنگ آمیزی بہا عشق محبت می نمودم۔ اکنون  
کہ دیدہ دل را بہ تماشا سے ہمارہ حالت آب و رنگ تازہ بخشیدم۔ قسم بجانت کہ از دست دل و  
دیدہ چا دیدہ ام سے

بجنت کہ مرا غائبانہ بود بتو کنون کہ رشے تو دیدم ہزار چندان شد

منکہ در اول نظر خود را در باختہ بودم۔ دیدہ و دل را وقت نظر ساختہ آن طاقت کم کجا کہ باین دل و  
دیدہ آرزو سے دید و او دید می نمایم۔ و این عقدہ مشکل از کار دیدہ و دل بر کشایم۔ لیکن دل کہ  
کیفیت بخودی از یک نگاہت در یافتہ باین طاقت نظارہ در پے ہوس این عمر دوبارہ نشافتہ  
بزران حال باین مقال تر نہ است سے

چہ جنت اینکہ از یک دیدش دیوانہ گردیم بیاتما بار دیگر بسینم و دیوانہ تر گردیم  
آرے دیدہ کہ بکام دل بحالت پیوست۔ جز جلوہ حسن تو چہ می بیند۔ و دے کہ بملر دیدہ باشد با تو  
نشست بسیار روزمانشیتہ دیدہ و دل در عرصہ حیرت دیدار اسیر طلعت ہم اند۔ طاقت نظارہ و  
انتقام کل نصیب دل و دیدہ حیران من باد بہ بخون و فراد و جواب معشوق سے

حسن را در نظر عشق صفائے درست ساز لا زید و غمہ نواسے دگر است

آرے جلوہ آئینہ حسن تماشا گا حیرانی است۔ و حلقہ دام نگاہ نچیر بند صید ناتوانی۔ آشنای  
بیگانہ داشتن۔ و تخم ہوس در مزرعہ دل کاشتن۔ و عالم گرفتاری امرے است خطراری۔ و  
دست و پا زدن این صید ناتوان از دوسے بے اختیاری قوت مشاہدہ نامرہون دل بمطاعت  
نمودہ نمہ سر سے ترانہ اشوق دیدار می توان شد۔ تا از صاعقہ بارقہ جلوہ ظهور حضور دل را بجائے  
خوشنقین توان نگہ داشت۔ نازک دلہائے حسن را نصحت استغنائے نیت۔ و عاشق بیچارہ غرق  
گرداب بر خیل جہ ہر شرمہ التفات جانان متعلج سے

می بردہ کس نصیب خوشیست  
ہر کسے را اپنے قیمت کردہ اند  
تو کہ در اول نظر با چشم تحریر ساختہ کرد و در دواختہ دل و جان باختہ و غافل از آثار نتائج جذب انقلاب  
مباش و بے خبر از اسرار نہان شو کہ در صورت تکمیل مراتب محبت و داد و دل طالب مطلوب ہم میرسد  
ہمین یک نشہ بہرہ و جاذبہور میکند برین تقدیر اسباب بخوردی از ہر دو سو آمادہ شدہ زیادہ السلام  
انکا انتقال تباریخ ۲۰ ماہ ذی الحجہ ۱۳۳۷ ہجری خاندانی قبرستان تکیہ بنو ایشاہ مین دفن ہوئے

## تقی حیدر

انخی و مشہری مولوی شاہ تقی حیدر مدظلہ۔ خلف اوسط حضرت مولانا شاہ حاتق علی انور قلند  
قدس سرہ۔ یہ تباریخ ۲۶ ماہ شوال المکرم روز پنجشنبہ ۱۳۳۷ ہجری پیدا ہوئے۔ تباریخی نام نظام الدین حیدر  
غلام تقی۔ اور شریف حیدر بھی اسکے نام ہیں۔ بدو شعور سے آثار ذکاوت و ذہانت۔ وجودت  
و صلاحیت ان میں ظاہر و باہر تھے۔ انھوں نے ابتدائی فارسی کتابیں مولوی منصب علی ساکن  
تا لگاؤن متعلقہ خیر آباد ضلع سیٹاپور تلپند حضرت شاہ علی انور قدس سرہ سے پڑھیں۔ پچھتہ فارسی  
کی کتابیں۔ اور عربی کی ابتدائی کتابیں شرح جامی تک اپنے حضرت والد ماجد قدس سرہ سے پڑھیں  
اور فارسی مسودات کی اصلاح بھی لی۔ اُنکے وصال کے بعد جملہ علوم فقہ و حدیث و تفسیر  
تصوف و منطق و کلام و عقائد وغیرہ کی تحصیل حضرت انخی معظم زبدۃ الاتقیاء مولانا شاہ حبیب حیدر  
قلند مدظلہ سے کی۔ اور جملہ علوم بہت غور و فکر و محنت و مباحثہ سے حاصل کئے۔ بارہا ایسا اتفاق  
ہوا کہ جو مسئلہ سمجھ میں نہ آتا تین تین دن تک بحث کرتے جب تک پورے طور پر سمجھ نہ لیتے آگے  
نہ بڑھتے۔ افشاہ رفاہی و شرنوبی عربی و فارسی میں انکو اچھی مہارت ہے۔ اور بہت عمدہ  
و نفیس عبارت فارسی لکھتے ہیں۔ اور ادو مشاغل خاندانی کے ہمت پابند ہیں

۵ ماہ جمادی الاول ۱۳۳۷ یم فاتحہ حضرت شاہ تراب علی قلند قدس سرہ حضرت انخی  
معظم مدظلہ کے دست حق پرست پر سلسلہ عالیہ قادریہ مین بہت کی۔ اور اجازت و خلافت سلسلہ

سے سرفراز ہوئے۔ حضرت والد ماجد مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر قدس سرہ نے بھی اپنے  
وصال سے قبل اجازت و خلافت عطا فرمائی تھی۔

۱۳۳۲ھ میں بعد ختم کتاب فصوص الحکم و تشریف نصیبت یعنی اپنا گیر داو و پیہ حضرت انجی  
مظم مدظلہ نے انکے سر پر باندھا۔ اور ۱۲ مارچ رمضان المبارک سنہ مذکور بعد فراغ تحصیل علوم جازہ  
لکھ کر رحمت فرمایا جو دلچ ذیل ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي خلق ادم و علمه الاسماء. و نفخ فيه من روحه و كرمه  
على سائر الانبياء. و اخرج من ذريته الانبياء. و ارفقهم العلماء و الفقهاء.  
احمد حمدا طيبا من اللسان. و فشكره تسكرا خالصا من الجنان. و الصلوة  
و السلام على من بعثه الله تعالى على كافة الخلق بالشرعية الخفيفة البيضاء  
هو سيد الانبياء و سيد الاولياء محمد المصطفى الذي قال العلماء و رتبة  
الانبياء و على اله الانبياء و اصحابه الاصفياء صلوة كاملة بالغر و الرضا  
في الصباح و اللساء ما دامت الارض و السموات العلواء. اما بعد فان السيد  
السند و العبد الملتزم دوحه خديقه الكرامة و ثمرة شجرة الولاية و روح رجا  
مرشدي و فلذة كبدي و استاذي لشاب الخبيب و العالم الارب للنبير الازهر  
انجي مولوي محمد تقی حیدر سلمہ اللہ عن كل شر و و خطر و انشاء نشاة صالحة  
في الدارين بالخير و الظفر و ادام الله بقاءه و زاد كل يوم في مصاعده الفضل  
ارتقاء. قراء كتب الفارسية و مختصرات الصرف و النحو و المنطق من حضرة  
شيخني و استاذي و من الي في جميع العلوم و الفهوم استنادي مرشدا و  
مرشد العالم المشهود له بالقطبية و الفردية في اطراف العالم المفخر  
بين اقربائه بالكمالات الاشهر مولائي و سیدی و ابی الحافظ شاه

على انور قلندر عطر الله ترابه الاطهر - ثم لما مرض المولى لعمد روح في حضرته  
وفاته امر هذه العبيد المجرور الى تعليمه وتدريسه فعملت الاخر الموصوف  
من القوائد الضيائية المعروفة بشرح الجامعي ما بقى من الكتب الدراسية  
اعني كتب الفقه والاصول والمنطق والمعاني والبيان والمناظرة والعقائد  
والفرائض والكلام والفلسفة والتفسير والحدِيث من الصحاح الستة  
والمسانيد والتصوف والايراد والاحزاب فلما حصل له الفراغ في  
شهر المحرم سنة الف وثلث مائة وثالث وثلثين من الهجرة النبوية  
على صاحبها الف الف سلام وتحية في كل بكرة وعشية طلب منى جازة  
الفراغ وفق طريقي المدرسين لكن قلته باعني وقصود متاعى بمنعني عن  
السلوك على طريقة الكاملين ووالله اعتقد نفسي في استهلال الانجاز  
فكيف بان اجيز ولكن الحال تخفى ويشتهب الصفير بالابرز وحيث ان الود  
جفا والهابب غمز تيجاسرت على هذا الامر الخطير مرجحاً من الله القدير  
ان يوصلني على هذه الوجهة الرفيعة والقدر الكبير - فاقول قد اجزت  
الاخر الموصوف لجميع ما حصل لي رواية وقراءة من كتب المعقول والمنقول  
والفروع والاصول بالشرط المعتبر عند علماء الشرع والاثر كما اجازني  
به الحضر شيخني ومقتدائي ومهدي ومعاذى واستنادى ومن اليه  
في جميع العلوم استنادى مولائي الحافظ شاة على انور جعل الله عتبة العليا  
على جبال الافاضل للكرام وعلماء الزمان بين العظام - وايضا اجزته كما  
اجازني به شيخني واوستادى في علم الحديث والاحزاب مولانا المرحوم  
السيد محمد علي ابن السيد ظاهر الترمي لمدة في الحديث الجيد المتقن  
المدرس في حرم البلدة العظيمة اعني مدينة النبى الاكرم صلى الله تعالى

عليه وسلم كما هو محذور في ثبته العطية عندي. وإيضاً أجرته بما أجازني به  
 في علم الحديث والأحزاب وأستاذي مولانا محمد فريد الدين خان  
 المحدث الكوروي مد ظله كما هو محذور في ثبته العطية عندي وإيضاً  
 أجرته ابن بخير من رآه أهلاً لذلك وأوصيه بما أوصى به نفسي من سلوك  
 على الشريعة النبوية والسيرة العلوية وملازمة الورع والتقوى في السر  
 والنجوى واختيار مشرب العالية القادرية القلندية مع حفظ أورادها و  
 أذكاريها على طريق أساطين هذه المشرب العلية ومطابقة كتب العلماء  
 الراسمين في الدين لاسيما مشائخنا الكاملين وإجراء سلسلة الدرس  
 والتدريس على حسب معمول أكابرنا العالمين وإن يكون عالماً صوفياً زاهياً  
 في الدنيا أديم التوجه إلى الله منصباً بالاحوال العلية دائماً إلى السنة متبعاً  
 لحديث رسول الله الأعظم صلى الله عليه وسلم. وأثارة الصحابة طابا شرحها  
 وبيانها من كلام الفقهاء المحققين الماثلين إلى الحديث عن النظر وصحابة  
 العقائد المأخوذة من السنة الناطرين في الدلائل العقلية تدبراً وأصحباً بالسلوك  
 الجامعين بين العلم والتصوف غير المتشدد في دين على أنفسهم والمحققين  
 زيادة على السنة بالسير إلى الله في عمارة ورزقه ورزق في قوله وجماله ورزقه ما  
 رزقه لشيئونه العظام والبنات الكرام من النعمات الدينية والدنيوية ما لا عين  
 رأت ولا اذن سمعت ولا خطر على قلب بشر واحتفظ عن أعيان الحاسدين  
 الماكرين واجعل ذاته الكريمة الغزيرة انسان العيان بين العلماء والاولياء  
 الراغبين وارجو ان لا ينساني من صالح دعواته في خلواته وجلواته  
 ولا يدعني من تضرعاته ونفحاته نسئل الله لي وله العصمة من عادات  
 أبناء الزمان من الجهل والشر والطغيان والسفلي بصريح الایمان

والعرفان والا یقان انتخیر من اعان ونختم الکلام فی هذا المقام حاملاً  
 للملك الغفر العلام ومصلیاً علی رسولہ ونبیہ مولانا محمد سید الانام  
 وعلیہ واصحابہ ہذا طریق الحق وصفاة معالہ الاسلام ۵۵۵  
 قالہ فیہ وکتبہ بقلہ الصبید الاحقر حبیب حیدر خشرہ  
 اللہ تعالیٰ فی ذمۃ خدامہ مشائخہ واستادہ یوم الفزع الاکبر فی  
 الحادی والعشرین من شہر المبارک الرمضان الذی انزل فیہ القرآن  
 ہدی للناس وبنیات من الہدی والفرقان یوم الاحد سنۃ الف  
 وثلاث مائة واربعم وثلثین من ہجرة سید المرسلین وخاتم النبیین علیہ  
 وعلیہ واصحابہ واصحابہ صلوة کاملۃ عن رب العالمین خالق

السموات والارضین نقط

ایک مشغلہ تصنیف و تالیف ہے جس کی ابتدا ۱۳۲۵ھ سے ہوئی۔ اس عرصہ میں بخون  
 عمدہ عمدہ تالیفات کئے۔ جن میں سے اکثر زیور طبع سے آراستہ ہو کر مقبول ہوئے جب فیل  
 تصانیف اس وقت تک ہو چکے ہیں (۱) ترجمہ اردو انسان کامل ہر دو جلد غیر مطبوع -  
 (۲) ترجمہ اردو الکہف والرقیم فی شرح بسم اللہ الرحمن الرحیم (۳) مناظر المشہود فی مراتب الوجود  
 (۴) ہدیۃ الشرف فی ترجمہ من عرف (۵) کتاب نفحات الغفر یہ من انفاہل تقلندریہ یہ تہاشا  
 بے نظیر کتاب ہے (۶) فیوض العارفین فارسی (۷) جواہر المعارف (۸) ترجمہ فاتح الابصار  
 (۹) ترجمہ کشف الدقائق (۱۰) ترجمہ الہدایۃ الیتم (۱۱) ترجمہ زواہر الافکار (۱۲) ترجمہ تصفیہ  
 (۱۳) ترجمہ قول المختار (۱۴) ترجمہ سنجہ الصوارف (۱۵) ترجمہ تنویر الافق (۱۶) ترجمہ واقعات  
 رشیدی (۱۷) کتاب تنویر النظلمات فی تفسیر المقطعات عربی غیر مطبوع (۱۸) انشاء نظامی فارسی  
 غیر مطبوع (۱۹) تحفہ نظامیہ وغیرہ اداہم اللہ فیوضہ وفتوحہ۔



## تقی علی

حضرت مقتدا سے جہاں مولانا شاہ تقی علی قلندر خلف اصغر و خلیفہ حضرت غوث  
ملت مولانا شاہ تراب علی قلندر قدس سرہما۔ ولادت باسعادت آپ کی بتاریخ ۱۰۱۳ ہجری  
رجب المرجب ۱۲۱۳ھ ہوئی۔ آپ نے ابتدائی چند کتابیں اپنے عم کرم حضرت مولانا شاہ حمایت علی  
قلندر سے۔ اور متوسعات اپنے برادر معظم حضرت مولانا شاہ حیدر علی قلندر قدس سرہما سے  
پڑھیں۔ اور بقیہ کتابیں مولانا محمد مستعان کا کوروی سے تمام کیں۔ لیکن کتاب صدر -  
شرح ہدایۃ الحکمت ط محمد غلیم اصغفانی سے پڑھی۔ اور علم حدیث حضرت مولانا حاجی  
امین الدین محدث کا کوروی سے پڑھا اور سند بھی صحیح کی۔ کثرت مطالعہ کتب نیز درس و تدریس  
و بحث مباحثہ سے بگاہہ عصر دیکتا سے دہر ہوئے۔ ساٹھ سال تک تلمیذ دس دیا۔ مولوی  
ابجد علی بلیغ جو آپ کے ارشد تلامذہ اور محققین علماء سے تھے۔ بیان کرتے تھے کہ ”میں اپنے  
زمانہ طالب علمی میں اکثر علماء کے درس میں حاضر ہوا۔ مگر کسی کے یہاں تحقیق و تدقیق اور طرہ  
درس نہیں پایا۔ جیسا کہ اپنے حضرت اُستاد کے یہاں پایا۔“ اکثر آپ کے معاصرین جو مشہور زبردست  
فاضل اور صاحب تصانیف تھے مثلاً مولانا حکیم لطف اللہ لکھنوی و مولانا ابوالبرکات علی الدین  
مشہور بہ مولانا تراب علی۔ و مولانا مفتی عنایت احمد ساکن دیوہ زیل کا کوروی۔ و مولانا مفتی  
سعد اللہ راسپوری وغیرہم فرمایا کرتے۔ کہ ”مولانا تقی علی اگر کسی بڑے مقام پر رہتے ہوتے تو  
علم و فضل میں شاہ عبدالقریز محدث دہلوی سے کسی طرح کم نہ مشہور ہوتے“ مفتی عنایت احمد  
صاحب کا مقولہ تھا کہ ”میں نے علم و فضل میں کسی کو مولانا کا مثل نہیں پایا۔“ مفتی سعد اللہ  
راسپوری۔ و مولوی لطف اللہ لکھنوی۔ آپ کو اپنے خطوط میں لفظ استاد سے خطاب  
کرتے تھے۔ ریاضات و مجاہدات و عبادات نافلہ و التزام امور شریعت و ادب طریقت میں  
اپنا مثل نہیں رکھتے تھے۔

سیت آپ کو سلسلہ عالمیہ قادریہ میں نیز اجازت و خلافت و تعلیم و تربیت امور باطنی و  
 اوراد و اشغال و غیرہ کی اپنے حضرت والد ماجد سے تھی۔ صرف اذکار کی تعلیم حضرت شاہ  
 افشا اللہ قلندر کا کوری خلیفہ حضرت شاہ محمد کاظم قلندر سے پائی۔ بعد وفات اپنے حضرت  
 والد ماجد انکے فاتحہ اچلم کے روز حضرت مولانا شاہ حیدر علی قلندر قدس سرہ سے آپ کے تجرید  
 خلافت کی۔ اور نہایت اکن بان کے ساتھ شیخی ملا شیخ کی۔ اور بہت مرحیت و مقبولیت  
 حاصل کی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات ہلکی صفات کو عجیب و غریب جامعیت عطا کی تھی۔  
 نہایت وجہ اور جامعہ زیب تھے۔ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ سے عنایت صوری و  
 معنوی حاصل تھی۔ صوفیہ منطوق حدیث الذین اذا سوا ذکر اللہ اور میرا مفہوم مخلوق و  
 بلخلاق اللہ کے مصداق تھے۔ علم تصوف اور تحقیقات میں غسنرالی وقت۔ اور تفسیر  
 حدیث میں رشک بخاری و مسلم فقہ میں جانشین ابو حنیفہ۔ حکمت و فلسفہ و منطق و کلام و غیرہ میں  
 فخر فارابی۔ و ابو علی۔ تاریخ میں اکتا و ابن اثیر بھی پڑھ کر تھے۔ غرض کہ ہر فن میں کامل و  
 مجموعی حیثیت کمال سے ضرب النثل گذرے۔

تلاذذ آپ کے بہت ہوئے۔ جن کے اسرار کرامی نفحات الصبر و مواہب اللہ  
 مقدمہ روض الانوار فی آثار القلندر میں مرقوم ہیں۔

آپ کے مصنفات میں سے ایک ضخیم کتاب روض الانوار فی آثار القلندر ہے جس کا  
 موضوع حضرت مولانا شاہ زب اب علی قلندر قدس سرہ کا ملفوظ ہے۔ ضمناً کثرت سے مباحث  
 علمیہ بھی ہیں۔ اس کتاب کی تکمیل آپ خود فرما سکے۔ جماع کے ذکر تک تصنیف کتاب کی  
 نوبت آئی تھی کہ وفات ہو گئی۔ بعد وفات آپ کے تلمیذ رشید و خلیفہ ارشد حضرت مولانا  
 حافظ شاہ علی انور قلندر قدس سرہ نے حسب اشارت و بشارت مخصوصہ اسکا تاملہ موسومہ  
 بہ حوض الکثر لکھا و دونوں بیوٹیج سے آراستہ ہو چکے ہیں۔

دوسرا سالہ خصال عشق و فطرت کے بیان میں ہے وہ بھی طبع ہو گیا ہے۔ آپ کے

مفصل حالات زندگی، کرامات و ارشادات وغیرہ حوض الکوثر تکلمہ وروضہ الازہر و مواب القلندر  
 و نفحات العبرہ بین موجود ہیں۔ خلفا آپ کے یہ حضرات ہوئے (۱) حضرت مولانا شاہ علی اکبر  
 قلندر برادر زادہ آنحضرت (۲) حضرت مولانا حافظ شاہ علی انور میرزا آنحضرت مفہوم الخلیفۃ فی  
 حکم المستخلف (۳) حضرت مولوی شاہ رکن الدین قلندر سجادہ نشین آستانہ لاہر یو ضلع ستیا پور  
 اودھ (۴) حضرت شاہ علی احمد عرف شاہ حبیب انور قلندر سرگروہ قفرائے آؤاد ساکن خیر آباد ضلع  
 ستیا پور اودھ (۵) قاضی خواجہ محمد ساکن ملکپور منمضان صوبہ برار۔

آپ نے تاریخ ۱۲۹۹ھ بعارضہ تپ محرقہ وصال فرمایا  
 اور اپنے والد ماجد کے روضہ کے حرم میں جانب مشرق دفن ہوئے۔ تاریخ وفات پر فاطمہ بطور  
 سرس ہوتا ہے عشر شریف ۱۱ سال کی ہوئی۔ آپ کی وفات کے بعد ششی عبدالحی عرشی کا گوری  
 نے روضہ بنوایا۔ جو زیارت گاہ خلاق ہے۔ وفات کی تاریخین بکثرت ہیں جو ایک رسالہ کی  
 صورت میں سرابا سے علم کے نام سے شائع ہو چکیں۔ جن میں سے مولوی امجد علی تبخ کی منظوم  
 تاریخ وفات درج ذیل ہے۔

زیب علم و زیب فقر و زیبین  
 خود تقی ابن رئیس التتیین  
 زہد و تقویٰ روشن از نور جبین  
 در تشرع آسمانے بر زمین  
 در احادیث و سنن جہن جبین  
 یتقی حق التقی فی کل جہین  
 کاملاً حبیباً علیاً بالیقین  
 حبذا ما قال ختم المرسلین  
 در ملالت تیر و شد رشتے زمین

حیف رحلت کرد قطب اتقیا  
 وارث علم نبی ابن علی  
 علم و عرفان از جمال اوعیان  
 در تصوف آفتابے بر فلک  
 در علوم نقہ یک بحر محیط  
 مستقیماً کان فی احوالہ  
 فاضلاً بتر تقیاً کاسمہ  
 کیف لا والاسم مرفوع السما  
 پشت خم شد زین الم چرخ کہن

شور با افتاد در قیاس و جوار  
نالسا بر شد به چرخ ہفتین  
چار شنبہ ہفت ہم ماہ رجب  
بود تاہ رخ وصال آن مین  
بر سالش از فلک آمد ندا  
آفتابے علم شد اندر زمین  
سنہ ۱۲۹۰ھ

## تقی یا وحسان

مولوی شیخ تقی یاد خان ابن شیخ غلام حسن ابن حکیم محمد روشن شہید۔ ابن حکیم عبد اللہ  
ابن شیخ محمد ولی صدر تقی نسب نقشبندی المشرب کا کوردی۔  
یہ بہت بزرگ صاحب نسبت زہد مشرب صاحب کشف و کرامات تھے۔ علوم متعارفہ  
میں پوری دستگاہ رکھتے تھے۔ حضرت مولانا شاہ تواب علی قلندر کے مرید تھے۔  
یہ گورکھ پور میں نائب تحصیلداری کے زمانہ میں ایک بزرگ سے جو زہد مشرب عارف تھے  
اور بعد تحصیلداری وہاں تعین تھے فیضیاب ہوئے تھے۔ انھوں نے قبل فیضینے کے  
یہ شرط کی تھی کہ دو چیزیں ہیں۔ جو انامرگی۔ اور خدام۔ ان دونوں میں سے ایک کو قبول کرو تو  
فیض ہو سکتا ہے۔ انکو چونکہ طلب صادق تھی۔ اور کثرت کارائے ہاتھ سے ہونے والا تھا لہذا  
جو ان مرگی قبول کی۔ اور ان سے فیض حاصل کیا۔

انکے فیضیاب ہونیکا مفصل قصہ یوں ہے کہ اُس زمانہ یہاں تحصیل تھے طلب صادق  
پہلے ہی سے دل میں تھی۔ اکثر اوقات ثنوی مولانا روم کا مطالعہ کرتے رہتے۔ ایک روز  
ثنوی شریف میں غرض دریافت کشود باطنی فال دیکھی تو سب سے پہلے ماہی گیر کا قصہ نکلا۔  
نوراً ہی یہ خیال جاگزین ہوا۔ کہ ایسے شخص سے فیض ہوگا کہ جو چھپلی کا شکار کرتا ہو گا۔ تحصیل کے  
دن یہ حسب دستور وہاں کے تحصیلدار صاحب سے ملنے گئے۔ تحصیلدار صاحب چونکہ وہاں  
نہایت بدچلن مشہور تھے۔ کسی نہ کسی کسی کو دروازہ ضرور بٹایا کرتے تھے۔ اور اُس عورت کو

اپنے پلنگ پر سونے کی اجازت دیر ہی تھیں۔ اور خود راست بھر عبادت میں مصروف رہتے۔ جبکہ جو کچھ اُسکا مقرر ہوتا دسے کہ خدمت کر دیتے۔ اور کہتے کہ اگر کسی سے اظہار کر دگی تو اچھا ہندگا۔ ان کو ان سے کچھ ایسی عقیدت پیدا ہو گئی تھی کہ یہ اُنکے فعل کی بھی مقرر نہیں ہوتے بلکہ اسکو ملاست خیال کرتے تھے۔ مکان پر ہونچکر ان کو معلوم ہوا کہ تحصیلدار صاحب جو نہین ہیں۔ پھلی کا شکار کھیلتے تالاب پر شہر سے باہر گئے ہوئے ہیں۔ یہ معلوم ہوتے ہی ان کو اپنا خواب یاد آگیا۔ اور اس امر پر خیال کیا کہ انھیں سے فیض ہوگا۔ ماہی گیری ہی میں خیال آئے ہی تالاب کی طرف روانہ ہو گئے۔ تحصیلدار صاحب نے دیکھتے ہی پوچھا کہ منشی جی تیرے آپ یہاں کیسے آئے۔ اور کیا ایسی ضرورت لاحق ہوئی جس سے یہاں آنے کی تکلیف گوارا کی۔ انھوں نے کہا کہ میں عرصہ سے اس فکر میں تھا کہ کسی سے فیض باطنی حاصل کروں۔ منشی شریف میں فال و کھلی تو ماہی گیری کا قلعہ نکلا۔ آپ کے پاس حاضر ہوا۔ معلوم ہوا کہ آپ پھلی کے شکار کو تشریف لے گئے ہیں۔ میں حاضر ہوا ہوں۔ و آپ سے فیض باطنی کا مستفی ہوں۔ تحصیلدار صاحب نے بہت متشککہ اڑایا۔ اور کہا کہ آپ اچھے طالب حق پیدا ہوئے ہیں۔ ایک دنیا دار مکار بد چلن سے طلب حق کرنے تالاب پر آئے ہیں۔ انھوں نے اس کے جواب میں کہا کہ اب تو میں حضرت مولانا روم کی نشان دہی پر آپ سے طالب ہوا ہوں۔ تشریف حاصل کئے نہیں رہوں گا۔ تحصیلدار صاحب نے اظہار تنفس کیا۔ اور شکار چھوڑ کر چلے آئے۔ یہ بھی ہمراہ ہوئے۔ اُس روز سے تحصیلدار صاحب کے یہاں روزانہ حاضر باشی شروع کی۔ اور طلب کرتے رہے۔ اور روزہ برابر مذاق میں ڈالتے رہے۔ یہ کسی طرح باز نہ آئے۔ تو ایک روز تحصیلدار صاحب جو در حقیقت اولیاء کاملین سے تھے مانکا ہاتھ پکڑ کر تنہائی میں بیٹھے۔ اور کہا کہ آپ نے تو بہت پیچھا لیا ہے۔ اب بتائیے کہ جو ان مرنا قبول ہے یا کوڑھی ہو کر زندہ رہنا۔ انھوں نے جو ان مرگی قبول کی تحصیلدار صاحب نے کہا کہ جائیے اور مرج کھانے کی کثرت کیجئے۔ جب پاؤ بھرہ ڈانہ کھا لینے کے

عادی ہو جائیے گا تب ہم سے کہئے گا۔ انھوں نے مچ کھانا شروع کی۔ جیوت مقدار  
 معین پوری ہو گئی۔ انھوں نے اطلاع کی۔ پھر تحصیلدار صاحب نے مذاق شروع کیا۔  
 اور کہنے لگے کہ کوئی کیا کرے۔ کئی روز اسی طرح برا بھلا کرتے رہے۔ ایک روز اجلاس پر  
 بلا کر کہا کہ منشی جی ذرا قلم بنا دیجئے۔ انھوں نے قلم بنا کر پیش کیا۔ دیکھ کر کہا لا حول ولا قوۃ  
 آپ کو تو اب تک قلم بھی نہیں بنانا آتا ہے۔ خود چا تو لیکر قلم بنانا شروع کیا۔ جیسے تحصیلدار  
 صاحب نے قلم کا میدان تراشا۔ ویسے ہی ان پر عالم ناسوت کھل گیا۔ اور جب دہنی  
 جانب قلم چھیلا تو عالم ملکوت۔ اور جب بائیں جانب چھیلا تو عالم جبروت کا کشور ہوا۔  
 اور جب قطر کھا تو عالم لاہوت منکشف ہوا۔ ہر چار عالم کے ایک دفعہ کھل جانے سے  
 ان کو تاب نہ رہی زمین پر گر کر ترپنے لگے۔ لوگ دوڑ پڑے۔ تحصیلدار صاحب نے کہا کہ  
 ان کو صرع کا دورہ ہوا ہے جلد اٹھالیا جاؤ اور اسیدقت ایک رپورٹ حاکم ضلع کو لکھی کہ  
 منشی جی کا تبادر فلان تحصیل کا کر دیا جائے۔ اور وہاں جو منشی ہے وہ سیکر اجلاس پر  
 بھیجا یا جائے۔ حاکم ضلع کے یہاں سے منظوری آگئی۔ تحصیلدار صاحب فوراً دوسرے  
 پر چلے گئے۔ اور اہل علم سے یہ کہہ گئے کہ جب منشی جی ہوش میں آجائیں تو کہہ دینا کہ تحصیلدار  
 صاحب تم سے بہت نا ارض ہیں۔ اور فلان تحصیل میں تم کو تبدیل کر دیا ہے۔ جب ان کو  
 ہوش آیا۔ اور سب واقعات معلوم ہوئے۔ تو اُسی تحصیل میں جہاں کے لئے حکم آیا تھا وہاں  
 ہوئے۔ اور وہاں بظاہر اہلہد اور بہ باطن صاحب خدمت رہے۔

انکے بہت سے کرامات اور واقعات ہیں منقول ہے کہ ایک مرتبہ جب میں پڑھنے  
 تھے سخت تھک پڑا ہر چید دعا کی جاتی تھی۔ اور نماز استسقا پڑھی جاتی تھی۔ مگر بارش  
 کسی طرح نہیں ہوتی تھی۔ بالآخر لوگوں نے ان کو گھیرا اور توجہ کی درخواست کی۔ ان پر  
 جذبی حالت طاری ہوئی۔ اور اسی حالت میں پلنگ پر لوٹنا شروع کیا۔ یہ تقریباً  
 در زبان تھا کہ ذات بخت کی ہی تاثیر ہے۔ تھوٹے ہی عرصہ میں ابر آیا۔ اور مقدر بارش

ہوئی کہ تمام ندی اور نالے سب بھگ گئے۔ لوگوں نے جو کثرت بارش سے منتشر ہو گئے تھے کچھ  
 دیر کے بعد خیال کیا کہ بارش تو خوب ہوئی۔ مگر مولانا خود بھگتے ہوں گے۔ چکر اٹھانا چاہیے  
 چنانچہ آکر عرض کیا کہ خوب اچھی طرح سے پانی برسا۔ اب آپ اٹھئے تب یہ اٹھے دیکھا گیا تو  
 انکا جسم اس بارش سے ذرا بھی تر نہ تھا۔ اور نہ چار پائی تر ہوئی تھی۔

بعد چند بے بحالت جوانی بے نام و نشان ۱۲۷۷ھ میں وفات پائی۔

قطعہ تاریخ انتقال از فتنی مقصود احمدی نطق کا کوروی

خان بیدار دل تقی یادور      سفری شد برو ضہ رضوان  
 سال نقلش منادی غیبی      گفت ابرار وقت شد ز جہان

۱۲۷۷ھ



## ث

## ثناء اللہ خان

شیخ ثناء اللہ خان۔ ابن شیخ کرم اللہ خان۔ ابن نواب منتظم الملک شیخ جبار اللہ  
 علوی صوبہ دار خیر آباد۔ یہ بہت بڑے عالی ہمت و نیک۔ باوجاہت و لیاقت صاحب  
 جاہ و شہرت رئیس تھے۔ دو تین سو پیادے سپاہی ہر وقت ساتھ رکھتے۔ جب کوئی حادثہ  
 یا ہنگامہ پیش آتا۔ تب بھی مقدم ہو کر نکلتے۔ اور قلعہ میں بیٹھ کر تحصیل وصول کرتے انکی وجہ  
 سے اس قصبہ میں کبھی کوئی ہنگامہ نہیں ہونے پایا۔ دو تین سو قصبہ ایسے پیش بھی آئے  
 انھیں نے سینہ سپر ہو کر مدافعت کی۔ اطراف و جوانب کے لوگ بوجہ انکے دادا شیخ  
 جبار اللہ کے احسانات و اخلاق کے انکو بہت مانتے۔

فشی فیض بخش اپنے نسب نامہ موسومہ چشمہ فیض میں لکھتے ہیں کہ۔

”شیخ ثناء اللہ را ہم حوصلہ ریاست کا کہری در سر لود۔ اکثر در حال وقوع حوادث  
 چنانچہ کشتہ شدن راجہ نور اے وغیرہ و فتور پیدا شدن درین صوبہ و شکست نواب شجاع اللہ و  
 از بکسر و غیرہ دوسرے صوبہ سپاہی نگاہ داشت۔ خروج می فرمود و در قلعہ شہتہ تحصیل جاری  
 می نمود۔ باز ہر گاہ نظم و نسق صوبہ درست میشد۔ خاموش می نشست۔“

اس سے زیادہ حال نیز سنہ ولادت و وفات وغیرہ دریافت ہو سکا۔



## ج چار اللہ

نواب منتظم الملک خان و ترخان شیخ چار اللہ علوی ہفت نہری صوبہ دار خیر آباد وغیرہ  
ابن ملا عظمت اللہ ابن ملا غریز اللہ ابن ملا عبد الکرم۔ یہ مغزاد و مقتدر و بلند اوزدی گت  
شخص تھے حضرت ملا عبد الکرم صاحب کی اولاد میں بہت نامور گذرے۔ اور بلحاظ اقتدار  
دنیاوی اپنے بزرگوں سے زائد نام پیدا کیا۔ خدمت فوجداری و امانت سرکار خیر آباد  
معد دیگر محالات انھیں کے سپرد تھی۔ منصبہ دیونہ معد دیگرہ پات جاگیر میں ملے تھے۔ وہیں  
ایک گانوں چار اللہ نگر کے نام سے آباد کیا تھا۔ چار ہاتھی۔ اور چار توپیں اور دس ہزار  
سوار اور پیادہ انکے ہمرکاب رہتے۔ افاغنه ملیح آباد و جواب کہلاتے تھے اور روئے  
عالم نگر و رام نگر سب انھیں کے رفقا و لازم تھے۔

یہ نگر انکا نشو و نما دہلی کے شہنشاہی دربار کی فضا میں ہوا تھا۔ اور ابتدائے عمر سے  
یہ عمدہ ہائے جلیلہ پر فائز ہونے لگے تھے۔ بجلد شے خدمات عظیمہ منصب ہنری  
و خطاب نواب منتظم الملک خان پیشگاہ حضرت شاہنشاہ عالمگیر سے پایا۔ اور بالآخر منصب  
ترخانی پر فائز ہوئے شاہنشاہ عالمگیر برخلاف اپنے اجداد خطابات و مناصب کے

لے ترخان ایک بڑا ترکی لقب اعزازی ہے۔ اس خطاب کے لوگ اور اسے نگاہ سے معاف تھے۔ پر اپنے  
ترکی کا ذات میں الف و کو کے معنی امان نامہ و مندارت کے ہیں۔ اللہ ان مسکولین میں ترخان کو کے معنی  
کسی شخص کو کسی قسم کا استحقاق عطا کرنے کے ہیں ۱۱ ماخوذ از تاریخ بخارا انگریزی مصنفہ آرمینس و امیری

عطا کرنے میں بہت سخت تھے۔ اور سوائے اہم ترین خدمات کے اور کسی حال میں یہ عطیات نہیں ہوتے تھے۔ مورخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت محی الدین اور نگ زیب عالمگیر کے زمانہ میں سب سلاطین کے وقت سے کم منصب اور خطابات تقسیم ہوئے۔

شیخ جارا اللہ کے رفعت و شان کا یہ خاص نشان ہے کہ ایسے بادشاہ کے ہاتھ انھیں منصب بہت شہری خطابات خانی دسہ فرزندان (وزرات نظم الملک ملا۔ اور بالا آخر منصب ترخانی پر فائز ہوئے جس منصب کا لازمہ یہ تھا کہ خلعت و انعامات و رقم سالانہ بڑا تکلیف خدمات فرید ملا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ دنیاوی جاہ و تاج عز و شرف کے اعتبار سے اس (کاگوری) میں ان کے پایہ کا کوئی دوسرا شخص پیدا نہیں ہوا۔

حضرت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ کشف التواری میں تحریر فرماتے ہیں۔  
 ”شیخ جارا اللہ منصب دار بادشاہی در سالہ دار صاحبیل دسوار شد نہ کثرہ۔ و قلعہ بختہ  
 زیادہ تر از بد خود صاحب قدرتار و نامدار شدند“

نشی فیض بخش صاحب اپنے نسب نامہ موسومہ بہ خیر فیض میں لکھتے ہیں۔

”شیخ جارا اللہ آباء کرام خود ترقی زیادہ کرد۔ بیشتر کار سرکار خیرا با متعلق می بود۔ منصب ہونہ کہ متصل باڑی است در جاگیر او بود چنانچہ جارا اللہ نگر در انجا آباد فرمود۔ حالایران است در عہد سلاطین صوبہ دران صوبہ او وہ دور بخیر نیل و در ضرب توپ با خود ہامعینہ میداشتند۔ و شیخ جارا اللہ باوصف آنکہ کار یک سرکار و تعلق میداشت۔ چہار بخیر نیل و چہار ضرب توپ با خود میداشت۔ و دودہ ہزار سوار و پیادہ ملازم رکاب او بودند و افغانہ بلخ آباد شمشیر خان و سنج خان کہ نواب میگوبانیدند و افغانہ دوسار رام نگر و عالم نگر ہمیشہ رفیق و نوکر او می بودند۔ ازین قدر ثروت کہ نوشتہ می شود۔ دیگر لازم خیمت و نمونہ و اوقیاس باید کرد۔ چون در حلی پدہ گنجایش خود و سامان خویش نیافت حلی دیگر مقابل آن در قطعات ایہ معانی قلعہ بختہ معہ

بروج از بلع و اندرون آن جوئی و دیوانخانه وسیع و رفیع ششبلر مکنه متعدد و در دوازده بزرگ که  
 نیل با عمارت درآید. و بالاسے آن باره دری خوبصورت - خوش ترکیب و پائین آن طویل  
 اسپان و بیرون آن جلونخانه - و کثرت بازار و دوکانها سبب نخبه کمال استحکام بنا نهاده که در قصبه  
 دیگر مخصوص در کاکو ری این قسم جوئی عمده و کثرت رعایا و دیگر سبب ندارد و مع آمار پدید است و بنا  
 عجم را - سو لے آن باغات و اراضی معانی - و دیهات التماس بسیار پیدا فرمود -  
 منشی غلام قاضی صاحب جواهر الانشا را مین لکھتے ہیں -

"شیخ جارا الله از دو تهنیدان نامار و ذی شوکتان عالی مقدار سامان ثروت و کارخانه دولت  
 بسیار داشت - خدمت فوجدار و امانت سرکار خیر آباد و محالات دیگر توبه محمد یار خان سپهرین یار  
 بنام شان مقرر گشت و از حضور بادشاه بصفه جاگیر سرفرازی میداشت - در عهد عالمگیر بادشاه  
 پنج کار بے ضابطه از خطاب و سوار نیل و پاکلی چهار دار و عطا سبب سرتیج مرصع نمیشد -  
 و احوال را بحال و یار سبب نه که از مرکز اعتدال و مرتبه خود با بیرون گذارد - و کار سبب خلافت  
 ضابطه نماید - شیخ از حضور بادشاه بصفه جاگیر سرفرازی میداشت و عطا سبب پاکلی چهار دار و  
 سرتیج مرصع شده مامور به عمارت نیل بود و هم مفت نزار سوار و پیاده بدست خود نوکر گرفته عمل  
 محالات متعلقه می نمود و سامان کاری داد - شیرخان و سحرخان که در آن زمان بجز لفظ خانی  
 میش نبودند سبب کار شیخ بر آبر و در دست نوکر بودند - خلاصه کلام شیخ فیاض بود که با خوشان  
 و اقارب عالی قدر مرتب سبب و مراعات می نمود اسپان دزد و بر قوم و مردم با درستی تقسیم نمود  
 چنانچه اکثران در عهد و قوت تعمیر عمارت نخبه کرده صاحب مایه شدند - و مردم برادرانش اند  
 که چک و بزرگ محروم نگذاشت - و عجیب خوش نصیب بود که هرگاه که پاس عزل میان آمد  
 سامان و انجام فردقه طلب و تنخواه اسپاه می داد و بر یکا شده بخانه می نشست - در آن نزدیک  
 باز بساعت طالع بلند و کعب از جند بے بر بیان حضرت شایسته بکالی خدمت سرفرازی شد -  
 و در فتره العین بر انجام مهم میرسد بدستور با ششم و خدم و شدد و تمام عازم بندوبست محالات

متعلقہ میگروید۔ بحاصل مردم بنیاضینش فیضیابہا برآشتند و خوش و نرگانی کردند۔ در زمان  
آقداش رونق این شهر داکویری، شبیتر بود و جوئی کلانش یادگار کلان برداشت  
خواہد ماند۔

اب شیخ جارا اللہ صاحب کی یادگار سے انکے قلعہ کا کچھ حصہ اور بارہ دری اور محل اور  
حضرت ملا عبد الکریم رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد باقی ہے جسکو انھوں نے بجائے مستحق کے گنبد دار  
کر دیا تھا۔ اسکے علاوہ عطاءئے منصب و خطاب کا عالمگیری فرمان۔ اور انکے ذاتی اسلمہ میں سے  
ایک جو ہر وارز ولی جسکے دست پر اور سیان پر نہایت اعلیٰ قسم کے نیلے پینا کا کام بنا ہو موجود  
ہے۔ یہ دونوں خیرین انکی اولاد میں سے قاضی خادم حسن متوطن ایٹھی کے قبضہ میں ہیں۔  
انکا زید حال نیز سنہ ولادت و وفات باوجود سچی و کوشش نہ دریافت ہو سکا انکی  
تبرکہ بے نواشاہ میں جانب جنوب و شرق استقبال کا کویری خلیفہ کے اندر موجود ہے۔

## جعفر علی

مولوی جعفر علی المتخلص بہ جادو و علوی۔ ابن مولوی مہدی علی۔ ابن مولوی حافظ مظہر علی  
محدث۔ ابن شیخ غالب علی۔ ابن شیخ غلام صلی۔ ابن شیخ محمد نواز۔ ابن حافظ خلیل الرحمن شہید۔  
یہ نہایت متورع ثقہ دیانت دار خوش اذعات صوفی منش شخص تھے۔ عربی و فارسی اپنے  
والد باجد و مولوی امجد علی صاحب سے پڑھی۔ حضرت مولانا شاہ حیدر علی قلندر قدس سرہ کے  
باخلاص مرید تھے۔ اور ان سے فیضیاب بھی تھے۔ انکی بھی عنایت انپر بہت تھی۔  
منقول ہے کہ ایک مرتبہ انھوں نے اپنی کارگزاری بیان کی اور کہا کہ میں نے ایک  
بہت نامی ڈاکو پکڑا۔ حضرت شاہ حیدر علی قلندر نے سکرار شاد کیا کہ یہ تو سن لیا۔ مگر جعفر علی  
اپنا بھی چور پکڑیو۔ اس ارشاد کا ان پر بہت اثر ہوا اور اسی وقت سے یہ یاد حق اور اشغال  
باطنی کی طرف متوجہ ہو گئے۔ بہت اچھے خوشنویس تھے۔ شاعری کی طرف بھی میلان خاطر تھا

اور شعر اچھا کہتے تھے۔ ابتدائیں جادو تخلص کرتے تھے۔ پھر علوی تخلص اختیار کر لیا تھا چند

اشعار فارسی یعنی غزلیات درج ذیل ہیں

فروشم زہد و تقویٰ را بہ یک جام شراب اینجا  
عجب سودے پرشویں سب زارم ز ہتیاہی  
روان شد جدول خون از دل خونین شب ہجران  
مکن جادو بغفلت صفت این عمر گران مایہ

ہمین زندگی و میاکی بود کار صواب اینجا  
کہ مجنون درس سیکرد ز درخت کتاب اینجا  
تنور نوح شد از جوش غم چشم پر آب اینجا  
غنیبت دان حباب یک نفس بہ چون حباب اینجا

طرف نوریت کہ در طرز بیائتم دادند  
زور بازو فصاحت بکمانم دادند  
تا بسوزد دل دیوانہ بشمع زرخ او  
غم مخور غم خود از درد جدائی ایدل  
فیض زندگیست کہ ماست سے وصل شدیم  
برفشان تیغ زبان زن کہ دگر سے جادو

ورق اکبر بطور زیانم دادند  
تیرہ مصرعہ برجستہ نشانم دادند  
آتش عشق ز پروانہ نشانم دادند  
در فضا کے چین قدس مکانم دادند  
در خرابات معان شوکت شانم دادند  
دل بہ عدا ہر دستا تیر و کمانم دادند

عرصہ تک یہ ضلع ہیر پور میں سب انسپکٹر پولیس رہے بہت دیانت داری اور خوش اسلوبی  
سے اپنے فرائض انجام دیے۔ ایک قصیدہ موسومہ بہ تفاخر ابدی اسکی تصانیف سے طبع  
ہو چکا ہے۔ انھوں نے تباہی الارماہ سوال المکرم روز و شبہ ۱۲۸۲ھ مطابق ۱۲ اگست ۱۸۶۵ء  
بغارشہ مہینہ انتقال کیا۔ اور قبضہ راٹھ ضلع ہیر پور میں دفن ہوئے۔

## جعفر علی خان

خان بہادر مولوی جعفر علی خان۔ ابن شیخ کرم کریم ابن شیخ مظہر علی۔ ابن شیخ غلام شہب  
ابن شیخ محمد غلام۔ ابن ملا محمد زمان علوی کاکوروی۔  
یہ نہایت ذی علم اور بہت بڑے سخی رحم دل منکسر مزاج سادہ لباس تھے۔ بہت لڑ

ریاست گوالیار میں رہنے پڑی کسی کے میٹھی ہو سکے تھے مذاہنہ جنگ گوالیار میں بصلہ حسن خدمات  
نواب گورنر جنرل بہادر نے سات پارچہ کا خلعت اور خطاب خان بہادر ان کو عطا فرمایا۔ یہ  
ہر عزیز و بیگانہ کے ساتھ نہایت سلوک سے پیش آتے بغضیہ طور پر لوگوں کی بہت خدمت کرتے  
صدر ہائیم ویکس لڑکیوں کے نکاح کر دے۔ روپیہ کو نہایت بے حقیقت جانتے۔ جس وقت  
روپیہ موجود نہ ہوتا اور کوئی سائل آتا۔ تو اکثر عہدوں کا زیور دیدیتے۔ ایک بہ وطن نے  
ان سے دس ہزار روپیہ قرض لیا تھا۔ ایک روز وہ ملاقات کو آئے۔ اور اثنائے گفتگو میں  
انکی زبان سے یہ جملہ نکلا کہ مولوی صاحب آپ کے روپیہ کی ادائیگی کا مجھے بہت خیال ہے۔  
انہوں نے یہ سنتے ہی فوراً اپنا صندوقچہ منگا کر اُسکے مشک کو بچھاڑ دالا۔ اور کہا کہ میں نے  
کمایا۔ اور آپ نے خرچ کیا۔ یہ کاغذ چونکہ بنا ہوا ہوتا ہے۔ اسکا بہنا مناسب نہیں۔ اسطرح  
کے اور بہت سے قصے ہیں۔ تمام عمر اسطرح بسر کی۔ اور اہل و عیال کیلئے کچھ نہ چھوڑا۔ وہاں  
میں اپنے اثر و سفارش سے مچھلی شہر و جونپور کے سادات کی بڑی جائداد ضبطی سے بچائی۔  
اور اپنے کابلی دوستوں کے ذریعہ سے روپیہ بھیج کر غزنین کے متصل کئی مقامات پر کمزین تعمیر  
کرائے جواب تک موجود ہیں۔

انہوں نے تاریخ ۸ ماہ رمضان المبارک ۱۲۷۳ھ بمقام سندیلہ انتقال کیا اور وہیں  
دفن ہوئے۔ قلعہ تاریخ وفات از منشی عنایت حسین بگرامی سے

محمد جعفر علی خان بہادر عالی جاہ	روانہ گشت نجلہ برین ازین عالم
عنایت از پے تاریخ حاکم دکن	دو شنبہ بود و ہستم صیام کرد رقم

۱۲۷۸ھ

## جعفر علی شیون

منشی جعفر علی متخلص بہ شیون ابن شیخ باقر علی ابن شیخ عبدالرؤف ابن قاضی محمد حافظ عباسی

یہ بہت قابل اور لائق الشا پر داز تھے تعلیم و تربیت حضرت والد ماجد مولانا حافظ شاہ علی اورد قلندر قدس سرہ سے پائی۔ حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر قدس سرہ کے مرید تھے شیخ بن مین اصلاح مولوی محی الدین خان ذوق سے لیتے تھے۔ اچھے شاعر تھے۔

دو کتابیں ان کی مصنفات سے ہیں۔ جو میری نظر سے گزریں۔ اول سنہ شریفی برطرز سنہ شریفی۔ اس میں پہلی شریفی ہے۔ اور دوسری شریفی مشقہ تیسری شریفی لغات کے معانی ہیں۔ یہ کتاب بکثرت راجپور میں قلمی موجود ہے۔ میں نے خود اسکا مطالعہ کیا ہے۔ دیکھا کہ کتاب میں یہ لکھا ہے کہ جو کچھ میں نے پڑھا وہ حضرت حافظ شاہ علی اورد قلندر سے پڑھا۔ دوسری کتاب قصہ موسومہ جلسم حیات ہے جو طبع بھی ہو چکی ہے۔ سنا جاتا ہے کہ نظم و شعر کلام است تھا۔ افسوس کہ وہ دستیاب نہ ہو سکا۔ بیشتر کلام صنایع و بدایع پر مشتمل ہوتا تھا۔ چند اشعار جو دستیاب ہوئے درج ذیل ہیں۔

فارسی

برنگ شید زمستانہ باشی

دلاگر ہچو من زندانہ باشی

اردو

محبت کو نہ چھوڑیں گے بہت کچھ کئے پائی ہو

دل و دین و جوانی کو کے دولت نا تھائی ہو

روانہ ہو گئے سوئے عدم آہستہ آہستہ

ہزار افسوس ہزار غم آہستہ آہستہ

میں جانتا ہوں کہ رکھنا قدم آہستہ آہستہ

کہ میں ایسا نہ ہو دشتِ ندو کی نیند اچٹ جائے

ہنسیں تربت پہ اندر دے کر آہستہ آہستہ

پس مدت ہو نیند آئی کو بھولوں سے غفلت سے

یہ دوزخ دشتِ دل ہو گا کم آہستہ آہستہ

کو شینوں نہ بگڑیں وہ ابھی تو ہجر بازہ ہے

زیادہ حال انکا باوجود سنی و کوشش مجھے نہ دریافت ہو سکا۔ انکے ایک بیٹے منشی

اظہر علی المتخلص بہ آزاد موجود ہیں۔ فارسی میں اچھی قابلیت رکھتے ہیں۔ اور با فراغت ہیں

## ح حافظ علی

حکیم شیخ حافظ علی۔ ابن شیخ ہدایت نبی۔ ابن شیخ کرامت اللہ۔ ابن شیخ بدیع الزمان  
ابن شیخ عنایت اللہ۔ ابن شیخ مینا۔ ابن شیخ محمد مکرم۔ ابن شیخ عبدالواحد۔ ابن مخدوم شیخ  
قیام الدین رحمۃ اللہ علیہ

یہ اپنے زمانہ میں اس قصبہ کے نامور اطباء میں سے ہوئے۔ شاہ اودھ کے یہاں کے  
تنخواہ دار تھے۔ یہی وجہ عاش تھی۔ مدۃ العمر یہیں رہے۔ اور ارباب وطن کا علاج کرتے رہے  
۱۲۷۷ھ میں انتقال کر گئے۔ منشی ظہور الدین احمد علوی نے تالیف انتقال لکھی تھی۔ جس کا ایک  
شعر یہ ہے

ظہور مصرۃ تالیف حبیل ہو یہ گیا مسیح جہان سے تھنا کی بن آئی  
انکی قبر اپنے بھائی شیخ عبدالاحد کی قبر کے پاس زیر درخت الہی چودھری محلہ میں واقع  
ہے۔ انکے بیٹے حکیم شیخ محفوظ علی بہت صاحب دمع و تقویٰ تھے۔ جنھوں نے سائنس میں  
انتقال کیا اور پہلوئے مزار مخدوم قیام الدین پریند خاک ہوئے۔ شیخ محفوظ علی کے بیٹے  
انگریزی میں قابل ذہین و طباع ملازمت پیشہ ہیں۔ ایک بیٹہ منشی محبوب علی نے  
عربی میں ایم اے پاس کیا ہے۔ اور کتاب الصما سحات تالیف کر کے طبع کرائی ہوئی دوسرے  
بیٹے مودود علی بی اے ضلع اسکول بجنور میں مدرس ہیں۔

## حافظ علی خان

احتمام الدولہ ممتاز الملک عالیجاہ قاضی حافظ علی خان بہادر۔ ابن قاضی عظیم الدین خان  
ابن قاضی عبدالباسط ابن قاضی محمد داؤد غلط۔ ابن قاضی محمد حافظ عباسی۔



تعلیم در بیت انھوں نے اپنے خاندان میں پائی بیعت ان کو حضرت شاہ محمد کاظم سے تھی۔ یہ بلحاظ فضائل علمی منصب تضا پر سرفراز تھے۔ اولاً نواب بہمن الدولہ سعادت علی خان بہادر نے ان کو دربار میں طلب کر کے تھوڑے دنوں مصاحبت میں رکھا۔ بعدہ خدمت چکھواری میں خطاب خان بہادری برہنا حقوق قدیم اور اوصاف ذاتی عطا کیا۔ اور سرکار دہلی ضلع رائے بریلی میں تقرر کیا۔ انھوں نے وہاں کا انتظام بھی نہایت مدبری سے کیا۔ کل محل ملکی بقایا و حال خوش تدبیری سے وصول کر کے داخل خزانہ سرکاری کیا۔ جس سرکار کا روپیہ وصول نہوتا تھا یا بد نظمی ہوتی تھی۔ وہاں انھیں کا تقرر کیا جاتا۔ سرکار خیاباد کی نظامت پر بھی وہ ماہی مراتب تعیناتی ہوئی تھی۔

دربار اودھ سے یہ معہ اپنے صاحبزادہ قاضی محفوظ علی خان کے بغرض انصرام معاملات ملکی۔ بھنور گورنر جنرل بہادر تجویز ہوئے تھے۔ جس کی مفصل کیفیت اُس مراسلت سے جو درمیان دایسراے و نواب وزیر الملک ہوئی تھی ظاہر ہوتی ہے۔ ان کا اور نواب سعادت علی خان کا مشترکہ یہ خیال تھا کہ ہندوستان کا ٹھیکہ شہنشاہ دہلی و گورنمنٹ انگریزی سے حاصل کیا جائے۔ اور کمپنی کا ٹھیکہ نہ رہے۔ چنانچہ انھوں نے دہلی جا کر دربار سے ضروری امور طے کئے۔ اور باقاعدہ لندن میں تحریک بھی شروع کرادی۔ مگر نواب اودھ کی ناگمانی وفات سے سب معاملہ گڑبڑ ہو گیا۔

جب یہ منجانب دربار اودھ معہ تحف و ہدیہ دربار دہلی میں پیش ہوئے۔ تو انھوں نے اپنی حسن تقریر سے دربار میں خاص عزت حاصل کی۔ اور بادشاہ کے یہاں خلعت اور خطاب عالیجاہ احتشام الدولہ ممتاز الملک بہادر سے سرفراز ہوئے۔ شاہ اودھ کو بھی اس پر اس قدر اعتبار تھا کہ جب وقت بگیم نواب آصف الدولہ بہادر کا انتقال ہوا۔ اور ان کے اسباب کا تعلیقہ یعنی ضبطی ہونے لگا۔ تو یہی متعین کئے گئے۔

بعد انتقال نواب سعادت علی خان بہادر غازی الدین حیدر انکی ویسی ہی قدر و قیمت

رہی۔ کبھی نظامت پر اور کبھی کار خاص پر وایسراے ہند کے دربار میں بھیجے جاتے تھے۔ ہند  
اور الفرم فیاض طبیعت سیر چشم تھے۔  
لاد ہیرالال کتاب تشریح احسانات میں لکھتے ہیں :-

”قاضی حافظ علیخان کے جد امجد شیخ عبد الباسط بمقام ہند ضلع الہ آباد گنوارو کی اطرائی  
میں شہید ہوئے۔ ان کے بیٹے قاضی عظیم الدین خان بہادر جو قاضی حافظ علیخان کے والد تھے  
شجاعت و بہادری میں ممتاز و روزگار تھے اور اپنے چچا بخشی ابوالبرکات خان بہادر کی جگہ پر  
کوڑیا کا سنگ کے چکلہ دار تھے جہاں سے بوجہ اپنی نازک مزاجی کے علیحدہ ہو کر ریاست چھٹاپا  
علاقہ تبدیل کھنڈ چلے گئے۔ وہاں انکی بہت عزت ہوئی۔ اور چالیس ہزار کی جاگیر مصارف  
کے لئے مقرر ہوئی۔ وہاں کے راجہ سے انھوں نے یہ عہد کیا تھا کہ جس ملک کو ہم برادر شہر  
فتح کریں نصف ملک پر آپ قبضہ کریں۔ اور نصف پر ہم۔ کچھ دنوں کے بعد اکاو قنات اور انتقال  
ہو گیا۔ ہمارا ہیون اسوقت تو نقش دہلی پر زمین کر دی۔ اور بعد چھ ماہ نقش کو کادری لے آئے  
اسوقت قاضی حافظ علیخان کی عمر ۴۴ سال کی تھی۔ اکثر کمالات دنیاوی و فناء کل انسانی سے  
مستغنی تھے۔ انھوں نے بھی وہیں ریاست چھٹاپا دینا جانیکا قصد کیا تھا بخشی رفت اللہ  
خان بہادر نے انھیں روکا۔ اور دلو کی چکلہ داری پر مقرر کرادیا۔ وہاں تھیں کہ بہت سے  
لوگوں کو اعزہ اور غیر اعزہ یعنی مسلمانوں اور ہندوؤں کو نوکر رکھایا۔

انکو وایسراے ہند لارڈ امیرٹ بہادر کے دربار سے بھی خلعت فاخرہ معہ بالائی جھاردار  
ملی۔ اور دو زنجیر نیل اور دس بارہ راس اسپ عطا ہوئے۔ اور ایک گارڈ شاہی سواروں کا  
مستوب خانہ ہمارا ہیون متعین ہوا۔ نواب سعادت علیخان بہادر نے بھی بلحاظ حقوق ایک محل  
نشاہی بطور ملکیت عطا فرمایا۔ جسکے متعلق قاضی وحسی علی خان صاحب اپنے روزنامہ میں لکھتے ہیں  
”در لکھنؤ محلہ خیالی گنج اراضی ہندوگان قدیم علیہ نواب نامہ سعادت علیخان بہادر مرحوم بہ جملہ  
بہتجد پدمانی لوبد جی علی شاہ مستغنی احاطہ کلان و کوٹھی نو تعمیر فرمودند۔ انھوں نے اخل تعمیر باج کر دیا

مرزا اکمال لکھنؤی حسینی شہیدی اپنی کتاب فیہ التوارخ کی جلد اول میں لکھتے ہیں کہ۔

"اب تک سرکار شاہی میں قاضی حافظ علیخان اور اسکے بیٹے اور پوتے ہمیشہ سے خدات عالیہ

سرفراز ہوتے رہے۔"

انھوں نے بتایا کہ ۱۲۲۵ھ جب ۱۲۵۰ھ وفات پائی۔ قاضی گڑھی کے قبرستان میں  
میں بجانب پورب و گوشتہ دکھن حلیہ و کے اندر دفن ہوئے۔

## حامد علی

مولانا حامد علی۔ ابن حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر قدس سرہ رانکی ولادت تقریباً ۱۲۲۵ھ  
میں ہوئی۔ یہ اور حضرت شاہ علی اکبر قلندر قدس سرہ رضاعی بھائی بھی تھے۔ اور باہم اتحاد بھی  
بہت تھا۔ ایک ساتھ دو لون حضرت شاہ تراب علی قلندر کے مرید ہوئے۔

کتب و سیر انھوں نے اپنے والد بزرگوار سے پڑھ کر فراغ حاصل کیا۔ صاحب شہاد علی  
ذکی و فہیم اور قابل آواز و مزاج۔ زمانہ روش قلندر مشرب تھے۔ درس و تدریس کا مشن بھی کھتے  
"نلانہ ان کے بہت ہوئے۔ جس قدر نام معلوم ہو سکے درج ذیل ہیں۔ (۱) حکیم حافظ مسعود  
کا کوروی (۲) مولوی فرید الدین خان محدث کا کوروی (۳) مولوی ذکی الدین خان کا کوروی۔  
(۴) شیخ حامد علی عباسی کا کوروی (۵) قاضی رضی علی خان عباسی کا کوروی (۶) شیخ مشرف علی  
عباسی کا کوروی (۷) محمد علی شاہ لکھنوی۔

بعد تدریس جب قدر اعلیٰ وقت ملا۔ وہ اپنے حضرت پیر و مرشد کی خدمت میں صرت کرتے  
اور جو حسن خدمت اس قدر مقبول تھے کہ ایک مرتبہ انھوں نے حضرت شاہ تقی علی قلندر کے  
سامنے فرمایا کہ "حامد کی خدمت نے تقی کے سامنے میل سر جھکا دیا اسکی وجہ سے ان کے والد  
والد اور چچا بھی ان کو بہت دوست رکھتے تھے۔ سخاوت کا یہ حال تھا کہ جو کچھ ملتا تقسیم کر دیتے  
پہان تک نہ کہ کپڑے اور ہٹنے وغیرہ کے جو بیٹے وہ بھی محتاج اور مساکین کو دیدیتے اور

خود رات کو مسجد کی جانماز یا چٹائی اوڑھ کر لیٹ رہتے۔ اگر کوئی کہتا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا۔ تو فرماتے کہ ان لوگوں کو مجھ سے زائد سروی معلوم ہوتی ہے۔ شجاع اور دلیر بھی بہت تھے۔ فنون سپہ گری میں طاق و شہرہ آفاق تھے۔ اسی کیساتھ نہایت سریع السیر بھی تھے۔ انتظامی طبیعت اور اصول حساب سے بھی واقفیت بہت تھی۔ حضرت شاہ تراب علی قلندر رح کار و خدمہ انھیں کے نگہانی و اہتمام میں بنا منتقل ہے کہ جب گنبد روضہ شریف تیار ہو چکا۔ اور کلکس نصب کر نیکی نوبت آئی۔ وزن کی زیادتی کیوجہ سے دس بارہ فردور کلکس کے اٹھانے سے عاجز ہو گئے تھے۔ انھوں نے اپنی خدا داد قوت سے تنہا ایجا کر نصب کر دیا۔ چونکہ خود سپاہی مزاج تھے۔ ایسے ہی لوگوں کو پسند کرتے۔ اسی مذاق کے اکثر لوگ ان کے احباب میں تھے۔ ریاضات و مجاہدات باطنی کے بھی بہت شائق تھے۔ اکثر اساماء اللہ و سور قرآنہ کی رکوتمیں بھی دی تھیں۔ خاص معمول تھا کہ بعد نماز مغرب مسجد کی چھت پر اور بعض اوقات اپنے حضرت پیرو مرشد کے روضہ کے شمال جانب اندرون حریم نماز عشا تک مراقب بیٹھے رہتے۔ حضرت مولانا حافظ شاہ علی اور قلندر قدس سرہ فرماتے تھے کہ میں ان کی خدمت میں بہت گستاخ تھا۔ ایک روز پانی بہت برا بعد غیب میرے مولا مسجد کی چھت پر تشریف لیگے تھوڑی دیر کے بعد میں بھی گیا۔ دیکھا تو آب چٹائی کے مصدے پر مراقب بیٹھے ہیں۔ اسی وقت بارش ہو چکی تھی۔ مگر ان کے جسم پر اسکا بالکل اثر نہ تھا۔ اور مصدے کے چاروں طرف پانی بہہ رہا تھا۔ مجھ کو بہت تعجب ہوا۔ میں نے آکر حضرت شاہ تقی علی قلندر سے عرض کیا انھوں نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ خدا خیر کرے۔ یہ آثار اچھے نہیں معلوم ہوئے۔ درع اور تقویٰ و امانت و دیانت میں فرو تھے۔

لباس بہت معمولی و سادہ پہنتے۔ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے شرم معلوم ہوتی ہے کہ عالمائے یاصوفیہ نہ لباس پہنوں اور اسکا مصداق ہوں۔ بجائے کرتہ کے انکر کھازا نہ پہنتے۔ اپنے والد ماجد کی خدمت میں ایک خاص خصوصیت حاصل تھی۔ وہ بوجہ ان کے صاحب الرائے

ہونیکے اکثر باتوں میں ان سے فرماتے کہ جیسی تمھاری رائے ہوگی ویسا ہی عمل کیا جائیگا۔ جس زمانہ میں حضرت شاہ تراب علی قلندر کے روضہ کی حرم تعمیر ہو رہی تھی۔ ایک روز صبح کو انھوں نے حضرت شاہ حیدر علی قلندر کے حضور میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ شب کو میں نے حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں (جہان اب دروازہ حرم گاہ ہے) تشریف فرما دیکھا۔ یہیں دروازہ نصب کیا جائے حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر نے تائید کی۔ اور فرمایا کہ یہ جوان صالح کا خواب ہو۔ وہیں دروازہ بننا چاہیے۔ چنانچہ اسی جگہ بنا۔

انھوں نے قریب دو ہفتہ بعارضہ تب شدید و سرسام علیل رہ کر تاریخ ۱۲-۱۴ ماہ جمادی الاول کے روز پچیسویں ۱۲۸۷ھ بمصر ۳۴ سال انتقال کیا۔

انکے انتقال سے حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر کو اس قدر صدمہ ہوا کہ وہ اُس وقت خانقاہ سے مسجد تک پیادہ نماز کیلئے نہ جاسکے۔ کھٹولے پر مسجد تک پہنچائے گئے۔ مزار انکا بیرون درگاہ خطیر و شرقی کے اندر متصل دروازہ واقع ہے۔ منقول ہے کہ اس واقعہ کے بعد حضرت شاہ تقی علی قلندر نے رو کر اپنے بڑے بھائی مولانا شاہ حیدر علی قلندر سے عرض کیا کہ اگر اس مرحوم کی قبر یہاں کچا ہے تو زائد ہتھیرے سے میرے پیش نظر رہیگی۔ اور یہ سمجھو گا کہ جس قدر سرمایہ علم و فضل۔ محنت و جانفشانی سے میں نے اس وقت تک حاصل کیا تھا۔ وہ سب یہاں پر دفن کر دیا۔ انکی وفات کے بعد سے انھوں نے درس دینا بالکل موقوف کر دیا تھا۔ اور پھر سولے میرے والد ماجد حضرت مولانا حافظ شاہ علی اور قلندر قدس سرہ کے اور کسی کو نہیں پڑھایا۔

قطعہ تاریخ وفات از مولوی شریف الدین مرحوم کا کوڑی  
چارہ ماہ جمادی الاول ۱۲۸۷ھ میں  
مولوی حامد علی صاحب خان ناخست  
سال تاریخ وفات اتنا طرز جید  
یکزار و دود صد و ہشتاد و دو ہجری گفت

## حبیب حیدر

سیدی وسیدی و مرشدی - ذخیرہ یومی وغذی شیخی و قبلیتی - ولیفہ نومی و تقیعی -  
استاذی و انجی و معتربی - حضرت مولانا شاہ حبیب حیدر قلندر متع اللہ العالمین بطول حیا  
خلف اکبر و خلیفہ اکمل و جانشین حضرت مولانا حافظ شاہ علی النور قلندر قدس سرہ الاطرہ -  
ولادت باخیر و برکت آپ کی بتایج، ارماہ شوال المکرم روز پنجشنبہ ۱۲۹۹ھ ہوئی  
بچپن ہی سے آثار ریادت و کرامت جبین مبین سے ہویدا تھے -

آپ کی ولادت سے قبل جنابہ نانی صاحبہ مغفورہ یعنی الہیہ مولانا حامد علی صاحب مغفورہ نے  
نواب دیکھا تھا کہ انکے پاس ایک لڑکا بیٹھا ہوا ہے - اسکی نسبت حضرت شاہ تقی علی  
قلندر قدس سرہ فرماتے ہیں کہ اسکو حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ  
کے نذر کر دو - انھوں نے بیدار ہو کر یہ خواب حضرت جدامجد مولانا شاہ علی اکبر قلندر قدس  
سرہ سے بیان کیا - انھوں نے فرمایا کہ بہت بہتر ہے چنانچہ جب آپ پیدا ہوئے -  
تو اسی لحاظ سے حضرت جدامجد نے آپ کا ام گرامی غلام قادر رکھا -

نیز ارغہ میں ایک بیوی والدہ نشی ناظم حسین صاحب نے جو رستہ میں آپ کی پرنائی  
ہوتی تھیں - اُس زمانہ میں کہ جب آپ کم مادر میں تھے - حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا کو  
نواب میں دیکھا تھا کہ انھوں نے ایک انار آپ کی والدہ صاحبہ کا نام لیکر فرمایا - کہ یہ  
اُن کو دیدو - اسی کے بعد آپ پیدا ہوئے - حضرت جدامجد قدس سرہ بوجہ ان بشارات  
کے آپ کو بہت چاہتے تھے - اکثر فرماتے تھے کہ میں نے اسکو اپنا لڑکا بنایا ہے - کسی بار  
اپنی ٹوپنی اور تاج اُڑادی بھی پہنایا - نیز اپنے ذفات سے چار پانچ روز قبل جہان انھوں  
نے اپنے صاحبزادہ یعنی حضرت والد ماجد مولانا حافظ شاہ علی النور قلندر کو اجازت و خلعت  
دی - اُسی کے ساتھ آپ کو بھی اجازت عطا فرمائی -

زمان طفولیت سے تاسیس شوآپ جنابہ نالی صاحبہ مغفورہ کی ارجو نہایت باخدا و بغیر  
جامع جمیع صفات حسنہ تھیں (تربیت میں رہے۔ ذکاوت و ذہانت و قوت حافظہ اس وقت  
بھی ہمیشہ تھا۔ چار سال کے بعد آپ پڑھنے کیلئے بھلائے گئے۔ ابتدا سے لیکر انتہا تک  
کل علوم تفسیر و حدیث و فقہ و تصوف و مقول و منقول نیز اذکار و اشغال و اعمال و اواراد وغیرہ  
کی تعلیم حضرت والد ماجد مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر قدس سرہ سے پائی۔ زمانہ  
درس و تدریس کا سلسلہ بھی جاری کیا جس سے بہت لوگ مستفید ہوئے ۱۹ سال کی عمر میں علوم  
ظاہری سے فراغ حاصل کیا۔ اعلیٰ درجہ کے ادیب و محدث فقیہ و محقق ہوئے۔

۱۳۱۹ھ میں یوم فاتحہ حضرت شاہ تقی علی قلندر قدس سرہ۔ آپ نے حضرت  
والد ماجد مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر رح کے دست حق پرست پر سلسلہ عالیہ قادریہ ضویہ  
میں بیعت کی۔ اور بعد بیعت اجازت و خلافت سلاسل خاندانی وغیرہ سے سرفراز ہوئے۔  
آپ کے متعلق حضرت والد ماجد قدس سرہ اپنے مخصوص مترشہ میں سے فرمانے تھے کہ اگر  
میرا بیٹا پہلوان (یعنی کامل) ہے۔ اور فرماتے کہ میں نے حبیب کو ایسا بنایا ہے کہ لوگ  
تماشا دیکھیں گے۔ آپ نے انکو اپنی خدمت و لیاقت سے ایسا کر ویدہ کر لیا تھا کہ وہ اکثر  
فرماتے تھے کہ یہ بمنزلہ میرے ہاتھ پاؤں کے ہیں۔ بغیر انکے مجھے سخت تکلیف و کلفت  
ہوتی ہے۔ اُس زمانہ سے حمد امور کا انصرام آپ ہی کے متعلق تھا۔ حضرت والد ماجد قدس سرہ  
نے اپنے مرض احوال میں بعد اورو صایا کے۔ آپ سے یہ بھی فرمایا تھا کہ مجھے پنج نعمتیں  
اپنے بزرگوں سے نہایت مشقت سے حاصل ہوئیں۔ وہ میں تکو مفیت دیتا ہوں۔

۱۳۲۶ھ میں زمانہ حیات حضرت والد ماجد قدس سرہ۔ آپ کو سند حدیث و وظائف  
وغیرہ حضرت مولانا سید علی ظاہر دہری محدث مدنی شیخ الحدیث حرم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم  
نے بلا کسی تحریک کے جناب مولوی عبد الباقی صاحب مغفور فرنگی علی کے ذریعہ سے  
عنایت فرمائی۔ اجازت نامہ عطیہ شیخ الحدیث موصوف و برج ذیل ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رافع من استند بصحيح العمل إلى علي بابة - وواصل من انقطع  
 مجن العمل إلى غير جنابه والصلوة والسلام على من ادرج في خلقه الكريم كل  
 مفروق من الكمال ومجموع خير مرسل ذكره عند الله مرفوع - وعلى اله واصحابه  
 الذين اوصلوا الينا كل مروي من الفضل وسموع - وانقطع بهم كل منكر متروك  
 وموضوع - اما بعد فان العلم اقوى سبب يتوصل به العاقل لليبس إلى الكمالات  
 واستبخر طريق يسلكها الفاضل لا يدب إلى معرفة رب الارض والسموات - و  
 لاسيما علم الحديث منه فانه المقتبس من مشكاة مصباح صاحب الرسالة  
 والهدى الذي شرقت شمس من سماء الجلالة وكان الاسناد في الغوام  
 من اجل ما به يعتنى - والفض ما يدخر وتقتنى - لكونه كما قيل من الدين  
 وستنا ما ثورا للسلف والخلف المهتدين - وقد خضر الله هذه الامة المحمديّة  
 بهذه الخصوصية كما خصهم فيها بمراتب الاقربية - فكان كل من سنده  
 اقرب ولو برجل واحد اجل ممن فاته ذلك في المبادئ والمقاصد فقد <sup>حل</sup>  
 جابر ابن عبد الله الانصاري رضي الله عنهما مسيرة شهر إلى عبد الله بن  
 ابيس رضي الله عنه في حديث واحد وقال يحيى بن معين الاسناد العالي  
 قرينة إلى الله وإلى رسوله ستيد الانبياء والمرسلين - وكان ممن سلك هذا  
 الطريق القويم وتخرج منه في الواضحة المستقيم وثمر في طلب العلم عن  
 الجدة والاجتهاد ولازم الاخذ والتلقي عن ابطال لرجال ذوي البصيرة  
 والامداد جناب الكامل الفاضل مولوى حبيب حيدر بن المولوى  
 على نور ادام الله به النفع امين وقد حل من ميثمه وصفاء طويته <sup>على</sup>  
 ان يطلب من العبيد الخفير الذي ليس في العير ولا النقيان لجبيرة



بجميع مروياته وسائر مقرواته وسموعاته فاستدل بذلك على كماله  
 واعتدائه بضم ما عند غيره اليه واحتفاله ليتنظم في سلك السادة الافاضل  
 ويتصل سنه ونسبه المقنن لسيد الاواخر والاوائل فاجبته لذلك  
 اسعفته بما هنالك طلباً للنفع العام ورجاء ودعوة الى التوفيق وحسن  
 التمسك في جوارخير الانام فاقول مستعنياً بذي الطول متبراً من القوة والحول  
 اجزت المومل ليه الفاضل لكامل الحري بكل خير لذي الجميع ما تجوز لي  
 روايته وتصح عنى درايته من منقول ومقول فروع واصول جازة تامة  
 مطلقة عامة بشرطها المعبر لذي هل الحديث والاثر وهو كما لا التثبت  
 والتمحيص وان يقول فيما لا يدري لا ادري كما اجازني بذلك المشايخ  
 الاعلام والاساتذة الكرام ولي والله الحمد في جميع العلوم مشايخ اجله  
 هم في سماء المعارف نجوم واهل وساد كرهنا بعض الاسانيد العالية لكونها  
 سنة مطلوبة والقرب من سيدنا رسول الله خصلة مرغوبة اما صحيح  
 امير المؤمنين في الحديث ابى عبد الله محمد بن اسمعيل البخاري عليه حجة  
 الكريم الباري فاني اروي والله الحمد باعلى سند يوجب في الدنيا الان عن  
 جملة من المشايخ الاعيان منهم شيخنا العلامة المحدث الرحلة الفخامة  
 الشيخ عبد الغني بن ابى سعيد المجدي لفاروق النقشبندى لدهلوى  
 ثم المدي عن العلامة الحافظ محمد عابد الانصاري السندى ثم المدي عن  
 خاتمة المحدثين الشيخ صالح العمري الفلاني ثم المدي عن المدي عن العلامة  
 الشيخ محمد بن سنة العمري لفلاني عن العلامة ابى الوفا احمد بن العجل  
 اليمنى المكي عن مفتي مكة العلامة قطب الدين محمد بن احمد النهر والى  
 عن العلامة ابى الفتوح احمد بن عبد الله بن ابى الفتوح الطاوسى عن

عن المعمر العلامة بابا يوسف الهروري المشهور بسيد صد سأل ابي المعمر ثلثمائة  
سنة عن المعمر محمد بن شاذانجت الفارسي لفرغانة عن الدهر واحد ابد ال  
يسمر قند ابى لقمان مجيى ابن عمار ابن مقبل بن شاهان المختلاني عن ابى عبد الله  
محمد بن يوسف بن مطر الهروري عن الامام البخاري وهذه طريقة المعمرين  
فيكون سبني وبنية احدى عشرة واسطة تقعر لى ثلاثيات وخمسة عشر وهذا  
اعلى ما يوجد والله الحمد .....

واما بقية اسنادى في باقى الكتب الستة وغيرها من كتب الحديث وسائر  
الفنون العقلية والعقلية فانها مذكورة في اثبات مشائخي ومشائخهم  
كثبت شيخ المسمى باليانفر الجني من اسانيد الشيخ عبد الغنى وثبت شيخه  
المسمى لمصطفى الشاردين من اسانيد محمد عابد وثبت شيخ مشائخي العلامة محمد امير  
الكبير وقد اجزت العالم المسمى اليه الجميع ما شئوى عليه هذه الاثبات من  
الكتب والفنون وان يجهز فيها ما شاء لمن شاء متى شاء لبت طلمع بلدي هل  
الحديث والاثر موصيا له تقوى الله تعالى سرا وعنا وان نجشى الله تعالى  
ولا يعجب بنفسه فقد قال صلى الله عليه وسلم كفى بالمرء علما ان يخشى الله كفى  
بالمرء انما ان يعجب بنفسه وعليه بالمنجيات واياة والمهلكات وان يلزم  
الكفارات ولا يفارق الدرجات وهى ما في الحديث الوارد عن رسول الله  
صلى الله عليه وسلم انه قال ثلاث مهلكات وثلاث منجيات وثلاث كفارات  
وثلاث درجات فاما المهلكات فتشجر مطاع وهوى متبع واعجاب المرء بنفسه  
واما المنجيات فالعدل في الغضب والرضا والقصد في الفقر والغنا ونشيت الله  
في السر والعلانية واما الكفارات فانتظار الصلوة بعد الصلوة واسباغ الوضوء  
في التبرات ونقل الاقدام الى الجماعات واما الدرجات فاطعام الطها م

وافشاء السلام والصلوة باللیل والناس ینام رواۃ الطبرانی فی الاوسطین  
 ابن عمر رضی اللہ عنہما واوصیہ ایضاً ان لا ینسانی من صالح دعواتہ فی  
 خلواتہ وجلوواتہ نفیعہ اللہ ونفع بہ ووصل سببنا اجمعین بسببہ انہ  
 علی ذلک قدیر وصلی اللہ علی سیدنا ومولانا محمد وعلی جمیع اخوانہ من الایمان  
 والمسلمین والکل وصحبہ والتابعین وعلینا معہم رحمۃ اللہ اجمعین۔  
 قال بقرہ ورقمہ بغیر قلم العبد الاحقر محمد علی السیدنا ظاہر الوتر الخفی  
 النقشبند الممدنی خادم العلم والحديث بالمسجد الشریف النبوی۔ وذلك  
 فی یوم السادس عشر من جمادی الاولی سنة اثنتین وعشرین وثلاثمائة  
 والفت بالمدينة المنورة انتهى بقدر الضرورة۔

بتاریخ ۲۳ ماہ محرم روز دوشنبہ ۱۳۲۲ھ بروز سوم حضرت مولانا حافظ شاہ علی انور علیہ  
 قدس سرہ۔ آپ نے حسب ارشاد وصیت ترک لباس فرمایا۔ اور سجادہ نشین خاتقاہ کاظمیہ ہوئے۔  
 نام و نشان حضرات مشدین روشن فرما کر ایک عالم کو اپنے فیوض و برکات سے مالا مال کیا۔  
 اس وقت سے ارشاد و ہدایت و اجراء احکام دین میں مصروف ہیں۔ اور ہم سب کے لئے عین  
 رحمت ہیں۔

ماہ رجب ۱۳۲۵ھ میں جناب مولانا فرید الدین خان صاحب محدث کا کوہ رومی نے بھی اولاً  
 آپ کو دلائل انجرات کی تحریری اجازت دی۔ پھر اسی سال ماہ شعبان میں جن جن جمین و حکمت  
 حدیث وغیرہ کی اجازت مرحمت فرمائی جو درج ذیل ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمین حمد الشاکرین وهو الذی فضل الذاکرین علی الغفلین  
 والصلوة والسلام علی من ارسلہ بعد ایتہ الخلق فقد اہم الی صراط الذین لم یتین  
 وعلی اللہ واصحابہ الذین بذلوا انفسہم لخدمة دینہ القوی المتین۔ وبعد

فيقول لعبد المقصم بحبل الله المتين اخرج الخلاق الى الله الغني محمد بن  
 المد عوفه ربه الدين العلوي غفر له ان الكتاب المسمى بالحصن الحصين لما  
 شوهدت بركاته وتجربت استجابة الدعاء عند قراءته وسجد الله حصل لي الاجازة  
 والقراءة عن العلماء الكرام ..... وقد قرأته من اوله الى اخره على  
 جناب علم الاكرام ملاذى ومولائى صنواي لحافظ الفاضل الكامل الحاج مولانا  
 يعاين الملة والدين تعدة الله لغفرانه واسكنه جوارحنا انه وهو قرأ على  
 الفاضل المحدث القاري الحاج مولانا حسين احمد المليح ابادى وحصل له  
 القراءة والرواية عن الفاضلين الكاملين مولانا محمد محمد وم الكهنوي ومولانا  
 شاه عبد العزيز الدهلوي ولهما عن مولانا شاه ولي الله الدهلوي ح وايضا  
 حصل لي الاجازة عن جناب علم الاخر مولانا شاه وجيه الملة والدين المحافظ  
 لكلام الله القديم والخليفة لحضرة مولانا ميرشدي وسيدي شاه تراب على  
 قلندر قدس الله سره وحصل له القراءة والاجازة عن الفاضل المليح ابادى  
 الموصوف وايضا حصل له الاجازة عن العارف بالله مولانا شاه ال احمد  
 الفلواني المهاجر المتوفى بالمدينة المنورة الدين بجنة البقية ثم حصلت  
 في هنته بلا واسطة ايضا وحصل لي الاجازة عن استاذي في الاحاديث  
 النبوي لعارف الكامل لفاضل مولانا حسن شاه الرافضوي وهو توار على العالم  
 المتبحر والفاضل الحكيم مولانا عالم على المراد ابادى وله من العلامة المشتهر في  
 الآفاق مولانا محمد اسحاق المهاجر الدهلوي المتوفى بمكة العظمة الدينين  
 بجنة المعجزة وله من اب امه مولانا شاه عبد العزيز الدهلوي ح وايضا حصل لي  
 الاجازة عن مولانا العلامة والخبير الفهامة شاه فضل الرحمن العارف الكامل  
 الواصل الى الله قدس سره وقد حصل له الاجازة تبركا عن مولانا شاه عبد العزيز

الدهلوى وان قد قرأ كتب الاحاديث عن مولانا المهاجر الدهلوى المذكور  
 سابقا بسند المشهور والصالحى الى الاجازة عن العلامة الواصل الى الله  
 وموصل الخلائق اليه مولانا شاه تقي على قلندر قدس سره عن مولانا الحاج  
 العلامة العارف مولانا امين الملة والدين عن مرشده الكامل شاه ابى سعيد  
 الساكن فى راسه بربلى عن شاه محمد عاشق الفلستى عن مولانا المحدث شاه  
 ولى الله الدهلوى عن الشيخ ابى طاهر المدهنى عن امير الشيخ ابراهيم الكردى  
 عن الشيخ احمد الفتاشى عن الشيخ احمد بن عبد القدوس لشناوى عن الشيخ  
 شمس الدين احمد بن محمد الرملى عن الشيخ زين الدين زكريا الانصارى عن  
 حافظ الوقت تقي الدين محمد بن محمد بن محمد بن فهد الهاشمى المكي عن مولف  
 الكتاب ابى الخضر محمد بن محمد بن محمد بن الجزرى الشافعى وانى قد اجرت  
 لاحيائه فى الله المولى الكامل العارف بالله شاه حبيب حيدر ربه رب و  
 رقاہ الى اعلى مراتب الادب بقرأة هذا الكتاب وان يجيزه لمن كان  
 اهلا له وان لا ينسأنى من دعائهم ثم اعلم ايها الاخر اللبيب ان علماء اهل  
 السند والجماعة اجمعوا على ان اصح الكتب بعد كتاب البارى صحيح  
 البخارى وقد جربت فيه نقصاء المهمات فوجد كالترياق المجرى قد جرت به  
 ونجته مرارا وقد رزقته الله استادة بطريق كثيرة - فاعلم ان فى هذا الكتاب  
 المستطاب ايضا ثلثين جزءا متابعه ومطابقة للقران الشريف فانى وثبت  
 خمسة اجزاء منه على العلم الاكرم والفاضل الاعظم صنواى مليحائى وملاذى العلا  
 الحاج الحافظ مولانا رافى الملة والدين الكاوردى الحنفى لبيد دى نعمة  
 الله بفكره واسكنه بمجودته جنانا وهو قرأ على مولانا المحدث المشهور مرزا  
 حسن على الكهنوى وهو قرأ على الفاضل الكامل مولانا عبد القادر الدهلوى

صاحب موضح القرآن عن اخيه الفاضل الفايق على الاقران بالففضل و  
التميز مولانا شاه عبد الغرير الدهلوى عن والده مولانا ومولى الكل شاه  
ولى الله الدهلوى ثم قرأت النصف الاول منه على الحبر العلامة والخير  
الفهامة مولانا حسن شاه الرامقورى عن الفاضل الكامل الحكيم الحاج مولانا  
عالم على مراد ابادى عن المهاجر المشتهر فى الافاق مولانا محمد اسحاق  
الدهلوى عن ابيه مولانا شاه عبد الغرير المذكور والدهلوى انفا ثم قرأت  
النصف الاخير منه بتمامه على العلامة المشهور على الاقوال ذوالمجد والجاه  
صاحب تصانيف المفيد الفايق على المعاصرين بالعلم والتقى والغالب عليهم  
بالعز والحكمة والجاه مولانا محمد سعد الله المراد ابادى جعل الله فى الجنة  
منازله عن العلامة مرزا حسن على المحدث المشهور عن مصنف موضح القرآن  
عن صاحب تفسير فتح الغرير عن صاحب حجة الله البالغة وغيرهما من الكتب  
المشتهرة المفيدة عن الشيخ ابى طاهر المدنى عن ابى الشيخ ابراهيم الكردي  
قال قرأت على الشيخ احمد القشاشى قال خبرنا احمد بن عبد القدوس  
ابى المواهب الشناوى قال خبرنا الشيخ شمس الدين محمد بن احمد بن محمد  
الرومى عن الشيخ احمد زكريا بن محمد البومجيبى الانصارى قال قرأت على الشيخ  
الحافظ ابى الفضل شهاب الدين احمد بن على بن حجر العسقلانى مصنف  
فتح البارى شرح صحيح البخارى عن ابراهيم بن احمد التنوخى عن ابى  
العباس احمد بن ابى طالب الحجار عن السراج الحسين بن المبارك الزبىدى  
عن الشيخ ابى لوقت عبد الاول بن عيسى بن شبيب السجىمى الهروى عن  
الشيخ ابى الحسن عبد الرحمن بن مظفر الداؤدى عن ابى محمد عبد الله بن  
احمد السجسى عن ابى عبد الله محمد بن يوسف بن مظفر بن صالح بن بشر القريرى

عن مولفه امير المؤمنين في الحديث الشيخ ابي عبد الله بن محمد بن اسماعيل  
 بن ابراهيم البخاري رحمه الله تعالى. وايضا قد حصل الاجازة بالرواية العالية  
 للعلامة ذي الفضل لفاق على الاشياء مولانا محمد سعد الله المذكور انفاً  
 في مكة المعظمة عن رئيس المدرسين في بلد الامين شيخ العلماء الكرام  
 مولانا جمال بن عبد الله شيخنا عمنا لمحدث بالمسجد الحرام عن شيخنا خدام  
 الشريعة والمنهاج مولانا الشيخ عبد الله بن المرحوم الشيخ عبد الرحمن  
 السراج عن شيخنا الشيخ عبد الله ابن هاشم الفلاني عن شيخنا الشيخ  
 الصالح الفلاني وهو يروي برواية الفريزي عن طريق الختلاقي والمعمري  
 يوسف الهروي..... واعلم اني قد كنت ملتزماً ان اختم البخاري  
 الشريف في الست مرة في شهر من شهورها وقد تشرفت في المنام بزيارته  
 مصنفه فالحمد لله على ذلك بحسب الاتفاق كنت مشغولاً في اختتامه بحسب  
 العادة اذ جاء الفاضل الكامل الشيخ المسند والحج العلامة مولانا ال احمد بن  
 محمد امام بن نعمة الله الفلوري لمهاجر المديني في كاكوري وتشرفت بلقائه و  
 كنت مشغولاً بقرآته فامرني ان اقرأ بالصوت المرفوع فقرأت جزء منه  
 فارضى بالقراءة واجازني بروايته ورواية باقي كتب المصنفه من يرويه  
 فهو يروي هذا الصحيح عن شيخنا محمد بن يحيى الشخبطي المخرنبي عن الشيخ  
 عبد الحفيظ بن درويش العجمي المكي عن الشيخ صالح بن محمد العمري الفلاني  
 ثم المديني برواية الفريزي عن طريق الختلاقي والمعمري يوسف الهروي  
 المذكور ثم حصل لي الاجازة بتركها بجميع الكتب المصنفة في الحديث والنسب  
 عن العلامة والحج نفهامة مولانا الكامل الولي المولوي شاه تقي علي قلندر  
 القادمي وهو يروي عن عم جدي لفاضل الكامل الحاج مولانا امين الملة

والدین الکاوردی قدس سرہما وھو روی عن الفاضل ابی الحسن السندی  
 المدنی الشافعی لصحیح البخاری عن مولانا محمد حیات السندی المدنی عن  
 الشیخ عبد اللہ بن سالم البصری اجازۃ عن الشیخ ابی عبد اللہ محمد بن  
 علاء الدین البابی المصری قرأۃ علیہ لبعضہ واجازۃ لسایرہ عن ابی  
 النجاس لم بن محمد السمنہودی سماعاً علیہ لبعضہ واجازۃ لسایرہ عن النجم  
 محمد بن احمد بن علی الغیطی بقراءتہ علیہ لجمیعہ عن شیخ الاسلام ابی یحییٰ بن الدین  
 زکریا بن محمد الانصاری لقراءتہ علیہ لجمیعہ عن حافظ عصرہ شہاب الدین  
 ابی الفضل احمد بن علی بن الحجر العسقلانی وھذا السند الی المولف بتمامہ  
 مرقوم فی اول ھذا الثبت فالنظرہ ولا حاجۃ الی ذکرہ ثانیاً واعلم انی قرأت  
 - الثلث الاول من صحیح مسلم وثلاثۃ اثلاث من محبت ابی النبی علی استاذی  
 قدوۃ المحدثین فی عصرہ مولانا حسن شاہ الرامفوری واجاز فی جمیع ما فیہا  
 وما احتوت علیہ العجالتہ النافعہ لمولانا وشیخ مشائخنا شاہ عبدالغفر الزاہلی  
 رحمۃ اللہ تعالیٰ فلکذلک اجزت لاختیار فی اللہ تعالیٰ ذوالمجد الثاقب للہوی  
 شاہ حبیب اللہ قلندر القاری سلمہ اللہ واوصلہ الی ما یتنہا -

قالہ بفقہ ورقمہ بینانہ محمد المدعو بفرید الدین العلوی الحنفی القادری  
 فی الثالث والعشرین من شہر شعبان ۱۳۲۵ ھ یوم الاربعاء - انتہی  
 بقدر الضرورۃ -

یون تو آپ ہمہ تن خوبی کان صدق و صفا - جان مروت و وفا - خلیق و فہم ذکی و ذہین -  
 صاحب نبل و ہون - مجمع اوصاف حمیدہ و خصال پسندیدہ ہین - مگر خصوصیت کیساتھ آپ  
 علی درجہ کے متخل مزاج متقی و بے نفس محمد رحمت و شفقت ہین - اللہ تعالیٰ نے علاوہ  
 کمال اسباب باطنی کے صباحت و ملاحت صوری - دو جاہت ظاہری بھی علی درجہ الکمال عطا فرمائی



ہے۔ مجھری المشرب صداقت و انثار و بے نفسی میں شان صدیقی۔ اور عدل و مکن استقلال و حسن  
نفس و ثبات عقل میں کیفیت فاروقی۔ اور سخاوت و عفت و حیا و رضا میں فیض عثمانی۔ اور فقر و  
وجاہت عرفان و ہدایت میں حالت ترقی و تفسوی سے مالا مال ہیں صحابہ و تابعین کے حالات اگر  
دیکھنا ہو تو آپ کی ذات ستودہ صفات میں موجود ملینگے۔

خانقاہ عالم پناہ کی جس قدر درستی اور رونق آپ نے کی اور کر رہے ہیں وہ ظاہر ہے۔ کتب خانہ  
کی عمارت جدید آپ ہی کے توجہ سے بنی۔ اور ان میں بہت کتابوں کا اضافہ ہوا۔ کتب خانہ میں  
تقریباً دس بارہ ہزار کتب مطبوعہ قلمی موجود ہیں۔ جن میں قلمی کتابیں نہایت بیش بہا و نادر و موجود  
ہیں۔ اس کتب خانہ کا تاریخی نام کتب خانہ انور رکھا۔ قدیم کتب خانہ جو خستہ حال تھا اس کو ازسرنو  
بصرف زہر کشیر درست کیا۔ اور اس میں بھی مقدار مقبول کتابوں کا اضافہ کیا۔ حضرت شاہ قلی علی  
قلندر قدس سرہ کا حجر متصل درگاہ حضرت شاہ محمد کاظم قلندر جو نہایت بوسیدہ ہو گیا تھا۔  
اسکی ازسرنو تعمیر کرائی۔ عرس شریف میں فقرے آزاد کے لئے ایک خاص کمرہ موسوم بہ قصر  
خاکساران آزاد تعمیر کرایا۔ اور فضل علی شاہ صاحب کو سرگروہ آزادان مقرر کیا۔ چنانچہ اس  
جمع میں خدا کے فضل سے ترقی ہی ہوتی جاتی ہے۔ اعواس و فواتح میں کھانے کی سخت کیلئے  
ایک بڑا باورچی خانہ بنوایا۔ اعواس و فواتح میں آپ نے جس قدر ترقی دی۔ اور بارونق کیا وہ  
دیکھنے والوں پر مخفی نہیں۔ دیگر قدیم و جدید عمارت کی مضبوطی و خشکی کی۔ خانقاہ کا قدیم کمرہ  
جو قدیمی نشہ نگاہ تھا۔ پہلے بہت تنگ اور معمولی حیثیت کا تھا۔ آپ ہی کی توجہ سے  
ازسرنو وسیع و بختہ تعمیر ہوا۔

در خراج و خرچ و در ایفائی میں

اسے نقییران راعثیہ والدین

جان نواز و دستگیر و مستمر

با دعوت در جهان ہجو خضر

تا زمین گردد ز لطف آسمان

چون خضر و الیاس مانی در جان

اشاعت علوم و صفات خاندانی جس قدر آپ ہوئی وہ مخفی نہیں تعلیم و تربیت میں

و افاضتہ فیوض و برکات باطنی و ظاہری بہت عمدہ طریقہ سے کرتے ہیں۔ تصنیفات و خوارق عادات کا بھی ظہور ہوتا رہتا ہے۔ اویسی فیض آپ کو حضرت شاہ محمد کاظم قلندر۔ و حضرت شاہ حیدر علی قلندر سے حاصل ہوا۔

جب سے حضرت والد ماجد مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر کا وصال ہوا ہے۔ آپ علاوہ ارشاد و ہدایت و غیرہ کے انکی مصنفہ کتابوں اور دیگر کتب خاندانی کی صحیح ترتیب و تہذیب میں اپنا گران بہا وقت صرف فرماتے ہیں۔ خود بھی مشغول تصنیف کتب رکھتے ہیں۔ تفصیل کتب جو اس وقت تک حیرت انگیز ہیں کئی ہیں جب مندرجہ ذیل ہیں (۱) ایضاح شتمہ انتصاح عن ذکر اہل الصلاح مطبوع (۲) فیوض مسعودیہ مقدمہ فصول مسعودیہ مطبوع۔ (۳) مناسبات القلندر مقدمہ روض الازہر و حوض الکواثر مطبوع (۴) مفاد ضات مطبوع۔ (۵) الشرف المبین فی ذکر معراج سید المرسلین اردو مطبوع۔ (۶) رسالہ در بیان خانوادہ (۷) کتاب الکلمۃ الباقیۃ فی الاسانید و المسلسلات العالمیہ عربی۔ اس کتاب میں آپ نے اپنے اسانید جمع کئے ہیں یہ کتاب غیر مطبوع ہے اور بہت مفید ہے (۸) تنویر الیسا کل بذکر الاولاد و السلسل عربی (۹) انشائے حیدری غیر مطبوع

اسکے علاوہ اور مکاتیب مشتمل مسائل طریقت بنام مخلصین مریدین و متعقین و غائبہم موجود ہیں۔ جو نہایت مفید اور کار آمد ہیں۔

خلفاء و مجاز و فقہر آپ کے ماتحت یہ کتاب ہذا حسب ذیل ہوئے (۱) انوی جناب مولوی تقی حیدر صاحب برادر اوسط (۲) فقیر حقیر محرم سطور عافہ اللہ عن کل ذنوب و شرور اسے یوم النشور بحجۃ النبی المفقور برادر اصغر (۳) جناب مولوی محمد وصی علی صاحب (۴) شاہ فضل علی صاحب سرگروہ آزادان (۵) اسد اللہ شاہ ساکن اٹا (۶) خادم علی شاہ (۷) بابو شاہ مجاور درگاہ حضرت شاہ باسط علی قلندر الہ آبادی قدس سرہ۔

آپ کے حالات و واقعات و کرامات تفصیلی علیحدہ بصورت کتاب جمع کر نیکا ارادہ ہے

اگر توفیق الہی شامل حال ہوئی۔ تو نذر ناظرین ہونگے۔ اس کتاب میں حسب ضرورت بہت سی اختصار کے ساتھ درج ہوئے۔ مد اللہ ظلالہ علی رؤس العالمین الی یوم الدین۔

## حبیب علی

مولوی حکیم محمد حبیب علی۔ ابن حکیم مشتاق علی علوی مخدوم زادہ۔ یہ تباریخ ۵ ماہ جمادی الآخر روز چار شنبہ ۱۲۸۲ھ پیدا ہوئے۔ کتب درسیہ انھوں نے حضرت مولانا شاہ علی اکبر قلندر دہلوی سے۔ اور جناب مولانا مفتی غنایت احمد صاحب کاکوروی۔ و مولوی لطف اللہ۔ و مولوی اولاد حسین موہانی سے پڑھیں۔ تیرہ سال کی عمر میں تحصیل کتب درسیہ وغیرہ سے فارغ ہوئے اور سند فضیلت مولوی سلطان جبین صاحب سے حاصل کی۔ پھر صرف چھ ماہ میں علم طب تمام و کمال اپنے والد ماجد سے پڑھا۔ اور سلسلہ درس و تدریس مدت العمر جاری رکھا۔ ضلع اناؤ و جوار میں پوری میں دکنے شاگرد بکثرت ہیں۔ اس اطراف میں احکام شریعت کی پابندی انکی ذات سے بہت ہوئی۔

تصنیف و تالیف کا شغل بھی تھا۔ چنانچہ تالیفات سے رسائل ذیل ہیں (۱) رسالہ تعین دل علیہ شریف معروف بہ خیال حکیم سید الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم (۲) تقابل موزی (۳) سیف المسلول علی من یبلغ القیام ببولہ الرسول (۴) المواقظ الحسنہ (۵) دمع المعاند۔ (۶) وجوب القیام فی میلاد خیر الانام (۷) تحقیق حکایات امام ابی یوسف (۸) تحقیقات و دلائل جیبی (۹) تحفہ تحریر (۱۰) تحریر اہل نجات (۱۱) تقریر کشف (۱۲) تحقیق کینیت صدیقی (۱۳) جایزہ سجدات تحیات (۱۴) حسن اعتقاد خداداد۔ مطبوع (۱۵) مرتع شریف (۱۶) جواز الاجاج بالغیر (۱۷) اثبات معانقہ عیدین (۱۸) ہدایات البرایا مبسط التحف والہدایا (۱۹) تحقیق بیعت النبی وغیرہ وغیرہ۔

یہ اگرچہ بظاہر دنیا دار تھے۔ مگر بہ باطن تارک خدا پرست اور دل بیار و دست بکار کے

مصدق تھے۔ کتب بینی بہت بڑھی ہوئی تھی۔ اکثر کتب حدیث و تصوف دیکھا کرتے۔ فن مناظرہ سے خاص دلچسپی تھی۔

بیعت انکو حضرت مولانا شاہ حیدر علی قلندر قدس سرہ سے تھی۔ اور انکی توجہ بھی انکے حال پر بہت تھی۔ اور حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر قدس سرہ بھی بہت غنایت و شفقت فراتے تھے۔ یہ بہت محتاط اور متقی تھے۔ زہد و دمع و علم و حلم بہت بڑھا ہوا تھا۔ چنانچہ انکی حسن استعداد و ملاحظہ فرما کر حضرت مولانا شاہ علی اکبر قلندر قدس سرہ نے انکو اپنا مجاز و خلیفہ بھی کیا تھا۔ مگر انھوں نے ادباً کسی کو مرید نہیں کیا۔ یہ شاعر بھی تھے حبیب تخلص کرتے بیشتر تاریخی نظم کرتے۔ اور اچھی نظم کرتے۔ علاوہ تو انچ چند اشعار درج ذیل ہیں۔

الہی عاصم استغفر اللہ	توئی فریاد رس احمد اللہ
رہائی دہ مرا از خود رہائی	بنور خویش تن چشم کشائی
تن و جانم بفضل خویش دادی	ضمان روزیم بر خود نہادی
ہم ہم ز طفلی و جوانی	گنہ کردم بہ اعلان نہانی
فلط کردم رہ تحقیق بہنما	سوے تو بہ مرا تو فیق بنما
بران تو بہ مرادہ استقامت	بر و مندم بکن ز اشمار طاعت
از نہایت چیکر بر تو مشکل	توئی بس قادر و حلال مشکل
حبیب عاصی و ظالم ہوئی	مناجاتی شدہ بہر قبولی

انھوں نے بعد کامیابی امتحان سند و کالت عدالت بھی حاصل کی تھی۔ مدۃ العمر ضلع اٹاوا میں مطب و وکالت کرتے رہے۔ اور بعد ۴۴ سال بعارضہ فالج تباہیچ ۲۵ مارچ ۱۳۳۳ھ روز شنبہ وہیں اٹاوا میں انتقال کیا۔ اور بادشاہ قلی کے باغ میں دو کمرہ روز بعد نماز ظہر دفن ہوئے۔ قطبہ تاریخ انتقال از مولوی احمد رضا خان صاحب جم جم بریلوی۔

عصحب حبیب اللہ یعلو فمنا حبیب علی بالحبیب علی

حبیب علیؑ کان خادم سنۃ      وہادم بدعات و ذاک جلیؑ  
 حبیب لبیب بالذکاء ذکی      سمی سنۃ بالسناء بھیؑ  
 یقول اسۃ فی عام رحلتہ الرضا      حبیب علی فی الولاء لروضیؑ

۱۳۳۰ھ

مولوی حبیب علی صاحب کے سب بیٹے طبیب ہیں۔ جنکے اسماء حسب ذیل ہیں۔  
 اول۔ مولوی حکیم محمد وصی علی۔ جو علوم درسیہ و فن طب میں فارغ التحصیل ہیں۔ اور بہت  
 قابل و لائق بالکل اپنے والد ماجد کے قدم بقدم ہیں۔ رسالہ مصباح طریقت انکے مصنفات  
 سے ہے۔ تلمذ انکو حضرت مولانا شاہ علی انور قلندر قدس سرہ اور اپنے والد ماجد سے ہے۔  
 علم حدیث کی اجازت حضرت شاہ ابوالحسن المشہور بہ نوری میان مارہروی سے ہی۔ اولہ جاز  
 اخذ سمیت حضرت مولانا شاہ حبیب قلندر مدظلہ سے ہے۔ شعر و شاعری کا مذاق رکھتے ہیں  
 و تھی تخلص کرتے ہیں۔ اٹا وہ میں ملازم ہیں۔ اور وہیں مطب بھی کرتے ہیں۔  
 دوم۔ مولوی حکیم رضی علی جنھوں نے سند طبابت حکیم اجمل خان دہلوی سے حاصل کی۔  
 اور تلمذ بھی پایا۔ یہ بھی شاعر ہیں۔ اخگر تخلص کرتے ہیں۔ فی الحال ریاست رامپور میں ملازم  
 ہیں۔ اور مطب بھی کرتے ہیں۔

سوم۔ مولوی حکیم سہمی علی۔ جو قابل و لائق اور بہت با ذوق و شوق شخص تھے جنھوں نے فن طب  
 کی تکمیل حکیم عبدالحی رے بریلی سے کی۔ لکھنؤ میں مطب بھی کرتے اور سرکاری ملازم بھی تھے۔  
 انکے الیہ کے نفحات النسیم فی تحقیق اولاد ملا علی لکھنؤ موجود ہے اور طبع ہو گئی ہے افسوس  
 کہ انھوں نے تاریخ ۳۰ مارچ ۱۳۳۰ھ کو انتقال کیا۔

چہارم۔ مولوی حکیم الطاف علی۔ یہ بھی حکیم ہیں۔ اور اورنگ آباد دکن، میں ملازم ہیں۔ اور  
 وہیں مطب کرتے ہیں۔

پنجم۔ مولوی حکیم شہیر علی۔ یہ کانپور میں ملازم ہیں۔ اور وہیں مطب کرتے ہیں۔

ششم۔ مولوی حکیم حافظ محمد احمد۔ انھوں نے کتب درسیہ اپنے بڑے بھائی سے پڑھیں پھر اسکے فرنگی محل لکھنؤ کے مدرسہ نظامیہ میں مولوی عبدالباری صاحب مغفور۔ دیگر اساتذہ سے متوسطات تک پڑھا۔ اور فن طب کو مدرسہ تکمیل الطب لکھنؤ میں حاصل کیا۔ اب بمقام میں پوری مطب کرتے ہیں۔

ہفتم۔ مکرم احمد۔ جنھوں نے فارسی وغیرہ اپنے بڑے بھائی سے پڑھی۔ ذہین طباع ہیں۔ اور شاعر بھی۔ تخلص کرتے ہیں۔ اور اورنگ آباد ملک دکن میں ملازم ہیں۔

## حسن بخش

مولوی شاہ ابوالحسن حسن بخش۔ ابن مولوی حسین بخش شہید۔ ابن شاہ میر محمد قلندر عرف میرن میان۔ ولادت انکی تباریخ ۲۳ ماہ صفر ۱۲۸۷ھ ہوئی۔ کتب درسیہ انھوں نے حضرت مولانا شاہ حیدر علی قلندر۔ و حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر قدس سرہما سے پڑھیں۔ اور تکمیل کتب حدیث و تفسیر وغیرہ مزار حسن علی صاحب محدث لکھنؤ سے کر کے کیتائے روزگار اور فاضل بے بدل صاحب تحقیق و تدقیق ہوئے۔

بیت اپنے حضرت جد امجد شاہ میر محمد قلندر قدس سرہ سے رکھتے۔ اور اجازت خلافت بھی انھیں سے تھی۔ اور اپنے والد ماجد سے بھی۔

تصنیف و تالیف کا مشغلہ بھی تھا یہ مصنفات سے چار کتابیں انکی تحقیق و تبحر علمی و فضائل کا اعلیٰ ثبوت ہیں (۱) التصریح الاذکیار فی احوال الانبیاء۔ بزبان اردو دو جلدوں میں ہے۔ جمیع حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تک کے بہت صحیح حالات درج ہیں۔ نہایت ہی جامع کتاب ہے۔ متعدد بار طبع ہو کر نظر افروز ناظرین ہو چکی (۲) رسالہ کملہ مالا بد منہ متکلمین عقیدۃ ائمہ بیان میں ہے (۳) رسالہ

تفہیم العاشقین فی میلاد خیر المرسلین ہے (۴) تذکیر العارفین فی احوال سید الکاملین ہے  
اسمین حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے حالات ہیں۔ علاوہ اسکے ایک بیاض ہجویمین  
عمرہ اور نفیس فوائد مندرج ہیں طبیعت کا میلان ہندی زبان کی شاعری کی طرف بھی تھا  
چنانچہ کچھ کلام ہندی میں بھی ہے اور وہ کلیات لغت مولوی محمد محسن کے دوسرے ایڈیشن  
میں بطور ضمیمہ طبع بھی ہو چکا ہے۔

ابتداء میں یہ چند سال بعدہ سرشتہ داری ملازم رہے۔ پھر اُسے چھوڑ کر ترقیہ عمر مشاغل  
علی اور شہار شاہ خاندانی میں بسر کی۔ بیعت بھی لیتے تھے۔ اطراف میں پوری میں اکثر  
لوگ اس کے مُرید ہیں۔

وفات انکی تاریخ ۱۹ مارچ جمادی الاول ۱۳۰۳ھ شنبہ ۱۳ نومبر ۱۹۸۵ء سال ہوئی بمقام  
میں پوری صحن عید گاہ میں حسب وصیت دفن ہوئے قطعہ تاریخ انتقال از مولوی محمد محسن  
صاحب محسن کا کو روی ہے

مخزن علم و عمل فخر زمن	قبلہ حسن ابو الحسن حسن
از سمید سے و از شہید نور عین	ابن ابن میرٹھ ابن حسین
رفت سوے عرش اعلیٰ روح او	مُحَمَّدٌ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهًا
ہاتھے از بہتر از سنجش نوشت	جائے پاکش باد الہی ہر شبت

سلسلہ

## حسن رضا

منشی حسن رضا۔ ابن شیخ محمد رضا۔ ابن شیخ حاتم علی۔ ابن شیخ ہدایت اللہ۔ ابن شیخ  
غلام سرور۔ لکھنؤ کا کو روی۔ تلمذ ان کو حضرت مولانا شاہ علی انور قدس سرہ سے تھا۔ اور  
حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر قدس سرہ کے مُرید تھے۔ نہایت ذکی اور ذہین فہیم و قابل و

نثار تھے۔ چند تحریریں انکی شتہ بزنائع و بدائع جو نظام حیدرآباد کی خدمت میں لکھ کر پیش کی  
تھیں درج کیجاتی ہیں جن سے انکی اعلیٰ قابلیت کا پتہ چلتا ہے۔ عرضی غیر منقوطہ جو  
حسن و نظام دکن کی بارگاہ میں پیش کی تھی۔ یہ ہے۔

هو الله لا اله الا هو له الملك وله الحمد

مالک ملک عطا و کرم سلالہ دودہ آدم والاہم دا در داد رس دارا در گاہ کاؤس کوس  
ماہ کلاہ ادام اللہ کلکم۔ در ہوا، در گاہ ارم کار گاہ سر سودا مملو و آسودہ دل ملو و محل را والہ و  
سرگرم اعلام مابہ المرام دارد۔ حمد لاحد مالک الملک و الملوک را کہ در ہا، مکارم و مراحم واکرہ  
سرکار عالم مدار را و سادہ آرائے دار احکم عدل و داد آورد و ہمہ دہا سے اہل عالم را عمر مکر عطا  
کرد۔ ہم اساس صمدیہ و ہر اس اہل عالم در احاطہ ہدم در آمد۔ و ہم گروہ آلام واد ہا م اہل ہر  
در حصار عدم۔ ہم دہا جو صلہ ہا را ما واد ہم سر با سر گلدہ با طالع مسعود اہل عالم عالم عالم سو  
و سرور را در عالم صلا در دادہ۔ و امطار عطا و کرم دا ورا والاہم علم ہا را اہل دہر را در عطر گل مرو  
معطر کردہ۔ اللہ اکرمہ کرمًا و اسعًا و ارحمہ رجا کا ملا محمد وال محمد۔ واد گرا۔  
حال سرسرمال دعا گو اگر کلک در سلک سطور آورد۔ عمر آدم در کار ہم اعلام در دول محال۔  
و ہم دعا گو را طول کلام عار۔ حاصل الامر در گروہ و کلا، اول ممالک محروسہ سرکار عالم مدار۔  
و واسطہ دارد و مرحوم صدر عمدہ دار سرور کا نگارم۔ اما در معاملہ دہر کم طالع آمدہ رسم و راہ و داد  
و داد اہل دہر معلوم و دعا گو را در مالک مکرم ممد و نا واد در عالم معدوم لامحالہ اسرار آمال دل  
در دل گردہ ہر دم دعا و مدح سرکار عالم در دہر مودارم و دہ مصرعہ سادہ رہ آورد۔ آوڑہ ہم  
نامول کہ مشہوع گردد و مسئول کہ تک مدعا سرور دام الادۃ دعا گو در آورد۔ صمد العلم سرکار عالم  
مدار را امر عالم مطاع۔ و حکیم عدو مال و عمر دوام و گوہر آمال عطا دارد و اللہ معکم و مع  
اولاد کما لکرام

داہر وادارہ و کاؤس کوس رام حکم محکم اور دوم وروس



ساک ہر سالک علم و کمال	مدح عدل و داد او آمد محال
در دل را مہر او گردد دوا	طول او در دادہ در عالم صلا
ماہ محمدر و ہمسرا طوار او	ورد ہر کس اسم او اسما راو
کامکارا دوا را دارا درا	ورد دارم سال نہ در دل دعا

سوال

گدا در درگاہ والا محمد حسن رضا دہم ماہ صوم ۱۳۲۹ھ

عرضی دیگر

احمد واحد

مصدر عطا و کرم ادوا الامر دادگر ملک العادل والکامل ادام اللہ ملککم وعطا رہم۔  
 سہ سال سر آمد کہ سوالها سادہ دعا گو در سالک مطالعہ سردار کامکار در آمد۔ حکم محکم موسومہ  
 مدار المہام ہم ورد و مسعود آورد مدح مکارم و مراجعہ سرکار محال و دعا طول عمر و آرام دوام  
 در ہر حال حالاکہ سوز و سرور سالگرہ حال و تولد با وجود صلہ با در دل مملو کردہ مادہ ہا سالگرہ  
 حال در سالک سطور آوردہ دل و داد محلی را والہ و سرگرم مدح مہر و کرم و دعا و سرکار عالم  
 ہر دم دارد دعا و سال حال و در کردہ صد سال مالا مال گو ہر مال گرداد ۱۳۳۵ھ

سوال

دعا گو گدا در در والا محمد حسن رضا

یہ تحریر انھوں نے دربار سالگرہ میں پیش کی تھی۔

یا صغنی یا بادی ۱۳۳۵ھ

یوم الاول من رجب المرجب الاشرف والا طیب ۱۳۳۵ھ۔ یوم عید میلاد  
 السلطان وحید العصر والآوان معین الملل والادیان۔ ۱۳۳۵ھ نواب السابغ نظام  
 الملک ۱۳۳۵ھ دام اقبالکم و مد ظلکم دائما۔ ۱۳۳۵ھ لازال ظلالکم العالی ابدًا ممدًا

۱۳۳۵ء - فالناس کلہم یقعدون محافل النشاط بطیب الخواطر سنة ۱۹۱۵ء ویلقسون  
دعاء از دیاد جاہ و دوام ملک متواتر سنة ۱۹۱۵ء ربنا باریک عید السعید لسلطاننا  
واجعلہ عایدًا عامًا بعد عام - الی یوم القیام باجد الکلام والآن تم الکلام بعد عام  
النظام والسلام ۱۹۱۵ء راجی افضل سلطان سنة ۱۳۳۵ء الحمد حسن رضا وکیل اول سنة ۱۳۳۵ء  
ان سب پر نواب حماد الملک میر سید حسین بلگرامی نے بہت تحسین کی تھی -  
شعر و شاعری کی جانب بھی ذوق تھا بحسن تخلص کرتے - اور ششی عبدالحی غفری  
سے تلمذ رکھتے - گورنمنٹ انگریزی مین امتحان وکالت پاس کیا شاہجہان پور میں کالت  
کرتے رہے - پھر ریاست حیدرآباد میں درجہ اول کی وکالت کی سند حاصل کی اور وہیں  
وکالت کرتے تھے - افسوس کہ ابھی حال میں انھوں نے بتاریخ ۲۳ ماہ ربیع الاول  
روز پنجشنبہ ۱۳۳۵ء بمقام حیدرآباد انتقال کیا اور وہیں دفن ہوئے -

## حسن یاور خان

منشی حسن یاور خان متخلص بقرہ خلت نواب یار جنگ محمد اکرام اللہ خان بہادر انھوں نے  
ابتدائی تعلیم مولوی فرید علی متخلص بہ فلک کا گدروی سے پائی - بعد عربی و فارسی کی تعلیم  
حضرت مولانا حافظ شاہ علی افروز قلندر قدس سرہ سے حاصل کی - حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر  
قدس سرہ کے مرید تھے -

یہ بہت ذہین اور طباع تھے - شعر و نظم اچھی لکھتے تھے - نظم میں مولوی فرید علی فلک  
سے تلمذ تھا - اشعار اردو و فارسی دونوں لکھتے اور بزم مشاعرہ میں داد سخن پاتے - ریاست  
حیدرآباد میں بعدہ ششمن حجی مامور تھے - اور بہت شوقین و رئیس مزاج شخص تھے -  
نواب علی حسن سلیم تذکرہ صبح گلشن میں لکھتے ہیں کہ  
"قرہ تخلص منشی حسن یاور فرزند اکرام اللہ خان کا گدروی است ماہر فن عروض و قافیہ

دوروی۔ از انجا کہ قمر فلک ناچار است شیخ فرید علی فلک بہ اصلاح نظام ایاتش یا اور  
ویدار۔ طبعش ساؤ فکرش آسمان سپاوار اہلہ مصارعتش ناخن زن دلہا

انکا کلام اردو و فارسی جو کچھ ملے گا بغرض تفریح طبع ناظرین درج ذیل ہو۔ اشعار فارسی سے  
زیر قامت رویش لم دیوانہ میگردد      بلا گردان شمع طور این پروانہ میگردد  
ہانا محتجب کن کعبہ پائس خورشاد      کہ ہر طور ہر دم بردار میگرد  
جرس سا قمر نالان بہ ہجیرا سرگردان      لبے کف گریبان بارہ دیوانہ میگردد  
انکے اردو کلام میں روانی اور سلاست قابل ملاحظہ ہے۔ اشعار اردو سے

زلف شگون سورہ دلیل کی تفسیر ہو  
خاک کڑا تے دیکھ کر مجھ کو تجاہل ہو گیا  
یا کسی کو اپنا کر لو یا کسی کے ہو رہو  
جھکیں گے بعد فنا بھی نہ عشق کے جھکے  
وہ بزم ہو گئی سانی کے اٹھتی ہی بہم  
سوال نامہ و پیغام کا مالہ ہو جواب  
تھماے عشق میں سوالے خلق پھر ہوں  
تب فراق نے ایسا جلا کے خاک کیا  
نہیں ملا کہیں اتک بھینہ مہر تھا  
گھونگھٹ میں یونہی برونج اس ہتا کی

آجائے جیسے چاند پہ ٹکڑا سحاب کا  
غیت سے رنگ نرود ہوا آفتاب کا  
جیسے چمن میں پھول کھلا ہو گلاب کا  
انہوں نے بے نام و نشان بحالت شباب بتایا یکم ماہ رجب المرجب رذر ۱۲۸۲ھ  
انتقال کیا۔ اور محلہ ولی نگر قصبہ کا گوری میں اپنے مکان سے متصل خاندانی قبرستان میں

دفن ہوئے۔

## حسین بخش

مولوی شاہ حسین بخش شہید خلیف اکبر حضرت شاہ میر محمد قلندر عظیم الدین سیان علوی قدس سرہ۔ انکی ولادت سنہ ۱۱۸۷ھ میں ہوئی۔ انھوں نے کتب وسیعہ تمام و کمال حضرت مولانا شاہ حمایت علی قلندر قدس سرہ سے پڑھیں۔ اور بڑے فضل زبردست کیتائی زبان ہوئے۔ فن ادب میں بہت بڑے ماہر تھے۔ شوق مطالعہ کتب و تصانیف اسقدر تھا کہ قید ملازمت کو طبیعت نے گوارا نہ کیا۔ ابتداً ایک مدت تک عدالت دیوانی علیگڑھ میں سرترتہ دار رہے۔ بعد ازاں میں بعد از نصفی مامور ہو کر اپنی لیاقت اور قابلیت اور دانائی اور معاملہ فہمی میں معروف و مشہور ہوئے۔ بالآخر اکتوبر سنہ ۱۲۲۷ھ میں عہدہ نصفی سے کنارہ کش ہو گئے۔ زیادہ وقت ذکر و فضل میں صرف کرتے۔

بیعت و اجازت و خلافت انکو اپنے والد ماجد سے تھی۔ اور تعلیم و تربیت باطنی بھی انھیں سے۔ اذکار و اشغال کے بعد بقیہ وقت کتب مینی میں صرف کرتے۔ انھوں نے ایک بڑا کتب خانہ جمع کیا تھا۔ جسکی کچھ کتابیں میں پوری میں اسکی صاحبزادے مولوی حسن بخش صاحب کے ساتھ تھیں۔ جسکی حفاظت کی بابت ایک خط میں انکو لکھتے ہیں کہ ”مردن آن برخوردار و گم شدن یکے اذین کتا بہا مرا برابر است۔“

علامہ اسکے بہت بڑے عامل بھی تھے۔ دناہیسی خاص طور پر عمل میں تھی بیعت بھی لیتے تھے۔ اطراف میں پوری داٹا وہ میں اکثر انکے مریدین تھے۔

تصانیف بھی بہت سے ہیں۔ انہیں سے جبقدر تصانیف کے نام معلوم ہو سکے وہ درج ذیل ہیں (۱) رسالہ نفحۃ الہند عربی بحواب نفحۃ الیمین (۲) آثار باقیہ جس میں آٹھ رسالہ حسب ذیل ہیں (الف) حزر الامان (ب) اسرار الاسماء (ج) خیر الاعمال (د) اہد نقیہ (۵) رسالہ

علم الاعداد میں ہیں (۳) ضروریات الاولیاء عربی متعلق بہ صنائع و بدائع (۴) اختلاف البصر میں  
والکوفیین (۵) دستور الکلمات فارسی - جو انشا پر دازی اور صنائع و بدائع کے بیان میں  
اسمیں چند رسائل ایسے ہیں جنکے مطالعہ سے انسان علم مجلس حاصل کر سکتا ہے (۶) بیاض  
جسمیں مختلف اور مفید مضامین و فوائد ہیں - یہ سب کتابیں غیر مطبوعہ ہیں -

انھوں نے اپنے زمانہ ملازمت میں جائیداد وغیرہ بھی پیدا کی تھی جو انکی اولاد کے  
قبضہ میں ہے - اننے اجازت و خلافت صرف انکے صاحبزادے مولوی حسن بخش صاحب کو تھی  
۲۹ جمادی الاول ۱۲۵۵ھ کو بمقام رسول آباد یہ نماز پڑھتے ہوئے شہید ہوئے -

وفات کی تاریخ حضرت شاہ رب علی قلندر نے یہ ارقام فرمائی ہے

سردشمن بریدہ گفت تراب سال رحلت شہید اکبر گشت

ایضاً تاریخ صدری و معنوی دیوم شنبہ سبت و نهم جمادی الاولیٰ مزار اٹا وہ مقبیل  
مدرسہ اسلامیہ واقع ہو

## حکیم الدین خان

مولوی مفتی حکیم الدین خان - خلف دیوم قاضی القضاۃ نجم الدین علیخان بہادر خلیفہ کبر  
ماہیہ الدین محدث - ولادت انکی ۱۱۹۴ھ میں ہوئی - تعلیم و تربیت علوم متعارفہ کی اپنے والد  
ماجد و ملا عماد الدین بریلوی - و مولوی فضل اللہ نیوتوی سے پائی - اور حضرت شاہ محمد کاظم  
قدس سرہ سے بیعت کی -

یہ اولاً محکمہ کجی میں سرشتہ دار ہوئے - پھر بعدہ صدر مینی مامور ہوئے پھر صدر الصدی  
کے عہدہ سے نشین لیکر خانہ نشین ہوئے - نہایت عیش عشرت سے بسر کی - ایک کوٹھی بنتا  
نفیس اور عالیشان بنوائی جواب تک موجود ہے مگر بے مرمت ہے کتب مینی کے ایسے  
شایق تھے کہ وقت انتقال بھی کتاب فتح القدیر شرح ہدایہ انکے قریب رکھی تھی - بوجہ ملازمت

سرکاری درس و تدریس کی بہت کم نوبت آئی۔

انھوں نے تیار شیخ، ارماہ جمادی الاولیٰ روز شنبہ ۱۲۶۹ھ وفات پائی۔ اور اپنی والدہ (جو جنابہ)  
مجدد کے لقب سے مشہور تھیں) کے خطیرہ واقع محلہ کھاری کنواں متصل چاند محل میں بجانب غرب  
دفن ہوئے۔ قطعہ تاریخ وفات از مولوی محی الدین خان نودق کا کوروی سے

اسحق آن متبلہ دین قدوہ خاصان خدا زین جہان بار سفر بست سے وارتقا  
کلاک ماسال ۵۲ و فاش صبد آلام شبت روز شنبہ دہم از شہر جمادی الاولیٰ  
سہبت ۱۹۰۹ھ ۱۲۶۹ھ

## حکیم باسط

مولوی حکیم باسط۔ خلف منہر حضرت شاہ محمد کاظم قلندر قدس سرہ۔ یہ ابتدائی سن ثور سے  
نہایت نیک بخت و شایستہ تھے۔ حضرت شاہ تراب علی قلندر سے انکو بہت تھی تعلیم و تربیت  
ظاہری و باطنی اپنے والد ماجد مولانا شاہ تراب علی قلندر و مولانا شاہ حایت علی قلندر قدس  
السرارہم سے پائی۔ یہ بہت ساکت و صامت رہتے تھے۔ حضرت شاہ محمد کاظم قلندر قدس سرہ نے  
ایک شغل انکو تعلیم فرمایا تھا جبکہ اثر سے رقت قلبی بہت بڑھ گئی تھی۔ اکثر اوقات رویا کرتے تھے۔  
قریب قریب مجر دو دن کی سی حالت ہو گئی تھی۔ جب موت جو فرماتے وہ پٹ نہیں پڑتا تھا ایک  
روز کا قصہ ہے کہ یہ کھانا کھانے کے واسطے گھر میں گئے جو ماما کہ کھانا پکاتی تھی اُس سے  
کھانا مانگا۔ اُس نے کہا کہ ابھی تیار نہیں ہے۔ یہ سنے انھوں نے اپنی والدہ صاحبہ سے جا کر  
کہا کہ آپ مردہ سے کھانا کیجاتی ہیں۔ انھوں نے فرمایا یہ کیا تب یہ بولے کہ ایک الموت کی  
روح قبض کرنے کے لئے تیار کھڑے ہیں۔ جب وہ مامرونی پکا چکی تو اُسکے دفعتاً درد اٹھا  
اور انتقال کر گئی۔

منقول ہے کہ احاطہ شیخ محمد حیات صاحب میں جہان انکی سسرال تھی۔ یہ ایک روز

باہر چوتراہ پڑھل رہے تھے۔ وہاں رعایا میں سے ایک کمار سہلی راجہ رام کی دادی بانی بھرنے کے واسطے جا رہی تھی۔ اُس سے مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ تیرے شوہر کی لاش آکر ہی ہو۔ اُس نے کہا یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ انھوں نے پھر کہا کہ حیدر گنج میں آگئی ہے۔ جب تھوڑی دیر کے بعد وہ عورت پھر آئی تب پھر فرمایا کہ بہت قریب آگئی اور برابر مقامات کے نام بتلاتے رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد اُسکی لاش آگئی۔

منقول ہے کہ جب تکیہ شریفیہ کی مسجد شیخ لعل محمد (مرید حضرت شاہ محمد کاظم قلندر) نے بنوائے گا ارادہ ظاہر کیا۔ اور اس امر میں مشورہ ہوا کہ کس جگہ مسجد بنے۔ حضرت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ کی رائے تھی کہ یہیں بنے۔ جہاں کہ اب بنی ہوئی موجود ہے اور جناب میرن میان صاحب کی رائے تھی کہ خانقاہ سے علیحدہ یعنی پشت درگاہ حضرت شاہ تراب علی قلندر بنے ہنوز کوئی امر طے نہیں ہوا تھا کہ انھوں نے ایک روز رات میں اٹھ کے کہنا شروع کیا: "کہ جو چاہا میں کت ہیں وہ نہیں ہو سیکے۔ اور جو بھائی میان کت ہیں ہی ہو سیکے۔" بالآخر وہیں مسجد بنی جہاں کی رائے تھی۔ اور اب بھی موجود ہے۔

انکے خسر شیخ محمد حیات صاحب نے بہت دولت چھوڑی۔ مگر انھوں نے کبھی اُسکی پروا نہیں کی۔ بھائیوں کے ساتھ عمر بھر فقر و فاقہ سے بسر کی۔ وہاں کبھی کھانا کھانے کے روادار نہیں ہوئے۔ اپنے بھائیوں اور بہنوں میں سب سے چھوٹے تھے۔ حکیم انکا عرف تھا انھوں نے اور حضرت مولانا شاہ حیدر علی قلندر نے ایک ساتھ ایک استاد سے تعلیم پائی دونوں کی عمر تین تین چار سال سے زائد فرق نہ تھا۔ انکے مجاز اور خلیفہ ہونے کا کہیں سے پتہ نہیں چلتا۔

نشی فیض بخش صاحب اپنے نسب نامہ موسومہ بہ شہید فیض میں انکے متعلق لکھتے ہیں۔  
 "شیخ حکیم باسط حالت جذب واذر ساکت و صامت است اگر کیسے آب و طعام پیش  
 گذاشت تہر و اگر نذر داورے و انت معلوم نیست کہ کدام حال ساری طاری است۔"

انھوں نے شباب میں تباریخ ۳۴۳۳ ماہ صفر المظفر ۱۲۳۲ھ شب میں حلت کی اور اندرون ضیہ  
حضرت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ پائین فرار اپنی والدہ ماجدہ کے جانب مشرق فن ہوئے  
قطعة تباریخ انتقال از مولوی شریف الدین مرحوم کاکوروی ۵

والا حضرت حکیم باسط      بستہ رخت سفرز عالم  
در فکر سن وصال پاکش      بس مضطر و سبب ار بودم  
دیدم بسرحد نوشته،      در ماہ صفر بہ بست و سویم

۱۲۳۴ھ

## حمایت علی

حضرت مولانا شاہ حمایت علی قلندر خلفا وسط حضرت عارف باللہ مولانا شاہ محمد کاظم  
قلندر قدس سرہ۔ انکی ولادت ۱۲۸۵ھ میں ہوئی۔ انکی ولادت سے قبل انکے ایک بھائی اور  
پیدا ہوئے تھے۔ جنکا نام باقی باللہ تھا۔ انکی ولادت کے وقت یہ عجیب بات ہوئی تھی  
کہ تمام گھر نورانی ہو گیا تھا۔ اسوقت جو لوگ حاضر تھے۔ بہت متعجب ہوئے۔ اور سمجھے کہ کسی  
ولی کی ریح ہے۔ جو اسطرح ظاہر ہوئی۔ مگر پانچ چھ روز کے بعد انکا انتقال ہو گیا۔ سب  
لوگ بہت متحسر اور غمگین ہوئے۔ پھر جب انکی ولادت ہوئی۔ تو حضرت عارف باللہ نے  
ایک واقعہ میں دیکھا کہ یہ لڑکا کہتا ہے کہ میں باقی باللہ ہوں۔ اور میں سرسبز حجابات قطع  
کروں گا۔ اس واقعہ سے وہ انکو بہت چاہتے تھے۔

بچپن ہی سے انمارسادات و علامات ولایت ظاہر ہونا شروع ہوئے۔ پانچ سال  
کی عمر میں جوبات کہتے وہ ضرور پوری ہوتی۔ چنانچہ ایک مرتبہ قحط پڑا۔ تمام آدمی قصبہ کے  
نماز استسقا کیلئے اُس باغ میں متصل تکیہ شریفہ واقع ہے۔ جمع ہوئے۔ یہ بھی کھیلتے ہوئے  
اُدھر گئے۔ لوگوں سے مجمع کا سبب پوچھا کسی نے کہا کہ پانی برسنے کیلئے دُعا مانگنے  
آئے ہیں۔ انھوں نے کہا فضول ہے۔ پانی نہیں برسے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اُس زمانہ



مین انسے بارہا کرامات و خرق عادات کا ظہور ہوا۔ جب سن تیس کو پہونچے تو یہ حالت فرو ہو گئی۔ پھر تحصیل علم کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور حضرت عارف شاہ مجدد کاظم قلندر سے تمام مذاکرات و افکار و اوراد و اشغال و کتب تصوف کی تعلیم پائی اسی زمانہ سے انکو طعام لذیذ و پوشاک نفیس سے نفرت تھی۔ چودہ سال کی عمر میں اسمارا آئی و اوعیہ معمولہ خانہ دانی کی زکوۃ با شرائط دی مختصرات کتب درسیہ اپنے بڑے بھائی حضرت شاہ تراب علی قدس سرہ سے پڑھیں۔ پھر کچھ حکیم محمد حیات سے۔ بعد اسکے مولوی قاسم علی۔ و مولوی حیدر علی اخلاف مولوی حاجی شاہ سنہیلی۔ اور مولوی عبدالواحد خیر آبادی سے متوسطات تک پڑھا۔ پھر تصدیقہ و ضلع بارہ نکی مین جا کر مولانا ذوالفقار علی دیوی سے فراغ حاصل کیا۔ اور بہت بڑے عالم، شجر اور فاضل جید و مدرس ہوئے۔

بیعت و اجازت و خلافت انکو حضرت عارف شاہ سے تھی۔ اور الباس خرقہ مولانا جازت خلافت اپنے بڑے بھائی حضرت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ سے۔ علاوہ اسکے سلسلہ نقشبندیہ کی اجازت حضرت حاجی امین الدین کا کوروی۔ و حضرت شاہ ابوسعید ساکن لے بریلی سے بھی تھی یہ سلسلہ قلندریہ کی اشاعت تھوڑی مدت میں ان سے بہت ہوئی۔ اور ایسی قبولیت عوام و خواص میں پیدا کی کہ باید و شاید۔ حضرت شاہ بہرام علی قلندر اور انکے صاحبزادے حضرت شاہ نظام علی قلندر کو بھی ان سے اجازت و خلافت تھی۔

سلسلہ درس و تدریس بھی باوجود شجیت برابر جاری رکھا۔ تلامذہ بھی کثیر التعداد ہوئے۔ جن حضرات کے نام معلوم ہو سکے وہ درج ذیل ہیں (۱) مولوی شاہ حسین بخش شہید (۲) مولوی قادر بخش اخلاف شاہ میر محمد قلندر قدس سرہ (۳) مولوی حکیم باسط پروہ خور و آنحضرت (۴) مولانا شاہ حیدر علی قلندر برادر زادہ آنحضرت (۵) مولوی رضا علی پسر کلان آنحضرت (۶) شاہ نظام علی قلندر شیر زادہ و خویش آنحضرت (۷) مولانا شاہ تقی علی قلندر برادر زادہ آنحضرت (۸) شاہ کوست علی قلندر۔ وغیرہم۔

انھوں نے تصنیفات بھی عمدہ اور نفیس کئے جو یہ ہیں (۱) رکاز الاصول شرح فصول کبریٰ۔  
 جزئیات نفیس اور بے مثل شرح ہے۔ متعدد بالا طبع ہو کر مقبول طبع خواص و عوام ہو چکی ہے۔  
 (۲) نور الارباب ترجمہ فتوح الغیب۔ یہ انھوں نے حسب ارشاد حضرت عارف باللہ قدس سرہ  
 شاہ عاشق اللہ وغیرہم کیلئے فارسی زبان میں لفظی ترجمہ کیا تھا۔ یہ رسالہ بھی طبع ہو گیا ہو  
 (۳) کتاب ملہم الصواب فی انحاء طریقۃ اولی الالباب۔ اس میں سلاسل ثمانیہ کا سلوک جو حضرت  
 عارف باللہ نے انکو تعلیم فرمایا تھا۔ لکھ دیا ہے۔ نیز اور بہتک فوائد متعلقات سلوک میں نہایت  
 عمدہ اور جامع کتاب ہے (۴) معدن علوی۔ نقوش اور اعمال میں اسکے علاوہ دو بیاضین  
 اور میں ایک اعمال میں دوسری متفرق فوائد میں۔ خط بھی انکا بہت اچھا تھا۔ یہ سب ہی اسی عارف کی  
 کتاب میں انکے ہاتھ کی لکھی ہوئی موجود ہیں۔ زمانہ طالب علمی میں کتابوں کا عمدہ ذخیرہ جمع کیا تھا  
 جو یہیں کتب خانہ تکبیر شریفہ میں موجود ہے۔

غرض کہ ذات ستودہ صفات جامع علم ظاہر و باطن شریعت و طریقت سے آراستہ و حقیقت  
 و معرفت سے پیراستہ تھی۔ نہایت ہی وجہیہ صورت صبیح الوجہ و سبغ الاخلاق تھے۔  
 نشی فیض بخش صاحب اپنے نسب نامہ موسومہ بہ شمیمہ فیض میں لکھتے ہیں۔  
 "مولوی حمایت علی فاضل نہ بدست ولی مادر زاد بود۔ در بچگی ہر چہ سیلقت نظر و بی ہمت و جہول  
 علم ظاہر شنول ہلشال شد۔ چند ان کہ از پدر تاجا ذکر د۔ در سے در عین عروج ہمہ چیز لینے عروج  
 جوانی و عروج علم ظاہر و باطن کہ علیہ لازم بدین اوشاد و محیر کاظم فراموش بود۔ پر لے و دھوہ قنات  
 وقت مغرب جناب ملک الموت بصورت ما پریداشدہ بر پٹے مبارکش نشین اجل زد۔ کہ صبح آن مقام  
 ملا اعلیٰ صوفی فرمود۔"

انھوں نے ہجری ۱۲۷۵ سال تباہی ۵۴۵ ہجری المرجب روز جمعہ ۱۲ سانسپ کے کانٹے سے  
 رحلت فرمائی۔ مزار شریف حضرت عارف باللہ کے مقبرہ میں جانب مغرب واقع ہے۔ قطعہ  
 تاریخ وفات از مولوی شریف الدین مرحوم کا کوروی سے

حضرت مولوی حمایت علی  
روز آدینہ بست و پنج رجب  
دید از چشم دل چو عالم قدس  
ابن کاظم شہ تجستہ نہاد  
آن قلندر نقش بزرگ نژاد  
گشتہ از بند عنصری آزاد  
۱۲۲۶ھ

## حمید الدین

حضرت ملاحمید الدین محدث ابن ملاغازی الدین شہید ابن ملا محمد غوث ابن ملک ابو الخیر  
مقدم الذکر ولادت انکی تباریخ ۲۷ ماہ رمضان المبارک ۱۳۳۲ھ ہوئی مادہ سال ۱۸۰۵ء طہو طیب  
ہے۔ انکے فضائل و کمالات و حسن خلق و صدق و متانت و وضع و وقت طبع و علم و عمل اظہر من  
الشمس ہیں۔ بجا از حدید اللہ جن ذکی و فہیم ہو سیکے انکو فخرن لیاقت و معدن قابلیت کہنا جیسا  
نہیں۔ لڑپکن سے وفات تک کبھی کسی کو سخت و سست نہیں کہا۔ اور نہ کبھی قسم کھائی۔  
اور نہ کبھی کاغذات پر گواہی کی۔ اپنے والد کے وفات کے وقت انکی عمر سات یا آٹھ سال  
انکی تھی۔ اسی وقت سے بزرگوں کی صحبت پسند تھی۔ شاہ محمد وارث کا کوری کی خدمت میں  
زائد رہتے تھے۔ اور تحصیل علم میں مشغول رہا کرتے۔ لہو لعب سے بہت نفرت تھی۔ اپنے جہیز گدار  
کے حالات منکر علم و فضل اور ثروت و دنیاوی کے حصول میں کوشاں نہ تھے۔

درسیات کی تکمیل مولوی صاحب الرحمن کا کوری سے کی۔ بعد فرار غ بفرض حصول منصب  
جدی دہلی گئے۔ وہاں کچھ دنوں قیام کیا آخر بسے احباب جد بزرگوار تنخواہ مقرر ہوئی۔ اسکا پڑاؤ  
حاصل کر کے وطن میں آکر قیام کیا۔ یہاں درس و تدریس کے سلسلہ کو جاری کیا۔ جمیع علوم  
میں ماہر اور علامہ عصر تھے۔ حل غوامض و دقائق خاص آپ کا حق تھا۔ علم ریاضی میں  
بہترین معلومات رکھتے۔ فارسی و عربی میں ناظم و ناشر پیش تھے۔ عروض اور قوافی میں استاد  
ملکہ تھا کہ باید و نباید۔ سیکڑون کو اپنے فیض صحبت سے شاعر جمید و فاضل زبردست بنا دیا۔

نشی فیض بخش اپنے نسب نامہ موسومہ بہ شہ پہ فیض مین لکھتے ہیں -

" فاضل کامل عالم عادل مولانا حمید الدین بغیریت حصول منصب جبرگوارشاہ جہان آباد شریف  
برداشتی ٹھاکر داس فشی نواب وزیر ابوالمقدور خان صفدر جنگ و دیوان مہانارین خست لاط  
چسپان بہر سائیدہ گرمیہ صحت میداشتند و جنگ احمد شاہ بادشاہ ہند و احمد شاہ دارانی  
کہ در میدان سہرزد واقع شدہ بود و تریک گشتہ دیوان مہانارین خدمت انہالہ کہ از توابع پنجاب  
محال عہدہ است تجویز کرد قبول نفرمود - و گفت کہ ہمارا جبرائے منافع ماین کار تجویز میفرمایند  
و من منتفع نخواہم شد چرا کہ سولے در ماہ ذات کہ از سرکار مقرر گردیدہ پنجہ از دست زمینداران و  
رعایا سولے مال بر کار بحاکم عاید میگردد و یا ز رزقوت است و یا جبرگزقہ میشود و این ہر دو طریق  
نزد خود نامہ و بکثر حرام مطلق است از من یک جہ از این قسم وصول نخواہد شد بطغٹہ نہایت  
و غیرت و مہمان پروری بدرجہ اتم میداشت - چندے روزگار شاہ عالم بادشاہ ہم کردہ بود و تا  
غیرم آباد ہمارا لشکر بادشاہ بود -

نشی غلام مرتضیٰ اپنی کتاب جواہر الانشا میں لکھتے ہیں کہ -

" فضائل و کمالات پناہ شیخ حمید الدین نبیرہ ملا مفتور مخزن لیاقت و قابلیت است - طبعش  
خیلے بلند و دقیقہ سنج یعنی ہم اقتادہ در مخنوری و مخندانی پائے عالی دارد و از غایت صاف شری  
۲ نمینہ و از عبا کینہ باہجیکسی در دل نمی پند و وضع سنجیدہ اش و متدہ العمل عالی نشان روزگار  
و صفات پسندیدہ اش مستند صاحب قیادان عالی مقدار را اخلاق شان با دوست و دشمن کمیان  
مرا جش بطور و طرز صاف لطیفان و پاک نہ بیان سلف مخلوق و مہول گشتہ - خلاصہ ذات آن جوی  
کمالات از زبان روزگار و مستثنی کتابت دین کم مرم در ہجر زبان ہسانایاب کیا ب جوہرے و کمال  
کہ بآن مایہ استعداد عطا کردہ و بخشیدہ اند از مہبت است کسی مکتبی نیست - در صلح و تقوی  
و نیک خصالی نام برآمدہ - و در معادانی و نکتہ سنجی علم آستادی افزائستہ طبع منصف تسلیم دارد  
و بعد سخن میرسد -

طبع اور ہنر آباد سخن      مید ہر داد سخن واد سخن

حق تعالیٰ باین کمالات سلامت داد کہ فرخ و در مان و گلہ سہ فاضل اہل کمالات است

نواب علی حسن خان تنیم تذکرہ صبح گلشن دین لکھتے ہیں۔

حمید۔ مولانا حمید الدین بنیرہ ملا محمد غوث استاد اور نگ زیب عالمگیر بادشاہ بود کربلا  
ظاہری و باطنی از کمالات زمان نمود۔ مولوی نجم الدین خان ماقب از اخلاص اورت۔ و دلش قصبہ  
کا کوری بقا صلہ بیخ کرد از شہر کھنڈ است۔ مدۃ العرش فعل و رس و تدبیرش داشت۔ در سنہ ست عشر  
بعد الالفت والما تین این سنجی سرکذاشت۔ ہر چند شعر و شاعری پیش نبود۔ لیکن احیاً ابوزنی  
طبع کلام موزون از انشا نشہ پوری نمود۔ ہنگام احتضار کجواب عزیزان بدین شعر لب کشود سے  
از ہر قطع کردن نخل حیات من      چون ازہ دودم نفس اندر کشا کشت

انکے چند اشعار فارسی جو مل سکے نذر ناظرین ہیں سے

نئے سراز رخم بہ تیجہم نہ سپری بندم      عہد با تیغ جھامے تو سمری بندم

جائے آرام کن دیرین گلشن      عہد آسار سیدم درستم

مگر بنا شد از سے تذلیت سرشار و مست      پس سخن را وقت پیمان تو با ماما جرات

بے رخت از خانہ شہیم قدم بہرین برد      یا نگاہم را ز خون دیدہ گویا خنا است

فعل درآتش نہ تنہا این دل پرورد ما است      نالہ از سوز درہن چون دود آتش زیر پا است

با خط شہر نگ دیدم روسے اورا بے حجاب      می توان دیدن بوقت شام سوے آفتاب

انکے مصنفات میں ایک سالہ مشعوب منظوم ہے۔ جو بہت مشہور ہے۔ دوسرا سالہ مہو بہ

بہ خلاق حمیدی ہر جہاں تصنیف کے متعلق یہ واقعہ ہے۔ کہ حضرت شاہ محمد کاظم قلندر قدس سرہ

نے ایک واقعہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور عرض کیا کہ میں آئے کریمہ

اقدس تعالیٰ خلق عظیم کے معافی اور مطالب جاننا اور سیکھنا چاہتا ہوں۔ ارشاد ہوا کہ مولوی

حمید الدین سے سیکھو اور سمجھو انھوں نے اس واقعہ کو ان سے بیان کیا۔ چنانچہ اسی کے متعلق

یہ رسالہ تحریر فرمایا جو نہایت نفیس مختصر مفید و جامع ہے۔

نفسی فیض بخش مثنوی بان و بہار میں انکے متعلق لکھتے ہیں۔

”حمید الدین کہ اوستا و زمان است	نہ اوستا و است بل جانِ جهان است
نیارم گفتن از قدر و فیضش	ز حسن خلق شد عالم طبعش
زایام صبا تا سال ہشتاد	نشد ز ہجج دل زنجیر و ناشاد
ہمت قوس و سراپا فحمت	ارسطو فطرت و لقمان فطانت
مبعولات و مقولات و حکمت	نمودہ در جراتی صرت ہمت
بعلم ہندسہ مشہور آفاق	بعالم در عروض و قافیہ طاق
غوصات علوم غنیہ منحل	ہر پیش طبع و فادش ہمہ حل
نیاید بر زبانش حرف نارسا	بگو ہمیش اگر صدیق بر جا است

یہ بہت شروع اور ترقی متعلق بہ اخلاق حسنہ تھے۔ مروت و حلم میں اپنی آپ ہی نظیر تھے۔ مولوی مسیح الدین خان بہادر اپنی کتاب سفرنامہ لندن کے خاتمہ میں لکھتے ہیں کہ۔

”و کسی سفر میں ایک دن صبح کے وقت راستہ میں ایک مقام پر پیدہ نماز آپ وظیفہ پڑھتے تھے اتفاقاً ایک ملاقاتی گھوڑے پر سوار برچھا ہاتھ میں لے آئے۔ اور گھوڑے سے اتر کر کھڑے ہو گئے۔ اور آپ سے باتیں کرنے لگے۔ اور برچھے کو انھوں نے اپنے خیال میں زمین نصب کر دیا۔ چونکہ اندھیرا تھا وہ برچھا آپ کے پیر میں گر گیا اور ایسا گڑا کہ اُسے پیر توڑ دیا۔ دو مہینہ گنڈے تک وہ کھڑے رہے۔ آپ اُسے برابر باتیں کرتے رہے اس حالت میں آپ نے اُن تک نہ کی۔ محض اس خیال سے کہ اُنکو مذمت ہوگی۔ بعد ختم گفتگو جب وہ برچھا اُٹھا کر چلے گئے۔ تب آپ نے زخم دھویا اور باندھا۔

بہت ان کو حضرت قاضی محمد تقی قلندر دہلوی سے تھی جو خاندان قلندر میں ممتاز بزرگ تھے غرض کہ ذاتِ تنویر ہفتا جامع جمیع کمالات تھی۔ باہم و بے ہم رہتے تھے۔ گوشہ نشینی اور

یاد خدا میں مشغول رہتے۔ حد درجہ کے صابر اور قانع اور متوکل شب بیدار تھے ریشرت کے  
جامہ میں صفات ملکوتی سے متصف تھے تمام مفادہ و استفادہ علمی اپنا مشغلہ رکھا۔ حافظ  
غریز اللہ مخدوم زادہ نے جو انکے بھوپھی زاد بھائی تھے۔ ان سے عہد کیا تھا کہ جولو کامیر  
یہاں ہوگا اسکو حافظ قرآن کرادو لنگا۔ انھوں نے اُن سے کہا تھا کہ میں اپنی اولاد کو عالم  
فاضل بناؤں گا۔ چنانچہ دونوں نے اپنی نیت پوری کی۔

منقول ہو کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں یہ فرماتے ہوئے  
دیکھا کہ اگر دنیا میں مجھے کوئی دیکھنا چاہے تو حمید الدین کو دیکھے۔

انکا دیوان خانہ جو آب بارہ درہی کے نام سے موسوم ہے۔ ایک عالیشان مدرسہ تھا۔  
جہاں خاص قصبہ اور جوار و دیار دور دراز خصوصاً بنگال و بہار کے طلباء رہتے اور پڑھتے تھے۔  
اور فضیلت و کمال حاصل کر کے علامہ روزگار ہوتے تھے۔ انکے مضارفت کیلئے ایک موضع چکیا  
سرکار شاہی سے معاف تھا۔ جواب تک انکی اولاد و احفاد کے قبضہ میں ہے۔

انکے تلامذہ کی ایک کثیر التعداد جماعت تھی۔ مختصر جسطہ نام دریافت ہو سکے حسب  
ذیل ہیں (۱) قاضی القضاۃ مولوی نجم الدین علی خان بہادر اشرف جنگ خلف اکبر (۲) حاجی  
اکھرمین مولانا امین الدین خلف وسطا (۳) قاضی امام الدین خان خلف اصغر (۴) حضرت  
عارف باللہ شاہ محمد کاظم قلندر (۵) شاہ میر محمد قلندر (۶) شیخ غلام حسن صدیقی کاکوروی (۷)  
مولوی مغل الدین عباسی کاکوروی (۸) مولوی برہان علیخان عباسی کاکوروی (۹) شیخ  
طفیل علی کاکوروی (۱۰) منشی فیض بخش کاکوروی (۱۱) شاہ تراب علی قلندر (۱۲)  
مولوی محمد اکبر چکامی بنگالی (۱۳) شیخ خواجہ محمد ہلوی (۱۴) شیخ غلام محمد دکنی وغیرہم۔

وفات انکی تباریخ یکم ماہ ذی القعدہ ۱۲۱۵ھ بمطابق ۸ سال ہوئی۔ مزار مولوی محلہ  
صحن بارہ درہی میں زیر درخت کھجور مظہر ملا محمد ثوث سفور میں متصل مزار ملا صاحب واقع ہے  
تاریخ وفات پرقل بھی ہوتا ہے قطعہ تاریخ وفات از مولوی محمد عالم قیسری کاکوروی۔

آنکہ بزمِ علم و فضل و ذوق را      ذات پاکش زیب و رونق آمدہ  
نام نامی داشت مولانا حمید      کز حمایدا خذ و شفق آمدہ  
بہر آن علیکہ باب او علی است      ہستی او ہیچو زورق آمدہ  
شد مقتید در خطوہ طیب او      باز رویش سوے مطلق آمدہ  
سال عم او شدہ ہشتاد و چار      تا یکم ذیقعدہ مفرق آمدہ  
در گذشتہ از سر ہستی خویش      در جوار رحمت حق آمدہ  
ایضاً از دیگر      ۱۲۱۵ھ  
علم و نظم و شعر و فہم و شریع دین      در وفاتش بے سرو پا گشتہ اند  
۱۲۱۵ھ

## حیدر علی

حضرت قطب الامراء مولانا شاہ حیدر علی قلندر خلف اکبر و خلیفہ ارشد و جانشین حضرت  
مولانا شاہ تراب علی قلندر قدس سرہما۔  
ولادت آپ کی بتاریخ ۸ ماہ شعبان المعظم ۱۲۰۵ھ ہوئی۔ کتب درسیہ کی تعلیم و تکمیل اپنے  
عم اکرم مولانا شاہ حمایت علی قلندر قدس سرہ سے کی۔ اور انکے ارشد تلامذہ سے ہوئے۔  
بیعت آپ کو حضرت شاہ علی مظہر قلندر خلف و خلیفہ حضرت شاہ مسعود علی قلندر  
الآبادی سے تھی۔ تعلیم و تربیت امور باطنی و تصوف اپنے والد ماجد سے پائی۔ اور ان لوگوں  
حضرت سے اجازت و خلافت کے لئے حاکم کی۔ صرف اذکار کی تعلیم حضرت شاہ انشا ارشد  
قلندر کا کو روی سے پائی۔ ریاضت و مجاہدہ و پابندی شریعت میں فروغی۔ مشائخ زمازمین  
آپ کی مثل نہیں ہوا۔ ابتداً شعور سے صفائی باطن و جلا و طلبا علیہ درجہ کی تھی۔  
منقول ہے کہ ایک شب کو تکیہ شریفہ کے حاضرین میں سے ایک شخص نے مسجد کے



کنوین کی جگت پر آفتاب کی سی۔ ایک روشنی دکھی۔ جو دیوار کے روشنندان سے آتی تھی۔ چونکہ اندھیری رات تھی۔ اُنھیں سخت حیرت ہوئی۔ تلاش سے معلوم ہوا کہ آپ حجروں میں ملے ہیں۔ اور سینہ مبارک مجازی روشنندان مثل آفتاب کے روشن ہے۔ اور اُسی کا عکس کنوین کی جگت پر پڑ رہا ہے۔

کمالات علمی اور فضائل علمی آپ کے اس قدر تھے کہ اُنکا احکام کرنا ناممکن ہے۔ فن سپاہ گری میں بھی بہت بڑے ماہر تھے۔ اور نہایت متواضع اور قانع اور سادگی و صفا تھے۔ فرماتے تھے کہ سروریں ہوسے۔ مجھ کو غفلت سے نیند نہیں آئی۔ مرتبہ رضا تسلیم اس قدر تھا کہ کبھی اپنے لئے دعا نہیں کی۔ سلوک میں آپ کو روش حضرت فخر الدین عراقی۔ و مولانا روم و حضرت شمس تبریزی کی بہت پسند تھی۔ انکی تعریف بہت فرماتے۔ اور شیخ سعدی کا کلام بھی بہت پسند کرتے۔ گلستان و بوستان اکثر ملاحظہ فرمایا کرتے۔ بہت باہم و دبے ہنس رہتے۔ بات چیت بہت کم کرتے۔ بحث و مباحثہ سے بہت احتراز کرتے تھے۔

تصنیف و تالیف بھی کوئی نہیں فرمائی۔ راہنما میں درس البتہ دیتے تھے۔ بعد کو بوجہ مشاغل رشد و ارشاد وہ بھی ترک کر دیا۔ قصیدہ و اطراف کے بہت سے لوگ آپ کے شاگرد تھے چند نام آپ کے تلامذہ کے معلوم ہوسکے وہ درج کئے جاتے ہیں۔ (۱) مولانا حسن بخش علوی کاکوروی (۲) مولانا شاہ تقی علی قلندر برادر خورد آنحضرت (۳) مولوی مہدی حسن علوی۔ کاکوروی (۴) مولوی حد علی کاکوروی (۵) مولوی حکیم اکرام علی کاکوروی وغیرہم۔ آپ نے ۹ سال سند خلافت پر تشریف رکھ کر خلق اللہ کو ہدایت فرمائی۔ اور بتایا کہ ہر ماہ شوال المکرم روز جمعہ ۱۲۷۰ وفات پائی عمر شریفہ ۹۰ سال کی ہوئی۔

آپ کی وفات سے ایک روز قبل مقصود علی شاہ صاحب شاہچاںپوری نے خواب دیکھا کہ دو کلام مجید ایک شجرنی حروف کا اور دوسرا سیاہ حروف کا رکھے ہوئے ہیں شجرنی حروف والی کلام مجید کے حروف خود بخود آسمان پر اُڑے جاتے ہیں۔ یہ دیکھتے ہی وہ

مہبت سے جاگ پڑے۔ اور تعمیر میں متحیر تھے کہ اسی روز ان کو آپ کے وصال کی خبر پہنچی۔  
 مزار شریف اندرون حرم روضہ حضرت شاہ تراب علی قلندر جانب مغرب واقع ہے۔ اور  
 اسپر مختصر گنبد تعمیر کروہ احمد علی خالص صاحب نظر اور خلایق ہے۔ تاریخ وفات پر فاطمہ بھی ہوتا ہے۔  
 قطعہ تاریخ وفات از منشی ناظم حسین متخلص بنقشہ کا کوروی سے

رفت ورجت زدنیائے دنی	مرشد من کا انتخاب ہند بود
نام پاکش بود حیدر با علی	ذات اقدس بو تراب ہند بود
چون نگریں مستنظم در ماتش	کز وجودش آب و تاب ہند بود
جان زتن شد افسانہ سال وصال	فی تحقیقت آفتاب ہند بود

۱۲۸۴ھ

آپ کے خلفاریہ حضرت ہوئے۔

- (۱) حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر برادر خورد آنحضرت۔
- (۲) حضرت اکبر العلام مولانا شاہ علی اکبر قلندر خلف اکبر و خلیفہ وجانشین آنحضرت۔
- (۳) حضرت ابی شیخی مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر نسبہ آنحضرت۔
- (۴) مولوی شاہ علی تقی یا درخان کا کوروی۔
- (۵) مولوی حافظ شاہ وجیہ الدین کا کوروی۔
- (۶) شاہ غلام مرتضیٰ قلندر ساکن باندہ۔
- (۷) شاہ اماد قلندر لکھنوی۔ قدس سرادھم

خ

## خلیل الدین خان

مولوی مفتی خلیل الدین خان بہادر فیروز شاہ اودھ بخلیف چہارم قاضی القضاۃ نجم الدین علی خان بہادر بخلیف اکبر طاجم الدین محدث۔ ولادت انکی ۱۲۳۳ھ میں ہوئی۔ یہ بدو فطرت کے نہایت ذکی اور ذہین مہذب و متین تھے۔ مختصرات کتب درسیہ اپنے والد ماجد سے۔ اور متوسطات اور انتہائی کتابیں مولوی روشن علی جوہر پوری سے پڑھیں۔ پھر اپنے والد ماجد کے ساتھ کلکتہ گئے۔ اور آغا ز شہاب تک انھیں کے زیر تربیت رہے۔ جب انکے والد نے بفرائش گورنر جنرل بہادر کتاب البہایات و البحر ایچم تواسے عالمگیری کی شرح بسیط تحریر فرمائی اسی زمانہ میں انھوں نے بھی بفرائش مسٹر مارنگٹن صاحب ممبر کونسل جوائنکے والد کے علوم عربیہ میں شاگرد تھے۔ باب التوزیات و در المختار کی فارسی میں شرح لکھی۔ یہ دونوں ایک ساتھ حسب احکام گورنر جنرل بہادر طبع ہوئیں۔

عربی بھی خوب لکھتے۔ مسودات شرعی کی اصلاح شیخ احمد بربین مصنف نفحۃ المین و عجب العجاب سے لی۔ اسی زمانہ میں بحریک حکام صدر مہر ضلع کانپور میں عہدہ افتا پر مامور ہوئے۔ نہایت قابلیت اور محنت سے کام سرانجام دیا۔ علم حکمت و ریاضی و ہیئت میں اپنا مثل نہیں رکھتے تھے۔ اسی زمانہ میں ایک دن بالہ دار ستارہ نکلا تھا۔ جسکے خواص و تبدیل و اضلاع میں لوگ متوجش و متحیر تھے۔ انھوں نے عربی میں دن بالہ دار ستارہ کے حرکات و خواص اپنے بڑے بھائی ممتاز العلماء قاضی سعید الدین خان بہادر کو لکھے۔ وہ اسوقت سعادت علی شاہ اودھ کے دربار میں جا رہے تھے۔ خط دیکھ کر حیب میں رکھ لیا۔ دربار میں بھی اسی کا ذکر ہو رہا تھا۔ انھوں نے اکی مہارت علمی علوم ریاضی کی بیان کر کے خط بادشاہ کی حضور میں پیش کر دیا۔ بادشاہ

نے ایسی قابلیت دیکھ کر چھوڑ سے انکو طلب کیا۔ یہ وہاں سے مستعفی ہو کر لکھنؤ آئے۔ اور ابتداً اگر انھیں ہندوستان میں مقیم کر دیا جائے تو انھیں یہاں پر بادشاہ کی مصاحبت میں تقرر ہوا۔ اور پولیٹیکل معاملات میں تھریسری و تقریری امور کا کام سپرد ہوا۔ بعد ازاں انتقال سعادت علی خان کے غازی الدین حیدر کے زمانہ میں بھی بدستور مصاحب رہے۔

لکھنؤ میں انھیں کی تجویز و اہتمام سے مائے دلی کوٹھی میں ایک رصد خانہ قائم کیا گیا۔ اور ولایت سے آلات منگو کے اُس کوٹھی میں نصب کئے گئے۔ اور موافق حکم شاہی کوٹھی کی دیوار میں بقوا عد ریاضی ایسے دوایر تعبیه کئے گئے جس میں دقیقہ ثانیہ و ثالثہ تک طبع تقسیم تھی۔ غرض کہ وہ رصد خانہ تو نہیں ریاضی کا ایک مخصوص تماشا گاہ تھا۔ انھیں کی تجویز سے مہتمم رصد خانہ مسٹر ولکاک فاضل ریاضی دان مقرر ہوئے۔

اُسی زمانہ میں مسئلہ سفارت بھی پیش ہوا تھا۔ جو عہد آصفیہ لدولہ میں علامہ فضل حسین خان کے وقت سے موقوف ہو گیا تھا۔ بادشاہ کی تجویز تھی کہ صلاح امور سلطنت اور افزونی اتحاد کے لئے عہدہ سفارت پھر قائم ہو جائے تو اچھا ہے چنانچہ یہ حکم شاہی اس گتھی کے سلجھانیکے لئے کلکتہ گئے۔ مسٹر بارنگٹن صاحب نیز حکام صدر سے چونکہ مراسم و اتحاد تھے۔ اسلئے وہ لوگ انکی بہت عظمت کرتے۔ انکے پہونچتے ہی صاحب نے فن ہدایت کی ایک کتاب ترجمہ کی عرض سے انکے حوالہ کی۔ بعد ازاں ترجمہ انھوں نے اُن سے عہدہ سفارت کے متعلق بات چیت کی۔ چونکہ یہ عہدہ تخفیف ہو چکا تھا۔ اسلئے وہ اس جدید تقرر میں متردد ہوئے۔ انھوں نے اُن کو مصلح سمجھائے۔ اُن لوگوں نے کوشش کرنیکا وعدہ کیا۔ مگر ساتھ ہی یہ کہا کہ مفتی صاحب بہت مشکل بات ہے۔ غرض کہ یہ وہاں سے اُٹھ کر لاہور ڈرامہ سٹ گورنر جنرل کے پاس گئے۔ اور اُسنے کہا۔ انھوں نے اس شرط پر منظور کیا کہ اگر شاہ او دہ مفتی صاحب کیلئے تقرر سفارت کی سفارش گورنمنٹ سے کریں تو منظور ہونیکی امید ہو سکتی ہے۔ ورنہ نہیں۔ انھوں نے اسکی اطلاع بادشاہ کو دی۔ یہاں سے بذریعہ زبڈینٹ درخواست گئی اور فوراً منظور ہوئی۔ مسئلہ میں جبکہ انکی عمر

۳ سال کی تھی عہدہ مصاحبت سے علیحدہ ہو کر عہدہ سفارت پر مقرر ہو گئے۔ اور پانچواں ماہوار تنخواہ پانے لگے۔ اسکے علاوہ بادشاہ نے چھ ہزار روپیہ سالانہ کی ایک جاگیر بھی عطا کی۔ اور گورنر جنرل بہادر نے گورنمنٹ کی طرف سے اٹھارہ پارچہ کا خلعت مع فیمل و ہودج نقرہ و جھالردار بالکی و اسپر مع ساز و یراق نقرہ و سربزج جواہر و مالاکے مردانہ و دو شالہ در و مال گران بہا وغیرہ مع خطاب بہادری عطا کیا۔ قیصر التواریخ سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس عجلت میں بالکی جھالردار تیار نہ ہو سکی۔ تو گورنر جنرل بہادر نے مہاراجہ بردوان کے یہاں سے منگو اکرا بالکی دی۔ ایسا ہی خلعت سفارت اٹھارہ پارچہ کا مع سند مہری و تفصیل اجرا شاہ اودھ کی جانب سے کلکتہ روانہ کیا گیا۔

فرامین دیروانہ جات اب تک انکی اولاد کے پاس محفوظ ہیں۔ بارہوا صاحب نے کلکتہ میں اسکے قیام کیلئے تین سو روپیہ ماہوار کی کوٹھی بلا کر ایہ گورنمنٹ کی طرف سے مرحمت کی منتظر رہی و عطاء خلعت وغیرہ بادشاہ نے انکو یہاں طلب کیا۔ یہاں آکر تصفیہ طلب امور سلطنت مضبوط کر کے نہایت ترک و احتشام کے ساتھ علاوہ سوار و پیادہ و ۶۳ زنجیر فیل وغیرہ پھر کلکتہ واپس گئے۔ اور انصرام امور سلطنت و اتحاد میں مصروف ہوئے سلطنت کے استحکام اور بادشاہ کی حکومت عامہ کی افزائش کے لئے ایک ایسی حکمت عملی اختیار کی۔ کہ جس سے درمیان سلطنت اور بادشاہ انگلستان بذریعہ تجارت کلکتہ بلا واسطہ گورنر جنرل نامہ و پیام ہونے لگے۔ اتحاد بھی بڑھ گیا۔ تحفہ و تحائف بھی پیش ہونے لگے۔ اور وہاں سے بھی تحفہ آنے لگے۔ اُسی زمانہ میں برہما پار نو جکشی ہوئی۔ گورنر جنرل بہادر کو ایک کرڈر روپیہ کی ضرورت ہوئی۔ انھوں نے شاہی خزانہ سے یہ رقم دہانہ کرادی۔ اتفاقاً اُسی زمانہ میں بادشاہ اور کپنی میں کچھ آن بن ہو گئی تھی۔ مگر انھوں نے ایسی پالیسی برتی کہ اتحاد کی کڑی پھر مضبوط ہو گئی۔ بیچ تو یوں ہے کہ انھیں کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ وزیر اودھ بادشاہ اودھ ہو گئے۔ بادشاہ کو اپنا اتنا اعتماد تھا کہ بغیر انکی رائے کے کوئی کام نہ کرتے۔

اُسی زمانہ میں بادشاہ نے یہ خواہش کی کہ ایک ایسا آلہ رعبہ ی فن مہریت کا تیار ہو جس سے

زقار کو اکب ہر جگہ معلوم ہو جائے۔ تمام علمائے لکھنؤ سے بھی خواہش کی گئی۔ اور چھ ماہ کی مدت مقرر کی گئی مگر ان لوگوں نے جب مجبوری ظاہر کی تو انھوں نے چھ دن کے اندر ایک برنجی آلہ طیار کر اسکے پیش کیا بادشاہ بہت خوش ہوئے۔ جو معاملہ پیش ہوتا تھا۔ اس میں اسی واسطے ضرور دیتے تاکہ کسی کو شکایت کا موقع نہ پیدا ہو۔

زمانہ قیام کلکتہ میں لارڈ صاحب کیساتھ دو ورہ میں وہلی گئے تھے۔ اکبر شاہ ثانی کا زمانہ تھا ان سے بھی ملاقات ہوئی۔ انھوں نے انکی بہت عزت کی۔ خاص مہربانی سے پیش آئے۔ اور اپنا مہمان کیا۔ اور تحریک تصفیہ کی سفارش کی بابت درخواست کی۔ غرض کہ سارے چار برس نہایت عزت کے ساتھ اس عہدہ کے فرائض انجام دئے۔ اور معاملات سلجھائے۔ اور کمال خوش تدبیری سے پایہ سلطنت کو مضبوط کر دیا۔ جب غازی الدین حیدر کا انتقال ہوا۔ اور نصیر الدین حیدر تخت نشین ہوئے۔ تو عہدہ سفارت سے استعفا دیدیا۔ گورنر جنرل بہادر نے منظوری میں جب تامل کیا۔ تب انھوں نے کہا کہ غازی الدین حیدر کے خدمت کے قدر دان تھے نصیر الدین حیدر کی فراہمی کیفیت سے میں بالکل ناواقف ہوں۔ خدا جانے میرے انکے بننے یا نہ بننے لہذا استعفا منظور کیجئے۔ لارڈ صاحب نے کہا کہ استعفا بضرورت منظور ہوتا ہے۔ لیکن تین امر جو آپ کی ذاتی و اضافی عزت کے ساتھ مخصوص تھے وہ دوسرے سفیر کے لئے قائم نہیں رہیں گے۔ اول دربار خاص کی ملاقات۔ دوسرے تالاب فرش ایوان گورنری پیشوا کی تمییر سے تحفہ دیا یا اب کسی دوسرے سفیر کے ذریعے سے مقبول نہ ہونگے۔

انکی تحویل میں شاہی روپیہ برابر رہتا تھا تعمیل فرمائش کی غرض سے جب یہ علیحدہ ہوئے تو جن لاکھ روپیہ باقی تھا اسکو انھوں نے امیر عاشق علیخان کا گوروی کے سپرد کیا۔ اور ان سے رسید لی۔ وہی بجائے انکے سفیر ہوئے۔ بادشاہ نے تخت نشینی کے ساتھ ہی مہتمم الدولہ آغا میر ہاتھ صاف کیا۔ اور ان کو نظر بند کر کے کئی کڑوڑ کا مطالبہ کیا۔ چونکہ مہتمم الدولہ سے اور ان سے بہت مراسم تھے۔ انھوں نے کلکتہ میں انکو اطلاع دی۔ یہ سب چرچہ سب باتوں سے واقف تھے

لنہ انگلی اعانت اور دکالت کی۔ انھین کے بیان پر وہ دعوے خارج ہو گیا۔ لکنہو میں مقتدر الدولہ کی کچھ جائداد غیر منقولہ اُس مطالبہ کے معاوضہ میں چلی گئی تھی وہ واپس ملی۔ وہ معاوضہ بقیہ املاک بہ حراست فوج انگریزی کا پتہ بھیج دیا۔ راستہ میں رہائی کا حکم آیا۔ مقتدر الدولہ نے بعد ختم مقتدرتین لاکھ روپیہ لکھ دیا۔ اور انھین کے ہاتھ دس دس ہزار روپیہ غلام صفدر خان و غلام حیدر خان کو بھیج دیا۔ اور کہا کہ آپ کے ان ہم وطنوں نے میری حراست کے زمانہ میں حق شرافت ادا کیا۔

وہاں سے واپسی کے بعد کاکوری آئے۔ اور اس میں لاکھ روپیہ کے صرف سے ایک نہایت عالیشان کوٹھی و مجلس و جلو خانہ و باغ تعمیر کرایا۔ دو ڈھائی برس تک مکان پر رہے۔

پھر اقبال مندی کا ستارہ چمکا۔ نصیر الدین حیدر کے دربار میں طلب ہوئے۔ اُنھوں نے بہ صراحت و ہزار روپیہ ماہوار پر مصاحبین میں مقدر کیا۔ امور ملکی میں رسائے زنی اور سرکار نفاذ انھین کے مشورہ سے قرار پایا۔ بادشاہ کی حیات تک یہ اُسی خدمت پر رہے۔ بعد وفات بادشاہ جسوقت محمد علی شاہ تخت نشین ہوئے۔ تو عمرہ نظامت صدر اسکے سپرد ہوا۔ اس خدمت کو بھی انجام دیتے رہے۔ اور اُسی زمانہ میں کچھ علاقہ بھی خرید کیا تھا۔ بعد وفات محمد علی شاہ امجد علی شاہ جب تخت نشین ہوئے۔ تب بھی چند دنوں ناظم رہے۔ پھر فرساری جبار ملکی یعنی نظامت خفیر پولیس کے انسر ہوئے۔ جب دربار میں بے تمیز و نکاح جمع بڑھنے لگا تب نشن لیلیٰ انکی جگہ پر اسکے بڑے بیٹے مولوی رشید الدین خان مقرر ہوئے۔

نفسی خلیل الدین خان صاحب نے یوں تو بہت سے رفقاء کے کام کئے۔ لیکن دو کام بہت اچھے کئے۔ اول یہ کہ ایک مرتبہ لکھنؤ سے کاکوری آ رہے تھے۔ راستہ میں ہندو کی جھیل بھری ہوئی تھی۔ اُس میں ایک ڈوبی معہ بچہ کے غرق ہو گئی۔ یہ اُس سے بہت متاثر ہوئے وہاں پر پہنچے۔ دو ستر تاحیات ایک قابل حکیم نوکر رکھا۔ ابتداً حکیم حسن مہنوی نوکر رہے۔ پھر مولوی حکیم حسین احمد علی آبادی جن سے اہل نصیر کو بہت اطمینان و آرام نصیب ہوا۔ مرزا حبیب علی بیگ سرور و مصنف فسانہ عجائب بھی اسکے یہاں ملازم رہے۔

انھوں نے جملہ تقاریب و غیرہ بہت اعلیٰ پایہ پر کئے۔ نہایت نفیس المزاج و دیکھہ صورت بھی تھے کتب درسیہ فن ہیئت کا درس بھی دیتے تھے۔ درۃ التاج۔ دریا ضل حکماء۔ اور کتب ہیئت و ریاضی بعض تفاسیر مطالعہ میں رکھتے۔ اوقات بیشتر ذکر و عبادت کیساتھ معمور تھے۔

تھانینف حسب ذیل ہوئے (۱) شرح باب التفریات در مختار مطبوعہ جسکے متعلق اوپر ذکر ہو چکا (۲) مرآۃ الاقالیم۔ فارسی قواعد فن ہیئت میں۔ یہ کتاب انھوں نے حسب ما یثی غازی الدین حیدر بادشاہ تحریر کی تھی جو بادشاہ نے بہت پسند کی (۳) رسالہ در بیان خبرافیہ طرق و شوارع احاطہ اودھ فارسی (۴) رسالہ طول البلد و عرض البلد و غایتہ النہار فارسی یہ دونوں رسالہ مرآۃ الاقالیم میں منسلک ہیں (۵) رسالہ در تحقیق مرض ہیضہ عربی۔

بیعت ان کو حضرت شاہ میر محمد قلندر برادر خورد و خلیفہ حضرت شاہ محمد کاظم قلندر سے تھی۔ مفتی صاحب نے بتاریخ ۵ راہ جمادی الاولیٰ ۱۲۰۸ھ بمطابق ۸ سال بعارضہ تب و حر و فغات پائی۔ اور اپنے بلغ میں جو متصل تکیہ شریفہ کے ہے۔ اور انکے زمانہ حیات میں نہایت سربز و شاداب تھا دفن ہوئے قبر کے گرد خلیفہ بنا ہوا ہے۔ اور وہ بلغ مفتی صاحب کے خلیفہ کے نام سے مشہور ہے۔ قطعہ تاریخ وفات از مولوی محی الدین خان ذوق کا کوروی سے

فغان کا موز مولانا خلیل الدین ذوقا نہادہ دل و حسرت بول آں عم خلیل ما  
بسال رحلت آں خلد منزل ز در قم کلکم بے گلچین زانوار خان آمد خلیل ما

۱۲۰۸ھ

## خلیل الرحمن

حافظ خلیل الرحمن شہید ابن شیخ عبدالرحمن۔ ابن حافظ غلام محمد۔ ابن شیخ سیف الدین۔ ابن ملا ضیاء اللہ۔ ابن ملا عبدالکریم۔ ابن حافظ شہاب الدین۔ ابن محمد و م قاری نظام الدین بکچہ یہ نہایت قابل مفتی و متورع حافظ کلام اللہ تھے۔ ایک مدت تک نواب خانہ دران خان



کی ہمار ہی میں بادشاہ دہلی کے ملازم رہے۔ جنگ نادر شاہی میں بھی شریک تھے۔ نہایت باوقار تھے۔ اولاد ان کی دولت لازوال الفخر فخری و علم و فضل سے ہمیشہ متاثر رہی اور اب تک ہے۔ یہ جنگ نادر شاہی میں تاریخ ۱۵۔ ماہ ذیقعدہ ۱۱۵۱ھ بمقام دہلی شہید ہو کر دہلی میں ہے۔ زائد حالات دریافت نہ ہو سکے۔

## ✓ خلیل اللہ خان

شیخ خلیل اللہ خان۔ ابن شیخ کرم اللہ خان۔ ابن نواب منتظم الملک خان درخان شیخ جارا اللہ علوی ہفت نہری صوبہ دار خیر آباد وغیرہ۔

یہ صاحب نہایت قابل۔ تاریخ دان۔ شاعر بے بدل تھے۔ بے شک شجاع الدولہ نواب عبدالرحیم خان برادر نواب ابو المنصور خان صفدر جنگ کی رفاقت میں رہے۔ عہدہ جلیل پر فائز ہوئے۔ دو تین محال بھی سپرد ہوئے تھے۔ اور خطاب خانی بھی عطا ہوا تھا۔ الماس علیخان خواجہ سرا بھی انکو بہت مانتے۔ چنانچہ انکے بیٹے شیخ ہدایت علی کو جو بہت وجہ خوش تھیں تھیں اسیٹھی دیگر محالات کا فوجدار کر دیا۔ اور تعلقہ سلیم پور بھی انھیں سے متعلق کر دیا تھا۔ زائد حالات انکے دستیاب نہ ہو سکے

## خوب اللہ

ملا قاضی خوب اللہ۔ ابن ملک محمد عوض۔ ابن ملک محمد حنیف۔ ابن ملک محمد صفی۔ ابن ملک عبدالصمد۔ ابن ملک مٹھے۔ ابن حافظ چاند۔ ابن ملک حسام الدین۔ ابن ملک نظام الدین۔ ابن ملک بہاء الدین کی قباد۔ ابن ملا ابوبکر جامی۔ یہ فاضل جلیل القدر۔ طباع۔ دانشمند تھے۔ تمام علوم میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ قادر مطلق نے ان میں بہت سے فضائل و کمالات جمع کر رکھے تھے۔ ابتدائے سن شعور سے

بہت صالح متقی تھے۔ رات و دن تحصیل علوم میں مصروف رہتے۔ ایک لمحہ کیلئے بیکار نہ رہتے۔ ابتدائے  
تمام کتابیں صرف و نحو کی حفظ کر لی تھیں۔ رات میں اگر چراغ میں تیل نہ رہتا تو ماہتاب کی روشنی میں  
یاد کرتے۔ اشعار بھی خوب کہتے تھے۔ اور خط و کتابت بھی نظم میں کرتے۔ موزونی طبع اس قدر تھی کہ  
اکثر مجالس میں جب قدر کلام کرتے وہ سب نظم میں ہوتا۔

بعد فراغ تحصیل علوم بغرض حصول سند حدیث شریف و تلاش معاش دہلی گئے۔ جس کا قصہ  
یوں ہے کہ ایک بار یہ بغرض سیر و تفریح شیخ غلام مینا ابن شیخ قنوج کے ہمراہ لکھنؤ گئے تھے۔  
اُس زمانہ میں قاضی شہر شیخ غلام مصطفیٰ جو پوری تھے۔ اُسی روز وہ بھی جلوس کے ساتھ شہر  
کے گشت کو نکلے۔ یہ جلوس دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور تعریف کی۔ شیخ غلام مینا نے بے تکلفی سے  
کہا کہ معلوم ہوتا ہے تم کو بھی عہدہ قضا کی خواہش و مناسبت ہے۔ تم جلوس کی طرف حسد کی نظر سے  
دیکھ رہے ہو۔ انھوں نے جواب میں کہا کہ استغفر اللہ حسد کا کیا دخل اس وقت تو مجھے اسکے متعلق  
کوئی خیال بھی نہ تھا۔ اگر تم ایسا کہتے ہو تو خدا میں سب کچھ قدرت ہو۔ یہ قاضی کوئی دوا می  
فرمان تو لکھا نہیں لائی ہیں۔ اُسی وقت سے یہ ارادہ مصمم کر لیا کہ اب بغیر عہدہ قضا حاصل کئے  
لکھنؤ نہ آؤں گا۔ فوراً لکھنؤ سے کاکوری واپس آئے۔ اور اپنے بڑے بھائی شیخ محمد کبیر سے رخصت  
ہو کر دہلی گئے۔ اُس زمانہ میں محمد شاہ بادشاہ اور نواب قمر الدین خان وزیر تھے۔ یہ پُرانی دہلی میں  
جا کر ٹھہرے۔ اور وہاں کے علما کے حلقہ درس میں شریک ہو کر حدیث وغیرہ کی مجلس کی۔ پھر  
حصول منصب قضا کی طرف متوجہ ہوئے۔ اولاً سرکار راجہ تختل دیوان خالصہ شاہی کے یہاں  
انکے پوتے کنور سکھ من کی جو علم و دست تھا مصاحبت اور رفاقت اختیار کی۔ اُسی زمانہ میں  
نواب جاوید خان وغیرہ اُمراء شہر کے بھی ملازم ہو گئے۔ اور ان لوگوں سے ہر وقت یکجائی  
اور صحبت گرم رہنے لگی۔ انھیں وسائل سے رفتہ رفتہ در باتک رسائی ہو گئی۔ کسی مرتبہ عہد قضا  
غلام آباد۔ و امانت مراد آباد۔ و صدارت بریلی۔ و فوجدارۃ سرسند کی بھی تحریک ہوئی۔ چونکہ  
انکا خیال عہدہ قضا لکھنؤ کی بابت تھا۔ انھوں نے کچھ عدم توجہی کی۔ اور کچھ دشواریاں بھی پیش نظر

تھیں یعنی نوابان الملک بوجہ امامیہ مذہب ہونیکے اسکے روادار نہ تھے۔ کہ کوئی سنی عہدہ تضا پر مقرر ہو۔ اس عرصہ میں اگرچہ بہت کچھ انقلابات ہوئے۔ اور شیخ غلام مینا کا بھی انتقال ہو گیا مگر یہ وہیں رہے۔ گیا۔ وہ سال کے گردش کے بعد اقبال کا ستارہ چمکا۔ کہ دہلی پر نادر شاہ نے چڑھائی کی اور برہان الملک مائے گئے۔ اتفاقات دیکھئے کہ اُسی پر آشوب زمانہ میں ایک شخص کرپارام کھتری لکے گھر میں رہتا تھا۔ اس مہنگامہ کے فرد ہونیکے بعد جب انتظامات شروع ہوئے۔ تو صوبہ داری اووہا بوالنصور خان صفدر جنگ کو ملی۔ اور صدارت صوبہ جات نواب عظیم اللہ خان کو ادریاست حکم علی نقی خان دہلوی کو اور شیکاری انھیں کرپارام کھتری کو ملی۔ چنانچہ انھیں نے انھیں بلا کر خدمت تضا پر مقرر کیا۔ مولوی محمد فقیہ صنفی پوری کو بھی عہدہ تضا و لکھنؤ کی خواہش تھی۔ انسے اور اُن سے میا ختم ہوا۔ جب احکام سلطانی دونوں نے ممتحن کے پاس جا کر امتحان دیا۔ اُس زمانہ میں عہدہ تضا و قصبات کیلئے شرح و قایہ کا امتحان اور تضا و شہر کیلئے ہرایہ کا امتحان ہوتا تھا۔ چنانچہ امتحان لیا گیا۔ یہی اول آگے اور سند و خلعت انھیں کو ملا۔ خود کہتے تھے

یا زود سال خوردہ خونِ جبگر قاضیِ بلدہ گشت این اختر

نقل فرمان عہدہ تضا و مصدعہ محمد شاہ بادشاہ خاڑی۔

”گماشتہ سے جاگیرداران و کروڑیان و جمہور سکھ پرگنہ جوہلی سرکار لکھنؤ مضات صوبہ اووہا را اعلام آنگہ حسب احکام جہان مطاع آفتاب شعل منصب تضا ہے پرگنہ مسطور معہ سوا و تصدیق فرما متعلقہ آن از تفرغ غلام مصطفیٰ بلا خواہ شد و لد محمد عبید بن مقرر و مفوض گشتہ۔ فرمان والا نشان اکر می شود باید کہ بطریق حکم فیض شیم عمل نموده مشارالیه را قاضی آسجا دانستہ دست تصدی موی الیہ را در امور متعلقہ اخلاصت متعلق اند۔ و دیگرے اسیم و شریکے دانند جلات را بہر او متبر شاہ زباید کہ کما فیضی بلوازم منصب قیام نموده و فصل تضا یا و خصوصیات و اجراءے حدود و تغیرات دینی و اہانت جمہ و جماعات و انکاح من لاولے رویت ترکات و غیرہ مساعی موفورہ بتقدیم رسانند نقطہ تالیخ و ملازم ہم شہر ریح الاخر سلسلہ جلوس۔“

انہوں نے سندھ قضا اپنے بڑے بھائی شیخ محمد کبیر کے پاس بھیج دی اور خود وہیں مصلحتاً ٹھہر گئے۔ شیخ محمد کبیر صاحب سندھ کبیر شیخ محمد صالح ابن شیخ محمد قجب کے ہمراہ لکھنؤ گئے۔ اور وہاں نیابت میں کام کرنے لگے۔ انہوں نے جب دہلی سے آئیکا ارادہ کیا۔ تو رانی تختی نے بوجہ کنوڑی سکھ من کے رفیق و استاد ہونیکے ایک بالکی دی اور خلعت عطا کیا۔ وہاں سے یہ لکھنؤ آئے۔ اور بہت حال تمام فرائض عہدہ قضا کی سرانجامی میں مصروف ہوئے۔ اور عظیم الشان خان سے اور بادشاہ سے ناجاتی ہوئی۔ تو قاضی غلام مصطفیٰ جو پوری کے ساتھ یہ بھی مغزولی کئے گئے۔

تب پھر یہ دہلی گئے۔ اور حسب تجویز نواب قمر الدین خان انکا تقریر صوبہ بہار کے ایک میں غلام غوث الاعظم خان کے یہاں بعدہ نیابت ہوا۔ پانچ سال وہاں رہے۔ اور بہت عمدہ نظام کیا۔ نواب زین الدین خان بھی انکے ملاقاتی تھے۔ اور انکی لیاقت اور حسن تقریر کا سکھ انکے قلب پر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ انکی بہت عزت اور وقعت کرتے تھے۔ وہاں کے قیام میں انہوں نے کچھ ایسے نمایاں کام کئے کہ جسکے وجہ سے انکی قدر و منزلت میں برابر اضافہ ہوا۔ ۱۱۶۱ھ میں ہمراہ زین الدین خان ایک لڑائی میں ہمراہ ۵ سال شہید ہو کر شہر عظیم آباد میں پیوند خاک ہو گئے۔ انکی مصنفہ ایک کتاب گلشن معانی ہے۔ جسکا سنہ تالیف ۱۱۶۲ھ ہی اور نظم و شعر کے مضامین پر مشتمل ہے۔ چند نثرین اور نظمیں نذر ناظرین تا مکیں ہیں:-

رقعہ بنام شیخ غلام مینا ابن شیخ محمد قجب در ملازمہ مصطلحات نحو۔

”برادر وحید العصر۔ محبت کتا۔ دوست بے ہمتا۔ سلامت۔ اگرچہ این کلمہ در مصطلحات سخات شہر است کہ اللفظ ما یتلفظ یہ الانسان اما این لفظ شواق معانقہ حیوانیت کہ اصلاً تعلق فی ہمد۔ و بوضع واضح این کلام بر ہر بشر عیان و نشر است کہ المعنی ما یقصد بہ اللفظ لیکن این چہ نوع معنی تمنائی لقائے مباحج جاودانی است کہ قطعاً از الفاظ سطور تحریر معہوم و مدلول نیشود و لاچار انکشاف این اصطلاح را موقوف بر وجدان صفائی طوہیت آن برادر داشتہ مفردات احوال را ترکیب میدہد برائے اسم ذات پاک عزوجل این قدر انگشت نا التفاتی کہ

از قوه متفعل آمد در معرفت یادآوریهایی داشت که این چنین مقدمات فی نفسها دلالت برین معنی  
 کند که نظر بر پائین مراتب خطایغیب نموده بالکلید است از مرآه اتحاد که در عالم نشوونما بازین  
 امری دیگر نمی کشیده اند توقع این معنی مقترن به احدی از اقسامه ثلثه نه بود حدود و داد یگانگی  
 معلوم نمود اگر احوال مراتب یادآوری را خلافت زمانه ماضیه که معبر از جهات مختلفه تا توحیدی  
 متغیر الاحوال گردیده چون منی تنبیه سازند لیکن بعارض استعمال امور دنیویه فعل معانی مسموده عیش و  
 عشرت نخواهد بود که این معنی ماول بر نصب دفع سوائی از دیامجت و کسرت بنیه غموم شاید  
 مهاجرت دفع ابواب مسرت خواهد گشت و دل مخزون مجرور ذیل اطمینان و جمعیت شده  
 سکون خواهد یافت علی تفصیل اخبار اخبار دیگر اعراضه از خطوط مرسله احاطی و ضم می نموده باشند غلوص  
 غم باخترم دارد که عازم وطن چون روح در بدن شود

اگر از زندگی ما را نصیب است      اگر با هم رسیدن غم قریب است

فقط

ایضا دیگر در ملازمه مصطلحات منطق

«گلدسته خط رنگین آن دوست یک رنگ مجبوعه دانش و فرهنگ که مبرا از رنگ ریاست  
 رسید از رنگ دلبسته آن گل بوستان مقصود مانع تماشا شایان گلشن یک رنگی عطر آموذگ و پدیدمقدم  
 شوق هر چند در گذارش و نگارش در آورده جز بقوه عدم سناهی از هیچ شکلی ظهور نیامد ناچار بهر عا که  
 ضروری الاظهار است می پردازد که صور عرایس اشواق بمقتضای القلب الی القلب روزنه  
 در آینه تمجید آن جوهر شناس جلوه نمایش خواهد داد از قیاس نمایند جز تصدیقش بنوع دیگر تصور نمائند  
 این جوهرشناس هر دو در سینه یکس بود و دو آبگینه

معملاً احتیاق دیار جهان دارد که تفصیل آن از غایت اشتها و محتاج باطنانیت برین نوع است  
 که غلبه غنیمت بر کردار از هر طرف یو مایه مادرتنی و خاطر امرا بان غلام از مشورت خام صبح شام مایل  
 پیشانی است خیره جمیش بے طناست و ماهی و مرشش آب است فقط

وغيره نام نواب عظیم الشان در باره عہدہ قضا در بیان عرضی.

بسم الله الرحمن الرحيم

اما بعد الانخراط با بھلی در الحمد لولہ سبکات سطور الارقام والذہاب  
سبکات زوارق الصلوة علی نبیہ الی ساحل الزوارق بقصبہ الاقلام بلمیثس العبد  
المقصم بحبل فضل اللہ خادم الفضل اخوب اللہ الی جناب من ہو تیلطم امواج  
محور نوالہ علی کافۃ الانام ویعطی من اخبار العطاء قرائد المرام غواص لجوار الامارۃ  
حلبیس مسند الصدارة درۃ تاج السخاۃ منبع انہار النقاۃ مجمع البحر والجود  
نظیرہ کالغناء المفقود مشکور الخلائق بتخذیب الاخلاق مشہور الذکاء کلکلام  
بالعطاء فی الآفاق مصدر الفیض والانعام مرجع اھل الاحتیاج والمرام مصدّر  
احکام الشرع المبین مخزن اسرار المعاش والدین شاعل بتدریس الکتاب مفید الشیخ  
والشباب ذاکر فضول الاحادیث واثق سیر معالم اصول الفقہ للصغیر والکبیر قادر  
دقائق مسایل المنقول ماہر حقایق دلائل المعقول کاشف اشارات المعانی والبدائع  
واقف نکات البیان والصنائع رافع رايات البلاغۃ جامع علامات الفصاحۃ مظهر  
تدقیقات کتب المتداولہ موضح تحقیقات صحف المتطاوّلہ مبدع التوفیق والاحسان  
مقرب حضرتہ السلطان نواب عظیم اللہ خان بانہ اذا اراد اللہ الملک المعزّان یمیز  
من ابناء اجناسہ ویضعہم تاجا مرصعا لفراید المقاصد علی داسہ ومجلسہ علی سریر  
الفوائد بفضلہ الکبیر ویظہر آثار مطالبہ المکرزۃ فی الضمیر فی ذہب اولی الی  
باب من ہو فیاض العالم مولی الاعظم معدن العطاء علی لغریا مخزن الرحم علی  
الفضل لا یمحله وافی لا نقضاء ہوامہ وکان فی الاعطاء انعامہ فحمد اللہ سبحانہ  
علی انہ تعالی شانہ جاء بنا الی سدّ تلك المنیفة و حضرتک الشریفۃ فالترزم بابک  
یا مجمع الفیض والانعام ولا ابرح جنابک یا منبع الجود والاکرام ارفع الیدین

بجواب المولى فى الملوين لدهاء ازديا دحشمتك وعلوا نفاع درجتك راجيا  
بلطفك العليمه اشعار

لقد القيت فى امل العطاء	كشمس فى نجوم بالسماء
سواك ليس مستندى فتفتحه	على ابواب لطف بالعطاء
انا فى دار عسر مبتلاء	لديك اليوم من ليثواء
متى لم تلق احباب التوال	لما اظهرت من احد رجاء
فلم انظر على عسر وما كان	سوى تحصيل علم مدعاء
عطاياكم اذا انتشرت فجت	اليكم فاعطنا سند القضاء
انا دفعه الى الرحمن ابدا	ليعلم درجتك ايدى لدهاء

فى الفارسيه رباعيات

اے رونق شرع اعتقاد تو بود	آرايش دين ز احبتهاد تو بود
سر سبزی گلشن بسوم اسلام	در شمع ابر انقباء تو بود

ديگر

اے مسد جو در توى صدرين	اظيم كرم ترا است در زرين
در پيش گهر بارى ابر كف تو	كتر ز صدف و سعت مان مين

ابقا كرم على رؤس المحتاجين بجرمة النبى والده اجمعين نقلا

رقعه منظوم نربان عربى بنام مولوى محب الرحمن ابن شيخ عبد الرحمن جوانخون نے  
شاہجہان آباد سے لکھا تھا روانی قلم اور سلاست قابل ملاحظہ ہے۔

يا شفيعى انت مقبول الانام	استمع احوالنا بعد السلام
طيفك فى كل ان فى الضمير	ما مضى فى غيره ابنا السميع
اذكرا و صافك فى كل حين	لا تصور لكذب غير اليقين

ليس فعال الدهر في غير النفاق  
 كل حين يتكبد هيناً لدماغ  
 لا الاحبار العنوم ساحل  
 يا الهى قد فقه هذا الحجاب  
 وصله حصل بهذا يا الله  
 كنت في فلك الغنيم مستقيم  
 قال قلبى اخبر عن احوالك  
 قلت يا غواص البحار الواد  
 لم يرد من مدة مكتوب  
 كنت في هذا اذا مكتوبك  
 قد نظمت الدر في سلك السطو  
 صاد القلبى بالاحد سرو  
 كل هم صار منى المنفعة  
 قد سقى مكتوبك كل العليل  
 استمع من بعض رجل حالتي  
 فاعلموا الم يبق لحم في الجسد  
 كان قبل لدهاء هذا الخادم  
 بعد شعبان لك هذا الغريب  
 يا شفيقي يقرء هذا الفقير  
 ايضا دگر بنام شيخ محمد صالح ابن شيخ محمد مجيب در نظم  
 "لحمد على فضل النوال  
 لكل بين عم في كل حال

احرق جسمى بنار الافتراق  
 مثل ماء البحر صار الاجتماع  
 بينك بينى حجاب حایل  
 منى ادفع بالوصول الاضطراب  
 ليس في قلبى تمنا سواه  
 قد جرت عيناي بالماء الحميم  
 اطلع الان عن اشغالك  
 لى شفيق راسخ في الاعتقاد  
 ليس لى معلوم ما اسلوب  
 جاء قال القلب هامر غوبك  
 زين من ذلك تاجر السرور  
 حاصل في كل عين منه نور  
 صار اوراق السرور المجمع  
 وهو يروى بالسواد اهل العليل  
 كان بالامراض لقص حالتي  
 قد بقي جلد وعظم في الجسد  
 لاكتساب العلم ثم عازم  
 عازم انشاء ربى يا نصيب  
 الهداية فصل سوبعد



نصلي بعده انا فانا  
 يدي اخذت بقرطاس قلم  
 اذا في وقت الام اتاني  
 وحدت في عبارته معاني  
 اجده صاعدا في كل يوم  
 نظمت كل لفظ في كتاب  
 لنا ملحق التعجب يا شفيقي  
 فاني يقرء ان الهداية  
 اقيم بينة في اليوم لكن  
 ولما در بطون المشرق الا  
 لم يستخلص يروى بحكم وان  
 قال ابو القاسم وسيد المعالي

مشتے نمونہ از خردائے انکا کلام درج کیا گیا۔ منقول ہے کہ نظم کلام کا بہت ذخیرہ میں تھا  
 شعر کا تھا۔ مگر انیسویں کچھ اسکا کچھ پتہ نہیں۔

انکے صرف ایک بیٹے شیخ جمال اللہ تھے۔ جو ۱۵۲ھ میں پیدا ہوئے۔ وہ تعلیم  
 و تربیت ابتداً شاہ عالم بادشاہ کے لشکر میں نوکر ہوئے۔ وہاں سے گورکھ پور آئے۔ اور  
 ایک سال تک مغل الدین خان لکنوی کی رفاقت میں رہے۔ پھر کچھ دنوں راجہ جی بہادر کے یہاں  
 نوکر رہے پھر وطن اگر خانہ نشین ہو گئے۔ بعد ازیں معاش بہار ہی شیخ محمد حیات نواسی شجاع الدولہ  
 کے لشکر میں نوکر ہوئے۔ اور ہمبر ۶۸ سال برض استقامت ۱۲۳ھ میں انتقال کر گئے۔

(۵)

## دولت محمد

ملک دولت محمد عرف ڈامڑ۔ ابن ملک عصمت اللہ۔ ابن ملک گوہر۔ ابن شاہ محمد۔  
ابن شیخ کبیر۔ ابن ملک بدے۔ ابن ملک نظام الدین۔ ابن ملک بہار الدین کیتباد۔ ابن  
ملا ابو بکر جامی۔

یہ نہایت قابل دلائق و غیر شخص تھے۔ باوجود تنگی معاش نہایت عزت کیساتھ  
انہوں نے عمر بسر کی۔ شر خوب لکھتے تھے۔ خط شکست بھی بہت اچھا تھا۔ ان میں اور ان کے  
بنی اعمام میں کسی اراضی کے متعلق نزاع واقع ہوئی تھی۔ جس کے سبب سے فیض تنگ  
دہلی گئے۔ وہاں سے موافق حکم محمد شاہ بادشاہ لکھنؤ میں نواب ابوالمنصور خان صفدر خاں  
کے پاس آئے۔ اور یہیں دفعتاً انتقال کیا۔ فرید حالات نہیں معلوم ہو سکے۔

## ذکی الدین خان

مولوی ذکی الدین خان۔ ابن حافظ اشیر الدین۔ ابن مولوی علیم الدین۔ ابن قاضی القضاۃ  
مولوی نجم الدین علی خان بہادر ابن ملا حمید الدین محدث۔

یہ ۵۱۲ھ ربيع الاول ۱۲۶ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم انھوں نے مولوی محمد حسین ساکن  
بڑا گاؤن اور اپنے اعمام مفتی ریاض الدین صاحب۔ و حافظ وجیہ الدین صاحب سے پائی۔  
اور متوسطات کی تعلیم جناب مولوی حامد علی خلیف اصغر حضرت مولانا شاہ فقہی علی قلندر قدس سرہ  
سے حاصل کی۔ بہت قابل و لائق ذہین و طبارع تھے۔

مولوی مسیح الدین خان بہادر اپنی کتاب سفرنامہ لندن میں لکھتے ہیں کہ۔

"مولوی ذکی الدین خان نہایت لائق اور سید ہے۔ فارسیت میں تو اسکو فی الجملہ کمال ہوا۔  
نظم اور شروذن بہت اچھی لکھے لکھا۔ عربیت میں مختصرات کتاب میں پڑھکے متوسطات کی ذہنت  
آئی تھی۔ فی الجملہ استدلال بھی ہوئی۔ مگر زمانہ نے تکمیل کی فرصت نہ دی۔ پھر اپنے شوق سے  
انگریزی شروع کی۔ اور حیدر آباد دکن گئے۔ وہاں ملازم ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ حسب حوصلہ دین  
اور دنیا کی ترقی نصیب کرے"

یہ حیدر آباد میں ملازم تھے۔ وہاں اولاً انکا تقرر ایک مغرز عہدہ پر ہوا پھر اول تعلقہ دار ہوئے  
اسی عہدہ سے فیشن لیکر وطن آئے۔ قابلیت اور پاس و کاظ وضع میں پیش تھے۔

انھوں نے بتاریخ ۲۵ ماہ جمادی الاول ۱۲۷۹ھ بمطابق ذی القعدہ ۱۲۷۹ھ  
سال انتقال کیا۔ اور خلیفہ جنابہ محمد متھل چاند علی کاکوری میں دفن ہوئے۔

## ذوالفقار علی

منشی ذوالفقار علی متخلص بہ حامد۔ ابن شیخ سرسراز علی۔ ابن شیخ علی۔ ابن شیخ محمد۔ ابن

شیخ غلام نبی۔ ابن نواب مظہر الملک خان و ترخان شیخ جارا اللہ علوی ہفت ہزاری صوبہ دار خیر آباد  
ان کی ولادت بتایک ۲۸ ماہ بیچ الاول روز دوشنبہ ۱۲۳۵ھ ہوئی۔ یہ منشی بڑبڑل تھے  
تعلیم و تربیت انھوں نے منشی امیر حسن خان بٹل سے پائی تھی۔ شعر بہت اچھا کہتے تھے۔ اس کے  
شعر و سخن کا ذخیرہ لکھ ہو گیا۔

تالیفات سے تین کتابیں معلوم ہوتی ہیں (۱) عقد ثریا در بیان محاربات پیشین کابل  
جو نہایت عمدہ پیرایہ اور نفیس عبارت میں لکھی گئی یہ کتاب غیر مطبوع ہے (۲) نسب مرار باب  
کا کوری موسومہ بہ شجرۃ الانساب۔ اس کتاب کے چند اجزاء دستیاب ہوئے بقیتہ کا پتہ نہیں  
چلا۔ اس کتاب میں جا بجا اسکا حوالہ بھی موجود ہے۔ یہ نسب نامہ نہایت جامع و مانع تھا۔  
افسوس کہ ضائع ہو گیا (۳) کتاب راحۃ القلوب فن طب میں جب کا سنہ تالیف ۱۲۸۵ھ ہے  
جس کے متعلق خود اپنے کتاب نسب نامہ موسومہ بہ شجرۃ الانساب میں لکھتے ہیں۔

”اچھی این راحۃ القلوب کتابت ملو از ترایات دماہیت سمیات حیوانی و نباتی و معدنی  
و لیس و لذت و خشرت دیش انی و گزیدن جانوران بڑی و بکری و ہوا و آسے زخم چکل و سبیل  
و دوانہ و غیرہ و یادہ کہ این چنین کتابے از قدما و متاخرین اطباءے حاذقین تالیف مگردیدہ کہ  
باین زمانہ از خامہ این ژو لیدہ بیان تالیف یافتہ“

افسوس اس کتاب کا پتہ نہیں چلتا کہ کیا ہوئی۔ یہ حضرت مولانا شاہ حیدر علی قلندر رح  
کے مخلص مرید تھے۔

انھوں نے بتایک ۲۸ ماہ صفر روز دوشنبہ ۱۲۸۵ھ مطابق یکم جولائی ۱۸۶۷ء بے نام و  
نشان انتقال کیا۔

(س)

## رحیم باسط

شاہ رحیم باسط ابن مولوی حکیم باسط خلف اصغر حضرت شاہ محمد کاظم قلندر قدس سرہ۔  
 انھوں نے بعد تحصیل علوم ربیبہ مولانا عبد الولی لکھنوی فرنگی محلی سے جو انکی نانہالی اعزہ میں  
 تھے بیت کی اور اجازت و خلافت مع خرقہ فقر حضرت شاہ علی اکبر قلندر الہ آبادی سیرہ حضرت  
 شاہ باسط علی قلندر الہ آبادی قدس سرہا سے حاصل کی۔ اکثر لوگ قصبہ اور دیہات کے بھی مرید ہو  
 یہ اوراد وظائف کے بہت پابند تھے۔ اپنے جد امجد کی ٹھمریوں سے بہت ذوق تھا۔  
 ٹھمریوں کی کتاب مہر مہر پنہات الاسرار مطالعہ میں رکھتے تھے۔ اس کتاب کو طبع بھی کرا دیا تھا  
 بہت سخی اور متواضع بزرگ صورت و سیرت تھے۔ انکے یہاں ہر قسم کے انشیا اوراد و یہ اور  
 شربت تیار رہتے تھے۔ جسکو ضرورت ہوتی تھی لیتا تھا۔ پچاس پچاس روپیہ ہوا کے  
 کسی دوا ساز کو کرتے۔ جو دن رات اسی قسم کا کام کیا کرتے تھے۔ جب کبھی کوئی آتا تو  
 بغیر کچھ کھلائے بلائے جانے نہیں دیتے تھے۔ اپنی نانہالی جائداد پر قابض و متصرف  
 تھے۔ انکے نانائیں محمد حیات صاحب نے بہت کچھ املاک چھوڑی تھی۔ انھوں نے سب کتبہ  
 بروہی اور امور خیرین صرف کر دی انھوں نے بہت اچھی عمر پائی۔ اور تباریخ ۴۲۷ ماہ  
 جمادی الآخر روز شنبہ ۱۱۸۷ھ بعارضہ فالج انتقال کیا۔ اور درگاہ حضرت شاہ محمد کاظم قلندر  
 میں اندرون حریم پائین قرار جناب شاہ میر محمد صاحب جانب مشرق دفن ہوئے۔ قطعہ تاریخ  
 وفات از منشی سراج احمد کنتوری سے

کز صفات خوب دار مثال خود شود  
 نام او نام خدا بر ہر زبان کور شد  
 زین غم حسرت فراز لہائی رنجور شد

بیز خندہ سیر ہم شیخ پاکیزہ گہر  
 از رحیم و باسط اکم سائیں ترکیب داشت  
 رند شعبہ بست و فہم از جمادی دوم

در ہزار و سہ صد و سہم یازدہم بقوسہ  
۱۳۱۵ھ

بے سرانند شہ بر لوح فرازش سال ہین

## رسول بخش

نشی رسول بخش ابن نشی فیض بخش مؤرخ و مصنف نسب نامہ موسومہ بہ چشمہ فیض یہ نہایت قابل و لائق نشی بے بدل تھے۔ حضرت مولانا شاہ نقی علی قلندر سے بہت خلوص و اتحاد رکھتے تھے۔ یہ بادشاہ اودھ کے یہاں کسی مغر زعمہ پر ملازم تھے۔ اور بڑے خیر خواہوں اور معتدین میں شمار کئے جاتے تھے۔ بعد مغرولی و اجد علی شاہ وروا نگلی کلکتہ انھوں نے مرزا برجیس قدر کی تخت نشینی کی بابتہ بہتر سے بہتر حکمت عملیاں اختیار کیں۔ تمام راجگان اودھ کو ہم خیال بنالیا تھا۔ اور یہ طے کر لیا تھا کہ بجائے لکھنؤ کے دار السلطنت کا کوری ہو۔ اور وزیر خود رہیں۔ اُسی شب میں جبکی صبح کو اس تجویز کا عمل درآمد ہونیوالا تھا۔ زیدٹ کو اطلاع ہو گئی معاملہ درم درم بہم ہو گیا۔ اُسی صبح کو یعنی ۲۴ ماہ شوال المکرم روز چہار شنبہ ۱۲۸۵ھ میں انکو اور اسکے بڑے بیٹے حافظ عبدالصمد کو حضرت شاہ پیر محمد لکھنوی قدس سرہ کے ٹیلہ پر سزاے موت دی گئی۔ اور وہیں دفن کئے گئے۔ بعد کو حسب نشاندہی بعض ثقات نشی عبدالحمی عرشی نے ٹیلہ پر سے ٹہریان لاکر کوٹھی تلہ کی مسجد کے روبرو دفن کیں۔ قطعہ تاریخ انتقال از نواب فضل حسن

خان شیدا کا کوری

عبدالصمد جناب قبلہ رسول بخش

تاریخ بست و چارم شوال وقت صبح

آمد دوبار سال ز شیدا بمصرے

تو ام ز حادثات قتادہ ہر دورت

روز چہار شنبہ ہم شد بلائے سخت

گفتہ بین تھنا و قدر و جگر دو سخت

۱۲۸۵ھ

۱۲۸۵ھ

## رشید الدین خان

مولوی رشید الدین خان ابن مفتی خلیل الدین خان بہادر شیر شاہ اودھ۔ انکی ولادت ۱۲۳۳ھ میں ہوئی۔ آغاز طفولیت کے چہرے سے شائستگی اور متانت کے آثار نمایان تھے۔ جبکہ متعلق حضرت مولانا شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ اپنی کتاب مطالب نشیدی میں لکھتے ہیں۔

”مولوی رشید الدین خان کہ از طفلی از رخوبی و شائستگی از چہرہ اقبالان و آثار سادات مصلحت

از بشیرہ اونیان من سعد سعد فی بطن امیر مع سالیکنہ کوست از ہمارش پیداست“

انھوں نے ابتدائی کتابیں مولوی شمس الدین اور مولوی صدیق احمد اور مولوی حفیظ الدین لکھنوی سے پڑھیں۔ اور اکثر متوسطات اور انتہائی کتابیں مولوی حسین احمد محدث ملیح آبادی سے اور بعض رسائل ریاضی مثل توشیحہ وغیرہ اپنے والد ماجد سے پڑھے۔ اپنے اقران و امانت میں نہایت متین و جذذب و امیر مزاج تھے۔ گیارہ برس کی عمر میں خدمت تحصیل داری علاقہ قصبہ کاکورہ میں شاہرہ ڈیڑھ سوا ہوا نصیر الدولہ محمد علی شاہ کے یہاں سے عطا ہوئی۔ اور خلعت تحصیل داری مرحمت ہوا۔ چونکہ یہ صغیر السن تھے لہذا قاضی صادق علی خان صاحب بطور نیابت پچاس روپیہ ماہوار پر تحصیل داری کا کام سرانجام دینے کے لئے مقرر ہوئے کسی برس تک یہ اس عہدہ پر رہے۔ جب ان کی کتابیں قریب الختم ہوئیں تو انگریز اخبار ملک کا عہدہ ان سے متعلق ہوا۔ اس کام کو بھی نہایت دیانت اور شائستگی کے ساتھ انجام دیا۔ اور اپنے زمانہ میں بہت سے لوگوں کو اس محکمہ میں نوکر رکھایا۔ دو ڈھائی سال اس عہدہ پر رہے۔ پھر ترقی پا کر سول جج ہو گئے۔ لیاقت و ذہانت و معاملہ نمئی ان میں خدا داد تھی۔ امین الدولہ وزیر سلطنت سے ایک معاملہ خاص میں گفتگو ہو گئی تھی۔ انکی خشونت مزاجی کی وجہ سے انھوں نے استعفا دیدیا اور خانہ نشین ہو گئے۔

اوقات شبانہ روزی ذکر و عبادت سے معمور تھے بیعت ان کو حضرت شاہ تراب علی قلندر

سے تھی۔ یہ اُنکے باخلاص مریدین سے تھے۔ اُنھوں نے انکے لئے مطالب رشیدی بغرض تعلیم تحریر فرمائی تھی۔ تصوف میں بھی اچھا مذاق رکھتے تھے۔ خلائق و معارف خوب بیان کرتے تھے۔ لواء مولانا جامی وغیرہ حضرت مولانا شاہ حیدر علی قلندر سے پڑھیں تھیں انکی اور حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر کی عنایت ان پر بہت تھی۔ اذکار وغیرہ کی بھی تعلیم اپنے پیرومرشد سے پائی تھی۔ توحید و جود کی تحقیق اور کیفیت شہودی انکے جوہر نفس میں خوب راسخ تھی۔ واقعات و حالات باطنی انکے متقدمین اولیاء اللہ کے ہم پایہ تھے چنانچہ حضرت مولانا شاہ علی اکبر قلندر کی فرمائش اُنھوں نے اپنے بعض واقعات و مشاہدات بھی تحریر کئے جنکا نام واقعات رشیدی ہوا اور وہ طبع بھی ہو گئے ہیں۔

یہ کہا کرتے تھے کہ میں نے حضرت پیرومرشد سے تین باتیں عرض کیں تھیں وہ آپکے ارشاد سے سب پوری ہوئیں۔ ایک یہ کہ مجھے علم ظاہر و باطن کی لذت و ذوق کتر ہے حضرت نے اُسکے جواب میں فرمایا کہ تم کو خدا علم باطن نصیب کرے گا۔ دوسرے میرے اوپر مشعلقات کے فرائض زیادہ ہیں اُن سے خدا مجھے فارغ کرے۔ حضرت نے فرمایا کہ ان فرائض کا بار اٹھائیولا آپ اٹھالے گا تم کو اہل دنیا کی طرح اس میں تشویش نہوگی۔ تیسرے میری آمدنی کم ہے اور اخراجات زیادہ ارشاد ہوا کہ آئندہ دوسور و پیر ماہوار اور ملین گے۔ جو اخراجات کو کافی ہو گئے چنانچہ وہی ہوا۔

یہ آخر عمر میں بوجہ هجوم عوارض و دورہ وجع مفاصل بہت ضعیف و نقیہ ہو گئے تھے اسی مرض میں بعمر ۳۷ سال بتاریخ ۲۳ ماہ ذی الحجہ سن ۱۱۰۵ء وفات پائی اور اپنے والد کے پائین خلیفہ میں دفن ہوئے۔ قطعہ تاریخ انتقال از مولوی محی الدین خان فقیہ کا کوڑی

سوخت جان ارباب حزان بنیقت

تا بکتیم خاک آن جان برادر نہمت

گوہر جان خزین از شقب اندیشہ

حسرتا کامر و زاندہ رشید الدین خان

مشت خست چشم حزان رخیت از فرگانہ تیر

در تلاش سال ہجری دسچی طبع ذوق



اولین سال مسیحی شد زرفے تعمیہ  
یکہزار و ہشت صد ہزار و اڑھ سال  
دوبی بے کاسٹ کم ہجری سنید اؤفت  
صلوی دہم منوی سبٹ سوم ویکہ گفٹ  
۱۸۸۳ء  
۱۳۰۰ھ

## رضا حسن خان

نواب مولوی امیر رضا حسن خان ایف۔ اے۔ ایس۔ بی۔ ابن نواب امیر حسن خان بسمل۔  
ولادت انکی ۱۳ ماہ ذیقعدہ روز پنجشنبہ ۱۲۴۲ھ مطابق ۲۷ اپریل ۱۸۳۱ء میں ہوئی۔ حاجی محمد  
بغدادی نے کئی قطعہ تاریخ عربی میں انکی ولادت کے لکھے جسکے دو مادہ درج ذیل ہیں (۱)  
مشرق العصر بمولود وفاق (۲) معدن للخیر قدان الوجود۔ ان میں ذہانت و  
فطانت خدا داد تھی۔ اٹھارہ سال کی عمر میں جملہ علوم کی تحصیل سے فارغ ہو کر باپ سے زیادہ قابل  
اور باعث فخر ہوئے۔ عربی و فارسی نظم و نثر میں اپنے زمانہ کی علما کی نگاہ میں ممتاز تھے۔  
بچپن سے کلکتہ میں اپنے والد اور جد امجد کے ساتھ رہے۔

انھوں نے خود اپنا حال اپنے مصنفہ قصیدہ لائتہ الہند کے خاتمہ میں لکھا ہے۔ جسکا  
خلاصہ یہ ہے۔ کانپور میں پیدا ہوئے۔ وہیں کتب و رسم پڑھیں۔ وہاں سے ۲۶ محرم ۱۲۶۲ھ  
کو اپنے والد ماجد کے پاس کلکتہ روانہ ہوئے۔ ۳ ربیع الاول کو کلکتہ پہنچے۔ تقیہ الیم میں  
حاصل کی۔ ادب سید عبدالرزاق مینی سے پڑھا اور آخر سال مذکور میں اس سے فراغت  
پائی۔ اسکے بعد شغلہ درس و تدریس و تصنیف و تالیف شروع کیا۔

تصانیف انھوں نے بہت کئے۔ جن سے انکی اعلیٰ قابلیت و عالی دماغی کا پتہ چلتا  
ہے وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) التحقیقات الدقیقہ حاشیہ علیہ راشیۃ السید الزاہد علی الرسالۃ القطبیہ (۲) الدر المنظوم نے  
تحقیق العلم والعلوم (۳) حاشیہ شرح تہذیب جلالی (۴) حاشیہ صدر (۵) وکد القلم فی حل شبہ

اجزاء الاصم (۹۱) صولۃ الضرعام فی دفع مغزفات الادہام (۹۲) التوضیح المزیذ فی تفسیح الیضید (۹۳)  
غایۃ الارب فی شرح لامیۃ العرب (۹۴) معاطاة الکؤس فی شرح العروس (۱۰) اعجاز القلم والبیان  
فی جلاء سحر المرجان (۱۱) ذکرتہ المند والعبر فی تصحیر سلافة العصر (۱۲) کشف الصہبار فی ذبور الانشا  
(۱۳) اعتراضات علی عجب العجائب (۱۴) نزهۃ الادواح اعتراضات علی حلیقہ الافراح لا زالت  
الابرار (۱۵) جہان القلم فی شرح لامیۃ العجم (۱۶) اعتراضات علی نفحة الیمین (۱۷) بستان الادب  
فی لطائف العبر۔ یہ کتاب پانچ باب پر مرتب ہے۔ پہلے باب میں حکایات لطیفہ عجیبہ ہیں۔  
دوسرے میں لطائف۔ اشعار از قسم تصانیف و غزلیات و قطعات و رباعیات وغیرہ تیسرے  
میں بدائع وغیرہ ہیں چوتھے میں علیا وضحیٰ کے حالات ہیں۔ پانچویں میں مسفرقات ہیں (۱۸)  
مطالع الاذکیا و ہدیۃ الاحبار۔ جبکہ انھوں نے چند گفتگوں میں لکھ ڈالا تھا۔ یہ منطق میں ایک علم  
رسالہ ہے۔ کلکتہ میں طبع بھی ہو گیا ہے۔ وہاں کے علمائے اسپر تفرطین بھی لکھیں ہیں (۱۹)  
تصدیہ لامیۃ المند و دیحانۃ الرند۔ یہ بھی چھپ گیا ہے (۲۰) کتاب انوار کمال۔ یہ فن ادب  
میں ایک بسیط کتاب ہے۔ اور طبع بھی ہو گئی ہے۔

شعرو سخن سے بھی انکو ذوق تھا۔ رضا نخلص کرتے عربی و فارسی دونوں زبانوں میں  
شعر کہتے تھے۔ نمونہ کلام حسب ذیل ہے۔ اشعار فارسی سے

رقص از تصاریف ہمت بر افم	کہ نقل سخن را بہ اخوان فرستم
ز جوشیکہ از لہجہ ام کف فلن شد	بریش قلمسا نمکد ان فرستم
بنفحات انفاس غمیدہ خود	نیشہ بر رخ گلستان فرستم
اشارات زائیدہ فکر خود را	ز حکمت بہ انبائے یونان فرستم
ز مہتابی طبع وقادہ ہنم	ضیائے بخور شید تا بان فرستم
رموز اشارات نفحات خود را	بر افکار ابکا لہستان فرستم
نمائشائے آذخار سرستہ خود	بجادو بیانان عدنان فرستم

ہاں اور خورشید رخشانِ فکرم  
چراغِ بگورِ غریبانِ فرستم  
زورِ پاکِ عمانِ فکرِ لطیفم  
بہکِ عجبِ عقدِ مرجانِ فرستم  
اشعار عربی

الفقر فی القصر کالفقران فی الزلل  
والعجز فی العز کالکتمان للخلل  
اصبر علی مہلکات الدھر موتلقاً  
فالصبر افضل للایتان بالجذل  
طوبی لمن عاش والافقار وموطنہ  
والفقر مخفرہ فی الحال والقبل  
محمد افضل الانسان قاطبہ  
فخر الملائک زین العقل والرسل  
لہ العطاء بلا نقص ولا خفض  
لہ السناء بانواع من المثل

بیت انکو حضرت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ سے تھی۔ غرض کہ یہ نہایت فاضل زہد  
اور عالم جید تھے۔ تھوڑا سا حال انکا تذکرہ علماء ہند میں بھی مذکور ہے۔

افسوس کہ انھوں نے عین شباب میں بمقام کلکتہ تباریخ ۱۹ ماہ ربیع الآخر و زو ثوبینہ  
وقت مغرب ۱۲۶۵ھ مطابق ۲۷ مارچ ۱۸۴۸ء بے نام و نشان سفر آخرت اختیار کیا اور بہن  
دفن ہوئے انتقال سے کچھ قبل کی ایک تحریر انکی بطور وصیت نامہ ملی جو درج ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اما بعد فان الحیوة والموت مستویان لاسیما عند العاقل الفطن الخبیر المہاہر  
ومن المشاهدات بالامور الباطنة ان قواء البدن غیر مستلزم لفناء الروح والاصل  
فی وجود الانسان هو الروح لا البدن فانی موجود مشیر الی وجودی وما وجودی  
الا الروح فقط وانما البدن قفستہ خبیثہ والروح دائمتہ باقیہ ناظرۃ حاضرة  
شاهدة اذا ثبت هذا فاعلم انی الا بالی بالموت یوسجہ من الوجوہ

مرگ اگر مروا ست گویش من آئے  
تا دور آغوشش بگیرم تنگ  
من زوئے کبر تنم جاودان  
اوز من دقے سازد زنگ

والله شهيدى على ما قلت واقول انى متبرء كمال التبرى من حياتى فانى لا اجدنى  
وجودى الخارجى الاخران الدنيا والاخرة وذلك هو الخسران المبين وكنت انا  
فى هذا القلب العسرى مدة تسعة عشر سنة وخمسة اشهر وازيد لا غير والان  
انى اريد الطير ان الى الملاء الاعلى فانى قد ضاقت على الارض بهارجبت فاستغفر  
ايها الآخر فانى مستغفر وتائب الى الله الغفار عن المعاصى الكبيرة والصغيرة مما فعلت  
او قلت او كنت باعثاله توبته راجعة بالقلب صادقة موافقة باللسان وانى اشهد اولا  
واومن بالله عز وجل واحد لا كوحدة ثنائى قادر لا كقدرتنا سميع لا كسمعى بصير لا كبصرنا  
عالم لا كعلمنا وعلى هذا القياس الى منتهى الصفات واشهد ان لا اله الا الله وايضا  
اشهد واومن بشهادة صادقة وايمانا كاملا بان محمد بن عبد الله صلى الله عليه وآله  
الهاشمى رسوله المقبول وحبيبنا الظاهر وهو صفى الله ورسول الله حقا بالارتياب وكذا  
اشهد واومن بقبولية جميع اهل البيت الكبار والصغرة الاخيار رضوان الله تعالى عليهم  
اجمعين وانى اقول بعد التوبة والاستغفار امنت بالله وملائكته وكتبه ورسله ايمانا  
صادقا كاملا والله تعالى عالم الخفيات الاسرار وبعد هذا فوصيتى الاولى اليك يا اخى  
ان يجهزنى تجهيزا وتكفينى تكفيناً طيفاً بالشباب الثمينة ثم تصلى علىّ ثم تضعنى فى القبر  
بالموضع الذى وصينا به الحافظ ثم يعمل لى فاتحة فى كل خميس بتلاوة القرآن واستماع  
الحان المعرفة على ما هو المستور فانى مشتاق كثير الى سماع السماع وبعد هذا فاكتب  
على القبرين كليهما على قبر المرين العبارات الاتية بالضرور مع التسمية

يا قبر يا قبر هل زالت محاسنها	ام زالك منك ضياء النظر والبصر
يا قبر يا قبر ما انت لى روض ولا فلك	فكيف الجمع فيك العصر والقصر
ما كنت احب قبل وقتك ما ترى	ان الخود منازل الاوتار

توفيت صاحبة هذا القبر فى ربيع الآخر سنة ١٠٠٠ من الهجرة يوم الخميس ومى شابة

مومنہ مسلمۃ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ثم یکتب علی قبری سہ

وہ کہ ہر گاہ سبزہ در بستان  
بگذرانے دوست ما بہ فضل بہار  
بزمیدے چہ خوش شدے دل من  
سبزہ بینی دسیدہ از گل من  
۱۱ من العشق وحالاتہ  
احرق قلبی بجراراتہ

الفقیر العاصی المہجور الراجی ال رحمۃ اللہ القوی رضا حسن العلوی الہاشمی  
غفر اللہ لہ۔ کلکتہ ۱۲۸۵ ہجری النبوی صلی اللہ علیہ وسلم۔

## رضاعلی

مولوی رضا علی۔ ابن مولانا شاہ حمایت علی قلندر قدس سرہ انکی ولادت ۱۹ ماہ رمضان المبارک  
۱۲۸۵ھ میں ہوئی۔ یہ حضرت مولانا شاہ حیدر علی قلندر سے عمر میں چھوٹے اور حضرت مولانا  
شاہ تقی علی قلندر سے بڑے تھے۔ کتب و رسم انھوں نے اپنے والد ماجد سے پڑھیں۔  
بیت انکو اپنے عم اکرم حضرت مولانا شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ سے تھی۔ اور اجازت  
و خلافت بھی مگر ادباً کبھی کسی کو مرنہ دین کیا۔ مدۃ العمر ملازمت میں بسر کی۔ دل بیار و دست  
بکار کے مصداق تھے۔ سادہ بہت بامروت قابل خوش وضع خلیق وجہہ صورت مثل اپنے  
والد ماجد کے تھے۔

قبل غدر اطراف گورکھ پور میں تحصیلدار تھے۔ بعد غدر نشین لیکر خانہ نشین ہو گئے۔ صاحب  
ثروت و امارت تھے۔ انھوں نے بعارضۃ فالج بتایا کہ ۱۹ ماہ رمضان المبارک روز چہار شنبہ  
۱۲۸۵ھ وفات پائی۔ سادہ پاکین مزار اپنے والد کے بیرون روضہ حضرت شاہ محمد کاظم قلندر جانب  
مغرب دفن ہوئے۔ قطعہ تاریخ وفات از نشانی روضہ علی شہرہ کا کوروی سہ

طالب تھی رضا علی صاحب  
مقرب و ریافتہ زہد لطف عیب  
روسے خود را زما سوا نہفت  
بکوار چنان بکاظم گفت

## رضا علیخان

شیخ غلام رضا معروف بہ ضاعلی خان ابن شیخ محمد غلام ابن ملازمان ابن ملا محمد رضا۔  
ابن ملا محمد اشرف ابن ملا عبد القادر ابن حافظ شہاب الدین ابن محمد نظام الدین بھیکہ۔  
یہ اپنی قابلیت و لیاقت و بعض اوصاف میں تمام کا کوری اور جوار کے لوگوں میں ممتاز اور  
ذاتی شخصیت تھے۔ عبارت فارسی خوب لکھتے۔ خط بھی بہت پاکیزہ تھا۔ علی الخصوص قاسم علیخان کے  
جنگ کے حالات جو مرشد آباد میں انگریزوں سے ہوئی تھی۔ نہایت ہی رحبتہ اور عمدہ طرز سے  
لکھے تھے۔ نواب شجاع الدولہ بہادر نے اُسکو بہت پسند کیا۔ یہ فنون سپاہ گری میں بے نظیر سخاوت  
میں حاتم وقت۔ تمکین و وقار میں کوہ شکن صفائی تقریر میں مثیل تھے۔

تلاش روزگار میں اولاً غازی پور زمانہ میں شیخ محمد اکبر کا کوری کے پاس کہ جو دہان کے  
نوجوان تھے گئے۔ پھر دکن کا قصد کیا۔ وہاں اپنے مامون شیخ محمد مسیح خطاب بہ مسیح الزماں خان  
کے پاس رہے۔ جو نواب سید انور علیخان گویا موسیٰ محمد آصف جاہ نظام الملک کے معتد تھے  
بعد انتقال اپنے مامون کے اُنکی جگہ پر مقرر ہو گئے۔ اور بہت نام و اعتبار پیدا کیا۔ نواب  
انور الدین خان خلف نواب انور علیخان کی رفاقت میں بھی رہے۔ ایک روز برسیل تہہ بکرہ  
انکی زبان سے نکلا کہ اس زمانہ میں کوئی ایسا امیر بھی ہے کہ جس نے اپنے رفیق کو ایک لاکھ  
روپیہ دیا ہو۔ نواب صاحب نے کہا کہ تمہارے محال کی تحصیل کیا ہے۔ انھوں نے جواب  
دیا کہ ایک لاکھ روپیہ ہے۔ اُسی وقت انھوں نے وہ روپیہ انکو دیدیا یہ اُسکو لیکر وطن آئے  
۔ یہاں خوب خرچ کیا اعزہ و احباب کے ساتھ سلوک کیا۔ نہایت عمدہ حویلی بنوائی (جلو تک  
موجود ہے)۔ اور ضل مکان نشی امتیاز علی صاحب وزیر بھوپال واقع ہے) بعد اُسکے کچھ  
دنوں قاسم علیخان کے رفیق رہے۔ وہاں ثروت ظاہری اور اعتبار پیدا کیا۔ اللہ تعالیٰ میں  
نواب مغل علی خان ابن نظام الملک آصف جاہ دکن کی رفاقت میں رہے۔ جو شاہ عالم اول

بادشاہ دہلی کی طرف سے جمعیت میں ہزار سوار سکھوں کے اخراج کیلئے مامور ہوئے تھے اس لشکر میں یہ نواب دکن کی طرف سے سپہ سالار و ہراول فوج تھے۔ اسی جنگ میں بمقام کنچورہ جو دہلی کے قریب ہے شہید ہوئے۔

انکے دو بیٹے ہوئے امداد علیخان۔ اوصاف علیخان۔ دونوں بھائی نیک صورت نیک سیرت تھے۔ علوم متعارفہ میں اچھی لیاقت رکھتے تھے۔ اور باپ کے قدم بقدم تھے خط بھی بہت پاکیزہ تھا۔ عبارت بھی خوب لکھتے تھے۔ اُس زمانہ میں انکے مامون قاضی القضاۃ نجم الدین علیخان بہادر کمپنی انگریزی کی طرف سے مالک محروسہ کمپنی (بنگال۔ بہار وغیرہ) کے قاضی القضاۃ تھے۔ اُنکے ذریعہ سے پہلے امداد علیخان مرشد آباد کے عہدہ قضا پر مامور ہوئے اب وہوا کی ناموافقیت سے تھوڑے دنوں اس عہدہ جلیلہ کا کام کرنے پائے تھے۔ عمر نے وفات کی ۱۲۱۸ھ میں بمقام مرشد آباد انتقال کر گئے۔

پھر ذوالفقار علیخان ابن امداد علیخان اس عہدہ پر مامور ہوئے۔ وہ بھی سات اٹھ سال کے بعد سخت علیل ہوئے۔ اس حالت میں وطن آئے تھے۔ راستہ میں قریب بنارس انتقال کر گئے۔ نقش کا کوری آئی اور یہیں دفن ہوئے۔

جب عہدہ قضا خالی ہوا۔ تو اوصاف علیخان۔ ابن رضا علیخان اس عہدہ کیلئے نامزد کئے گئے۔ اُس زمانہ میں سحرنگالہ کے متعلق بہت سے قصص زبان زد خاص و عام تھے اب ہوا بھی خراب تھی۔ اور یہ سخت علیل بھی تھے۔ چپ اکی طہی ہوئی۔ تو لوگوں نے منع کیا انھوں نے رات کو حضرت جناب امیر کرم اللہ وجہہ کو خواب میں دیکھا کہ وہ سر اسے کھڑے فرما رہے ہیں کہ اٹھنا کیون نہیں تو تو کچھ بیمار نہیں ہے۔ اٹھ اور اپنا کام کر جیسے ہی بیدار ہوئے جسم میں تاب تو انانی محسوس ہوئی۔ نہ علالت تھی نہ کچھ کسل تو فوراً مرشد آباد روانہ ہو گئے۔ ایک مدت تک وہاں عہدہ قضا پر مامور رہے۔ اور وہیں وفات پائی۔ مزید حالات نہ دریافت ہو سکے۔

## رضی - عباسی

قاضی رضی - ابن قاضی شیخ کو چک - ابن قاضی بہاری - ابن قاضی شیخ کلان -  
 ابن قاضی فضل اللہ ابن قاضی عنایت اللہ عباسی -  
 یہ بہت بزرگ تھے - ایک کرامت انکی اب تک مشہور ہے کہ انکے مزار پر جو نیم کا درخت  
 موجود ہے - اس کی پتی جمبرات کو شیریں ہو جاتی ہے - اکثر لوگوں نے چکٹی ہے - ان سے  
 ایسی فیض حضرت شاہ محمد کاظم قلندر کو تھا - چنانچہ وہ اکثر اپنے مریدین و طالبین کو انکے مزار  
 پر مراتب ہونے کا حکم دیا کرتے تھے - حضرت ملا قدرت اللہ بلگرامی کی فیض پانے کا قصہ  
 اصول المقصود میں مندرج ہے - انکے فرید حالات مع سہ و تالیف وفات وغیرہ باوجود تفصیل  
 نہ دریافت ہو سکے - مزار کا کوری کے انگریزی اسکول کے قریب بیرون آبادی جانب  
 مشرق واقع ہے - اور دنیا پر سیکر نام سے مشہور ہے -

## رضی الدین خان

مولوی محمد رضی الدین خان - ابن مولوی علیم الدین خان - ابن قاضی القضاۃ مولوی نجم الدین  
 علیخان بہادر - ابن حضرت ملا حمید الدین محدث رحمۃ اللہ علیہ -  
 یہ سلسلہ میں پیدا ہوئے - کتب درسیہ انھوں نے اپنے والد ماجد مولوی فضل اللہ بنوینی  
 و مولانا محمد اسحاق دہلوی سے پڑھیں - احادیث کی سند بھی انھیں سے حاصل کی - فاضل جید  
 ہوئے -

بیعت سلسلہ نقشبندیہ میں حضرت مولانا حاجی امین الدین سے تھی - اولاً یہ عہدہ افتادہ صوبہ  
 پر ضلع آگرہ میں مقرر ہوئے - پھر ایک مدت تک دہلی میں صدر امین رہے - پھر وہاں سے الہ آباد  
 میں صدر الصدور ہو گئے - وہاں سے مختلف اضلاع میں تبدیل ہوتے رہے - آخر کے زمانہ میں



بریلی سے وطن آگئے یہاں بعارضۃ تپ محرقہ چند روز غلیل رہ کر تباریج ۱۹ ماہ ربیع الآخر ۱۲۷۴  
وفات پائی۔ اور خطیرہ متصل چاند محل میں دفن ہوئے۔ آنکے بیٹے مولوی احسن الدین صاحب  
اولاً دس بارہ سال ملکہ گیتی زوجہ امجد علی شاہ بادشاہ کے یہاں معتمدین میں رہے۔ پھر حیدر آباد  
گئے وہاں بھی معزز عمدہ پر ملازم ہو گئے تھے۔ یہ بہت ذی ثروت و جاہت گذرے ہیں۔

## رفعت اللہ خان

رفعت الدولہ بخشی رفعت اللہ خان بہادر نصرت جنگ۔ ابن قاضی محمد واعظ۔ ابن قاضی  
محمد حافظ عباسی۔ انکی ولادت ۱۲۳۸ھ میں ہوئی۔ تعلیم و تربیت اپنے والد ماجد سے پائی۔  
"بیت ان کو حضرت سید شاہ باسط علی قلندر الہ آبادی سے تھی۔ تمام عمر اپنے بڑے  
بھائی بخشی ابوالبرکات خان بہادر کے رفیق رہے۔ مزاج رُسیانہ فحش سپاہیانہ رکھتے۔ ذی  
شوکت و ثروت خوش قسمت خوش اوقات درویش نہ تھے فقرا کے ساتھ بہت اعتقاد تھا۔  
ابتدا میں بعدہ بخشی گری مامور رہے ۱۲۵۸ھ میں جاہ و ثروت و شوکت و حشمت میں  
اپنے تمام خاندان پر تفوق حاصل کیا۔ یہاں تک کہ صاحبِ بیل و علم ہوئے۔ باوجود ہندو  
ثروت کے نخوت اور غرور بالکل نہ تھا اعلیٰ و ادنیٰ سے برابر مسلک ہوتے رہتے۔ ثنوی  
مولانا روم زادہ مطالعہ میں رکھتے۔ شجاعت میں رستم وفت سخاوت میں حاتم ثانی تھے۔  
بعد ختم عمدہ بخشی گری الماس علیخان خواجہ سرا کے یہاں طلب ہوئے چونتیس سال  
انکی رفاقت میں رہے۔ بہت جاہ و ثروت پیدا کی۔

حضرت مولانا شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ کتاب اصول المقصود میں لکھتے ہیں کہ

"رفعت اللہ خان درگزرہ خود بخفیت صلاحیت ممتاز و نجد پرستی و محبت فقرا سرزادہ بود۔"

منشی فیض بخش صاحب اپنے نسب نامہ موسومہ بہ چشمہ فیض میں لکھتے ہیں کہ

"بخشی رفعت اللہ خان ہم دہم سپاہی دہم درویش بودند ہمیشہ در نصرت گذرانید"

و تمام عمر بزرگ برادر بزرگ خود مانند خوش نصیب و خوش اوقات بودند با فقر صحبت داشتند  
سختاب و کجواب و پلاس زرد و کھیمان بود۔ سخت و کبر پر امون خاطر نگریده با وصف فروت  
بدانے دایرے بر سلوک میکردند مطالعہ کثیفی مولانا رام ہمیشہ میدان داشتند و خط نسخ خوبی نمودند  
و عالم پاکری ایشان را رستم وقت بایگفت خیالان و اسپان خاصہ سواری و دیگر لوازم ریاست  
ہم بسیار میداشتند

قیصر التواریخ میں ہے کہ

نصیب نواب آصف الدولہ بہادر نے نمند وزارت پر جلوس فرمایا۔ تو ایک دن صبح کو بسیل تفرج  
تشریف فرمائے تھنبہ کا کوری ہوئے۔ بخشی رخت اللہ خان کے انتقال کے بعد اسکے درون  
بیون غلام بیہ خان غلام صفدر خان کو طلب کر کے عکس سے سرفرازی کیا۔ اور دونوں کا دود سواری  
ماہر از منصب مقرر کیا۔ اور از داد قدر دانی و قدامت انکا خفا مرا تب کرتے رہے

انھوں نے ۱۲۲۳ھ میں بفرہ سال انتقال کیا۔ حضرت خواجہ حسن چشتی سودوری

لکھنوی نے دخل الجنة ماوہ تاریخ نکالا۔

قطعہ تاریخ وفات از لالہ درگاہی لالہ متخلص بہ شرفی سے

سرور ان رفت اللہ خان	سران جہان سجدہ فرسائے او
زیر فنا چونکہ برستہ رخت	نمودند دار بقا جاسے او
پئے سال تاریخ ادا شرفی	دبیر خرد نکتہ آراکے او
بفرمود بر گو کہ بے شک و ریب	بہشت برین گشت ماوا کے او

۱۲۲۴ھ

## ریاض الدین

حضرت شاہ ریاض الدین قلندر۔ انکا حال کسی کتاب میں نہیں ملا۔ اور نہ یہ معلوم ہو سکا کہ

یہ کس خاندان سے تھے۔ انکے متعلق حضرت والد ماجد مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ بہت بڑے بزرگ صاحب ارشاد سلسلہ قلندریہ سے تھے۔ انکا سلسلہ کئی اہل سون سے حضرت شاہ فتح قلندر جو پوری کو پہنچتا تھا۔ انکے دو غلام تھے۔ دونوں میں سے چھوٹے کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ اور اُسکی پیچیدہ سہلاتے اور کہتے کہ تیری وجہ سے مجھے درجہ شہادت نصیب ہوگا۔ چند دنوں کے بعد یہ حج کو تشریف لینگے۔ دونوں غلام ساتھ تھے۔ ممبئی پہنچ کر ان دونوں میں سے چھوٹے کے دل میں یہ خیال آیا کہ میان کے پاس اشرفیان میں۔ انکو ختم کر کے اشرفیان لے کر چل دینا چاہیے۔ اسی لالچ و شامت میں اُس نے انکو شہید کر ڈالا اور چل دیا بعد وفات عرصہ کے بعد یہاں انکے محلہ میں ایک شخص نے ان کو خواب میں دیکھا انھوں نے اُس سے یہ سب واقعہ بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ ہماری شہادت یکم شوال کو ہوئی اور قبر ممبئی میں ہے۔ ہمارا فاتحہ گڑ اور چنوں بد کیا کرو۔ چنانچہ ہر سال عید کے روز فاتحہ ہوتا ہے، خانقاہ انکی چودھری محلہ میں ہے۔ ایک احاطہ ہے اُسکے اندر مسجد ہے جو بارہ کے نام سے مشہور ہے۔ اب بہت شکستہ حالت میں ہے۔

## ریاض الدین خان

مولوی حاجی حافظ مفتی ریاض الدین خان۔ ابن مولوی علیم الدین خان۔ ابن قاضی القضاۃ نجم الدین علی خان ہمدانی۔ ابن مولانا حمید الدین محدث۔

ولادت انکی ۱۲۲۹ھ میں ہوئی۔ علوم متعارفہ انھوں نے اپنے والد اور چچا اور مولوی فضل اللہ نیوتوی و مرزا حسن علی محدث لکھنوی و مولوی نور الحسن گاندھوی و مولوی حسین احمد محدث بیچ آبادی وغیرہم سے حاصل کئے اور مؤخر الذکر حضرات سے سند حدیث بھی حاصل کی نہایت قابل دلائق و درویش صفت جلیلہ الصوت صاحب دوع و تقویٰ تھے۔ انکو بیعت حضرت مولانا حاجی امین الدین کا کوہروی سے تھی۔ درس و تدریس کا بھی مشغلہ رکھتے۔ بہت

خوش بیان اور بڑے فاضل ذی استعداد قوی بحفاظہ مسلم الثبوت علما میں تھے۔  
 ابن اکر شہر آگرہ میں مفتی ہوئے پھر منصف ہو گئے اور بہت نیک نام رہے جب غدر  
 ہوا تو وطن چلے آئے۔ بعد غدر کچھ دنوں نواب ٹونک کے یہاں رہے۔ بعد مغرولی نواب طلبی  
 ڈر میں صاحب کشتربری رامپور گئے۔ نواب کلب علیخان نے نہایت عزت و وقار سے نوکر کھا  
 انھیں کے ساتھ حج بھی کیا۔ رامپور میں یہ تمام عدالتوں کے مفتی تھے۔ پھر وہاں سے بطلب  
 نواب فدا حسن خان کاکوروی حیدر آباد گئے اور وہیں غرہ ماہ صفر ۱۲۹۵ھ میں انتقال کیا۔  
 قطعہ تاریخ انتقال از مولوی محی الدین خان قوی کاکوروی

ناح قوم علا ریاض الدین      وہم الباکثون بالویل  
 قلت لا تحزنوا فان اخی      دخل الخلد نافذ الذیل

۱۲۹۵ھ

(ز)

## زین الدین حیدر

شیخ زین الدین حیدر۔ ابن قاضی محمد عالم۔ ابن قاضی محمد اسلم۔ ابن قاضی محمد تقی ابن قاضی عبدالحکیم۔ ابن قاضی مسعود۔ ابن قاضی حسین۔ ابن قاضی یازید۔ ابن قاضی شیخ کوچک۔ ابن قاضی بہاری۔ ابن قاضی شیخ کلان۔ ابن قاضی فضل اللہ۔ ابن قاضی غنایت اللہ عباسی۔ یہ نہایت حسین اور وجیہ۔ فنون سپہ گری میں طاق۔ اور شجاعت و جوانمردی میں شہرہ آفاق تھے۔ عربی و فارسی کی استعداد بہت اچھی تھی۔ ابتدائی تعلیم اپنے مامون بخشی ابو البرکات خان کے ساتھ دیکر پائی۔ رفتہ رفتہ اپنی قابلیت و ذہانت سے بخشی صاحب کے مزاج میں اس حد تک درخور پیدا کیا۔ کہ ہر بخشی گری انھیں کی تحویل میں رہنے لگی۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بخشی صاحب کے کتنے متہذیب تھے اور کس حد تک روشن خیال و لیا تھا۔ الماس علیہ ان خواجہ سرا انکو اتنا مانتے تھے کہ قاضی گدھی کی مسجد کی تعمیر محض انھیں کی وجہ سے کرائی ماور ضروریات اور مصارف محرم کیلئے چند اراضی معانی میں دین اور متولی کرنا چاہا۔ انھوں نے برائے ملازمت انکار کیا۔ اور اپنے نبی اہتمام میں سے کسی کی سفارش کی۔ کہ یہ ذمہ داری انکے سپرد کی جائے اسلئے کہ وہ قاضی ہیں اور مستقلاً کا کوئی میں سکونت پذیر۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ یہ کوڑیا کا سنگ (ضلع ایٹہ) کے راجہ کے مصاحبین میں تھے۔ وہ انکے جو ہر شجاعت کے باعث اکابریت ادب و احترام کرتا۔ اور بہت زیادہ خاطر و مدارات سے پیش آتا۔ درویش منش و فقیر دوست تھے۔ چالیس سال کے سن تک عقد نہیں کیا اور یہ طے کر لیا تھا کہ بقیہ عمر بھی تجربہ کی حالت میں گزار دیں گے۔ لیکن ایک درویش خذوب کے اصرار نے عہد کے ٹوڑنے اور نکاح کرنے پر مجبور کیا۔ جسکا واقعہ یوں ہے کہ ایک مرتبہ راجہ کے ایک مصاحب کی ہمزہ میں شکار کی غرض سے جنگل کی طرف روانہ ہوئے۔ شکار کھیلتے ہوئے جب جنگل میں

پہنچی۔ تو آفتاب کی تہات کے باعث تشنگی کا غلبہ ہوا۔ سب طرف پانی کی تلاش میں سرگردان  
 تھے۔ کہ ایک فقیر کی کٹی یعنی مکان نظر پڑا۔ گھوڑا دوڑا کر وہاں تک پہنچے۔ تو دیکھا کہ ایک  
 مجذوب فقیر سست بیٹھے ہوئے ہیں اور بڑا مار رہے ہیں۔ پہنچتے ہی عرض مدعا کیا اور پانی  
 کے طالب ہوئے۔ مجذوب صاحب نے اسکے جواب میں سوال کیا کہ تمہارا عقد ہو چکا  
 ہو یا هنوز ناکتھا ہو۔ انھوں نے کہا کہ عقد اب تک نہیں کیا ہے اور نہ ارادہ ہے۔ البتہ  
 پیاس کی شدت ہے۔ اور آپ سے یہ التجا ہے کہ تھوڑا پانی پلو کر سرفراز کیجئے۔ مجذوب صاحب  
 نے یہ سنکر ہاتھ بڑایا اور جنگل سے ایک ناگن کو پکڑ کر ایک گلاس میں پھوڑا اور اسکا ایک  
 گلوٹ خود بیا بقیہ ان کو دیدیا اور کہا کہ تم پی کر پیاس بجھاؤ۔ ان کو مجذوب صاحب کی  
 یہ حرکت سخت ناگوار گذری کہنے لگے میں حرام چیز نہ پیونگا۔ مجذوب صاحب نے سنکر  
 سکوت کیا اور وہ گلاس ان کے ہمار ہی کی طرف یہ کہہ کر بڑھادیا کہ ”لو بابا تم پیو“ وہ فوراً پی گئے  
 نتیجہ یہ ہوا کہ اُسی رنگ میں رنگ گئے کہ جو ان فقیر کا تھا اور اُسی طرح کی باتیں کرتے ہوئے  
 جنگل میں نکل گئے۔ اُسکے بعد مجذوب صاحب اُن کی طرف مخاطب ہوئے۔ اور کہا کہ جاؤ  
 جھوپڑے کے اندر پانی رکھا ہے۔ جا کر پی لو لیکن یہ مجھے دیکھنا ہے کہ تم کتنا عقہ نہیں کرتے ہو  
 جاؤ فقیر کی یہ بات یاد رکھو کہ تمہارا نکاح ہو گا اور اُس سے دو اولادیں ہوں گی۔ اور اُن سے نسل  
 بڑھے گی۔ چنانچہ اس واقعہ کے کچھ ہی عرصہ کے بعد یہ وطن واپس آئے۔ اور اعتراف کے اعتراف  
 مجبور ہو کر عقد کیا جس سے دو اولادیں ہوئیں شیخ رضا علی شیخ منظر علی۔  
 قوت کا انکے یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ راجہ کی سواری کا گھوڑا چھوٹ گیا۔ اور کسی طرح  
 پکڑے نہیں ملتا تھا ان کو جب اسکا علم ہوا سر راہ کر بیٹھ گئے۔ جب وہ گھوڑا بھاگتا ہوا  
 اس طرف سے گذرا۔ انھوں نے اُسکی ٹانگ پکڑ لی۔ جسے وہ انتہائی کوشش کے باوجود  
 چھڑانے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ تیرا انداز یمن کمال کا یہ حال تھا کہ کسی کو نشانہ بنا کر تیرے  
 چھید دیا کرتے تھے۔

انکے انتقال کا عجیب و غریب قصہ ہوا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جمعہ کا دن تھا۔ انکے بھائی مولوی نہال الدین و مولوی غریز الدین مع دیگر اعدائے سلسلہ عیادت انکے پاس بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے کہ انکو پاخانہ کی حاجت ہوئی۔ چنانچہ رفع حاجت کے لئے پاخانہ لگے۔ جہان سے واپسی میں خلاف معمول بہت زیادہ دیر ہوئی۔ واپسی پر لوگوں نے دیر کی وجہ پوچھی۔ کہنے لگے کہ فرشتہ میری روح قبض کرنا چاہتے تھے۔ میں نے اُن سے کہا کہ اس شخص مقام پر میری روح قبض نہ کرو۔ نماز جمعہ ہو لینے دو پھر تھیں اختیار ہے۔ اسلئے مجھ کو کسی قدر دیر ہوئی۔ اب یہ بتاؤ کہ جمعہ کی اذان ہو گئی ہے یا نہیں۔ لوگوں نے جواب دیا کہ ہو گئی ہے۔ کہاتم لوگ جا کر نماز سے فراغت کر آؤ پھر کرنا۔ خود کپڑے بدل کر اور ایک سفید چادر اوڑھ کر لیٹ رہے۔ جب وہ لوگ نماز سے فارغ ہو کر واپس آئے۔ تو انھوں نے دریافت کیا کہ نماز ہو گئی یا نہیں۔ جواب ملا کہ ہو گئی ہے۔ کہنے لگے کہ اچھا تم لوگ گواہ رہنا میں کلمہ پڑھتا ہوں۔ چنانچہ یہ کہہ کر کلمہ شہادت پڑھا۔ اور چادر سے منہ اوڑھ لیا۔ اُسی وقت صبح جسم غصری سے پرہاز کر گئی۔ ۵۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔ قبرستان واقع محلہ قاضی گدھی کا کوری مشہور پہ سالار مسعود میں دفن ہوئے۔

(س)

## سجاد حسین

منشی سجاد حسین۔ ابن شیخ منصور علی ابن شیخ محب اللہ ابن شیخ حبیب اللہ۔ ابن شیخ عبد القیوم ابن شیخ عبدالحی۔ ابن شیخ غلام محمد ابن محمد غوث ججاجی دیوبندی الاصل نربل کا کوری۔ انکے جد شیخ محب اللہ کا یہاں ناں خیال تھا۔ جنکے بیٹے منشی منصور علی صاحب عمدہ ڈپٹی کلکٹری پر مامور تھے۔ اور بعد میں ایک عرصہ تک حیدر آباد میں سول جج رہے۔

منشی سجاد حسین مرحوم کا کوری میں ۱۲۸۵ء میں پیدا ہوئے۔ ادائیل عمر میں زیر نگہ رانی اپنے مامون نواب فدا حسن خان صاحب لکھنؤ میں تعلیم پاتے رہے ۱۲۸۵ء میں انٹرنس پاس کیا۔ اور کچھ دنوں لکھنؤ کیننگ کالج میں ایف اے کی تعلیم بھی پائی۔ لیکن طبیعت انگریزی سے اُچاٹ ہو گئی امتحان میں شریک نہ ہوئے۔ کالج چھوڑ کر تلاش معاش میں فیض آباد گئے اور وہاں فوج میں اردو پڑھانے کے لئے مقرر ہوئے۔ طبیعت کو اس شغل سے مناسبت نہ ہوئی۔ مثال بھکے اندر ہی اندر اسکو خیر باد کہہ کر اخبار اودھ پہنچ کے شایع کرنے کا ارادہ کیا۔ منشی محفوظ علی کا کوری اس کام میں شریک ہوئے۔ انکے مشورہ و شرکت سے ۱۲۸۵ء میں اودھ پہنچ کی بنا پڑی۔

انھوں نے اخبار اودھ پہنچ کے لئے پہلے ہی سال میں ایسے سحر بیان و جادو قلم نامی کار دھونڈ کر نکالے کہ جوار د و علم ادب کے آسمان پر چاند و سورج ہو کر چمکے۔ جن میں سے چند تر بھون ناتھ تھجور۔ مرزا چھو بیگ تم خط و قیاف۔ نواب سید محمد خان آزاد۔ سید اکبر حسین اکبر منشی احمد علی شوقی۔ منشی جوالا پشاد بسرق۔ منشی احمد علی سمندوی کے نام خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ چٹرت رتن ناتھ مسو شاد بھی ابتدا میں دو چار سال تک نامہ نگار رہے۔ یہ علی گڑھ کی تحریک اور سید احمد خان کی پالیسی کے شروع ہی سے مخالف تھے۔



نظام معاشرت میں قدامت پرستی کے قابل اور مغربی تہذیب کے دشمن تھے۔ شائع میں نیشنل کانگریس میں شریک ہو گئے۔ اور مرتے دم تک اُسکے حامی رہے۔

یہ اردو اخبار نویسی میں طرز مذاق و ظرافت کے موجد۔ لکھنؤ کی زبان اور اپنے رنگ کے استاد تھے اور ہتھیج کے ذریعے سے جو خدمات اردو زبان کی انھوں نے کیں۔ اور جو قابل قدر اضافہ اس زبان میں انکی کوششوں کی بدولت ہوا۔ وہ اس قابل نہیں کہ آسانی سے بھلا دیا جائے۔

تصانیف میں اسکے ناول راجہ الدین۔ وکایا پٹ۔ و حاجی غبول۔ پتاری نیا۔ ہتھیج پھری وغیرہ عمدہ یادگار ہیں۔

ان میں سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ انھوں نے اپنا دامن شہرست مذہبی تعصب سے خواہ بالکل سے ہٹا کر ہمیشہ پاک و صاف رکھا۔ اور آزادی و ایمان داری کو کبھی بھولے سے بھی ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ جو وضع اختیار کی اُسکو آخری دم تک نباہا۔ کسی حالت میں اصول سے منحرف نہ ہوا۔ بلا کی شونج طبیعت تھی۔ بذاتہ نجی و ظرافت تو گویا مزاج کا خمیر تھی۔ نہایت پریشانی و عسرت کی حالت میں بھی ختم المقدور خندہ پیشانی و مذاق سے باز نہ آتے تھے۔

اپنے سلسلہ میں پہلی مرتبہ فلج گزار لیکن چند ماہ بیمار رہ کر اچھے ہو گئے۔ پھر ۱۹۰۴ء میں فلج کا دوسرا دورہ ہوا کہ جسے تندرستی خراب کر دی۔ متواتر علالت و ضعف و دیگر کمزوریاں زندگی کی وجہ سے آخر زمانہ نہایت مصیبت پریشانی میں گزرا۔ بالآخر سلسلہ میں اور ہتھیج ہند کرنا پڑا۔ اسکے بعد حالت روز بروز اتر چلی گئی۔ یہاں تک کہ تباہیچ ۶ ماہ بیچ الاول روز شنبہ ۱۳۳۵ھ مطابق ۲۲ جنوری ۱۹۱۵ء بمقام دھان انتقال کر گئے۔ نعش لکھنؤ سے لا کر کاکورمی میں تکیہ بنویشاہ میں دفن کی گئی۔

## سراج الدین

نشی حافظ سراج الدین۔ ابن شیخ وحید الدین۔ ابن شیخ غلام نجف ابن شیخ احسان اللہ عثمانی بلگرامی الاصل نزہیل کا کوری۔

انکی ولادت ۱۲۳۵ھ میں ہوئی۔ کلام مجید حافظ محمد علی بابینا سے یاد کیا تھا۔ بہت اچھے حافظ تھے۔ کلام مجید خوب یاد تھا۔ عربی و فارسی کی تعلیم حضرت مولانا شاہ نقی علی قلندر اور حضرت مولانا شاہ علی اکبر قلندر سے پائی۔ انگریزی میں انٹرنس تک پڑھا تھا۔ اور امتحان وکالت پاس کر کے ابتدائے فرخ آباد و تنوچ میں وکالت کرتے رہے۔ پھر اپنے مامون اکرام اللہ خان المحاطب بنواب یار جنگ بہادر مغفور کے توسل سے ریاست حیدر آباد دکن میں سند وکالت درجہ اعلیٰ حاصل کی اور وکالت میں ایسی ترقی کی کہ اعلیٰ ترین وکلاء کے طبقہ میں شمار کئے جاتے تھے۔ دقیقہ رسی و خوش تقریری جو فن وکالت کے لئے بہت بڑے جوہر ہیں۔ یہ دونوں باتیں بروہ کمال حاصل تھیں۔ جس دن کسی مقدمہ میں بحث کرتے۔ لوگ کچہری میں انکے لطف بیان سے خطا اٹھانے جمع ہو جاتے۔ حکام بھی بہت وقعت و قدر کرتے تھے۔ تحریر نہایت بے تکلف و سادہ عبارت میں مختصر و جامع ہوتی تھی۔ خط پختہ و بارونق تھا۔

انکو حضرت مولانا شاہ حیدر علی قلندر قدس سرہ سے سلسلہ قادریہ میں بیعت تھی۔ حضرت مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر قدس سرہ کے اخص مسترشدین اور احباب سے تھے خوش خلق۔ بہمان نواز۔ نہ میں صائب الرائے۔ پاکباز و غیور۔ خدا ترس۔ رقیق القلب۔ صیاد حق و حب باخلاص۔ خوش عقیدہ۔ اور صاحب دل تھے طبیعت میں سوز و گداز اور دل میں درد رکھتے تھے کبھی شعر بھی کہتے تھے۔ چنانچہ ایک قصیدہ فارسی اور دو مین غزلیں اردو دیکھیں جن میں جن میں سے چند اشعار یہ ہیں۔

زمانہ سے مین زندہ شرب نر اے      دل و دین و ایمان کسی کے حوالے  
 چلے آئے ساتی ترانام سُکر      پلا جام سے میکشون کی دُعا لے  
 عجب کیا اگر دست رحمت کسی کا      فلک کے گرائے ہو وٹکوا اُٹھالے  
 ابھی دُڑے ہو جائیں مہر و خشان      وہ رُخ سے جز لعلِ پُشان ٹالے  
 کوئی آخر موز و بیداد ہونا چاہیے      ایک مجھ سا خانان برباد ہونا چاہیے  
 دنیا زہی کی طبیعت اپنی خوگر ہو چکی      اور اب کوئی ستم ایجاد ہونا چاہیے  
 پھول کچھ گلزار سے رکھد و فُفس میں ٹکر      بہر سبکین کچھ تو لے لیتا ہونا چاہیے  
 کہہ رہی ہر چشم مست ساتی پیمانہ نوش      اس غم کی قید سے آزاد ہونا چاہیے  
 انھوں نے بلدہ حیدر آباد دکن میں بغرضہ ہسپتہ دو روز بیمار رہ کر تاریخ ۲۱ مارچ ۱۳۱۵ھ  
 انتقال کیا۔ اور وہیں دفن ہوئے۔ غفرلہ تاریخ وفات ہے۔

## منیر از علی

حافظ سرفراز علی شہید ابن شیخ غلام شاہ۔ ابن شیخ محمد غلام۔ ابن ملا محمد زمان۔ ابن ملا محمد ضیا  
 ابن ملا محمد اشرف۔ ابن ملا عبدالقادر۔ ابن حافظ شہاب الدین۔ ابن مخدوم نظام الدین۔  
 یہ پھلنی شہید کے نام سے مشہور تھے۔ تعلیم و تربیت انھوں نے اپنے والد سے پائی۔  
 حافظ کلام اللہ بھی تھے۔ ۲۵ یا ۳۶ سال کی عمر میں چورون نے شہید کر ڈالا۔ انکی ایک کرامت  
 اب تک زبان زد خاص و عام ہے۔ کہ جب عورت حاملہ کے وضع حمل نہوتا ہو تو اسکے مزار  
 کو پانی سے دھو کر وہ پانی حاملہ کو پلاوے۔ وضع حمل سہولت و جلد ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اکثر  
 لوگ یہ کرتے ہیں۔

انکی قبر خطیر واقع محلہ تاتلہ مین ہے۔ یہ خطیر فشی امتیاز علی صاحب وزیر بھوپال نے  
 بنوایا تھا جس سے یہ قبر اور اسکے پاس کی قبریں محفوظ ہو گئیں ہیں۔ زائد حال نہ دریافت ہو سکا

## سعدی کا کوڑی

حضرت مخدوم شیخ کمال الدین محمد سعدی ابن حضرت مخدوم بندگی من اللہ صدیقی چشتی کا کوڑی اسم گرامی مصنفات میں محمد اور فرامین شاہی میں کمال الدین اور تقسیم نامہ جائداد میں جو اپنی اولاد کے لئے لکھا تھا سعدی محمد مرقوم ہے۔ اور مخدوم شیخ سعدی کے نام سے مشہور ہیں۔ اور یہی کتب تواریخ میں بھی مندرج ہے۔ ان کے والد حضرت مخدوم شیخ سعد خیر آبادی کے اجلہ خلفا میں تھے۔ انھوں نے اپنے سپہ کے نام پر انکا نام رکھا۔ تلمذ انکو قاضی جمال خضر سے تھا تعلیم و تربیت و اجازت و خلافت اپنے والد حضرت بندگی من اللہ سے تھی۔

آپ عالم جید صوفی بے بدل تباری بے مثل تھے۔ فن قرأت میں بہت اچھا ملکہ تھا۔ متن شاطبی کی شرح بہت نفیس قریب ترخرو کے لکھی۔ جبکا نام نافع سکندر شاہی رکھا۔ یہ مادہ الوجود شرح کتب خانہ الازہر میں موجود ہے۔ غالباً یہ کتاب سلطان سکندر لودی کے زمانہ میں لکھی گئی۔ چنانچہ خود یہاں چہرہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

”ابن فقیر چون قرأت را پیش استاد علم تجوید و قرأت قاضی جمال خضر نور اللہ مرقدہ من اولہ الی آخرہ خواند و نہ کرد۔ از د فور کرم خود نسخہ شاطبی شروع کنانیدند و اپنے شکلات علم تجوید و قرأت در او بدوہ است مانند تسبیل و امالہ وغیرہ یک یک ادا کنانیدند۔ از انکہ نسخہ شاطبی را دانشمندان بقوہ علم خود بیان کردن توانند۔ اما ادا کردن نمیدانند کہ تعلق سماع دارد۔ بعد گذشتن مدتی مدید در خاطر این فقیر گذشت کہ انچه از خدمت شنیدہ شدہ و در نسخہ شاطبی دیدہ شد اگر در کتاب آوردہ شود یا دباوند و دیگرے از نفع گرفتن بتواند شرح شاطبی بعبارت فارسی شروع کردم و در اعراب لازم گرفتم از انکہ اکثر حافظان قرآن یا وسیکنند لیکن علوم عربیہ نمی دانند پس ایشان را از شرح عربی بہرہ نباشد بلغایت ملک البیاد این شرح را تمام کردم و نام این نافع سکندر شاہی نهادم۔ اللہ تعالیٰ از فرخندہ قبول کند و حاملہ خلق را ازین شرح بہرہ مند گرداند و نصیب نامہ برساند

نواب آن در زمانہ اعمال حضرت لیثانی خلافت ملکہ شہت گردانہ

کتاب اردو کے قدیم مطبوعہ مطبع تاج حیدر آباد (دکن) سے اسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اردو کے شعرا کے قدیم مین ہین چنانچہ اُس مین چند اشعار بھی ان سے منسوب کر کے نقل کئے ہین۔ اور ان اشعار کے بارے مین دیگر تذکرہ نویسوں کا اختلاف بھی نقل کیا ہے۔ کہ بعض شیخ سعدی شیرازی کی طرف منسوب کرتے ہین۔ اور بعض شیخ سعدی دکنی کی طرف۔ اور بعض انکی طرف واللہ اعلم بحقیقۃ احوال۔

منشی فیض بخش صاحب اپنے نسب نامہ موسومہ بہ حشمہ فیض مین لکھتے ہین۔  
 "شیخ سعدی قدس سرہ در پیش صاحب نسبت بود بعلوم ظاہر و کالات باطن موصوف عرفا  
 کامل آن وقت بتعلیم پیش ہی آمدند۔ در زمان خود اشتہار داشت۔ میگونیہ کہ محمد اکبر بن ہمایون شاہ  
 قسمتیکہ از عجرات عازم گو بکچور بود با جناب شان ملاقات کرد و استداد ہمت خواست دیہات  
 مدد معاش دارا رضی بسیار در سواد تصبہ براسے صرف طلبہ و فقر و خج خانقاہ۔ گذرانید و فرامین  
 نویسانیدہ حوالہ خادمان فرمود۔ فی بحقیقت آن قدر مدد معاش کہ مخدوم داشت۔ دیگرے درین  
 قصہ نہ داشت"

ملا وجہ الدین اشرف کتاب بحر خزائن مین لکھتے ہین۔  
 "آن مشائخ کبیر آن شاہ با سریر آن سعدن افادہ نوادی شیخ وقت شیخ سعدی مرید پدر خود شیخ محمد  
 منن اللہ کا کردی است کہ خلیفہ شیخ سعدی خیر آبادی بود شرح بر شاطبی فارسی نوشتہ قریب  
 ہفتاد و جزو"

شیخ رحمت اللہ بجنوری کتاب تذکرۃ الاصفیاء مین لکھتے ہین۔  
 سعدی صاحب جد و حالت نوی۔ ظاہر و باطن متصف داشت در اہم سرود و منہبط بودے خزانہ  
 وادارہ دیتے۔ چون یکے از دستاویزین عالم نقل کرد این شعر نوشتہ فرستادے  
 دیدہ سعدی دول ہمراہ تست تانہ پنداری کہ تنہا میروی

انکی یہ ایک کرامت بہت مشہور ہے۔ کہ ایک مرتبہ سات روز کے فاقہ سے بیٹھے تھے۔ بنجارہ اُدھر سے پھر دن پر شکر لائے ہوئے نکلے۔ انھوں نے پوچھا کہ بھائی اس میں کیا ہے۔ اگر شکر ہو تو تھوڑی سی دے لے جاؤ۔ تاکہ ہم افطار کر لیں۔ اُن لوگوں نے کہا کہ شکر نہیں ہے نہ مک ہے۔ فرمایا اچھا نہک ہی ہوگا۔ وہ لوگ پہلے گئے۔ تھینا پانچ چھ کو س کے فاصلہ پر پہونچ کر اُن لوگوں نے بُورے کھولے۔ تو اُن میں بجائے شکر کے نہک معلوم ہوا۔ وہ لوگ اس واقعہ سے بہت گھبرائے۔ دوڑتے ہوئے آکر قندمون پر گر پڑے۔ اور اپنے قصور کی معافی چاہی۔ چنانچہ خطامعات ہوئی۔ اور ارشاد فرمایا کہ اچھا جاؤ شکر ہو جائیگی اُن لوگوں نے پھر جو دیکھا۔ تو واقعی سب شکر تھی۔ وہ سب مُرید ہوئے۔ اور حضرت بندگی مرقُ اللہ صاحب کلا روضہ بنوایا۔ اور اُسی کے قریب ایک بہت بڑا کنواں بھی بنوایا۔ اُسی روضہ میں جو شیخ سعدی محلہ میں ہے۔ اپنے والد کے برابر انکا بھی خزانہ ہے۔

وفات: بتاریخ ۳ ماہ ذی الحجہ سنہ ۱۰۱۲ھ ہوئی۔ مادہ تاریخ وفات عدد حروف سورۃ اخلاص میں ہے۔ قطعہ تاریخ وفات از مولوی محمد عالم قیصری کاکوروی سے

کمال الدین محمد شیخ سعدی	کہ بود عادت بستر علم و معلوم
بماہ آخرین در روز سوّم	ز فانی رفت سوئے حق و قیوم
نہالہ حال و سالش قیصری بود	ندائے آمدش از ستر مکتوم
فنا در خدمت و در بندگی شد	نہ چون خوانند اورا شاہ مخدوم

۱۰۱۲ھ

سعید الدین خان

ممتاز العلماء قاضی محمد سعید الدین خان بہادر ابن قاضی القضاۃ مولوی نجم الدین علی خان بہادر ابن ملا حمید الدین محدث رحمۃ اللہ علیہ۔ ولادت انکی سنہ ۱۰۱۲ھ میں ہوئی۔ مادہ تاریخ

ولادت متحرک نشی فیض بخش مغفور یہ ہے ع روز نیکو سعید پیدا گشت۔

یہ نہایت وجہہ صورت بنجیدہ نراج معانی فہم ڈھکی الطبع صاحب جود و سخا عالم حبیب و فاضل مستند تھے تعلیم و تربیت اپنے والد ماجد و ملا عماد الدین لکھنوی و مولوی فضل اللہ نیوتنوی سے پائی۔ شاہ بدر علی خلیفہ شاہ محمد عاقل بنر پوش کے مرید ہوئے۔

نشی فیض بخش صاحب اپنے نسب نامہ موسومہ بہ خیمہ فیض میں لکھتے ہیں:-

”مولوی سعید الدین جان خوش ظاہر بہ جود و سخاوت موصوف است۔ لیسبی والد ماجد خود مجتہد

قضا و افتاء سرکار بلی وغیرہ ممتاز۔ بلہ خلاق حسن و صفائی تقریر و جود طبع معروف و مشہور

است۔ دیگر خوبیاں دافریہ دارد۔ گاہ گاہے سخن و لطیفہ نیکو میگید۔“

یہ ابتدا قاضی و ایر سائر ہو گئے تھے۔ مختلف اضلاع کا دورہ کرتے رہتے تھے۔ مقتدا فوجہاری کے حکم کا نفاذ بغیر انکے فتوے کے نہیں ہوتا تھا۔ حکام کے یہاں بہت قدر و منزلت تھی۔

نواب سادات علیخان شاہ اوڈھ۔ اور بادشاہ دہلی کے درباروں میں علما و عملا بہت مقرب و مقرب مانے جاتے تھے۔

ممتاز العلما و خان بہادر کا خطاب انکو ابو النصر معین الدین اکبر شاہ ثانی نے بتا دیا۔ ۱۵ شعبان المعظم ۱۲۳۳ھ سال یکم جلوس عطا فرمایا۔

نقل فرمان شہنشاہ دہلی درج ذیل ہے۔

”دین زمان ہمینست اقران فرمان والا شان واجب الاطاعت والا ذعان صادر شد کہ بتقدیر سائے و نور مراحم خاقانی و فرط تفضلات خروانی کہ نمونہ انضال یزدانی است۔

خدوی خاص لایق الغایت قاضی محمد سعید الدین را خطاب ممتاز العلما قاضی محمد سعید الدین خان بہادر بن الامین والا ارکان و فی الاشمال والا قران سرفراز و ممتاز فرمودیم۔ بایہ کہ در زمان

ناظر کامگار والا اعتبار و وزرائے ذوی الاقتدار و امراء عالی مقدار و جمیع ارکان دربار جہان را

و حکام ممالک فدوی خاص مہزالیہ را از جناب فیض آسب بادشاہی معزو و بناہی دانستہ نظر  
 عنایت مابدولت را باحوال فرخندہ مال خان مہزالیہ یوما فیوما در زاید و بے نہایت دانند۔  
 بتاریخ باز دہم شہر شعبان المعظم سال یکم جلوس ابد مافوس تقدیر علی زبیر تجرید زینت تطہیر نیست  
 یہ بہت متوترع و متقی و مستدین تھے۔ اپنے کمال تقویٰ اور دیانت کی وجہ سے نواب  
 فرخ آباد کے کہ جو خود سال تھے نائب بشاہرہ چھ سو روپیہ ماہوار منجانب سرکار انگریزی  
 مقرر ہوئے۔ اور وہاں بہت نیک نام رہے۔ ایجنٹ گورنر جنرل بہادر کا مہری حکم طابقی  
 تقرری کا ہے۔ اسکی نقل درج ذیل ہے۔

”فضیلت و کمالات تربت شرافت و نجابت منزلت ممتاز العلماء قاضی محمد سید الدین  
 خان بہادر بغایت باشند واضح باد کہ در شہر شوال ۱۲۳۵ نواب غلام حسین خان ثکوت جنگ  
 فرخ آبادی بمقریب داوید را قم درین شہر دار و شدند و صد حیف کہ چند روز بعد لعلک بداعی اجل  
 زودند۔ چون خلف ایشان از بس صغیر است یعنی یک سالہ و چند ماہ عمر دارد و انتظام و ارتباط امور  
 صاحبزادہ مدوح ضعیف السن منظور خواہا لیا ان عالی شان صدر است۔ لہذا استقرار مختار برائے  
 ربط و ضبط امور ایشان ضرور افتاد سازانجام دانی و بیاعت دانت و امانت ایشان بر ضمیمہ خاطر اقم متمم است۔  
 لہذا حقیقتاً برائے انتظام امور صاحبزادہ مدوح و ضمناً بہ تقاضائے خوبی و خیر خواہی آن فضیلت مروت  
 چند روز است کہ برائے تقریر ایشان بر عمدہ مختاری صاحبزادہ مدوح بخدمت صاحبان ایشان  
 صدر نوشتہ بودم۔ لہذا نوشتہ صاحبان محترم السیم در بارہ منظوری تحریرات را تم تبیین شد  
 روپیہ مشاہرہ برائے آن نجابت منزلت شرف درود ارزانی داشت بنا بر آن بہ آن فضیلت مروت  
 نوشتہ می شود۔ باید کہ ایشان بمجدد و رود نہ الرقیمہ بجلت تا مگر خود را در فرخ آباد بخدمت ولیم  
 ریٹ صاحب بہادر صاحب بیج ضلع فرخ آباد رسانند۔ بعد رسیدن ایشان در انجا در انتظام  
 امور خانہ صاحبزادہ مدوح بروتی انہام انجام العمل آوردن خواہد افتاد۔ بالفعل بخیر تاکیدید  
 بجلت بیج تعلیم نمی آید۔ زیادہ چہ مرقوم شود۔ ماہ ستمبر ۱۲۳۵ عیسوی۔“



اشعار اردو و فارسی میں یہ خوب کہتے تھے۔ اور زمرہ شعرا میں نامی گرامی اور استاد  
مانے جاتے تھے۔ سعید تخلص کرتے تھے۔ نواب مصطفیٰ خان نے تذکرہ گلشن بنجار اور  
صاحب طور معنی نے اپنی کتاب میں اسکا تذکرہ لکھا ہے۔  
نواب علی حسن خان سلیم تذکرہ صبح گلشن میں لکھتے ہیں۔

”سعید۔ مثلاً العلما قاضی محمد سعید الدین خان بہادر خلیف ارشد اکبر افضی القضاہ محمد  
نجم الدین علی خان بہادر ثاقب کاکوروی موطن بود۔ در جمع مجاہد و اوصاف بشری۔ و صفات  
وہبی کسی از امثال و از ان گوے سبقت می ر بود۔ از علمائے لطیف الطبع قابل نظم و شعر  
فارسی و اردو است۔ اُستاد شفیقش در ہر فن والد ماجد است۔ اولاد سرکار انگیزی سببہ جلیلہ  
قضا و دایر سائر نامور بود۔ بعد از ان حکم ارباب حل و عقد انگلش بدست نظم و نسق ریاست فتح باب  
و تالیفی رئیس صنیر السنم بنامود۔ آخر کار بہ نیت کس سعادت جاودانی زادوید خانہ خود بطاعت  
و عبادت گزیدہ دل از این دکن برداشت۔ و در سلطہ جہان گذران را گذاشت۔“

صاحب طور معنی نشی احمد حسین سحر تذکرہ بہار بخیر ان میں لکھتے ہیں۔

”سعید تخلص قاضی سعید الدین خان خلیف قاضی نجم الدین علی خان۔ مجمع اوصاف و صوری  
و معنوی آراستہ و پیراستہ شہت و بہت و جود و فضائلش ہرچہ آفتاب عالم تاب از نورم آفتاب  
عالم است پیوستہ بعمدہ روزگارے بسر کردہ در فن شعر رتبہ عالی دارد۔“

انکے بہت سے اشعار و قصائد وغیرہ تھے۔ جو دستبروز زمانہ سے معدوم ہو گئے۔ چند

اشعار اردو و فارسی جو مجھکو بہت تلاش سے ملے درج ذیل ہیں۔ اشعار فارسی سے

یار مارا چو بہ اغیار سکر پیدا شد	در دہل و دہلیم در دہلی پیدا شد
بنام آنکہ عاشق کام از دیافت	شبغل عشق جان الہام از و یافت
چراغ افروز باغ از آتش گل	چمن آواز و آب چشم بلبل
دلا چو خامہ از سر راہ سہر گن	لب از آب حیات نعت ترکن

کمالش را بجز واجب کہ داند      کہ ممکن در و حل چون خردماند  
صد پیشش در زبان مانگنجید      بچوے اصفهان دریا گنجید  
حت یا امان پر یزاد سخن را      کہ رشک خلد سازد انجن را  
چو ماه نو بہ گیتی طاق گردان      دل مردم بوسے مشتاق گردان

### شمار اردو

تفس سے اڑکے یہاں تک تنگ عار ہا      کہ رنگ کے بھی مین اڑنے سے شرمناز ہا  
ہمارے ہاتھ نہ آیا کبھی نہرا افسوس      ہمیشہ وقف حسنہ پنجرہ نگار ہا  
نہ دین بھی یاں ملک رغبت مجھے سہا ہے      رشتہ تسبیح میرا بیکہ مینا ہے  
جلوت میں تجھے ہو غار کیو نہ کر لے      خلوت میں کسے ہے بار کیو نہ کر لے  
کھویا رونے نے خواب کا بھی ملنا      دریا حایل ہے یا کیو نہ کر لے  
وفات انکی بتاریخ ۱۱ ماہ ذی الحجہ ۱۲۸۵ھ بمبر ۸۲ سال ہوئی - اور اپنے مکان  
واقعہ محلہ قاضی گدھی کے پشت پر دفن ہوے - قطعہ تاریخ وفات از مولوی محی الدین  
خان ذوق کا کوردی سے

افسوس صد افسوس کہ از باد حوادث      شد آتش گل سرود بہار چمن افسوس  
یعنی زغم نور شبستان کمالات      بچن شمع سحر گاہ دل انجن افسوس  
زین واقعہ درے کہ شیدم تو گن گشت      کا ہیز زغم جان دل پر محن افسوس  
ہر قطرہ تر گان ترم آب گھر رحمت      چون گرمی اشک آتش لعل مین افسوس  
از فرط غم دور درقم سال وفاتش      شد دسلے کہ ہنگامہ بزم سخن افسوس  
سلاطین

## سلطان احمد

نشی حافظ سلطان احمد تخلص سلطان - ابن نشی ولایت احمد تحصیلدار - ابن نشی محمد بخش  
 حجاجی دیوی الاصل نزل کا کوروی - یہ ماہ صفر ۱۲۷۱ھ میں پیدا ہوئے تعلیم و تربیت سب  
 اپنے برادر منشی مقصود احمد تخلص نطق سے پائی - حافظ قرآن تھے - کلام اللہ کہتے اچھا یاد  
 تھا - حافظ محمد علی نابینا کا کوروی سے یاد کیا تھا - حضرت مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر کے  
 خواجہ تاش اور بے تکلف دوستوں میں تھے -

یہ نہایت سخی مہمان نواز عقیف - شوقین مزاج شخص تھے - امیرانہ طبیعت رکھتے نہایت  
 شان و شوکت کیساتھ عمر بسر کی انکے مثل طرز و روش میں انکے زمانہ میں کمتر لوگ تھے - سب  
 لوگ انکے اوصاف کے معترف تھے - حضرت شاہ تقی علی قلندر قدس سرہ کے مرید تھے - شعرو  
 شاعری سے فطری ذوق تھا - کلام عمدہ اور پرمغز ہوتا - فن شاعری میں بھی نطق کا کوروی سے  
 تلمذ تھا - دودلیوان یادگار چھوڑے - جو بوجہ دفعتاً انتقال کر جائیکے طبع نو سکے ابن دوزن و اوزن  
 کی ترتیب اور اصلاح نطق کا کوروی نے کی - تھوڑا سا کلام دیوان اول سے منتخب کر کے  
 درج ذیل ہے -

یہ نہ سمجھے تھے کہ ناصح تو بہن سمجھائیگا  
 ہم کہاں جائینگے جنت جرجی گھبرا جائیگا  
 زخم پھٹتا جائیگا جتنا کہ بھرتا جائیگا  
 کچھ نہوگا منع تو کرنے وہ در تک آجیگا  
 غم غلط اس سے کرونگا دل اگر گھبرا جائیگا  
 ایک سے بچ جائیگا تو دوسرا کھا جائیگا  
 کیا یہ سچ ہے تجھ سے اے سلطان چھوڑ جائیگا

جانتے تھے اُسکو سمجھا کر بیان لے آئیگا  
 اتو ہوائے ہن اُس کو چہ بن لیکن بیدار  
 ہو چکا اچھا یہ نہیں ترپے گارہ رہ کر جوئل  
 چپ نہ رہنا جاتیئے ناہ ہی کرنا چاہیئے  
 آپ جاتے ہیں تو اپنے عم کو چھوڑے جائیئے  
 داغ و غم سے بس کلیل سلامت چکا  
 چھوڑ دینے کو اُسے تو نے کہا ہم نے سنا

اُن کی نگاہ مست تو کرنے لگی ہلاک  
 اُسکے رُخ شگفتہ کا جب آگیا خیال  
 وہ نہ بہا راز گلستان سے جب پھرا  
 خوش ہون پھر اُسکے ہاتھ میں تلوار دیکھ کر  
 کسی کے حُسن و ملاحیت نے ماہی ہی رکھا  
 دیا نہ عمر بھر آرام تیری شوخی نے  
 کسی کے جلوہ زنگین نے وہ ہوا باندھی  
 ترا برا ہونِ زاکت کہ اُسکی گردن میں  
 کمان کا فاتحہ سلطان نہ اُس تم گئے  
 دلفریبی کی نگہ دیدہ آہو میں کمان  
 صورت ایسی ہے نچا میں تو نچا میں کیونکر  
 اس مطلع کو انھوں نے داغ کی مشہور غزل کے جواب میں لکھا تھا۔ جسکو سنکے وہ بہت  
 خوش ہوئے تھے۔ اور اس مطلع کی بہت تعریف کی تھی۔  
 یہ بعدہ تحصیلدار سی مامور تھے۔ جہاں ہے بہت با اثر و نیک نام رہے۔ نیشن کی ذمت  
 نہیں آئی تھی کہ بتایا کہ ۱۹ رجب ۱۳۱۹ھ بمطابق ۱۹۰۱ء میں انتقال کر گئے۔ اور  
 یہیں کا کوری میں اپنے باغ میں دفن ہوئے۔

## سلیم الدین

مولوی شاہ سلیم الدین۔ ابن مولوی تقی الدین۔ ابن حاجی امین الدین محدث۔ ہرثمو سے  
 انکی طبیعت فقر کی طرف مائل تھی تعلیم و تربیت اپنے خاندانی علما سے پائی۔ حضرت مولانا شاہ  
 تراز علی قلندر کے مرید تھے۔ آغاز سن ثمود سے اپنے والد کے پاس فقہ و سیکری چلے گئے

اور وہیں اُنکے ساتھ رہے۔ ملازمت کی طرف بالکل توجہ نہ تھی۔ اُسی زمانہ سے بوجہ غلبہ ذوق و شوق فقرائے زائد ملتے۔ ایک بار ایک نقشبندی بزرگ کے حلقہ میں حاضر ہوئے۔ چند روز تک انکی خدمت میں قیام کیا۔ جب کچھ فائدہ نہ ہوا تو اُن بزرگ نے اُنکے حضرت پیر و مرشد کو خواب میں دیکھا کہ بہت برہم ہیں۔ اور یہ فرماتے ہیں کہ تمہارا معاملہ تمہارے ساتھ ہے اور ہمارا معاملہ ہمارے ساتھ۔ اُس روز سے اُن بزرگ نے ان کو اپنے حلقہ میں بیٹھنے کی ممانعت کر دی۔ یہ وہاں سے منتقل ہو کر چلے آئے۔ یہاں پیر و مرشد کی غیبت یوں ظہور پذیر ہوئی کہ ہر درو دیوار شجر و حجر زمین و آسمان میں لفظ اللہ منقش معلوم ہوتا تھا۔ جس سے چند روز تک انھوں نے جوتہ پہننا چھوڑ دیا۔ اور کیفیت دیدارنگی غالب ہو گئی۔ جس نے کثرت درود خوانی کی طرف متوجہ کر دیا۔ پھر اس کیفیت سے افاقہ ہو گیا۔ اور عشق و محبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا غلبہ ہو گیا۔ مزاج میں صفائی اور آزادی بہت تھی۔ سپاہیانہ وضع رکھتے تھے۔ آخر عمر میں لباس فقر و حضرت مولانا شاہ علی اکبر سند نے عطا فرمایا۔ خرقہ پوشی کے بعد سے بعد نماز فجر ذکر نفی و اثبات کے بالالتزام پابند رہے۔ اور بعد ذکر اکثر شیعہ مڑ چا کرتے تھے۔

آجنانہ پندیرند نماز و درع و زہد      ان چیز کہ آسنا بہ پذیرند نیاز است  
وفات انکی تباریخ، ۱۰ ماہ جمادی الآخر ۱۰۳۸ھ ہوئی۔ مرض الوفا یہ ہوا کہ میریک گیا تھا۔ جتنا علاج کیا جاتا وہ بے سود ثابت ہوتا۔ شب انتقال بار بار یہ کہتے کہ جن جن بزرگان دین کی ارواح علیہ پر ہیں درود شریف بخشتا ہوں۔ وہ سب حضرات تشریف فرما ہیں بعد انتقال جب غسل دینے لگے تو چاہا کہ کرتہ کا گریبان بچاؤ کر اُتاریں۔ حضرت مولانا شاہ علی اکبر قلندر نے فرمایا کہ گریبان کیوں بچاؤتے ہو؟ اُٹھا کر بٹھا دو اور کرتہ اُتار لو۔ چنانچہ بٹھا کر کرتہ اُتارا لیا۔

انکی وفات کے بعد حضرت مولانا شاہ علی انور قلندر نے انکو خواب میں دیکھا کہ نہایت مجد و ذوق میں تسبیح لے مابین ملا و حیر و حاجی مین الدین صفا ٹہل رہے ہیں۔ انھوں نے حال اچھا

کہا کہ اکھنڈ اور سجاوٹ چل قدمی شعر نہ کہ روہ بالا برابر پڑھتے جاتے ہیں۔ ان کی قبر مولوی محلہ  
مین متصل حجرو حاجی امین الدین صاحب واقع ہے۔

## سیف الدین - امیر

حضرت قاری امیر سیف الدین - ابن قاری حبیب اللہ نظام الدین المعروف بہ امیر کلان -  
ابن قاری امیر نصیر الدین ولیل اللہ - ابن قاری محمد صدیق المعروف بابو محمد خانی - ابن قاری عبید اللہ  
ابن قاری عبدالصمد - ابن قاری امیر شمس الدین خرد معروف بہ قاری محقق جامع جمع الجوامع کبیر در  
لغت احادیث و تفسیر - ابن قاری عبد المجید دربان آستانہ رسول کریم - ابن حاجی حرمین  
سلطان حسین - ابن قاری امیر ابراہیم نسبہ خلیفہ حضرت سید عبدالرزاق خلف و خلیفہ حضرت  
غوث الثقلین - ابن قاری سلطان عبداللطیف - ابن قاری امیر عبداللہ خانی - ابن مولانا  
شمس الدین صابر - ابن قاری مجید الدین خانی - ابن قاری امیر سلیمان مفسر - ابن مولانا وجہ الدین  
احمد - ابن قاری محمد - ابن قاری احمد - ابن علی - ابن محمد بن اسخفیہ - ابن امیر المؤمنین علی  
مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ۔

انکے اسلاف سب بہت باکمال تھے۔ اور صحابہ و تابعین کی عمدہ یادگار تھے۔ یہ بھی  
مثل اپنے اسلاف کے درس و تدریس تعلیم و تعلم طالبین میں مشغول رہے۔ روش انکی مثل  
حضرت صحابہ کرام تھی نسبت احسانیت کا القاب و طریق صحو خالص طالبین پر فرماتے۔ اور رضا اور  
تسلیم اور تفویض میں اپنے جد قاری امیر شمس الدین صابر کی عمدہ یادگار تھے۔ چنانچہ ان کے  
صاحبزادے حضرت مخدوم نظام الدین قاری قدس سرہ اپنے ایک مکتوب میں مرثیہ شمس الدین  
خان کو کا کو یون تحریر فرماتے ہیں :-

دو برابر دہشتہم کو چک از خود و عمدہ تعلیم و تدریس آن مغفوران از جانب حضرت والدہ بنہ فقیر  
یکے مسمیٰ بر رشید الدین بہن شانزدہ سالگی رسیدہ دیگرے قطب الدین نام دہشتہم آن ہم چارہ

گروید۔ ہر دو حافظ کلام اللہ و از کتب دینی کے فائز و دیگرے قریب بفرارغ و ہر دو نیکوخت و بفرانہ و  
 فقیر از کمال صدق و اخلاص و محبت و آداب خردی و بزرگی بجان دین مصروف و تضرع داشت  
 این روزی داعی بران گردید کہ بہایت دوازده روز ہر دو شب کردند و ہا نہاے خود بجزارت حضرت خان  
 آفرین سپردند۔ دران ایام از جانب والدہ ماجدہ چنان مامور بودم کہ بعد از فراغ درس طلبہ وقت  
 شب چہرے از تفاسیر و احادیث پیش ما آئندہ ذکر میکرده باشی روز انتقال برادر دومی بسبب در  
 مفارقت و نیز از ملاحظہ صبر و سکوت حضرت والدہ ماجدہ آنچنان مارا از خود بیخبر نمودند کہ آن گویا  
 تفاسیر و حدیث و شب متواتر قضا کردم و نیت حضرت والدہ ماجدہ حاضر شدیم یک بار مراجع  
 حضرت از جانب لین ناویدہ شفع گردید و وقت نماز صبح چون تشریف بجماعت آوردند و از چند روز  
 حکم امامت جماعت بہ بندہ بود بعد فراغت سنت سبحانہ احمد اند کہ یکے از اصحاب حضرت  
 بودند چنان ارشاد فرمودند کہ از امر و امامت جماعت شما میگردہ باشید۔ ایشان از پاسکاری  
 فقیر عرض نمودند کہ صاحبزادہ خود حاضر است بجزو اتہام این کلمہ تسبیح کہ بہ دست مبارک بود  
 آرد بمصلحت انداختند و این مصرع بزبان مبارک آوردہ ع "او نشین گم است کہ راہبری کند"  
 بکمال تقابض و طلال از حافظ فرمودند کہ من باشما میگویم شما عدلے دیگر میان آوردید آن بیچارہ  
 مرد بزرگ را جان تقابل نامانی و غورانی و جہمت گفتہ بہ امامت حاضر شد بعد فراغ نماز  
 حاسنہ کہ بر من طاری بود قابل تحیر نیست غم برادران کوہ الم سکوت و صبر حضرت والدہ ماجدہ کجا  
 دلت اضر خود کہ صفات مہری و از نگاہ قہری نا آشنا بودم و من خود بر کنار صفت مصلحت نشسته  
 ماندم بعد از فراغ نماز اشراق از مصلحت برخاستہ مارا ہمراہ بمکان نشست خود بردند و زبان بک  
 بملاحظہ لایعہ کشا زدند کہ اسے نظام الدین حاصل علم عمل است اگر عمل نباشد از باران شرم ناچیز است  
 سخنی باشما میگویم گوش باید کرد درین مدت دو روز شما غافلانہ بہ الم آن مرحومان ساختید این  
 صورت صریح باعث انجذاب روح موتے باین عالم است مقصود اہل تحقیق از دوسے اخبار  
 صحیحہ نیست کہ درین ایام بر تلے موتے کاسے باید کرد کہ روش بہا سان طریق از انجذاب

و کشاکش این عالم دارستہ و اہل بل خود گرد و آسانی یافتن روح بد و چیز مقرر داشتہ اند۔ یکے  
 خواندن کلمہ طیبہ بہ کثرت و بعد خواندن کلمہ طیبہ دعائے مغفرت دیگرے صدقہ بمساکین دادن  
 و از انہا دعا خواندن مغفرت موتے این ہر دو از رستے تا اتر اخبار ثابت آمدہ رستے آسانی روح  
 موتے چون برین تقریریں غفلت از گوشت نم کشیدند و عقل ہم یاری بر نصافت داد و فوراً برخاستہ  
 بقدریکہ مناسب حال خود دیدیم بصد پیشانیہا با گریہ و بکا سر بہ پائہ نام چو کہ مقصود حضرت ازین  
 از جا رہ تو بزمین فقط اصلاح ہم بود فرمودند خیر است آیندہ را اگر کسی باید کہ قدم از جادہ اختیار و ضابطہ  
 و قاعدہ تحقیقہ اہل تحقیق این سووآن سوزد و العاقل تکفیدہ الا شارہ والسلام علی  
 من لا العالم صلی اللہ علیہ وسلم۔

انکا حلقہ درس استفادہ وسیع تھا کہ دور دراز سے لوگ انکی خدمت میں تحصیل علوم دینیہ و  
 تحقیق فن قرأت کے لئے حاضر ہوتے۔ اور فوائد کثیرہ حاصل کرتے تھے۔ اپنے صاحبزادہ حضرت  
 مخدوم نظام الدین قاری کو بعد نیم ظہر تکمیل باطن حضرت امیر ابراہیم ابن معین الدین ایرجی کا  
 مرید کرایا۔ قاری امیر ابراہیم صاحب حضرت مخدوم نظام الدین قاری پر بہت شفقت فرماتے  
 اور اکثر سفر و حضر میں ساتھ رکھتے تھے۔ چنانچہ قاری امیر سیف الدین صاحب کے قرب  
 زمانہ وصال میں بھی حضرت مخدوم نظام الدین قاری انکی خدمت میں حاضر تھے۔ قاری امیر  
 سیف الدین صاحب نے امیر ابراہیم صاحب کو کچھ بھیجا کہ فقیر کی طبیعت اس زمانہ میں بجا رضہ  
 ضیق نفس زائد علیل ہو گئی ہے۔ اگر برخوردار نظام الدین کو فرصت ہو تو ازراہ کرم بہت جلد کو  
 کاکوری بھیجیں۔ حضرت مخدوم نظام الدین صاحب کالیسی سے ۲۹ شوال کو روانہ ہو کر ۵ ماہ  
 ذیقعدہ کو حاضر خدمت ہوئے۔ اور سب کیفیات عرض کیں۔ حالات و واقعات و بشارات  
 شکر انھوں نے دو رکعت نماز شکرانہ ادا کی۔ اور یہ دعا فرمائی کہ خداوند اجوفیت تو نے ہمارے  
 بزرگوں کو دی۔ وہ ہماری اولاد کو بھی عطا فرما۔ پھر اسی روز انتقال کیا۔

اس قصیدہ میں قاری امیر سیف الدین صاحب نے ہی سکونت اختیار کی۔ انکے صاحبزادے



حضرت مخدوم نظام الدین قاری کی اولاد و مخدوم زائے کہلاتے ہیں۔

قاری امیر سیف الدین صاحب کاسن ولادت ۱۲۹۷ھ بمطابق ۱۸۸۰ء اور بمطابق ۱۳۰۷ھ بمطابق ۱۹۰۰ء وفات ہوئی۔ مزار مبارک کاکوری محلہ بھنجوری موضع مین خلیفہ کے اندر واقع ہے۔ انھیں کے مزار کے برابر ان کے صاحبزادے حضرت مخدوم نظام الدین قاری کا بھی مزار ہے۔

قطبہ تاریخ وفات از مولوی شریف الدین مرحوم کاکوری سے

بیاد ماہ ذیقعدہ کہ ناگاہ  
شدہ جذب وصال پاک باری  
میر قمر اکبر از عشق حقیقی،  
بدل سپداشت سوز بیکراری  
دل افزائی رضوان گرد آفر  
امیر قوم سیف الدین قاری  
۱۳۹۷ھ

## سیف الدین

شیخ سیف الدین۔ ابن ملا ضیاء اللہ۔ ابن ملا عبد الکریم۔ ابن حافظ شہاب الدین۔ ابن مخدوم نظام الدین قاری علوی۔ یہ نہایت قابل اور خوش اوقات مثل بزرگ زادگان سلف کے تھے۔ اپنے آبا و اجداد کے طریقہ پر متوکلانہ عمر بسر کی۔ چونکہ یہ ملا عبد السلام دیوی نواسہ ولید رشید ملا عبد الکریم کاکوری کے داماد تھے۔ اور وہ عہد سلطنت شاہ جہان بادشاہ میں منہتی تھے۔ اسلئے انھوں نے نواب خلیل خان صوبہ دار سے تھوڑی زمین انکی جوہلی اور دیوان خانہ کے لئے معاف کرادی تھی جواب بھی موجود ہے۔ انکے بعد انکے پوتے مشیخ عبد الرحمن نے اُسکی مرست کرائی۔

یہ بہت قانع اور صابر و شاکر تھے۔ ۱۲۸۰ھ ربیع الاول انکی تاریخ وفات ہے زائد حال نہ معلوم ہو سکا۔

(ش)

## شرافت علی

شیخ شرافت علی۔ ابن منشی غلام مرتضیٰ مصنف جواہر الانوار۔ ابن ملک کچھ کبیر ملک زارہ  
یہ ۱۲۸۵ھ میں پیدا ہوئے۔ بڑے وجہ باغیت شجاع و توانا تھے۔ فارسی میں فنل اپنے والد کے بہت  
لائق و قابل تھے۔ اکثر محاورات و مصطلحات اپنے والد کے جمع کردہ انکو از بر تھے۔ فن تیر اندازی بھی  
خوب جانتے تھے۔ جہانی قوت اس قدر زیادہ تھی کہ پانی کا بھرا ٹراڈول جسکو ہندی میں پُر کہتے  
ہیں۔ اور دیوہیل اسکو کھینچتے ہیں۔ انھوں نے تہنا کنوین سے نکال لیا۔  
تعلیم و تربیت انھوں نے منشی فیض بخش صاحب سے پائی۔ علم طب کے حاصل کر نیکا بھی شوق  
پیدا ہوا۔ وہ بھی استادان فن سے حاصل کیا۔ اور فن طب میں بہت قابل ہوئے۔

حصول ملازمت کی فکر میں۔ قاضی اوصاف علی خان مخدوم زادہ کے ساتھ جن سے بہت  
دوستی تھی۔ بنگال و کلکتہ کا سفر کیا۔ وہاں سے پھر قالمیم جنوبی ہند مدراس و کرناٹک و دکن کا سفر  
کیا۔ یہاں نواب محمد علی خان گویا موی کے یہاں ملازم ہو گئے۔ وہاں سے وطن آنے کے ارادہ سے  
پھر کلکتہ آئے۔ اور وہیں غرہ ماہ محرم ۱۲۴۴ھ میں انتقال کیا۔ اور وہیں دفن ہوئے۔

## شریف الدین

مولوی شریف الدین تخلص بن شریف۔ ابن مولوی رکن الدین۔ ابن مولوی مفتی محمد یحییٰ۔  
ابن مفتی شہاب الدین۔ ابن حضرت مولانا حاجی امین الدین محدث۔ یہ ۱۲۸۵ھ میں پیدا ہوئے  
دوسرا نام انکا الہام الدین تھا۔ تین سال کی عمر میں حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر کے مرید ہوئے  
تعلیم و تربیت انھوں نے اپنے جلا مجد سے اور حضرت مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر۔ و مولوی  
حفیظ اللہ عظیم گڑھی سے پائی۔ عربی متوسطات کس اور فارسی کی پوری تحصیل کی۔ فنی بلبل

بے بدل ہوئے۔

شاعر بھی بہت اچھے تھے۔ شہر کیف تخلص تھا۔ فن شاعری میں مولوی محی الدین خان نذوق کا کوردی سے تلمذ تھا۔ اردو و فارسی کا کلام بہت صاف و پرنفوذ تھا۔ تاریخ گوئی میں مثل اپنے استاد کے بہت اچھا ملکہ رکھتے۔ دیوان اسکا مرتب ہے۔ کلام میں تصوف کی چاشنی اور زبان کی صفائی نے دو بالا لطف پیدا کر دیا ہے۔ فارسی میں اسکا درجہ کے قصائد۔ اور شریفین موجود ہیں۔ اشعار فارسی سے

و میکہ شام خلوت نشین حجلہ نور	حجاب خواست ز روئے خود شاید نور
ز عشوہ ہائے دما دم کہ خون عالم کھیت	ز جلوہ ہائے پیالے کہ شد جہان مہر
شد آن تعین اول بجلوہ گاہ وجود	بر عقل اول و نور محمدی مشہور
بتافت چہرہ تخلیق مرد ماہ ازو	بیافت خلوت مستی بہشت محور
محمد عربی نشانہ طور و بطون	محمد عربی منظر بطون و ظہور
شدہ ز شمع جالشی جہان جان دشمن	دگر نہ پیش ازین بود کلبہ بے نور
بخیز جاذبہ شوق بارگاہ سرور	بغباب ساتی میخانہ شراب طہور
خسور پر خرابات بادہ عرفان	بر اسے جرء آبے بہت تشہ و بخور
بدہ بر اسے خدا ساغر شراب الست	جہان کہ نشہ او سبقت از شراب صند
ہمان شراب کہ از ماون نجات دہد	نہ آن شراب کہ او را کشند از انگور
رفت خزان از چین آمدہ دور صبا	یا سمن و درو را واد شدہ بند قبا
آمدہ اُردی بہشت باد سحر گہ وزید	مُرغ چین طرب گہ گفت بہ گل چرا
نخل بر آورد برگ برگ بر آورد گل	گل چو خیابان خلد خلد چہر بہت فرا
آتش گل در چین آتش طور حکیم	بلبل ازنی نواز سوزت ازین شعلہا
بادہ پرفتنی حرام لیکہ بہ ایام گل	زاہد صد سالہ را تو بہ شکستن ہوا

بادہ کشان چارموست بیخانات ازمن تشنہ دہان جبرہ سے ناروا

### غزلیات اُردو

ہے زیارت گاہِ رندان آستانِ سیکدہ  
آرہے ہیں دور سے اے ساکنانِ سیکدہ  
ساقیا کیا ہو گا انکا ایک ساغرِ مینِ جلا  
دیکھئے بہتِ العنت آتی ہو کسکے دامن  
ابرِ رحمت کی طرح جائینگے کوثر کی طرف  
پھوٹ کر چھٹ تری جائیں کدھر سیرِ مغان  
تجھ کو لے رضوانِ مبارکِ باغِ خشت کے مئے  
ہم فقیروں کی دعا دل سے ہی ہو ساقیا  
یہ غزل اپنی پسند آئی ہے ہرکو خود شریف

جلوہ سلطانِ خوبانِ دل میں ہے  
غیر کا کیا دخل جب تو دل میں ہے  
ڈھونڈتی پھرتی ہو مرگِ ناگمان  
دیکھئے کس کس کے جاگے ہیں نصیب  
کھل گئی بیتابیِ دلِ بعدِ مرگ  
کشمکش میں میکشون کے پڑ گئی  
غم نہیں تار کی دل سے شریفین

انکے مصنفات میں سے ایک رسالہ ہمارے اخلاقی طبع ہدہ کر شائع ہو چکا ہے۔

دوسرا رسالہ مناقب حضرت جناب امیرِ کرم اللہ وجہہ میں لکھ رہے تھے۔ مگر افسوس کہ وہ تمام نہیں ہو سکا۔ مدت تک یہ مختلف مقامات پر ملازم رہے۔ پھر ریاستِ رامپور میں وکالت کا

امتحان دیا اول درجہ میں کامیاب ہوئے تھے۔ وکالت اچھی چلنے لگی تھی اپنی ذہانت طباعی و قابلیت سے وہاں بھی بہت شہرت پیدا کی تھی۔ مگر انوس کہ عمر نے وفات کی چند دنوں بعد ارضہ سل ووق تیار کر تیار بیچ ۱۲ ماہ رجب المرجب ۱۳۳۵ھ انتقال کیا۔ اور اپنے والد کے پاس خلیہ متصل چاند محل۔ کاکوری میں دفن ہوئے۔

## شفاعت علی

مولوی شفاعت علی۔ ابن شیخ غلام مرتضیٰ۔ ابن ملک کبیر ملک زادہ۔ ۱۲۵۵ھ میں بمقام سندیلہ اپنے نانہال میں پیدا ہوئے۔ اصل نام فصاحت علی تھا۔ گھر کی ماماؤں نے جہالت سے بجائے فصاحت صفات اور بعض لوگوں نے شفاعت کہنا شروع کیا۔ لہذا اسی نام سے مشہور ہو گئے۔

یہ بچپن سے نہایت صلح و سیر تھے۔ تعلیم قریمت سندیلہ میں پائی۔ جب کاکوری آنے جانے لگے۔ تو کیشیش باطنی و محبت قلبی حضرت مولانا شاہ محمد کاظم قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں منہ اپنے اور اعزہ کے حاضر ہونے لگے۔ حضرت صاحب موصوف انکو بہت عزیز رکھتے۔ اور خاص تو جہ فرماتے تھے۔ اور جب دیکھتے تھے تو بے اختیار دل میں خیال آتا تھا۔ کہ اگر میرے مرید ہو جاتے تو اچھا تھا جن اتفاق سے ایک روز یہ حاضر ہوئے۔ تو حضرت صاحب موصوف نے فرمایا کہ شفاعت علی آؤ آج ہم کو مرید کر لیں۔ یہ بہت اچھا کہ مرید ہو گئے۔ مرید کرنے کے بعد حضرت صاحب نے انکو مجاز بھی کیا۔ اور فرمایا کہ میں نے اس وقت تک اپنے خواہش سے سولے تمہارے یا طفیل علی کے اور کسی کو مرید نہیں کیا جتنے ہوئے وہ اپنی آرزو و خواہش سے ہوئے اسکے بعد سے یہ زیادہ حاضر باشی کرنے لگے۔ اسی زمانہ میں اذکار اشغال وغیرہ کی تعلیم پائی۔ اور اسماء اللہ و ادعیہ کی نکو تین بھی ادا کیں۔ شغل برزخ میں کمال پیدا کیا۔ حضرت مولانا شاہ تراب علی قلندر اور یہ ہم عمر تھے۔ جس کی وجہ سے آپس میں

بہت اتحاد تھا۔ انھیں کی فرمائش سے ثنوی اصل المعارف حضرت شاہ تراب علی قلندر نے تحریر فرمائی۔

انکی اوصاف ذاتی صلاحیت و خوش خلقی نے خواص و عوام کو مسح کر لیا تھا۔ ہر شخص نہایت ادب و نیاز سے پیش آتا اور درویش سمجھتا تھا بہت سے لوگ سندیہ کے پچھن سے انکے متقد تھے۔ اور کہتے تھے کہ جب آپ فقیر ہونگے تو ہم آپ کے مرید ہونگے۔ حضرت شاہ محمد کاظم قلندر قدس سرہ کی فیض صحبت سے جب یہ اس قابل ہوئے۔ تو لوگوں نے امر ترشح کیا۔ مگر باوجود مجاز ہونے کے انھوں نے ادباً کسی کو مرید کیا۔ اور نہ خود ترک لباس کیا۔ ہمیشہ دلی بیار و دست بکار رہے۔ مدۃ العمر ملازمت میں بسر کی۔ عرصۃ تک گورکھپور میں نصف شبے اور دہن بجا ملازمت بنا لیچ ہر ماہ برمیچ آخر سنہ ۱۲۵۵ھ بمبر ۶۵ سال انتقال کیا اور وہیں دفن ہوئے۔

## شکر اللہ قلندر

حضرت شاہ شکر اللہ قلندر ابن شیخ محب اللہ ابن شیخ فتح ابن مخدوم جہان۔ ابن شیخ جلال الدین۔ ابن حضرت مخدوم شیخ کمال الدین محمد المعروف بہ شیخ سعدی خستی کاکوڑی شیخ جلال الدین خلف اکبر حضرت مخدوم شیخ سعدیؒ چونکہ اپنے والد کے سامنے انتقال کر گئے تھے۔ اسلئے مخدوم صاحب نے خلافت اور سجادگی وغیرہ اپنے پوتے مخدوم جہان صاحب کو دی۔ اور کل اراضی وغیرہ اپنی حیات ہی میں تقسیم کر کے صاحبزادوں اور پوتوں کو مخدوم جہان کی متابعت کا حکم دیدیا۔ اسی وجہ سے مخدوم جہان جانشین ہوئے۔ اسکے بعد سے معلوم نہیں ہوتا کہ منصب جانشینی کس خاندان میں رہا۔

حضرت شاہ شکر اللہ بذات خود سلسلہ قلندر یہ میں منسلک ہوئے۔ بیعت و اجازت و خلافت انکو حضرت شاہ محمد قلندر لاہر لوری سے تھی۔ اور ان کو حضرت شاہ عاشق محمد قلندر سے

اور اُن کو حضرت شاہ مجاہد رلاہر پوری قدس سو سے تھی۔ اسے آخر السلسلہ یہ سلسلہ قائم رہے  
مین بہت عظیم المرتبت بزرگ گذرے ہیں۔

نشی غلام مرتضیٰ کتاب جواہر الانوار مین لکھتے ہیں:-

"عرفان پناہ معارف و شگاہ شاہ شکر اللہ مرخوم۔ شرح جلالت شانہ و عظمت اوصافش  
الذکر زیادہ است کہ بدستبازی خانہ مکتوب اللسان بہ تحریر کرد و جواہر زوہر حالاتش و میزان  
تقریر خجہ۔ در سادی ایام تیز تقریب لب علمی و تحصیل علوم ظاہری از خانہ برآمدہ در بلدہ نجیر آباد  
رسیدہ بطور طلبہ علوم درس میگرفت و کتب مختصات بنمود کہ ناگاہ روز سے بمقتضائے تجارت  
ادنی و جذبہ سر نوشت لم یزلی ملاقاتش باشاہ محمد ماہ قلندر رلاہر پوری گردید۔ بمجرد  
دفعہ نظر و یک نگاہ حق بنیش از قید دنیا و مافیہا راستہ از تحصیل علم ظاہر استعفا خواست و  
درخواست بہت نمود۔ پیروشد چون شوق را در کمال ہستیا یافت یقین و ارشاد فرمود۔ خلاصہ  
در صحبت اول کہ مادہ صالح در مشقت بسیار و رتب حقائق و معارف کشود و نشند و مدہا بہ اجابہ  
پیروشد حقیقی و چپے کسب و اکتساب ریاضات شاکتہ کشیدہ و حصول استفادہ نمودہ وطن  
مالوت تشریف آوردند و در وطن بوارستگی تمام سہر سہر زند و بیشتر اوقات از غایت جذب  
و شوق الہی در محراب بیابانہا میگذرانیدند۔ در آغاز حال از خلاق منفصل و منقطع نشیند۔ بالآخر  
روانہ شاہجہان آباد دہلی اگر دیدہ در انجا زحمت اقامت انگذید۔ خلاصہ اینکه شاہ موصوف  
بر ترک و تجرید گذرینید مرد خوش سہا و مبارک نفس بود و جاہنت ظاہر بسیار داشت و حرف نوزن  
بتناست و خجیدگی میگفت۔ خوش زبان شیرین بیان بود و در شہر شاہجہان آباد بر تہہ گوش ویشی  
نواخت و آوازہ فقر و وارستگی بلند ساخت امر و اغنیاء از لیس رسوخ و خلوص اعتماد و اعتقاد و  
آداب خدمت بجای آوردند۔ و جہیمہ الصدورت۔ و خوشش تقریر بشیرین زبان مرج  
و مغان خوارق کیش و لجا و عاشقان دلنشین حلیل المرتبت عظیم المرتبت بود۔  
نشی فیض بخش صاحب اپنے نسب نامہ موسومہ بہ چشمہ فیض مین لکھتے ہیں۔

”شکر اللہ عارف صاحب کمال ہنگامہ آراے سماع وجد و حال بود در شاہجہان آباد در عہد  
الحجہ شاہ استقامت داشت۔ اغنیا و غرائب آنجا صد ہا دست بہ بیعت او داده بہ عقائد است  
مطیع و فرمان بردار او بودند در دار اختلاف نشست داشت۔ تکیہ و خانقاہ اولیاء عہدہ در آنجا“

علاوہ کمالات درویشی۔ انکو علم قیافہ۔ و علم مجلس۔ و خوشنویسی و فنون سپہگیری میں بھی مہارت  
تامہ تھی۔ بہت سے اہل مہنود نے بھی انکے فیض صحبت سے ہدایت پائی۔ اُن لوگوں میں شجر شخص  
جریون اور ساسیون کے کسب سیکھنا چاہتا تھا وہ بھی سیکھلاتے تھے علم تصوف کے بہت  
بڑے ماہر تھے۔ انکا سچ یہ تھا۔ ز نور ماہ منور ضمیر شکر اللہ۔

انکے کمالات کا اندازہ حکایت مرقومہ بحر زخار سے ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ انکے ایک  
مرید شاہ عبداللہ نے کسی تقریب میں ایک امیر زادہ کو جو مر گیا تھا۔ زندہ کر دیا۔ جب وہ آئے  
تو انھوں نے اُنکو حجرہ میں بند کر دیا اور قفل دیدیا۔ تھوڑی دیر کے بعد قاضی و فقیہ وغیرہ یہ  
کہتے ہوئے پہنچے کہ ہم اُسکو ڈھونڈنے آئے ہیں جس نے مردہ کو زندہ کیا۔ اور شرع کا  
بالکل پاس نہیں کیا۔ انھوں نے حجرہ کی طرف اشارہ کیا۔ جب حجرہ کھولا گیا۔ تو وہ نہ ملے۔ اُن  
لوگوں نے اُنکو چھوٹا سمجھ کر مواخذہ کیا۔ گواہان شرعی گذرے۔ اُنھوں نے بیان کیا کہ اس  
واقعہ کے بعد شاہ عبداللہ اس حجرہ میں داخل ہوئے۔ آخر قاضی وغیرہ مجبور ہو کر واپس گئے  
اسکے بعد لوگوں نے ان سے شاہ صاحب کا حال پوچھا۔ انھوں نے فرمایا کہ وہ اس وقت تینہ  
پہنچ گیا۔ لوگوں نے تاریخ لکھ لی۔ بعد تحقیق انکے ارشاد کی تصدیق ہوئی۔

وفات انکی دہلی میں بتاریخ ۱۲۱۱ھ ذی القعدہ روز یکشنبہ ۱۹ صبح مجلس محرابی  
مطابق ۱۲۹ھ ہوئی۔ مزار بھی وہیں مٹھائی کے پل پر ہے۔ تکیہ اور خانقاہ وہیں بہت  
نفیس بنی ہوئی ہے۔ انھوں نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔

خلفاء انکے حسب ذیل حضرات ہوئے (۱) حضرت شاہ اسد اللہ کاگوری برادر انحضرت  
(۲) حضرت شاہ صفت اللہ قلندر برادر زادہ و جانشین آنحضرت (۳) حضرت شاہ مہر علی قلندر



جسکے مرید خلیفہ شاہ بدیع الدین ابن شاہ نجم الدین قلندر برادر زادہ شاہ محمد ماہ قلندر لاہر پوری تھے۔

## شہاب الدین

حافظ شہاب الدین المعروف بہ شیخ سوندھن۔ ابن مخدوم نظام الدین قاری۔ ابن قاری امیر سیف الدین رور۔ آپ بہت بڑے فاضل متقی و متشرع ذمی شخصیت و لیاقت فضل و کمال میں ممتاز تھے۔ تعلیم و تربیت اپنے والد ماجد اور جد امجد سے پائی۔ آپ کے جد نے آپ کو حضرت حافظ سید ابراہیم صاحب بغدادی کی پیشوائی کے لئے بھیجا تھا۔ چنانچہ وقت حاضری سید صاحب بغدادی نے آپ کا حال دریافت کر کے فرمایا کہ یہ بہت ذہین ہے اور دعادی تھی کہ اللہ تعالیٰ اسکو مثل اسلاف کے نعمت باطنی سے بہرہ ور کرے۔ آپ نہایت سعید و صالح تھے جیسا کہ اُن مکاتیب سے جو آپ کے والد ماجد نے بلا عجل الرشید ملتانی و مرزا شمس الدین خان کے نام تحریر فرمائے ہیں ظاہر ہوتا ہے۔ یہ مکاتیب کشف المتواری فی حال نظام الدین القاری مؤلفہ حضرت مولانا شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ میں طبع ہو چکے ہیں۔ کتاب زاد الآخرة کی تالیف بھی آپ کی فرمائش سے ہوئی۔ چنانچہ ملا عبد الرشید ملتانی مصنف زاد الآخرة اُسکے دیباچہ میں لکھتے ہیں۔

”بوقت رخصت اخیر فقیر سمت ملتان کہ اذان بار بار اتفاق آستان ہوسی باین کم نصیب نصیب نگر دید صاحبزادہ عالی بہت و مرشد زادہ بلند مرتبت عینی حافظ شہاب الدین المعروف بہ سوندھنی صاحب حاضر محفل شریف بودند۔ چون از حضور حضرت پیر و مرشد دولت شخصیت یافتہ صاحبزادہ ازادہ بندہ نوازی تادیر و تقاضا نہ بنا بر رخصت فقیر و فرازی بخشیدہ چنان ارشاد نمودند کہ باین بار از شما فرمائیے دارم کہ بصورت بطریقہ خوشیہ نسخہ بر نسق قدما سے صوفیہ و زبان پارس بہر از اغلاق بیان و مصفا از دقت زبان کہ ذہن ہر متبدی تقاضائے فہم آن نماید وقت فرصت سعی در تحریرش نموده آید۔“

آپ کی اولاد تمام نبی اعمام سے علم و فضل حسب نسب میں ممتاز رہی۔ اور ابتک ہے۔ آپ نے عین حالت شباب میں انتقال فرمایا۔ دو صاحبزادے باکمال چھوڑے، ملا عبد الکرم و ملا عبد القادر تاریخ و سن وفات و ولادت و مدت عمر و دیگر حالات دریافت نہوسکے مزار شریف خجھری روضہ میں اپنے والد کے مزار کے باہر مغرب جانب حضرت مولانا ضیاء الدین محدث مدنی کے مزار کے

قریب

## شہاب الدین مفتی

مولوی مفتی شہاب الدین۔ ابن حضرت حاجی امین الدین۔ ان کی ولادت ۱۰۱۱ھ میں ہونے لقمہ تاریخ ولادت منظومہ قاضی القضاۃ نجم الدین علیخان بہادر حسب ذیل ہے۔  
 آن کو سخت چون بعرش وجود جلوہ فرما پو شہ بہ تخت آمد  
 سال میلاد آن بلند اقبال گفت ہاتھ سعید نخت آمد

انھوں نے تعلیم قریمیت اپنے والد ماجد اور چچا قاضی القضاۃ نجم الدین علیخان بہادر سے پائی۔ اور اپنے والد کے مجاز بھی ہوئے۔ عالم اجل و فاضل زبردست۔ اور بہت بڑے شجاع تھے۔ جسمانی قوت خدا داد تھی۔ جس بھاری چیز کو پیش یا پچیش آدمی نہیں اٹھا سکتے تھے۔ یہ نہا اٹھا لیتے تھے۔ چنانچہ مشہور ہے کہ ماہین مسجد و حجرہ حاجی صاحب ایک شہتیر بڑا تھا جس سے حاجی صاحب کو مسجد آنے جانے میں شب کے وقت تکلیف ہوتی تھی۔ لوگ اُسکے ہٹانے کے لئے جمع کئے گئے بیش پچیش آدمیوں نے کوشش کی۔ مگر نہ ہٹا سکے۔ آخر انھوں نے تنہا اُسی شب میں ہٹا دیا۔ صحیحاً لوگ بہت متعجب تھے۔ حاجی صاحب نے فرمایا کہ یہ شہاب الدین کا کام ہے۔  
 ابتداء یہ مدرسہ عالیہ کلکتہ میں بعد وہ پرنسپل مامور ہوئے۔ اس وقت ولایت سے جو انگریز لائے تھے وہ اولاً عربی و فارسی کی تعلیم مدرسہ عالیہ میں پاتے تھے۔ تب اُسکے بعد کسی عہدہ پر مقرر کئے جاتے۔ چنانچہ بہتے انگریز اُسکے شاگرد تھے۔ پھر وہ ان سے اُسلان مالک مغربی ہند میں مفتی و صدر الصلہ مقرر ہوئے۔ دہلی میں کچھ دنوں رہے۔ وہاں کے مشاہیر علماء و محدثین سے

بہت اتحاد تھا پھر مظفر نگر گئے۔ اور وہاں ایک جامع مسجد نہایت عالیشان بنوائی جو اب تک موجود ہے۔ وہاں سے پھر سہارنپور تبدیل ہو آئے۔ جہاں ایک حویلی اور دیوانخانہ نہایت عمدہ بنوایا۔ بالآخر وہیں سہارنپور میں بتاریخ ۲۴ محرم ۱۲۵۵ھ انتقال کیا۔ اور متصل درگاہ شاہ نور صاحب دفن ہوئے۔

### شیخ محمد

شیخ محمد۔ ابن شیخ غلام نبی۔ ابن نواب منتظم الملک خان و ترخان شیخ جارا اللہ علوی ہفت نہاری صوبہ داخیر آباد وغیرہ۔ یہ نہایت قابل لطیفہ گو و خوش تقریر مثل اپنے والد کے تھے۔ جامع صفات حمیدہ و حاوی خصائل پسندیدہ۔ انکے متعلق نثری فیض بخش صاحب اپنے نسب نامہ یعنی چشمہ فیض میں لکھتے ہیں۔

”شیخ محمد سخن موزون گفتن از پدر میراث داشت را اگر کے صد حرف میگفت اول ساکت نمی  
ہر گاہ اذقیر پیکر میر سانیید در جواب ہر یک حرف و کجپ خاموش میکرد کہ سامعین جنت میگفتند  
عجب شخص غلیظ و بے نفس بود کہ از میان بیرون است ہمیشہ در خود داری و پاس سخاوی بود و با  
پوشاک نفیس شایق و توانا جامہ دلم در برداشت۔ دستار قدیم عالمگیری و دیگر ملبوس برین منظر  
می پوشید۔ گاہے حرف زاید چنانچہ عادات ارباب زمانہ است بر زبان نیاوردہ و وہاں خود را  
بدشنام نیاوردہ۔ اگر آغاز تاوقات تنفس از در پیچ باب شاک و ناراض دیدہ و خنیدہ نمی شد۔  
یہ بھی روزگار پیشہ تھے عنبر علی خان کے رسالہ میں نواب شجاع الدولہ بہادر کے ملازم تھے۔  
ترہس سے زائد عمر باقی۔ زائد حالات نہیں دریافت ہو سکے۔ انکی قبر بھی یہیں کاکوری میں  
اسکبرہ بنیوا شاہین ہے۔

(ص)

## صادق شاہ قلندر

اکھا وطن اہلی نہیں معلوم کیاں تھا۔ یہ بڑے بزرگ خوش اوقات ذکر و شغل صاحب تجرید و تفرید تھے۔ لباس فقرانہ حضرت مولانا شاہ تراب علی قلندر نے پہنایا۔ یہ اپنی مسرقات بند لیتے گدائی کرتے کبھی دور و میون سے زائد کے طالب نہیں ہوتے جسوقت دور و میون بھر کا آٹا یا غلہ بلجانا۔ فوراً واپس آتے۔ اور روٹیاں پکا کر ایک مین سے نصف کتے کو اور نصف قمری کو کھلا دیتے اور دوسری مین سے نصف فقیر کو دیتے۔ اور نصف خود کھا لیتے۔ اور جس روز کہین سے کھانا آ جاتا اُس روز پھر گدائی سکے لئے نہیں جاتے۔ تمام عمر اسی طرح آستانہ مرشدی پر سیر کی اور پھر وطن نہیں گئے۔ یہیں وفات پائی۔ زائد حالات نہیں دریافت ہو سکے۔ ان کا مزار احاطہ نمکیہ شریفہ میں متصل چاہ بنا کردہ ڈپٹی منصور علی صاحب واقع ہے۔

## صبغت اللہ

حضرت شاہ صبغت اللہ قلندر ابن شاہ اسد اللہ۔ برادر زادہ و جانشین حضرت شاہ سکر اللہ قلندر قدس سرہا۔ یہ ابتدائے طفولیت سے دہلی میں اپنے عم بزرگوار شاہ سکر اللہ قلندر کے ساتھ رہے۔ وہیں تعلیم و تربیت پائی صبغت و اجازت و خلافت ان کو انھیں سے تھی۔ درویش کامل صاحب تصرف و قدرت تھے۔ بعد انتقال اپنے چچا کے دہلی میں اُنکے جانشین ہوئے جس روز رسم جانشینی عمل میں آئی۔ وہاں کے امرا اور شاہزادگان نے اس قدر نذرین دین کہ انکی کمر تک روپیہ و اشرفی کا ڈھیر ہو گیا تھا۔ وہاں سے کچھ دنوں کے بعد کاکوری چلے آئے۔ اور خانہ نشین ہو گئے۔ ایک عرصہ تک یہی رنگ رہا۔ ایک مرتبہ دہلی کے ایک امیر نے حضرت شاہ سکر اللہ قلندر کے زمانہ میں کئی ہزار روپیہ خاتقاہ بنوانے کے لئے بھیجا تھا۔ جس سے انکے والد

شاہ اسد اللہ صاحب نے خانقاہ و درویش اور متعدد مکانات نبوائے جنکا سنہ تعمیر ۱۲۱۳ھ ہے مگر یہ سب مکانات اسوجہ سے ویران ہوئے تھے کہ کوئی رہنے والا نہیں تھا، اللہ تعالیٰ نے حضرت خواجہ محمد کاظم قلندر نے ان سے یعنی حضرت شاہ صفت اللہ قلندر سے بہ اصرار فرمایا کہ آپ خانقاہ میں بیٹھ کر لوگوں کو فیضیاب کریں۔ یہ اُنکے اصرار سے مجبور ہوئے۔ اور وہیں سکونت اختیار کی۔ حضرت شاہ محمد کاظم قلندر نے اپنے چھوٹے بھائی شاہ میر محمد قلندر اور اپنی بی بی صاحبہ کو شاہ صفت اللہ قلندر کا مرید کرایا۔ اور اور لوگوں کو ترغیب دی۔ اور ہمارا چہ گیسٹ رائے سے ارشاد فرمایا کہ ہمارا خدمت مقرر کرائی۔ یہ خود اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میری شہیت یہاں شاہ محمد کاظم قلندر کی وجہ سے جمی۔

حضرت شاہ تراز علی قلندر قدس سرہ کتاب اصول المقصود میں لکھتے ہیں:-

”حضرت شاہ محمد کاظم قلندر را باشاہ صفت اللہ قلندر نہایت موالات بود و بسیار ادب و پاسداری و حفظ مراتب ایشان لمخوفی داشتند۔ و ہمیشہ از مردان و فرزندان خود تقیہ مینمود کہ گاہے برائے سلام شاہ صاحب رفقہ باشند و خود اکثری رفقند و اگر کسی قصد مرید شدن حضرت صاحب میکرد اول تعریف شاہ صاحب میکرد کہ ایشان چنین و چنان اند و بروید و مرید ایشان شوید و برائے خدمت ظاہری نیز میبایست کرد و شاہ صاحب نیز بسیار ملاحظہ میکردار و غمخوار ایشان بودند و نہایت عزیز و مکرم می داشتند و توجہات می فرمودند کہ تھے کہ در ایام چلہ کہ در اینجا اتفاق می شد خود شاہ صاحب خادمی میکردند و اکب از دریا برائے ایشان می آوردند۔ و با یکانہ و بیگانہ اکثر شاہ صاحب فرمودند کہ شہیت من شاہ محمد کاظم قلندر نمودند۔“

غرض کہ یہ نہایت بزرگ کامل وقت تھے۔ ابتدا سے گمنامی میں بسر کی۔ فقر و زہد و توکل و وسع شمار و ہمتیں سال رشد و ارشاد فرمایا۔ جنات بھی انکی خدمت میں حاضر ہتے تھے بہت کہ ان میں سے مرید بھی تھے۔ جناب مولوی حسن بخش صاحب اپنی کتاب نفرتح الاذکیار میں بہنہن حال حضرت سلیمان علیہ السلام لکھتے ہیں:-

کہ جنات پوری ہرکت حضرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم خواص امت کی خدمت میں حاضر رہتے۔ اور ان خاص الخواص کی کفش برداری کرتے ہیں۔ حضرت شاہ صہبغت اللہ قلندر کی خدمت میں اکثر جنات نے فیض معرفت پایا ہے۔ اور انکی خانقاہ میں اب تک حضرت شاہ کرامت علی مظلوم العالی کے پاس حاضر رہتے ہیں۔

کرامت نامہ مؤلفہ حضرت شاہ کرامت علی صاحب مرید آنحضرت کے مضمون سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شاہ صہبغت اللہ صاحب اور انکے والد شاہ اسد اللہ صاحب دونوں دہلی میں تھے۔ وہیں شاہ صہبغت اللہ صاحب نے عمر گیارہ سال اپنے چچا شاہ شکر اللہ قلندر کے ہاتھ پر بیعت کی اور خلافت پائی جبکہ قصہ یہ ہے کہ ایک روز شاہ شکر اللہ قلندر نے شاہ اسد اللہ صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ میں آج صہبغت اللہ کو اپنا مرید اور جانشین کروں گا۔ پھر شاہ صہبغت اللہ قلندر سے پوچھا کہ کس سلسلہ میں بیعت کرو گے۔ انھوں نے عرض کیا کہ جس سلسلہ میں آپ مرید ہیں۔ اسکے بعد انھوں نے پھر ارشاد فرمایا کہ تمہارے باپ سلسلہ چشتیہ میں مرید ہیں۔ اور میں سلسلہ قلندر یہ میں مرید ہوں۔ تم بھی کیوں نہ سلسلہ چشتیہ میں مرید ہو۔ انھوں نے عرض کیا کہ مجھ کو تو آپ سے مطلب ہے۔ یہ نہ کہ وہ بہت خوش ہوئے۔ اور سلسلہ قلندر یہ میں مرید کر لیا اور خلافت عطا فرمائی۔ اسکا ایک سال کے بعد شاہ شکر اللہ قلندر نے وفات پائی۔ اور چچا جانشین ہوئے۔ دہلی میں کچھ دنوں رہ کر وطن آئے۔ اور یہاں دو شاویان کین۔ اولاد بھی ہوئی۔ مگر کوئی زندہ نہیں رہی۔ پھر یہاں سے بغرض تحصیل علم خیر آباد گئے۔ وہاں حضرت حاجی صہبغت اللہ خیر آبادی سے بقیہ کتابین تمام کیں۔ پھر اسے ضلع عظیم آباد میں حضرت شاہ عبداللہ قلندر کے پاس گئے۔ وہاں ریاضات اور مجاہدات کر کے سلوک تمام کیا۔ وہاں سے وطن آکر خانہ نشین ہوئے۔ پھر حسب ارشاد حضرت شاہ محمد کاظم قلندر ہدایت و ارشاد میں مشغول ہوئے اور حضرت شاہ میر محمد قلندر کو اجازت و خلافت عطا فرمائی۔

منقول ہے کہ شاہزادہ رفیع الدرجات، نابین اعظم شاہ۔ ابن اورنگ زیب عالمگیر

شہنشاہ دہلی نے ایک نیمچہ طلائی مرصع کار حضرت شاہ شکر اللہ قلندر کے نذر کیا تھا۔ چونکہ وہ بہت معتقد تھا۔ نذر کرتے وقت اس نے یہ بھی عرض کیا کہ یہ غلام کی نشانی ہے۔ یہ نیمچہ ایک فرنگی نے میسر کر کے بدعالمگیر کے نذر کیا تھا۔ اسکو وہ بہت دوست رکھتے تھے۔ انھوں نے اپنے بیٹے عظیم شاہ کو دیا تھا۔ ان سے مجھ کو ملا میں آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ شاہ شکر اللہ قلندر نے لیکر اپنے چھوٹے بھائی شاہ اسد اللہ کو دیا اور فرمایا کہ اسکو رکھو۔ جب برہوردار صفت اللہ ہوشیار ہوں انکو دیدینا یہ انکی امانت ہے یہ نیمچہ نواب یار جنگ اکرم بہادر خان بہادر کے پاس تھا اسپر شہر لکھا ہوا تھا۔

ظفر تکیہ کہ باقر و نہیب است بدست شاہ دین اور رنگت یل بست

اس نیمچہ کو نواب یار جنگ بہادر کے نواسہ مولوی معراج الدین المخاطب برنواب حسین نواز جنگ بہادر نے سر سالار جنگ زیر میر عثمان علی خان نظام الملک آصف جاہ دکن کے نذر کر دیا۔

وفات انکی بتاریخ ۱۲ ماہ محرم الحرام ۱۲۷۳ھ ہوئی۔ مادہ تاریخ مرقومہ شیخ احمدین علوی مرید آنحضرت اولیٰ ثلاث مقررین فی جنات النعیم ہے۔ کرامت نامہ میں مرقوم ہے کہ شیخ احمدین علوی تاریخ کی فکیرین تھے۔ خواب میں دیکھا کہ کسی نے کاغذ کا پرچہ دیا جس پر آیت لکھی تھی عمر شریف ۴۰ سال کی ہوئی۔ اس حساب سے ولادت ۱۳۳۵ھ معلوم ہو رہی ہے۔

قطعة تاریخ وفات از مولوی محمد عالم قیسری کاکوروی سے

عارف بے نفس شاہ صفت اللہ شیخ عصر	کرر موز شاہ شکر اللہ آگاہ آمدہ
ہم ز خواش نعت شاہ مہر ماہ یافت	کر طفیل شاہ عاشق از مجا شاہ آمدہ
سیرہ ماہ محرم بد کز دنیا برفت	بر لب جن و بشر صد نالہ و آہ آمدہ
قیصری دہ یاد و ات حق چو ز آتش شود	پس بذات حق وصالش حب سخاہ آمدہ

۱۲۷۳ھ او ایک میں بجائے الف مقصورہ کے یا کے عدد لئے گئے ہیں جس سے ۱۲۷۳ھ ہوتے ہیں ۱۲۷۳ھ

مزار شریف شیخ سعدی مہمدین حضرت شاہ کرامت علی قلندر کی درگاہ کے پورب جانب واقع ہے۔ مزار کے گرد حضرت شاہ کرامت علی قلندر نے شاہیہ مین خطیرہ بنوایا۔ جسکے تعمیر کی تاریخ حضرت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ نے یہ نظم فرمائی ہے

مرتد حضرت صفت اللہ      از کرامت چو در حرم آمد  
سال تعمیر آن ز طبع شہید      بڈل روضہ نعیم آمد  
۱۲۱۶ھ

### صدر الدین خان

مولوی محمد صدر الدین خان ابن مولوی شید الدین خان ابن مفتی خلیل الدین خان بہادر سیف شاہ اودھ یہ ماہ رجب ۱۲۱۶ھ مین پیدا ہوئے۔ ممتاز العلماء قاضی سید الدین خان بہادر <sup>المتخلص</sup> بہ سعید نے قطعہ تاریخ ولادت لکھا جو درج ذیل ہے

شمس طالع شد بہ ایوان حمید      نجم ثاقب شد بساعات سعید  
خانہ خانہ شد بہر شب بارات      در خوشی و غم می ہر روز عید  
قایم و دائم بماند در جہان      عمر و اقبالش بودہل من مزید  
بارک اللہ ماہ مولودش رجب      نور معراج نبی گشتہ پدید  
مہمان شد خلق بر خواج خلیل      رفت اخبارش بہ نزدیک بعید  
در ظہور آمد چو آن نور بصیر      فکر تا بر بخش نمود از دل سعید  
مہمیش القا نمود از لے وحی      آمدہ تاریخ او خلف الرشید  
۱۲۱۶ھ

۱۔ ابتدا مین شہید تخلص فرماتے تھے پھر تراب تخلص اختیار کیا مفسر کہ مایین شہید تخلص مرقوم ہے اسکے بعد کے کلام مین نہیں ۱۲ مولف۔



انھوں نے اپنے والد بزرگوار و جد عالی مقدار کے سایہ عاطفت میں پرورش پائی یہیں  
 ہی سے ان میں خداداد ذہانت تھی۔ ابتدائی تعلیم گھر میں پائی۔ عربی و فارسی تعلیم کیلئے شریفیہ  
 پر حضرت مقتدا سے جہان مولانا شاہ تقی علی قلندر۔ و حضرت اکبر العلماء مولانا شاہ علی اکبر قلندر  
 قدس سرہما کے حضور میں پیش کئے گئے۔ کچھ کتابیں حضرت مقتدا سے جہان سے پڑھیں  
 اور بقیہ کی تکمیل حضرت اکبر العلماء سے کی۔ اور علم ریاضی و ہدیت کی تحصیل و تکمیل اپنے  
 جدا مجد سے کی۔ رسالہ قوشحیمہ۔ دفن ہدیت بطلموس۔ و بستان باب اصطراب۔ و مقدمہ  
 شرح محقق طوسی۔ و مفتاح الافلاک۔ و خلاصہ مقالہ اقلیدس موسومہ بہ شمس الهند وغیرہ میں  
 سے پڑھیں۔ اور ساتیر مذہب زرتشتی کی مقدس کتاب دری زبان کی۔ فنی عبدالحی مختصر  
 پر فنی سے پڑھی۔

حافظہ ایسا قوی تھا کہ فلسفہ کے اہم مسائل اور مشکل مضامین نیز اکثر کتابوں کے مباحث  
 حفظ تھے۔ بہت خوش تقریر و خوش بیان تھے۔ ہم بانی جاؤاد کی وجہ سے چونکہ معاش کی طرف  
 سے بھگری تھی اسلئے ہمیشہ خانہ نشین رہے۔ اور بہت زیادہ حصہ عمر کا کتب بینی و تصنیفات  
 میں صرف کیا۔ ذہانت و طباعی و فہم و بیانی و وضع داری و اتفاقاً پر ہنر گاری میں ضرب المثل  
 تھے۔

بیعت ان کو حضرت مولانا شاہ تراب علی قلندر سے تھی۔ اس زمانہ میں انکی ذات مقدمات  
 سے تھی۔ طبیعت کا رجحان مقدمات کی طرف زائد تھا۔ ادیب و فنی بے بدل تھے۔ اکثر مضامین  
 علمی سر سید احمد خان کے خیالات اور انکی تفسیر کے خلاف انھوں نے لکھ کر بعض اخبار و بین  
 شایع کراے۔ جو نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھے گئے۔

مستقل تصانیف انکے حسب ذیل ہیں۔ (۱) قول السیاستہ فی تدبیر الہدایہ فارسی (۲)  
 تاریخ خلفائے عباسیہ فارسی (۳) حیات الاسلاف فی ہدایات الاخلاص اردو مطبوع (۴) ترجمہ  
 اردو مسائل المستقیم (۵) مرقع تصویر پیغمبری اردو مطبوع۔

انھوں نے تالیف اور ماہِ رجب روزِ پُنجشنبہ ۱۳۳۲ھ انتقال کیا۔ اور اپنے ہمدرد کے  
 پائین خلیفہ میں دفن ہوئے۔ قطعہ تالیف انتقال از منشی نور الدین احمد کیفی کا کوروی سے  
 متعلق عالمِ مہذب و مہذبہ شد ز کا کوروی سے باغِ حبان  
 گفت کیفی سالِ تالیف و وفات زریب دوران بود صد الدین خان  
 ۱۳۳۲ھ

## صدر حسن

منشی صدر حسن النخلص بہار۔ ابن منشی حیدر حسن ابن منشی مقصود علی ابن شیخ طفیل علی طوی  
 یہ شاعر خوش بیان، صاحبِ سبب و سادہ طبع و ذکا تھے۔ فنِ شاعری میں منشی محمد رضا صبر کے شاگرد  
 تھے۔ حضرت مولانا شاہ قلی علی قلندر کے مخلص و مرید تھے۔ حضرت مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر  
 قدس سرہ سے بہت خلوص و اتحاد رکھتے تھے۔ عملیات کا بھی ذوق تھا۔ حروفِ تہجی کی کوفہ  
 اپنی خواہش اور حضرت مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر کی اجازت سے ادا کی تھی جس سے یہ  
 کیفیت پیدا ہو گئی تھی کہ جس مرض کو اپنے ہاتھ سے پانی پلا دیتے تھے وہ اچھا ہو جاتا تھا۔  
 بہت لوگ گردیدہ اور معتقد ہو گئے تھے۔ کانپور میں چونکہ ان کے جد منشی مقصود علی صاحب نے بہت سی  
 املاک پیدا کر لی تھیں۔ اس لئے زائد قیام وہیں رہتا تھا۔ حضرت مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر  
 قدس سرہ کی اپنی خاص عنایت تھی۔ اور یہ بھی نہایت مخلص اور معتقد تھے اور فیضیاب بھی۔  
 ان کے شعر و سخن کے قیمتی ذخیرہ کا پتہ نہ چلا۔ معلوم نہیں کیا ہوا۔ چند اشعار جو مل سکے

درج ذیل ہے

جو دیکھے اُس حینِ حسن کی بہار بہار نہ منہ دکھائے جو انانِ باغ کو زہار  
 کیا ہے خار غم گلر خانِ دل جو گلزار بزرگ دامن گلچین ہو زخمِ دہن زار  
 بنایا بلب تصورِ ناتوانی نے۔ اٹلی نہ آنکھ مری گو قریب تھا گلزار

ادھر بھی دیکھ کہ تیرنگہ کی خواہش میں  
 سمجھ کے ابرو خوار تیرے اوقات  
 مثال خار ہے خوار باغ عالم میں  
 نہار و نل سے اٹھے شعلہ ہر عالم میں  
 جہاں ہوں میں دل میں خیال ساقی کا  
 نہاں کر کہ اُسے جلا کے خاک کیسا  
 کھلا ہے ہر دہن زخم صوتِ سفار  
 گلے کو تیغ پہ رکھ رکھ دیا ہر سو مبار  
 بہن تو آئی نظر ایک سی خزان و بہار  
 جب آگے یا کسی گل کے آتشیں خار  
 بنار ہا ہوں میں کعبہ کو خانہ خار  
 نہیں تو ڈھونڈتے ہوتے زمین پر افرار

خدا کی یاد دلائی تہوں کی فرقت نے

کیا وہ کام کہ نکلے بیک کر شمعِ دوکار

انھوں نے کانپور میں تباہی ۱۴ محرم روز یکشنبہ ۱۳۲۲ھ انتقال کیا۔ اور وہیں

دفن ہوئے۔

(ض)

## ضیاء الدین

حضرت ملا ضیاء الدین محدث مدنی۔ استاد حضرت مخدوم قاری نظام الدین بھکیمہ رحمۃ اللہ علیہما۔ یہ بہت بڑے فاضل رفیع القدر جلیل المنزلت تھے۔ مدنیہ طیبہ کے رہنے والے شریف خاندان سے تھے۔ ہندوستان میں بغرض سیاحت تشریف لائے۔ دو سال تک ٹہلی میں قیام رہا۔ پھر یورپ کے اضلاع میں تشریف لائے۔ نواح لکھنؤ میں ۵ سال چار ماہ اقامت کی۔ بہت سے لوگوں نے انکی خدمت میں حاضر ہو کر علم حدیث حاصل کیا قاری امیر سیف الدین نے بھی اپنے صاحبزادہ حضرت مخدوم نظام الدین قاری کو انکی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت مخدوم صاحب نے جامع الاصول و صحیح بخاری انھیں سے پڑھیں۔ اور باطنی فیوض بھی حاصل کئے۔ ایک درود شریف انھوں نے حضرت مخدوم صاحب کو تعلیم فرمایا تھا۔ جس سے جناب رسالت آبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ اور بہت سے فوائد اور فیوض حاصل ہوئے۔ اسی قصہ میں انھوں نے وفات پائی۔ مزار شریف متصل مزار حضرت مخدوم صاحب جانب مغرب خطیرہ میں بیرون جگری روضہ واقع ہے۔ سنہ و تاریخ ولادت و وفات و دیگر حالات تلذذ وغیرہ نہ دریافت ہو سکے۔

## ضیاء اللہ

ملا ضیاء اللہ۔ ابن ملا عبد الکریم۔ ابن حافظ شہاب الدین۔ ابن مخدوم قاری نظام الدین۔ یہ درویش کامل صاحب قدرت و تصرف۔ عالم و حافظ و گوشہ نشین اور اپنے والد ماجد ملا عبد الکریم صاحب کے طریقہ پر اقامت گزین تھے۔ مشہور ہے کہ ایک روز ایک فقیر صاحب کمال مغلوب احوال نشہ مخی نام (جنگا مزار) سے

پرگنہ موہان میں ہے) کا گوری آئے۔ اور مسجد محلہ قصبہ میں آکر ٹھہرے۔ وہ بھنگ پیا کرتے تھے  
 اُس روز انھوں نے مسجد میں بھنگ پینے کا ارادہ کیا۔ انھوں نے دیکھ کر کہا کہ یہ خدا کا گھر  
 ہے۔ یہاں ایسی خلاف شرع بات بہت نازیبا ہے۔ انھوں نے ناخوش ہو کر کہا کہ "مائے  
 محنی پا" یعنی ایسا تیر مارا کہ کارگر ہو گیا۔ انکی یہ عادت تھی کہ جس سے خفا ہوتے ہی کہتے  
 جس کا بہت جلد اثر ظاہر ہوتا۔ انھوں نے یعنی ملا صاحب نے جواب میں کہا کہ محنی تیرا  
 خالی کر دم" اُس روز سے انکے اس مقولہ کا اثر بالکل جاتا رہا۔ ملا صاحب پر تو اثر کیوں  
 ہوتا۔ اور کسی پر بھی پھر اثر نہیں ہوا۔ باقی اور حال سنہ و تاریخ ولادت و وفات دریافت  
 نہ ہو سکا۔ مزار مبارک پہلوئے مزار ملا عبد الکریم صاحب متصل مسجد محلہ قصبہ واقع ہے۔

(ط)

## طفیل علی

شیخ طفیل علیخان فوجدار۔ ابن شیخ محمد۔ ابن شیخ غلام نبی۔ ابن نواب قنظم الملک خان  
دترخان شیخ جارا اللہ علوی ہفت ہزاری صوبہ دار خیر آباد وغیرہ۔

یہ نہایت بنجیدہ باوجاہت ولیاقت شخص تھے۔ علوم و رسم کی تعلیم حضرت مولانا حمید الدین  
محدث۔ و نیز دیگر علما سے پائی۔ حضرت شاہ محمد کاظم قلندر قدس سرہ کے خاص مریدین سے تھے  
سب پہلے ہی مرید ہوئے۔ ان کے زمانہ صغریٰ میں حضرت شاہ محمد کاظم قلندر قدس سرہ نے  
ان کے والد ماجد سے فرمایا تھا کہ اس لڑکے کو مجھے دید و بین اس کی تعلیم و تربیت کروں گا۔ چنانچہ ان  
نے ان کی تعلیم اور تربیت کی۔ اولاً تصوف کی ضروری کتابیں پڑھائیں۔ پھر اذکار و افکار خاندانی  
بتلائے۔ اور کوئی دقیقہ دقایق درویشی۔ اور حقائق و معارف سے نہیں چھوڑا جو نہ بتایا ہو۔  
اور بلحاظ ان کی استعداد صحیح ولیاقت صریح کے اپنے سلسلہ کا مجاز بھی فرمادیا۔

یہ نہایت باوضع اور وحیہ صورت۔ صلیح ظریف الطبع و بدلیہ شیخ و پُرگو۔ با عقل و فہم  
و خوشخو تھے۔ بصورت باخلق و معنی باحق کے مصداق تھے۔ اگرچہ لباس دنیا دار نہ رکھتے تھے  
لیکن و حقیقت تارک اور خدا پرست تھے۔ ایک بار حضرت سیدنا شاہ باسط علی قلندر رحمہ اللہ آبادی  
کے حضور میں حاضر ہو کر ان سے بھی فیضیاب ہوئے۔ ان کے حالات دیکھ کر اپنا رحس اور اہل  
دنیا کو حیرت ہوتی تھی کہ باوجود تعلقات دنیوی کسی وقت خدا پرستی اور بندگی سے غافل نہیں  
رہتے تھے۔ امور دنیاوی میں نہایت خوش معاملہ تھے کبھی رعایا پر سختی نہیں کرتے تھے جل مر  
کی طرف متوجہ ہوتے۔ فوراً وہ بات ہو جاتی۔ ان کی عادت تھی۔ جس وقت تک کپڑی میں بیٹھتے  
کام کی طرف متوجہ رہتے۔ بعد اُسکے کچھ سروکار نہ رکھتے۔ شب بیدار۔ اور پابند اوقات  
و وظائف تھے۔ اور بہت بڑے با خلوص و نیاز۔

ابتداء بخشی ابوالبرکات خان بہادر کے رسالہ میں۔ نواب شجاع الدولہ بہادر کی ملازمت  
کی۔ بعد اسکے راہ جھاؤ لال اور میان الماس علیخان کے یہاں ملازم رہے مفصل حالات اسکے  
اصول المقصود اور لغات العبریہ میں بعضین خلفائے حضرت شاہ محمد کاظم قلندر قدس سرہ قریب  
انہوں نے بتایا، ۲۰ ماہ ربیع الاول روز چہار شنبہ ۱۲۲۳ھ بوقت صبح انتقال کیا۔ قطعہ  
تاریخ انتقال از بخشی فیض بخش مقفور کا کوری

چون طین از این جہان ناگاہ رفت	از میان آشنایان شاہ رفت
واسے داویلا چہ میگویم کہ شاہ	شمہ چہ باشد بلکہ شاہشاہ رفت
ماہمہ در جنب خوبہاش شمع	او پیش ماہمہ چون ماہ رفت
شد تبہ از رفتن او عیش ما	لطف محضے ما و اللہ رفت
عیش ما و لطف ہائے زندگی	اسچہ مارا بود خاطر خواہ رفت
صد گریبان چاک شد در ماتش	نالہ و شور و فغان تا ماہ رفت
او بدینا ہیچہ ما غافل نہ بود	از حقیقت ہائے کاراگاہ رفت
سال تاریخش خرد از روئے آہ	گفت گل از باغ جارا اللہ رفت

۱۲۲۳ھ

## ظ ظہور حسن

منشی ظہور حسن خان تخلص نگہمت۔ ابن منشی تاج حسن خان۔ ابن منشی علی حسن خان۔ ابن منشی  
مشوق علیخان۔ ابن شیخ طفیل علیخان فوجدار

یہ بتاریخ ۱۰۱۰۔ ماہ ربیع الاول ۱۲۰۰ھ بمقام امام باغ (کاگوری) پیدا ہوئے۔ سات  
سال کی عمر تک کاگوری میں رہے۔ اور ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ بعد لکھنؤ میں قیام کیا۔ اور تعلیم  
انگریزی میں مصروف ہوئے۔ لیکن چونکہ پانچ سال کی عمر میں باپ کا سایہ سر سے اٹھ چکا تھا۔  
لکھنؤ کا قیام ممکن نہوا۔ اور کاگوری واپس آئے۔ اور دو سال تک اقارب کا اعقاب کی  
پوشیدہ و علانیہ منشی زنی کی تکلیف برداشت کرتے رہے۔ بالآخر پریشانی ہو کر۔ اپنے مامون  
قاضی عبدالعلی صاحب کے یہاں قصبہ امیٹھی بندگی میں جا رہے

انھوں نے علم فارسی منشی امیر حیدر امیر امیٹھوی منشی در دولت لکھنؤ سے۔ اور نیز  
منشی فضل حسین امیٹھوی منشی رزیدنی لکھنؤ سے جو بعد غدر امیٹھی میں خانہ نشین تھے حاصل کیا  
اور کتب عربیہ مولوی حاجی شیخ یوسف علی گوباموئی مفتی و صدر الصدور بھوپال سے پڑھیں۔  
بعد گوندہ چلے گئے۔ اور مدۃ العمر ریاست بھنگا کے بعض مواضع کی مستاجری کے کاروبار  
میں مشغول رہے

یہ اردو فارسی نظم و شراچی لکھتے تھے مدتوں اودھ بیچ کی نامہ نگاری کرتے رہے۔  
شعر گوئی میں ابتداء ہی سے کافی شہرت حاصل کر لی تھی۔ نظم فارسی میں مولوی محمد حسن  
آحسن بلگرامی سے۔ اور نظم اردو میں منشی امیر احمد امیر منیائی سے ملند تھا نگہمت تخلص کرتے تھے۔  
تذکرہ روز روشن جلد چہارم شمع انجمن میں ہے۔

نگہمت۔ قاضی ظہور حسن خان۔ خلف الصدق منشی تاج حسن خان از مخدوم زادگان د



شہر سلطان نصیبہ کا کوئی متعلق شہر گھنٹو مضافات بصوبہ اختر نگر اودھہ است۔ درایام صبا صر مشرقی  
 برنو نہال وجہ دوش وزید۔ در مائیکہ بسن تیز رسید۔ روز گاسے باذا حسن خان غم غلم خوش بود  
 ہر خپر جاوہ اطاعتش پیورہ۔ اما عشق بقضائے فکر غم بیکون العنم منہ سہامت نے  
 در ترک آبادی نہ پسندید۔ در دوش باطل کوشی پیش حکام فرنگ اور بموجب الارث قرار دادہ بدعا  
 خود رسید ناچار گھت دل از وطن آبا فی برکنہ و بتخانہ خال خوش خصال خوش قاضی عبدالملی  
 در ایٹھی اقامت گزید۔ و با دفتر نیک اختر شس تروج گردید و از اینجا بقاضی ظہور کس شہر گشت  
 و مہنے مستقیم و فکرے سلیم بانامہ نگار قرابت طنی قدیم و محبت قلبی صمیم دارد و صلاح سخن از  
 استاد مولوی محمد حسن احسن میگردد۔ و رہتلے شوق سخن نجی نمود و تخلص فروقت  
 شہر تدار۔ اینک نگہشت دل پسندش اقتاد۔

انکے فارسی دارد و کلام سے جس کا بیشتر حصہ غیر مطبوعہ ہے۔ چند اشعار درج ذیل  
 اشعار فارسی

مگر باد صبا از کوسے آن عیسی رسید ای بجا	کہ روح تازه تر در قالب گلہا و میدی بجا
دل ماکعبہ و بتخانہ کجای داند	ما طلبکار بتائیم حدامی داند
ز داغ سینہ بس تنگم کہ این ظالم بسوز خود	زند آتش بجان زار و بیباکانہ میسوزد
دارم زینے زلف او صد خم خندان و نعل	ہر زخم از مشک ختن صد نافہ پنهان و نعل
جنون و ستیکہ در دشت رسیدن آرزو دارم	بہار سبزہ نورستہ دیدن آرزو دارم
چہ پروا اگر نگوید حال زار من کسے باتو	کہ از حال دل دلدادگان ہرم خبری
کشی بے وجہ صد عاشق بکشتن نگہ ظالم	ز قتل بیگناہان کو چہ خود کرد بلا داری
ز زلفش گردنم بستند طوق از من چہ میخواست	سر با داغ داغم مہر فوق از من چہ میخواست
کشتاوم چشم بر روی تو در عالم نظر بستم	باین بسن کشادن رنگ الفت خوب تر بستم
الا کے سست گرد و دم من از تبتی ہجران	کہ من پند الفت با جفا جو سخت تر بستم

سکر باتیر فرگان کسے دارم حذر از من  
دل دیوانہ ہر دم بنوک نیست بستم  
طیب مہربان بگداز من در فکر مہم  
ہر بین من سودہ الماس بر داغ جگر بستم  
کجا آزادگی گشت کہ کردم ربط باز نقش  
جنون دست مرا بکشتا و من بندہ گر بستم

زبان بیچتے ہیں نہ دان بیچتے ہیں اردو  
ستم دیکھے جائینگے گلچین کے کس سے  
پونچھ لو آہ بے اثر سے ذرا  
کیون بچھاتے ہیں چال پھر صیاد  
کانٹے انگلی گلی میں بچھتے ہیں  
جائے ہو کمان یہاں تو آؤ  
کس ناز سے وصل میں کسایہ  
غش آیا مجھے وہ کہہ کے بھاگے  
باسی ہارون سے کیون ہو اُبھکے  
اس طرح نکالوں حسرت دید  
آ نکلیں ہی ذرا مجھے دکھاؤ

انکو ابتدائے عمر سے جنابِ سالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے عشقِ نعتیہ  
اشعارِ شکران پر بودگی و محویت طاری ہو جاتی تھی سلسلہِ چشتیہ میں انکو حضرت حافظ یار محمد زبیری  
سے بیعت تھی۔ انتقال سے ۳ سال قبل گوشہ نشین ہو کر تمام وقت نماز و عبادت میں مصروف رہتے تھے  
بالآخر تباہی ۲۲ ربیع الاول ۱۲۳۳ھ مطابق ۲۲ دسمبر ۱۹۱۵ء بحالت نماز سجدہ اول میں  
راہی ملک بقا ہوئے اور وہیں اٹھٹی میں پونید خاک ہو گئے۔

انکے بیٹے قاضی خادم حسن کیل مولف تالیفِ قصبہ کا کوری و ریاض عثمانی و صبح بہار  
وغیرہ بہت لائق و قابل ہیں و طباع شاعر ہیں فضلی تخلص کرتے ہیں۔ اور نعتیہ اشعار کہتے  
ہیں۔ فی الحال لکھنؤ میں وکالت کرتے ہیں۔ ابقا ۱۰۸۰۰۰ اللہ تعالیٰ

(ع)

## عابد علیخان

قاضی عابد علیخان متخلص بہ فریاد۔ ابن قاضی محفوظ علیخان۔ ابن احتشام الدولہ ممتاز الملک  
عالیہاد۔ قاضی حافظ علیخان بہادر عباسی۔

انکو عربی و فارسی میں کامل دستگاہ تھی۔ فن اشار پر وازی میں غالب مرحوم کے شاگرد تھے  
بیچ آہنگ میں رقبہ بھی انکے نام موجود ہے۔ یہ بہت اچھے شاعر و دقیقہ رسخ تھے۔ فریاد بچلے کتے  
تھے۔ اردو میں نواب سید محمد خان زند کے شاگرد ہوئے۔ جنھوں نے انکو اپنے استاد و خواجہ  
حیدر علی آتش کی خدمت میں پیش کیا۔ انھوں نے بھی ذکاوت و طباعی کی بہت تعریف  
کی۔ ان کا ایک مکمل دیوان اور چند مختلف نظمیں تھیں جن میں سے دو نظمیں موسومہ بالہ عاشقا  
و نالہ عارفانہ طبع ہو چکیں۔ دیوان اور بقیہ حصہ نظم و شعر دستبر ذرا نہ سے ضائع ہو گیا۔ اردو  
کلام کا بہت مختصر حصہ مجھے مل سکا جو نذر ناظرین ہے۔

مے پر فروہ گل لیکے ہم نصیر آیا	مجھے پیام رہائی دم اخیر آیا
ہوس دلاتا ہو ہر دم خون پیابان کی	لو اور دیکھو یہ اچھا مرا مشیر آیا
نمود سبز خط سے گیا غبار انکا	پیام صلح کا لیکر نیا نصیر آیا
نگاہ گرم سے دیکھا جو میں نے نالہ کیا	ادھر سے بر جھپی چلی اور ادھر سے تیر آیا
حضور حضرت استاد جب گیا فریاد	یغل ہوا کہ شہنشاہ کا وزیر آیا
مُرغانِ نفس چپ ہو شیون نہ کر دم	اچھا نہیں حیا کو دشمن نہ کر دم
دل چاک چاک ہو گیا کچھ غم نہیں رہا	اچھا ہوا جو قابلِ مرہم نہیں رہا
ہو گیا ہے خانہ تن زعفرانی ان دنوں	رنگ لائی ہے ہماری ناتوانی ان دنوں
اہر دیوں نے دیے ہیں دل غم کو استعد	بگیا ہے دامن دل کا مدانی ان دنوں

مرگیا زندان میں یا بند جنوں شاید کوئی، خانہ از بخیر میں ہے لوح خوانی ان فنون

ہو رفت تری بیل بیجان تو نہیں ہے یہ خواب مرا خواب پریشان تو نہیں ہے

ہر مرتبہ پڑتی ہیں جو آنکھیں ترسے خاطر یہ سبرہ چراگاہ غزالان تو نہیں ہے

روتا ہوا اگر ابر تو بقیاب ہے بجلی تابوت مرا بے سرو سامان تو نہیں ہے

اے جان بھلا آپکو دکھلاؤں میں کیونکر کچھ دلخ کلیجہ کا نمایان تو نہیں ہے

خفا ہو گئے بیوفا کہتے کہتے میں کہنے لگا کیا سے کیا کہتے کہتے

لب زخم خندان سے بوچھے تو کوئی کہ کیوں چپ ہوئے ماجر کہتے کہتے

میں کس کس سے کہتا پھر دن درو اپنا کہ آتی ہے مجھ کو حیا کہتے کہتے

ستم ہائے گردون گردان نہ پوچھو کہ سر پھر گیا ماجر کہتے کہتے

کسی کی نہیں میری تقصیر ہے یہ خفا ہو گئے بے وفا کہتے کہتے

انکی شاعری کا شہرہ جب دربار شاہی لکھنؤ تک پہنچا تو یہ طلب ہوئے۔ انھوں نے عرضداشت اور قصیدہ مدحیہ لکھ کر پیش کیا۔ بادشاہ اودھ واجد علی شاہ بہادر بہت خوش ہوئے اور حسب دستور قدیم خاندانی انکو بھی سات پارچہ کا خلعت عطا کیا یہ حضرت شاہ تراب علی قلند قدس سرہ کے مخلص مریدین سے تھے

ان میں تنظیمی قابلیت بہت تھی۔ دو ذوق بھائیوں میں یعنی ان میں اور قاضی مصی علی خان صاحب میں بہت اتحاد تھا۔ علمی مشغلہ کو یہ بہت زائد پسند کرتے۔ ایک تاریخ اس قصیدہ کا کوری کی موسومہ بہ صبح وطن لکھنا شروع کی تھی۔ انھوں نے وفات کی۔ اور وہ تمام نہ ہو پائی۔ اگر تمام ہو جاتی تو بہت اچھی تاریخ ہوتی۔ جتنا حصہ کہ موجود ہے یہ تنقاری کا عمدہ نمونہ ہے۔

انھوں نے تاریخ ۵۴ ماہ شوال ۱۲۹۶ھ بمعارضہ تہیب ولرزہ انتقال کیا۔ اور محلہ قاضی گڈھی کا کوری میں اپنے خاندانی قبرستان میں دفن ہوئے۔

## عابد علی علیہ السلام ملکہراشاہ

انکے خاندانی حالات نیز یہ کہ کہاں کے باشندے تھے۔ کاکوری میں کیسے آئے۔ اسکا پتہ نہیں چلتا۔ یہ زمرہ مجازیب اولیاء اللہ سے تھے۔ جذبی حالت بہت غالب تھی بالکل بہنم رہتے تھے۔ کاکوری کے عمائدین انکے بہت متقد تھے مفتی خلیل الدین خان بہادر کو بھی انکے بہت عقیدت تھی۔ فرط شفقت میں اکثر یہ انکے مکان پر بھی جایا کرتے تھے۔ جب بن زائد ہوا اور مخدوری ہوئی۔ تو چار لڑکوں کو اپنی خدمت میں رکھا تھا۔ وہ چار دن اکوٹھل مٹ کے اٹھالیجائے جو کچھ ملتا وہ سب انھیں لڑکوں کو تقسیم کر دیتے۔ اکثر مفتی صاحب ہوا وار بھیج دیا کرتے تھے۔ یہ اُس ہوا وار پر سوار ہو کر انکے یہاں آتے مگر لڑکے ضرور ساتھ ہوتے چنانچہ مشہور ہے کہ مفتی صاحب نے اپنے ملازمین کو حکم دے رکھا تھا کہ کوئی شخص غیر اطلاع اندر نہ آنے پائے اسی کے دوسرے روز جب دستور شاہ صاحب گئے۔ جب اندر جانا چاہا۔ تو ملازمین نے روک دیا وہیں بیٹھ گئے اور بڑا ناراض شروع کی۔ مفتی صاحب کو خبر ہوئی وہ خود آکر بہت منت سماجت سے ان کو لے گئے۔ اندر پہنچ کر انکے کہنے لگے کہ جو کچھ تم نے اپنے میں بہت بھوکے ہیں۔ کچھ دنوں میں کاٹنے دوڑینے مفتی صاحب نے معذرت کر کے نذر پیش کی۔ انھوں نے لیکر لڑکوں کو دیدیا۔ شاہ منصب علی خلیفہ حضرت شاہ گرامت علی رحمۃ اللہ بھی فیضیاب تھے۔ منتقل ہے کہ جب انکا انتقال ہوا تو پیر ٹیرے ہو گئے تھے۔ سیدھے ہی نہیں ہوتے تھے۔ شاہ منصب علی نے دیکھ کر کہا کہ چچا اب پیر سیدھے کر لیجئے فوراً سیدھے ہو گئے۔ اسی کے ساتھ کرٹ بھی لی۔ پھر شاہ صاحب موصوف نے عرض کیا کہ فقیروں سے ان باتوں کے کیا واسطہ۔ فوراً یہ حالت نفع ہو گئی۔ اور ٹھل مردہ کے ہو گئے۔

انھوں نے ہر ذیقعدہ کو ہجرت ۹ سال انتقال کیا۔ مزار قبور محلہ دلی مگر کاکوری مسلمان میں نیم کے درخت کے نیچے واقع ہے۔ زائد حال نہ دریافت ہو سکا۔

## عاشق اللہ

شاہ عاشق اللہ قلندر۔ اسکا اصلی نام گل خان تھا۔ یہ قوم افغانہ سے تھے۔ اکبر پور ضلع کابول کے رہنے والے تھے۔ آبا و اجداد اس کے صاحبِ جاہت و اثر جاگیر دار و منصب دار تھے۔

بدشعور سے ان کی طبیعت میں وارستگی اور درویشی کی جانب میلان تھا۔ فقر کی خدمت میں

زیادہ حاضری دیتے۔ اور مرشدِ کامل کے تجسس رہتے بالآخر تقصضائے من طلب و جہد فوجد۔

جس نے مائین شیخِ محی حیات کا کوروی۔ الماس علیخان نواب ناظر کی طرف سے اکبر پور کے عامل تھے

وہاں میر رحم علی فیض آبادی سے جو حضرت عارف باللہ شاہ محمد کاظم قلندر کے متقیدینِ خاطر

خود بھی صاحبِ ذوق و صاحبِ دل تھے ملاقات ہوئی۔ انھوں نے ایک روز حضرت صاحب

موصوف کا تذکرہ کیا۔ یہ مشتاق ہو کر حاضر خدمت ہوئے۔ چونکہ طالبِ صادق تھے بجز ملاقات

فرطِ مسرت و محبت سے رہنے لگے۔ حضرت صاحب نے ان کو قیام کا حکم دیا۔ پھر چپ

چینیوں کے بعد سلسلہ عالیہ قادریہ میں مُرید کیا۔ اذکار و افکار۔ اوراد و اشغال کی تعلیم فرمائی۔

اکثر زایل تصوف بھی پڑھائے۔ پھر لباسِ فقر عنایت کیا۔ یہ بوجہ اپنے حسن استعداد کے بہت

مقبول تھے۔ سرفروضر میں ہمیشہ ساتھ رہتے۔ حضرت صاحب جس زمانہ میں اکرم یا باسط کی

زکوٰۃ دینے کے لئے حسبِ طلب اپنے پرورشِ حضرت سیدنا شاہ باسط علی قلندر صاحبِ شانہ و گدگدہ

ضلع الہ آباد پر حاضر ہوئے۔ تو یہ بھی ساتھ تھے۔ لوح و دھوئے کی خدمت انھیں سے متعلق تھی۔

حضرت شاہ باسط علی قلندر بھی ان کے حال پر بہت عنایت فرماتے۔ اور عارف باللہ کا فقیر

فرمایا کرتے۔

ابتداء میں ایک روز ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تھی۔ آنحضرت نے

اپنی کلاہ مبارک ان کے سر پر رکھ کر نعم شہادۃ نام عطا فرما کر ارشاد کیا کہ میں نے تجھ کو ہدایت

کو میں سے نجات دی۔ تمام امور فقیر میں ان کو حضرت عارف باللہ سے اجازت تھی۔ بقیہ عمر انھیں

کی خدمت میں سبر کی بجز و مرتب کے اپنے مکان نہیں گئے۔ ریاضات و مجاہدات ترک نہ فرمائی  
اپنے اقراں و ائیل میں یکساں تھے۔ اور بہت بڑے صاحب حال اور قوی القوت تھے۔ اکثر  
کہا کرتے تھے کہ میں نے خدائے عالیٰ سے یہ کہ مجھ کو مرشد صاحب شریعہ جامع کمالات شفیق و جوان  
ملے۔ چنانچہ سب باتیں ملوک کے موافق ملین۔ مگر اس قدر فرق ہوا کہ حضرت پیر مرشد نے مجھ سے  
پہلے وصال فرمایا۔

وفات انکی تباہیچ ۴۰ ماہ رمضان المبارک روز یکشنبہ ۱۲۲۱ھ چار ماہ بعد اپنے پیر مرشد  
کے ہوئی۔ مزار انکا بیرون دروازہ مسجد خانقاہ شریفہ زیر درخت انبہ اندرون خطیرہ خشتی واقع ہے  
روح مزار پر قطعہ تاریخ انتقال مرقومہ مولوی شریف الدین مرحوم کا کوڑی کندہ ہو و ہوا ہے  
از شاہ کاظم یافتہ تاج خلافت عالمی روح و روان عاشقان شہ عاشق اندام او  
چون رابع رمضان ۱۲۲۱ھ بعد شہرہفت سنخ دیرودہ معشوقیت کن عاشق پاکیزہ رو  
ناچار دل گفتمہ زمن در فکر سال حلتش سنہ یکھزار و دو صد و سبست یکم ہجری  
انے اشاعت سلسلہ سنی نہیں گئی۔ یعنی انھوں نے نہ کسی کو مرید کیا اور نہ خلافت دی۔ رحمۃ اللہ علیہ

## عاشق علی خان

نواب امیر عاشق علی خان بہادر شہزادہ اوہ۔ ابن شیخ طفیل علی خان فوجدار۔ انکی ولادت  
۱۱۹۵ھ میں ہوئی۔ بخشی ابوالبرکات خان بہادر کا کوڑی سے قطعہ تاریخ ولادت نظم کیا تھا جو  
درج ذیل ہے۔

چون مشک کو سے طفیل آمد خلعت،	کو سراپا بخت و اقبال آمد،
سال تباریخ ولادت اسروش	ز درتسم با بخت و اقبال آمد۔

۱۱۹۵ھ

یہ بہت بڑے مغرور و مقتدر صاحب جاہ و ثروت تھے مفتی خلیل الدین خان بہادر کے بعد یہ

عہدہ سفارت دودھ پر مامور ہوئے عرصہ تک کلکتہ میں شاہ اووہ کے سفیر رہے۔ ۱۲۴۰ھ رجب ۱۲ روز  
پنجشنبہ ۱۲۴۲ھ کو علاوہ دخلعت سابق کے ایک دخلعت معہ بالکی جھالردار و فیل عطا ہوا۔ بعد  
اُسکے مستفیض ہو گئے۔ جاہ و ثروت بہت پیدا کی۔ علاوہ دنیوی عیش و عشرت کے۔ درویش صفت  
بھی تھے۔ حضرت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ کشف المتواری میں لکھتے ہیں۔

"فاشق علی خان بہادر مرد فہیدہ و بنجیدہ و خیر است۔ در عہد دولت و اقتدار خود کے رائج دہ  
نشدہ بلکہ حسب حال بایگانہ و بیگانہ خود خدمت شایستہ کرد و میکند از بد و عمر نصیبہ درویش سر  
درین آخر عمر نہایت مزاج اہل تصوف است وفاق خوش دارد با وجود فراغت و دولت و راستہ  
از بے تعلقی بر میکنید مذاق توحید و جودی دارد اکثر وقت کتب تصوف و مطالعہ می باشند بالفعل  
بود و باش خود در دنیا پورا اختیار کردہ است۔ مکانے خوب و ستانے مرغوب آنجا آراستہ است  
در صورت اہل دنیا سیرت درویشان پیرستہ است۔ خلائش عمر در او بہ و در ذہن بر و توفیق خیر و اعمال  
نیک وے در ترقی دارد کہ با فقیر خیلے ربط و محبت دینی است ۱۱

بیعت ان کو حضرت سیدنا شاہ محمد کاظم قلندر قدس سرہ سے تھی۔ اور تعلیم و تربیت حضرت  
غوث ملت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ سے جیسا کہ خود حضرت غوث ملت کے مکتوبات سے  
جوانکے نام ہیں (اور کتاب مطالب رشیدی کے خاتمہ پر درج ہیں) معلوم ہوتا ہے۔  
انکے مصنفات سے حسب ذیل رسائل ہیں (۱) ذخیرۃ العقبانی فی فضائل ائمۃ الہدیہ مطبوع  
(۲) رسالہ کلمۃ الحق غیر مطبوع (۳) رسالہ نقد دل غیر مطبوع۔

وفات انکی کلکتہ میں تہائیچ ۱۰ ماہ رمضان المبارک روز شنبہ ۱۲۵۶ھ مطابق ۲ نومبر ۱۸۴۰ء  
ہوئی اور وہیں کلکتہ میں دفن ہوئے۔ قطعہ تاریخ وفات از منشی امیر حسن خان بٹل کا کروی ۵

در پنج و صد ہزار افسوس کا روز	دل از مرگ پدر دارم پریشان
نفان کرد و در چرخ فتنہ برہ از	شستم بندہ در خیل یتیمان
خندنگ ماتم و در مغر جان زنت	جگر شد چاک و خون بار یترگان



قبائے آسمان زنگارگون نیست  
درینا دست مادست دعا بود  
بسمی افتدم اکنون برفغان  
بجست گو کجا عاشق علی خان  
۱۲۵۹ھ

## عالم علی

منشی عالم علی مختص بہ شوقی۔ ابن منشی کاظم علی۔ ابن منشی یوسف علی۔ ابن منشی شرافت علی۔  
ابن منشی غلام مرتضیٰ مصنف جواہر الانشار۔ یہ نہایت قابل اور فارسی کے بہت بڑے ماہر تھے۔  
راجہ درگا پرشاد سیدی بوشان اودھ میں لکھتے ہیں:-

”منشی کاظم علی بدوش پرنسپل میگزارد۔ ابا پرشاد منشی عالم علی طرز خاص اختیار کردہ نظم و شعر پر  
بنایت خوب میگزید و سخن بلندی سراید نطن غالب آست کہ در چند روز از ناموان این دیار گردد۔“

بیعت ان کو حضرت شاہ حیدر علی قلندر قدس سرہ سے تھی۔ حضرت والد ماجد مولانا حافظ  
شاہ علی اوز قلندر قدس سرہ کے مسترشدین سے تھے نظم و شعر دونوں بہت اچھی لکھتے۔ درمی بان  
خوب جانتے تھے۔ حیدر آباد میں مدت تک رہے۔ دہان ایران میں سے برابر ملاقات رہی  
ان لوگوں کی صحبت میں بیٹھنے کا زائد اتفاق ہوا۔ اور یہاں کا کوری میں بھی منشی عبدالحی عری  
کی فیض صحبت نے بہت کچھ اثر کیا۔ ایک میلاد شریف بھی لکھا تھا جو حیدر آباد میں چھپ کر  
شایع ہوا۔ انکا فارسی کلام بہت ہے قصاید بھی ہیں غزلیں بھی ہیں۔ کچھ کلام درج ذیل ہے:-

دل دیوانہ من بردنایے عجبے  
عشوہ بانے عجبے عربدسانے عجبے  
شب عرم شدہ کوتاہ و بیابان زرسید  
پر و شیم غرض تسکوہ نظر فین نامند  
اوپر نانے عجبے من بہ نیانے عجبے  
تقصہ الفت مجھوہ وایانے عجبے  
توف برین طاعت زہاد کہ این اہل ریا  
می فریبند جهان را بہ نانے عجبے

واسے برمن کہ شب روزِ بختِ خوش  
 ساتی بدہ آن قوت جان کش فوقِ زندان پرورد  
 قطره از دُنا بان گہرِ ذرہ از درخشانِ ستر  
 آید بشیشہ چون پری رخسارِ چو ماہ و مشتری  
 عشرت دہا فسردہ را علتِ بروغم خوردہ را  
 بر رخِ فراید رنگ را ازلِ زواید رنگِ ا  
 از لالہ سازد ساتگینِ دزلِ برآرد انگبین  
 در صحنِ کشاید چو لبِ یاقوت سازد از خند  
 ہر دور را باشد دوا کم زور را بہت طاقت  
 جاہل شود قابلِ از دنا قص شود کامل از د

باز قیامِ بدوش را دینا نے عجے  
 از رخ و اندازِ غوان و دل گلستان پرورد  
 ساغر از و خمام و سحر مہر درخشان پرورد  
 در تن کند جان پروری از خاک انسان پرورد  
 یک جہرہ اش آزرده را دل بخشد و جان پرورد  
 صد دانش و فرہنگ را در طبعِ نادان پرورد  
 باو نسیمِ مشک چین و دغرا مکان پرورد  
 از نظر و در بطنِ صدف گوہرِ بجان پرورد  
 بیمار را بخشد شفا از درد و در مان پرورد  
 آسان شود مشکل از دہرِ مشکل آسان پرورد

### عبدالاحد

شیخ عبدالاحد۔ ابنِ شیخ ہدایت النبی۔ ابنِ شیخ کرامت اللہ۔ ابنِ شیخ بدیع الزمان ابنِ  
 شیخ عنایت اللہ۔ ابنِ شیخ مینا۔ ابنِ شیخ محمد مکرم۔ ابنِ شیخ عبد الواحد۔ ابنِ مخدوم شیخ  
 قیام الدین صدیقی۔

یہ زیادہ تر حکمت مین رہے۔ علوم عربی و فارسی مین بہت قابل تھے۔ جو انگریز کہ ولایت  
 آتے تھے انکو تعلیم دیتے۔ چنانچہ کرنیلی۔ ویکناٹن کہ جو بہت بڑے مصنف گذرے ہیں۔  
 اور شرح محمدی کے متعلق جنھوں نے بہت مسوط کتابیں لکھیں انھیں کے شاگرد تھے۔ حکمت مین  
 یہ بہت ذی عزت سمجھے جاتے تھے۔ اور بہت ہی وقت کی نظم سے رد کیے جاتے آخر مین  
 غدر سے قبل وطن آئے یہاں سے پھر آگے گئے۔ اور وہاں عدالت صدر دیوانی مین نشی  
 ہو گئے۔ وطن آئے تھے کہ پیام اجل آپہنچا یہ مین انتقال کیا اور متصل اپنے مکان کے اہل کے

درخت کے نیچے اپنے چچا شیخ حکیم اللہ شہید کی قبر کے برابر جانب مغرب دفن ہوئے۔

## عبدالباسط

مولوی عبدالباسط ابن شاہ حکیم باسط انخون نے کتب درسیہ مولوی حسین احمد محدث ملیح آبادی سے پڑھیں۔ بہت ہی لائق و قابل شخص تھے۔ حضرت غوث ملت مولانا شاہ تراب علی قلندر قدس سو سے بیعت تھی۔ اپنے پیر و مرشد کے بڑے عاشق و جان نثار و سچے فدائی تھے۔ رات دن خدمت میں حاضر رہتے۔ اور فوائد و برکات حاصل کرتے۔ حضرت غوث ملت کے دیوان کی کتاب بھی انھیں سے متعلق تھی۔ جس کے بارہ میں منقول ہے کہ حضرت غوث ملت نے کبھی تکیہ شریف پیر مہینہ کہا۔ بلکہ ہستی کی آمد و رفت میں دو غزلین کہنا لیتے تھے۔ اور واپسی پر ان سے فرماتے کہ عبدالباسط لکھو یہ لکھ کر شام کو سنا تے تب اس پر اصلاح دیجاتی۔

انکی محبت و خلوص کے متعلق یہ واقعہ حوض الکوثر میں مرقوم ہے کہ حضرت غوث ملت کے وصال کے دو سکر روزانہ نماز شریف کر گیا تھا۔ یہ نماز شریف صاف کرنے کے لئے قبر میں آئے۔ جب مٹی صاف کر چکے۔ تو خیال پیدا ہوا کہ ایک مرتبہ اور حضرت پیر و مرشد کی زیارت کر لینا چاہیے۔ کفن جب کھولا تو دیکھا کہ چہرہ مبارک نہایت فرحان و شادان اور منور ہو۔ اور مونچھیں چڑھی ہوئی ہیں۔ اور شجرہ جو دفن کے وقت سرانے طاق میں رکھا گیا تھا۔ وہ سینہ مبارک پر کھلا ہوا دکھا ہے۔ اور انگشت شہادت حضرت قطب الاقطاب شاہ مسعود علی قلندر قدس سرہ نے اپنے پیر و مرشد کے نام نامی پر رکھی ہوئی ہے۔ یہ دیکھ کر انخون نے اور حاضرین آستانہ کو بھی ہلا کر زیارت کرائی۔

انکا معمول تھا کہ روزانہ نماز شریف پر بھاڑ دیتے۔ جو کچھ خاک ہوتی اسکو گھر لیجا کر جمع کرتے۔ اور یہ وصیت کی تھی کیسے مرنے کے بعد یہ سب خاک میری قبر میں ڈال دی جائے چنانچہ دو تین شلے خاک نکلی تھی۔ جو حسب وصیت قبر میں بچھا دی گئی۔ اپنے پیر و مرشد کے عرس

کے قائم کرنے میں بھی یہ بہت ساعی تھے۔ انکی وفات کے بعد یہ بہت مغموم رہتے تھے۔ اسی غم میں پورے دو سال کے بعد بعارضۃ تپ فرمن انتقال کیا۔ انتقال سے چند روز قبل اعز و مین سے کسی نے خواب میں دیکھا تھا۔ کہ حضرت غوث ملت انکے یہاں تشریف لے جا رہے۔ لوگوں نے پوچھا فرمایا کہ ”عبدالباسط کا لے جات ہوں“۔

انھوں نے بتایا کہ ۲۵ ماہ جمادی الاول کے روز یکشنبہ ۱۲۷۸ھ انتقال کیا۔ اور خاندانی قبرستان واقع تکیہ شریفہ میں اپنے پیرومرشد کی درگاہ شریفہ کے قریب دفن ہوئے۔ قطعہ تاریخ وفات از منشی محمد رضا صبر کا کوری سے

آہ کا شب زجور لشکر عسّم	کشور صبر و تاب غارت شد
آن سراے کہ عیش سامان داشت	مسندل صد ہزار آفت شد
آن مکانے کہ بود صحن چمن	خارزار و مقام حجت شد
چون نالم کہ تاب ضبط نماند	چون نگریم کہ سلب طاقت شد
عبد باسط ز دل عزیزم بود	زیخاں شب لبوے جنت شد
از غم فرقتش دلم خون گشت	بحر خون چشم تر ز وقت شد
حیف آن زہد و آن عبادت او	اُن بر عرش کہ صفت طاعت شد
آہ صد آہ بر صلاح شباب	کہ باین سن بزرگ سیرت شد
بود ز دل فدائے شاہ تو آب	خاتمہ خوش بخت سیرت شد
اتفاق جہانیا نست برین	کہ کسے کم باین عقیدت شد
چون ز دل او غلام مرشد بود	دفن پیش مزار حضرت شد
چون بہ تحریر سال تارخیش	صہب و غمیدہ را مصیبت شد
گفت پیر فلک بصد اندوہ	نوجوان مرد بس قیامت شد

## عبدالباقی

مولوی عبدالباقی خان صوبہ دار گلبرگ (دکن) ابن حافظ عبدالصمد شہید تخلص بہ یوسفی ابن  
نشی رسول بخش شہید۔ ابن منشی فیض بخش ملکزادہ کاکوروی۔  
انھوں نے تعلیم در بہت حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر و حضرت مولانا شاہ علی اکبر قلندر  
سے پائی۔ اور فارغ التحصیل ہوئے۔ نہایت قابل و لائق تھے۔ حسن قابلیت و استعداد سے  
انکے جملہ اساتذہ اور خصوصاً حضرت مولانا شاہ علی اکبر قلندر ان پر بہت عنایت فرماتے تھے۔  
ریاست حیدرآباد دکن میں ابتداً اربعہ ہمدگاری مال مقرر ہوئے۔ پھر ترقی کرتے کرتے صوبہ  
داری تک پہنچے۔

بیت ان کو حضرت مولانا شاہ تراب علی قلندر سے تھے۔ فارسی کی تعلیم انھوں نے اپنے  
بچا منشی عبدالحی تخلص، بعرشی سے پائی۔ بہت سخی و ہمان نواز کریم النفس شخص گذرے ہیں  
ماہ صفر ۱۳۱۷ھ میں انتقال کر گئے۔ اور بمقام گلبرگ حرم روضہ حضرت گیسو دراز زمین دفن ہوئے  
انھوں نے دو بیٹے یا دو گار چھوڑے۔

بڑے بیٹے منشی تقی حسن۔ جو تعلیم مختصات حیدرآباد گئے۔ اور وہاں سوم تعلقداری  
پر مامور ہوئے۔ تقی اس حال اربعہ نظامت عطیات مامور ہیں۔ اور خطاب نواب تقی یار جنگ متنازع  
شعرو شاعری سے بھی ذوق ہے۔ احسان شاہ جامپوری سے ملندہ رکھتے ہیں۔

چھوٹے بیٹے منشی تقی حیدر بھی ریاست حیدرآباد میں ملازم ہیں۔ اوپر دسٹن سے کافی  
ذوق رکھتے ہیں۔ آدھی تخلص ہے۔ ان دونوں بھائیوں کو حضرت مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر  
سے بہت ہوا تھا۔ آمین اللہ۔

## عبدالحفیظ اعلمی

مولوی حافظ عبدالحفیظ۔ ابن شیخ اکبر علی۔ ابن حافظ غلام مرتضیٰ۔ ابن حافظ عزیز اللہ۔

ابن حافظ حنیف اللہ۔ ابن شیخ امین الرحمن۔ ابن ملا عصمت اللہ۔ ابن ملا غریب اللہ۔ ابن حضرت ملا عبد الکریم۔

ان کو علوم درسیہ میں پوری دستگاہ تھی۔ مختلف علما کے حلقہ درس میں شریک ہوئے۔ نہایت قابل اور صوفی منش شخص تھے۔ صغریٰ میں کلام اللہ نہیں یاد کر سکے تھے۔ اُسکو بزمانہ شباب بحالت ملازمت پورا کیا۔ ملازمت میں عمدہ تحصیل داری تک ترقی پائی۔ پھر نیشنل یاب ہو کر خانہ نشین ہو گئے۔ بہت منکسر نیک مزاج، متشروع و متورع و متدین تہجد گزار با وضع و باشفقت بزرگ تھے۔ اوراد و ظالفت و ذافل کے بہت پابند تھے۔ بیشتر وقت تصنیف و تالیف میں صرف ہوتا۔

بیعت ان کو حضرت مولانا شاہ حیدر علی قلندر سے تھی۔ اور باطنی تعلیم حضرت مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر سے۔ انکی خدمت میں برابر آیا کرتے۔ اور علمی مذاکرات میں وقت صرف کرتے۔ اشعار عربی و فارسی وارد و تینوں زبانوں میں کہتے۔ کتابیں بھی اچھی جمع کی تھیں۔

انھوں نے حسب ذیل تصنیفات چھوڑے (۱) فضائل احمدی مطبوع (۲) شہادت نامہ منظوم (۳) رسالہ قرأت (۴) رسالہ در حال حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ (۵) رسالہ در بیان خلق (۶) رسالہ در بیان خادات وغیرہ (۷) شرح اردوثنوی مولانا دم یہ بسط شرح لکھا شروع کی تھی۔ دو جلدیں لکھ پائے تھے۔ کہ یکا یک حج کے لئے آمادہ ہو گئے۔ اور بیت اللہ شریف چلے گئے۔ اور وہیں قیام اختیار کیا۔ اور مکہ معظمہ میں بعارضۃ اسہال کبھی ماہ ربیع الاول ۱۳۲۵ھ میں انتقال کر گئے اور وہیں دفن ہوئے۔ انکے انتقال کے بعد انکے خویش مولوی محمد جمالدین صاحب جو بہت قابل و لائق صوفی منش و صاحب نسبت شخص ہیں اُس شرح کی تکمیل کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اتمام کو پہنچائے۔

عبد الحفیظ

مولوی حکیم عبد الحفیظ۔ آبن مولوی باسط علی۔ آبن شیخ ناصر علی۔ آبن شیخ فضل اللہ۔ آبن

شیخ محمد قالم۔ ابن شیخ دانیال۔ ابن شیخ محمد طاہر۔ ابن شیخ برخوردار۔ ابن شیخ محمد۔ ابن شیخ طہ۔  
 ابن شیخ کبیر۔ ابن شیخ قاسم۔ ابن مخدوم شیخ امین الدین۔ ابن شیخ الاسلام۔ شیخ سعد اللہ  
 کندوری فرار۔ ابن قاضی سار الدین ابن مخدوم ضعی فخر الدین بجنوری۔ ابن رکن الدین۔ ابن  
 فخر الدین۔ ابن عثمان۔ ابن ابی بکر۔ ابن علی۔ ابن موسیٰ۔ ابن حسین۔ ابن عبد الرحمن۔ ابن  
 قاسم۔ ابن محمد۔ ابن حضرت امیر المؤمنین ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ حکیم صاحب کی ولادت  
 بتاریخ ۳۲ ماہ ذیقعدہ روز پنجشنبہ ۱۲۱۵ھ بہ مقام قصبہ کاکوری ہوئی۔

انکے والد شیخ باسط علی نے کاکوری میں متقل سکونت اختیار کی تھی۔ انھوں نے ابتداً  
 کچھ درسی کتابیں ایک مولوی صاحب سے جو شیخ سید الدین صاحب کے یہاں ملازم تھے پڑھیں  
 اسکے بعد عرصہ تک یہاں تکیہ شریف پر حضرت مولانا شاہ علی التستہ سید رہے۔ حضرت مولانا حافظ  
 شاہ علی انور قلندر سے پڑھتے رہے۔ پھر اپنے مامون سید حامد حسین مرحوم کے ساتھ بھوپال چلے  
 گئے۔ وہاں عرصہ تک قیام کر کے نواب مولوی سید صدیق حسن خان بہادر و دیگر اساتذہ سے پڑھا  
 اور پڑھ کر فارغ التحصیل ہوئے۔ خود کہا کرتے کہ میں نے بائیس استادوں سے کتب درسیہ  
 پڑھیں۔ پھر ریاست جھارپاٹن چلے گئے۔ وہیں علم طب کی تکمیل کی۔ کچھ دنوں عربی کے  
 مدرس اسکول میں ہو گئے تھے۔ پھر دار و فہرہ جیل ہوئے۔ اور پچیس سال ملازمت کی۔ ۱۹۱۵ء  
 میں پنشن لیکر کاکوری آئے۔ اور خانہ نشین ہو گئے۔

بیعت و اجازت و خلافت انکو مرزا صدیق بیگ بدایونی سے تھی۔ سلسلہ سہروردیہ میں  
 مرید بنے۔ اور مرید بھی کرتے تھے۔ اکثر مریدین اب بھی لکھنؤ میں دریاست جھارپاٹن میں جوہن  
 یہ بہت ہی قابل فکر النفس خلیق اور ستودہ صفات شخص تھے۔ عربی و فارسی نظم و نثر  
 بہت اعلیٰ درجہ کی لکھتے۔ شاعری بھی تھے۔ حقیقت اور نیت تخلص تھا۔ ساتھ ہی اسکے بہت  
 اچھے خوشنویس اور صلح بھی تھے۔ عربی خوب بولتے۔ بہت خوش اوقات تہجد گزار تھے۔  
 کتب خانہ اچھا جمع کیا تھا۔ در الفرائد ترجمہ اردو و ماہ الفوائد غیر مملوع ان کی مصنفہ بہترین

یادگار موجود ہے۔

نیشن کے بعد انھوں نے کچھ دنوں لکھنؤ میں مقیم کیا تھا۔ پھر کاکورہ چلے آئے اور  
یہیں مقیم شروع کیا۔ لوگ انکے اخلاق سے بہت گرویدہ تھے۔ اور انکے اعلیٰ طبیب ہونے  
کے قابل۔

انکے چند عربی نعتیہ اشعار مجھے بہت تلاش سے مل سکے جو نذر ناظرین ہیں یہ

نبیؐ نور عین الانبیاء	نبیؐ مولس للتقیاء
نبیؐ کفہ ہجر السخاء	نبیؐ بابہ دار الشفاء
نبیؐ شافعہ للمذنبین	نبیؐ راحۃ للاصفیاء
نبیؐ حاز فضلًا من اللہ	فَتَوَجَّهْ بِتَاجِ الاصطفاء
واعطاہ الالہ کل عجد	فترقاہ علی درجہ الصفاء
نبی اللہ لہ ما کان ظل	اظل الشمس من غیر الضیاء
ہو المختار للرتب العوالی	نبیؐ فاق کل الانبیاء
ہو المخصوص بالخلق العظیم	ہو المرفوع ذکرًا فی السماء
ہو السبّاح فی جبر المعانی	ہو الانسان فی عین الرضاء
ہو الکرار فی یوم القتال	ہو الطعان فی یوم الغزاء
ہو السوامی کفًا من تراب	بحسب الامر من رب السماء
نبیؐ سار للمعراج لیلًا	تفرد فی کمال الارتقاء
کما کان یری قد ام عین	نبی اللہ ینظر من قفاء
ترحمہ یا رسول اللہ للہ	علی الحبوس فی حب الشفاء
رسول اللہ نور عین قلبی	فارجو امنا تکشیف الغطاء
رسول اللہ قناع الوجہ اکشف	فروحی مستعد للفداء



لہ الاخیار من صحب وال  
صلوة الله افضلها عليهم  
رسول الله قد جاء الحفيظ  
المرہی عافى من كل شبح و  
هم الشفعاء فی يوم القضاء  
عداد الومل فی کل المساء  
ببابك راجیاً کشف العناء  
بجاه المصطفی ماحی الخطاء

انھوں نے زیتا بیچ ۳۳ ماہ ذی الحجہ ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۹۰۶ء بعارضہ طاعون بمصر  
۲۵ سال انتقال کیا۔ اور تکیہ شریف کے متصل قبرستان میں دفن ہوئے۔

### عید الحکیم

مولوی عبد الحکیم۔ ابن مولوی عبد العظیم۔ ابن مولوی عبد الوہاب۔ ابن مولوی عبد القناح۔  
آپ ملا عبد الصمد۔ ابن ملا شیخ احمد (عرفت ملا جیون) امینوی مصنف تفسیر حمزی و نور الانوار) ابن  
مولوی ابوسعید۔ ابن مولوی عبید اللہ۔ ابن حضرت شیخ عبدالرزاق۔ ابن حضرت مخدوم بہار الحق  
خاصہ خدا۔ ابن حضر۔ ابن کدن۔ ابن خیر الدین۔ ابن مکرم۔ ابن عبید اللہ۔ ابن عارف۔ ابن  
عبد الحفیظ۔ ابن تفسیر بن معروف۔ ابن غلام اللہ۔ ابن ابوتراب۔ ابن عالم۔ ابن عبد الکریم۔ ابن  
منصور۔ ابن محسن الدین۔ ابن عبد القادر۔ ابن عبد الغفر۔ ابن ابو المکرّم۔ ابن ابوالیسیر۔ ابن شیخ  
عبد الغفر۔ علیہ وار معروف بہ عبد اللہ کی صاحبی منسوب بحضرت صالح بن عبید اللہ علیہ السلام۔

یہ حضرت شاہ محمد کاظم قلندر قیاس سرود کے نواسہ تھے۔ انکے دادا مولوی عبد الوہاب  
صاحب تفسیر رقبہ امینوی ضلع لکھنؤ کے روسا۔ سے تھے اس قصبہ میں انھوں نے بوجہ اپنی ہمیشہ  
یعنی اہل بیت حضرت شاہ محمد کاظم قلندر کے سکونت اختیار کی۔

یہ بہت قابل اور لائق اور اعلیٰ درجہ کے خوشنویس تھے۔ انکے کتبہ لکھے ہوئے موجود  
ہیں۔ مولوی ہمدی علی علوی کا کوری فن خوشنویسی میں انھیں کے شاگرد تھے۔ جنکے کلام عید  
اور دلائل خیرات و حسن حسین وغیرہ لکھی ہوئی بہت موجود ہیں۔ انکے علاوہ اور لوگ بھی شاگرد تھے۔

ابتدا میں یہ کانپور میں پڑھنے کے سرشتہ دار رہے عرصہ تک اس عہدہ پر رہے نظاہری ثروت بہت حاصل کی۔ دو ایک گاون بھی خریدے۔ بہت بڑے فیاض سخی سیرشیم مہمان نواز تھے۔ انھیں دیہات میں سے ایک گاون چاندا پور قنوج کے قریب ہے۔ وہیں بیشتر قیام رہتا وہاں ایک عالیشان مسجد اور ایک مکان بنوایا۔ جواب تک موجود ہے اور وراثت کے قبضہ میں ہے وہاں کے لوگ ان کے ملاح اور عرف میں۔ انھوں نے وہیں چاندا پور میں انتقال کیا۔ اور وہیں دفن ہوئے۔ سنہ ۱۲۸۰ھ وفات و دیگر حالات نہ معلوم ہو سکے۔

## عبدالحی

منشی عبدالحی متخلص بحرشی۔ ابن منشی رسول بخش شہید۔ ابن منشی فیض بخش موزع لکھنؤ انھوں نے تعلیم و تربیت اپنے برادر بزرگ حافظ عبد الصمد دیوسفی سے پائی ابتدا سے یہ پڑھنے لکھنے کی طرف متوجہ نہیں تھے۔ حافظ عبد الصمد صاحب اس امر پر ان سے بہت نخواستہ تھے۔ تاہم ان کی جب شامل حال ہوئی۔ تو کتب بینی سے اسی لیاقت بڑھائی کہ نظم و نثر میں اپنے زمانہ میں ہمیشہ دیکھا ہوئے۔ فارسی میں بحرشی۔ اور اردو میں قیس متخلص کرتے۔ کلام منظوم بہت تھا۔ افنوس کہ ضائع ہو گیا۔ چند قصائد کتاب مستطاب روض لازم ہو تکملہ طبع ہو چکے۔ اور ایک نظم طالب رشیدی میں بھی طبع ہو چکی ہے۔ جس قدر کلام اردو و فارسی مجھے مل سکا و سچ ذیل ہے۔ کلام فارسی سے

بناؤک خور دگانش کار دامنم	کہ رمز کاوش سو فار دامنم
مشبانگہ گرد مسجد فرازات	رہ و رسم در حصار دامنم
ز نقد دین و ایمانم چہ خیزد	بہاے جنس آن بازار دامنم
گئے نالہ گئے نالاند این عشق	نواہے نئے و منقار دامنم
دامغ گرد راہش بس بلند است	نصیب آن سرود ستار دامنم

بہار گلستان گو دلشان باش	فضائے آن سیر دیوار و اہم
ز رویت نو بہار آن آفریند	زلزلت شیرہ جان آفریند
نگہ ناکر وہ در کار دل و دین	و گیسوے پریشان آفریند
تغافلہا سے پیدا خود چہ کم بود	کہ پر شہا سے پیمان آفریند
فغان از چون منے کان رشے نیکو	بالے جان صحنان آفریند
گل رویت نو آئین بلبے خواست	کہ عشق شہی را غزل خوان آفریند
شاہ من اسے من گدے کوے تو	جس لوہے رو سے بجلی رشے تو
چون نماز بے وضو قبول نیست	سجدہ جز در حنم ابر رشے تو
من بدام من اسیرم ولے من	ہر دو عالم زد بہم جادے تو
تا بکے ہر سو پریشان بگرم	اے نقاب رشے تو گیسوے تو
حسرت دل از نگاہ من عیانت	سوے من بگر چون بنیم سوے تو
گرچہ در دم دم ز نزدیکیان ز نم	شش بہت را شمی ہمارم کوے تو
بوسے یوسف چشم سر بینا کند	چشم دل سینا نامد بوسے تو
انچہ از احمد نصیحت صرف نیست	انچہ از ایزد مشیت خوے تو
سوز خسرو عرشیت را از دست	لے جان سوز آفتاب رشے تو
منم آنکہ جان نذر جانان فرستم	نم طرہ سوے عمان فرستم
ز ناخن بسینہ میر نو و مانم	ز دیدہ بدامان گلستان فرستم
درینا چہ گویم کہ عرشیتم	سر اپا منم لیک من نیستم
ایکہ از رنگ رخ آتش گلستان زدہ	دو تنگائے بسرا زدہ اعیان زدہ
من از ان لعل روان بخش بگل رختہ	گل خود از عارض گلگون گریبان زدہ
از نگہ تیغ بہر آہوے جسم آختہ	وز قرۃ تیسر بداماسے غریبان زدہ

ہر سو برسرو با گیز قد انداختہ  
 شہرہ در حشر از ان سر و خرامان نہ دہ  
 ہر و ش خردہ ازین لقا فلک دوختہ  
 در مصلا زمین سخت سلیمان نہ دہ  
 دست برفرق گدایان ز کرم داشتہ  
 پشت پائے بسرا فر شامان نہ دہ  
 رطب از لعل شکر یاد بمریم پیری  
 طعن کم حوصلگی بر بن عمران نہ دہ  
 بر فلک صد شفق از عکس رخ آغیتہ  
 مردک وارے از زنگس نشان نہ دہ  
 اشعار اردو

صبح کایان گذر کمان جاد تو ہے شگری  
 داغ جگر کو تھکے ہوش عالم شمع خاوی  
 مجھے یاد آگئی صبح شب وصل  
 بہت کچھ دھوم تھی روز جزا کی  
 تبسم سے تھا رے بلبلوں میں  
 سہنسی ہونے لگی آخر چین کی  
 یہ اولاً مرشد آباد میں اپنے بہنوئی منشی عظیم الدین کے بعد کچھ دنوں نائب رہے۔ پھر  
 کلکتہ میں آئے۔ اور نواب علی نقی خان کے یہاں کچھ ایسا سوخا بڑھا کہ وہ بجائے اپنے لڑکے  
 کے سمجھنے لگے۔ جاہل و منقولہ میں برابر کا حصہ دار ٹھہرایا۔ جب نواب صاحب کی جاگیر ضبط ہوئی  
 تو انھوں نے ان کو اپنا مختار کر کے لکھنؤ بھیجا۔ کرنل بیرو صاحب کا زمانہ تھا۔ انھوں نے لوگوں کو  
 ہموار کیا۔ اور دعوے دایر کر کے سب جاہل و چھڑائی۔ اور کل روپیہ حاصل کیا۔ پھر نواب گوہر  
 آرا بیگم زوجہ نواب علی نقی خان نے دوبارہ ان کو کلکتہ میں بعد انتقال نواب صاحب بلایا۔ یہ  
 گئے اور وہاں جا کر دس حصوں پر ترکہ تقسیم کیا۔ جس میں سے ایک حصہ ان کو بھی ملا۔ انھوں نے  
 اپنا حصہ نواب صاحب کے بیٹوں کو دیدیا۔ سرف ایک بیٹا۔ اور ایک چکین بطور یادگار ساتھ  
 لائے تھے۔ لکھنؤ پہونچ کر چکین انھوں نے راجہ امیر حسن خان کو اور بیٹکا راجہ قتل حسین خان کو دیدیا۔  
 یہ کلکتہ میں دوبارہ رس بھی تھے۔ واجد علی شاہ بادشاہ بہت خیال کرتے اور عنایت  
 فرماتے۔ اُس زمانہ میں انھوں نے جن جن کی سفارش کی۔ ان کو معقول ملازمتیں ملیں۔  
 لکھنؤ میں نواب محسن الدولہ بہادر نے ان کو اپنا مدارالامام مقرر کیا۔ اُسی زمانہ میں وقف

حسین آباد کا مقدمہ چلا۔ اور وہ انکی سہی و بیروی سے کامیاب ہوا۔ جس سے شانہ و دکان اور  
نواب زادگان میں یہ بہت منظم و موثر سمجھے جانے لگے۔ یہ نہایت ہی تین اور با وضع متواضع  
و عالی ہمت و مہمان نواز شخص تھے۔ اور وہ کے کل تعلق دار انھیں کے مہمان ہوتے۔ محلہ  
تحسین گنج لکھنؤ میں انکا قیام رہتا۔

کر نل بیرو صاحب انکے بہت مداح تھے۔ انکی قابلیت و لیاقت دیکھ کر انھوں نے  
چند گاؤں انکو دینا چاہے۔ انھوں نے انکار کیا۔ مجبوراً انھوں نے انکی ذہانت اور طباعی  
دیکھ کر بلا امتحان سند و کالت دیدی۔ اور اپنے لڑکے کی تعلیم کے لئے کہا۔ انھوں نے انکی تعلیم  
اپنے بھتیجے مولوی عبدالباقی صاحب کے متعلق کر دی۔

اُسی زمانہ میں نواب مختار الملک سرسالاہ جنگ بہادر دارالمہام حیدر آباد دکن لکھنؤ  
آئے تھے۔ موتی محل میں راجہ امیر حسن خان کے مہمان ہوئے۔ راجہ صاحب سے فرمائش کی کہ  
مجھے انتظامات کیلئے چند قابل لوگ درکار ہیں۔ راجہ صاحب نے ان سے کہا۔ انھوں نے  
خود جانے سے انکار کر دیا۔ لیکن بھائی اور لڑکوں کی باتہ اقرار کیا۔ چنانچہ مولوی عبدالباقی صاحب  
و مولوی ذکی الدین خان۔ و مولوی اکرام الدین خان۔ و شیخ ہمدی حسن تعلقدار پنبیتی پور کو ساتھ  
کر دیا۔ اور نواب عماد الملک میر سیّد حسین بلگرامی۔ اور نواب اکرام اللہ خان کو بوجہ حسن قابلیت  
و عالی دماغی پیش کرایا۔ ان سبھوں نے وہاں جا کر جو جو کار نمایاں کئے وہ محتاج بیان نہیں۔  
بیت ان کو حضرت شاہ تراب علی قلندر سے تھی۔ حضرت مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر  
سے بہت عقیدت و محبت رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ کوئی کام بغیر انکے آتمراج کے نہیں شروع  
کرتے تھے۔ آخر عمر میں خانہ نشین ہو گئے۔ بتاریخ ۲۸ ماہ رمضان المبارک ۱۲۳۵ھ انتقال کیا  
اور مسجد کوٹھی تلمہ میں اپنے بڑے بھائی کے پاس دفن ہوئے۔ نقطہ تاریخ انتقال ان نواب فضل حسن  
خان مشید اکا کو روی سے

تاریخ بست و شہرم رمضان بوقت مغرب یکبارگی بستی سے یارخت ہستی

چون ساختی تخلص خود را در مثنوی شیدا آتش کردہ بالائے عرش نئی  
انکے ایک بیٹے منشی عبدالقیوم تھے۔ جو فارسی میں بہت قابل اور ذہین تھے۔ اور  
حضرت مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر کے ارشد ملازمہ میں سے تھے۔ آخر عمر میں حیدر آباد میں تحصیلدار  
ہو گئے تھے۔ وہیں چار ماہ بعد ارضہ فلج علیل رہ کر تباہیچ ۶ ماہ شعبان المعظم زوہ شنبہ ۱۳۳۳ھ  
انتقال کر گئے اور وہیں دفن ہوئے۔

## عبدالرحمن

شیخ عبدالرحمن۔ ابن حافظ غلام محمد۔ ابن شیخ سیف الدین۔ ابن ملا ضیاء اللہ۔ ابن ملا  
عبدالکیرم یہ نہایت بزرگ باوجاہت صاحب علم و صلاح و تقویٰ تھے۔ اور ایسے خوش نصیب  
کہ وہ فخر اسلاف اولاد چھوڑی۔ جنکے حالات حیطہ تحریر سے باہر ہیں۔ انکو بوجہ قربت خویشی ملا  
غفلت اللہ دنیاوی ثروت و فراغت بھی بہت حاصل ہوئی۔ شہنشاہ عالمگیر کے دربار سے  
منصب اور جاگیر بھی ملا۔ چنانچہ باغات وغیرہ اب تک موجود ہیں۔ ایک باغ موسومہ بہ کجلا  
باغ ہے کہ حسین کبیر شریف کاظمیہ واقع ہے۔ بالین ہمہ یہ نہایت فقیر دل تھے۔ قصہ دیوہ کی  
جائداد جو انکی نانہالی تھی۔ وہ انھوں نے اپنے بھانجے شیخ غلام احمد کو ہمہ کردی تھی انکی ذات  
۲۹۔ ماہ ذیقعدہ کو ہوئی۔ باقی حالات دریافت نہ ہو سکے۔

## عبدالرقيب

ملا عبد الرقيب۔ ابن ملک عبد الرؤف۔ ابن ملک عبد الصمد۔ ابن ملک مٹھی۔ ابن حافظ  
چاند۔ ابن ملک حسام الدین۔ ابن ملک نظام الدین۔ ابن ملک بہاء الدین کیتباد۔ ابن ملا  
ابوبکر جامی۔

یہ فاضل جید مدرس و رفیق صاحب نسبت و امیر کبیر تھے۔ باوجود امارت و ثروت

اشغال و اذکار و اوراد وغیرہ کے بڑے پابند تھے۔ بیشتر اوقات ریاضت سے معمور اور دل انوار معرفت سے مسرور رہتا تھا۔ علمِ زہد و تقویٰ سے آراستہ اور کسوتِ تدین و صلاح پیراستہ تھے۔ ابتدائے شعور سے فہم و فراست و خوش الحکی و طلاقِ لسانی و خوش بیانی میں ممتاز اور درستی غم و فراخی حوصلہ و متانت فکر و دو جاہت صورت و محاسن اخلاق و بذلِ احسان میں معروف و مشہور تھے۔

کتبِ درسیہ کی تعلیم ملا سید فرنگی علی سے اور احادیث کی سند ملا غلام نقشبند لکھنوی سے حاصل کی۔ اور اپنے شفیق استاد کے ہمراہ دہلی چلے گئے۔ وہاں سے وظیفہ مقرر ہو گیا۔ یہ وہیں رہے۔ وظیفہ کچھ دنوں جاری رہ کر موقوف ہو گیا۔ اور بجائے نقد کے اراضیات معافی میں ملنے لگیں۔ تب انھوں نے بھی فرمان اٹھائیں بگیہ زمین کا پرگنہ کاکوری میں موافق ایاہ اپنے والد کے دربارِ شہنشاہ عالمگیر سے حاصل کیا۔ اور اُس اراضی کی بابتہ کہ جو موروثی تھی۔ جیسے ملک معرود نے بلغ لگایا تھا اور وہ ضبط بھی ہو چکا تھا بہت کوشش کی۔ چنانچہ حسبِ احکام شاہ عالمگیر بہرِ نواب وزیرِ الملک اسد خان و نواب عابد خان صدر الصدور و جد آصف جاہ نظام الملک فرمان حاصل کیا۔ اور اُس کے محاصل سے لبر کرتے رہے۔ پھر نواب بیت خان کی وفات میں رہے۔ نواب کو ان پر بہت اعتماد تھا۔ تمام کاروبار انھیں سے متعلق تھا۔ نواب کے انتقال کے بعد جب خانہ جنگیاں شروع ہوئیں۔ تو انھوں نے اُنکی بیگم کی وفات کی۔ اور اچھی ہوئے معاملات کو نہایت خوبی سے سلھایا۔ مخالفین کی طرف سے جب مقدمہ عدالتِ شاہی میں پیش ہوا تو انھوں نے وہاں بہت اچھی پیروی کی۔ چنانچہ اُنکی دیانت و امانت و وفاداری بہت زیادہ مشہور ہوئی۔ بادشاہ تک خبر ہو گئی۔ بادشاہ بھی بہت خوش ہوئے۔ تھوڑے دنوں تک اُس سرکار میں رہے۔ پھر ملازمت ترک کر دی۔ لیکن وہاں کے امرا سے برابر میل جول رہا۔ اُس زمانہ میں بادشاہ حسن ابدال کی زیارت کو جو کابل کے قریب ہے گئے تھے۔ لشکرِ شاہی کے ساتھ یہ بھی تھے۔ راستہ میں ایک جنگل اہل لشکر نے کھانے کے لئے قیام کیا۔ ان

اتفاق سے ایک بزرگ مرزا یار علی بیگ سے جو وہیں مقیم تھے۔ اور جن سے بادشاہ زادے سے بہت مراسم تھے، ملاقات ہوئی۔ پہلی ملاقات میں وہ ایسے گردیدہ ہو گئے کہ دوبارہ ملاقات کی آرزو کی۔ دوسری بار دہلی میں ملاقات ہوئی۔

اُس زمانہ میں ہندوستان کے تمام صوبہ جات سے جبریہ کی تحصیل انھیں سے متعلق تھی۔ جب انھوں نے وطن آنے کا ارادہ کیا۔ تو انھوں نے روانگی کے وقت سند تحصیل جنرل صوبہ اودھ اس کے نام لکھ کر حوالہ کی۔ تھوڑے ہی دنوں میں انھوں نے حسن کارگزاری سے بہت بڑی مقدار جبریہ کی حاصل کی۔ انکی نیابت میں خیر آباد میں ملک محمد عوض (والد ملا غوث) اور سندیلہ میں ان کے بھیلے بھائی شیخ عبد الحسیب اور لکھنؤ میں چھوٹے بھائی شیخ عبد الحفیظ کام کرتے تھے۔

اُس زمانہ میں یہ روزانہ قرأت حدیث کیلئے ملا غلام نقشبند لکھنؤ کے یہاں جاتے تھے ایک روز جب معمول وہیں موجود تھے۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ تمہارے نام ایک خط مرزا یار علی بیگ کا شاہجہان آباد (دہلی) سے آیا ہوا رکھا ہے۔ اُس کو دیکھو۔ انھوں نے جو اس خط کو کھول کر دیکھا تو اس میں سند سوانح نگاری صوبہ اودھ لکھی تھی۔ انھوں نے مولوی صاحب کی خدمت میں وہ خط پیش کیا۔ مولوی صاحب دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ اُس روز سے انکا تقرر سوانح نگاری پر ہوا۔ اس کام کو بھی نہایت خوبی سے انجام دیا۔

منقول ہے کہ جب کاغذات شہنشاہ عالمگیر کی خدمت میں پہنچے۔ تو وہ دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ اور کہا کہ تمام صوبہ جات ہند سے صوبہ اودھ کے حالات بہت صاف اور مختصر ہوتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ منشی نہایت ہی باسیلیم ہے۔ انھوں نے اپنی نیابت میں ہر ضلع میں ایک ایک متدین شخص مقرر کیا تھا۔ جو روز کار و روز بے کم و کاست حال لکھتا رہتا تھا۔ اور یہ اسے بغور پڑھ کر دہلی ارسال کرتے۔ اس صوبہ میں انکی وجہ سے بہت امن رہتا تھا۔ ان کو لوگ اپنا ملجا و ماوا سمجھتے تھے۔ حسن کارگزاری کی وجہ سے یہ صاحب جاگیر



منصب بھی ہوئے۔ راجکین (ضلع اناؤ) وغیرہ انکی جاگیر میں تھا۔ جہاں انھوں نے سرائے اور کنوین بھی بنوائے تھے۔

انکے مزاج میں سخاوت بہت تھی۔ مخفی طور پر خیرات بہت کرتے ہواؤں کی تنخواہیں مقرر تھیں۔ اور لڑکیوں کی نمبر گیری کرتے اور بھروسے و اما السائل فلا تنھد جو کوئی کچھ مانگتا فوراً دیدیتے اسی زمانہ کے کسی شاعر کا شعر ہے۔

شیخ عبدالرقيب كز فيضش ہمہ کس را نصیب پہنای است  
بعد ختم کار سرکار علما و فضلاء مولوی کرم اللہ ساکن کھپولی۔ و ملا محمد اصغر بالنسوی وغیرہ انکی ہم مجلس اور ہم نشین رہتے۔ اور سوائے احادیث اور تفاسیر کے کوئی ذکر ہی نہیں ہوتا تھا۔  
انکو بیعت اور اجازت و خلافت حضرت شاہ میر لاہوری قادری سے تھی۔ انکو حضرت سید میر میران سے۔ انکو حضرت بندگی میر سید محمد قادری سے۔ انکو بندگی میر سید علی ابی صالح سے۔ انکو میر سید محمد قادری سے۔ انکو میر سید حسن قادری سے۔ انکو بندگی میر سید محمد الدین ثانی سے۔ انکو میر سید ابو صالح ابی نصر قادری سے۔ انکو حضرت سید عبدالرزاق سے۔ انکو حضرت غوث الاعظم محمد الدین عبدالقادر جیلانی سے تھی۔

یہ اپنے پیروں و مرشد کینچرست میں بہت مقبول و عزیز تھے۔ ایک مرتبہ انکی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ بہت خوش ہوئے اور پیشانی پر بوسہ دیا اور بہت عنایات اور عطیات سے سرفراز کیا۔ بزرگان زمانہ مثل حضرت شاہ جہاقلندہ لاہوری۔ و حاکم ابوالقاسم عروت حافظ گھاسو۔ و شاہ پیر محمد لکھنوی۔ و شاہ حمید بہلولی۔ و حضرت سید شاہ عبدالرزاق بالنسوی۔ و حضرت قاضی میناقلندہ دہلوی۔ و شاہ دوست محمد شاہ دوسی لکھنوی۔ و شاہ عبداللطیف بھٹگانوی۔ رحمۃ اللہ علیہم سے بہت مزاحم و اتحاد تھے۔

کتب مینی سے بھی انکو بہت ذوق تھا۔ کتب خانہ بھی بہت اچھا جمع کیا تھا۔ ہمیشہ باوجود کثرت کام مطالعہ کتب کرتے رہتے۔ اور کتر ریاضات و مجاہدات سے غافل رہتے۔ اپنے

اعمال کے ہمیشہ محاسب رہتے۔ اذکار و افکار و اواراد خصوصاً وظیفہ دعا کے سیفی جو خانہ انی معمولات سے تھا فرو گذاشت نہ کرتے۔ صایم النهار اور شب بیدار تھے۔ باوجود امارت و فراغت نان حرام پر فطاعت کرتے۔ اور کہا کرتے کہ نفس کو قوت نہیں دینا چاہیے کہ وہ باغی شیطانی سرکشی پر آمادہ ہو۔ ایک مرتبہ خلوت میں دعا کے سیفی پڑھ رہے تھے۔ وہاں قریب ہی چریون کا گونسلہ تھا۔ جس سے شور کی آواز برابر آرہی تھی۔ انگو سہو ہو گیا۔ غصہ سے نظر اٹھائی۔ سب چریان مگرین اس کے بعد سے پھر سیفی پڑھتے وقت ان کے پاس کوئی نہیں جاتا تھا۔ حضرت سید شاہ عبدالرزاق بانسوی ان کے متعلق فرماتے تھے کہ شیخ عبدالربیب امانت دار و خانامان فقر ابن بارکھ اللہ فیما اعطیت سرعت فہم اور ذکاوت طبعی کا کیا کہنا ہمیشہ حقائق بات کہتے۔ اور مغرین کو خوب پہنچتے۔

منقول ہے کہ ایک مرتبہ علما حافظوا علی الصلوٰۃ والصلوٰۃ الوسطیٰ پر بحث کر رہے کر رہے تھے۔ انھوں نے کہا کہ حافظوا علی الصلوٰۃ سے اشارہ صلوٰۃ بدنی اور ارکان کی رعایت کی جانب ہے۔ اور صلوٰۃ وسطیٰ سے مراد صلوٰۃ قلبی بدوام شہود ہے۔ حضار اس ارشاد سے بہت مخطوط ہوئے۔ ان کے مشرشد خاص شیخ نصیح اللہ قدوائی بانسوی نے ان کے مفصل ملفوظات محافل خمسہ کے نام سے تحریر کئے ہیں۔

غرض کہ یہ حق پرستی اور دیانت داری میں فرو تھے۔ مقدمات اور قضایا میں کبھی اپنے و بیگانہ کی رو رعایت نہیں کرتے تھے۔ مطابق کتاب و سنت و اجماع قوسے دیتے ظلم و تعدی ہرگز روا نہ رکھتے۔ اسی زمانہ میں قصبہ دیوہ کا ایک مقدمہ پیش ہوا۔ انھوں نے حق بات پر فیصلہ کیا۔ مدعی نے ان پر اعزازی حمایت کا جھوٹا الزام قایل کر کے بادشاہ کے یہاں درخواست بھیج دی۔ بادشاہ نے درخواست پڑھ کر شانہ زادہ کا نمش کے سپرد کی۔ کہ تحقیق کر کے معزول کر دو۔ جب یہ خبر مرزا یار علی بیگ کو ملی۔ انھوں نے کام چھوڑ دیا۔ اور تین روز تک دربار میں نہیں گئے۔ بادشاہ نے جب طلب فرمایا تو جواب میں کہلا بھیجا۔ کہ میں اب ضعیف ہو گیا ہوں۔

مجھ سے کام نہ کیگا۔ اور میں حرمین شریفین و عتبات عالیات بھی جانا چاہتا ہوں۔ بادشاہ چونکہ قدر دان و رفقا پرورد تھے باصرار طلب کیا۔ انھوں نے حاضر ہو کر استعفا داخل کر کے عرض کیا کہ جب تک آپ کو مجھ پر اعتبار و اعتماد تھا۔ اس وقت تک مجھ سے کام بھی سرانجام پاتا تھا۔ بادشاہ کو انکی یعنی ملا عبد الرقیب کی مغزولی کا حکم یاد ہی نہ تھا۔ استفسار کیا کہ تم کو یہ خیال کیوں پیدا ہوا مگر ایاز علی بیگ نے عرض کیا کہ آج تک آپ کو مجھ پر اعتماد تھا۔ اور مجھے ملا عبد الرقیب پر اور فیہ شخص ہیں کہ جن کی دیانت پر آپ نے دو گناہ ٹھکرا دیا تھا۔ اب آپ نے مخالفین کے کہنے سے اسی شخص کی مغزولی کا حکم دیا۔ بادشاہ نے یہ سن کر فوراً بحال کر دیا۔ پھر وہ العمر ملا صاحب اپنی جگہ پر رہے۔

انکی تصنیف سے ایک عربی رسالہ علم تفسیر میں ہے حسین اُن آیتوں کی تفسیر لکھی ہے جو جنکے معانی کا درود قلب پر ہوا تھا۔ یہ رسالہ بھی انکے ملفوظات کتاب محافل خمسہ میں شامل ہے۔

کرامات بھی انکے بہت ہیں۔ از انجملہ صاحب محافل خمسہ لکھتے ہیں کہ ایک روز میں نے اپنے مکان یعنی بانسہ خریف جانے کا قصد کیا۔ اجازت کے لئے حاضر ہوا۔ ارشاد ہوا کہ آج ٹھہر جاؤ پانی برسنے لگے گا بھیگ جاؤ گے۔ میں نے عرض کیا کہ حضور برسات کا موسم نہیں ہے اور مجھ کو شدید ضرورت ہے۔ ارشاد فرمایا اچھا جاؤ میں رخصت ہو کر چلا دو میں میل پہنچا تھا۔ کہ یکایک ہلاؤم و گمان اید نمودار ہوا اور پانی زور شور سے برسنے لگا۔ میں اور جو کچھ میرے ساتھ اسباب تمساب بھیگ گیا۔ بالآخر مجھ کو وہیں ٹھہرنا پڑا دو سکر روز مکان پہنچا۔

منقول ہے کہ موضع ارادت نگر میں ایک ہندو رہتا تھا۔ ایک روز خود بخود اُسکے دل میں انکی زیارت کا شوق پیدا ہوا۔ چنانچہ وہ اپنے گالوں سے چلا اُس زمانہ میں بوجہ سیلاب گومتی زور پر تھی۔ بلا کشتی عبور دشوار تھا۔ کشتی میں جیسے سوار ہوا اُسکے ہاتھ میں مالا سے مروارید تھا۔ اتفاق سے وہ دریائے گریا۔ وہ بہت پریشان ہوا بوجہ شدت پریشانی ہاتھ پیر پھول گئے۔ بہت کچھ کوشش کی مگر بوجہ طغیانی شدید مالا نہ مل سکا۔ جب بالکل مایوس ہوا تو انکی طرف رجوع کی اور عرض کیا کہ ایسی توجہ ہو کہ مالا ملجائے اس کہنے کے ساتھ ہی مالا نکل آیا اور سطح آب پر تیرنے لگا۔ اُس نے

اُٹھایا اور حاضر خدمت ہو کر واقعہ بیان کیا انھوں نے منسکر فرمایا کہ قدرت الہی سے بعید نہیں وہ ہر شے پر قادر ہے۔ اسی قسم کے اور بہت سے واقعات ہیں۔

یہ باوجود قوت تصرف و کمالات کسی کو مرید نہیں کرتے تھے۔ بہت اصرار سے اپنے صاحبزادے شیخ فخر مجتب کو مرید کیا تھا۔ اور اجازت و خلافت بھی عطا کی تھی۔ مگر شدیدین کی البتہ ایک جماعت تھی جن میں صاحب محافل خمسہ ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔ بادشاہ عالمگیر کے انتقال کے دو سال کے بعد انھوں نے انتقال کیا۔ بادشاہ کے انتقال کے بعد جیسا کہ قاعدہ ہے رعایا میں انقلابی شور مچا ہوا تھا۔ اودھ میں بھی راجہ ہائے میواڑہ نے علم فساد بلند کیا۔ اور تہیہ کر لیا کہ اس قصبہ پر قبضہ کر لیا جائے۔ انھوں نے اپنے صاحبزادے شیخ فخر مجتب کو مہم چند سوار و پیادہ بغرض حراست متعین کر دیا جس سے دخل نہیں ہو سکا۔ ہنگامہ فرو ہونے کے بعد جب شاہ عالم تخت پر بیٹھے۔ تو بدستور سابق تمام امراء و عہدہ داران برقرار رہے۔ انکو بھی سند کالی ملی۔ اُسی زمانہ سے انکو دنیاوی معاملات سے نفرت ہو گئی۔ یا دحق میں راست و ن مشغول رہتے۔ دو سال تک تو یہی حال رہا۔ پھر علالت شروع ہوئی اور روز بروز اُس میں زیادتی ہوتی گئی۔ دوا و علاج کے متعلق جب کوئی کتا تو فرماتے کہ دُنیا میں جسدِ سختی ہوتی ہے آخرت میں اتنی ہی شش ہوتی ہے۔ یہ مرض دوا و علاج سے جان بولا نہیں شرب و روزیہ و کفرخی میں مشغول رہتے۔ اسی زمانہ میں حضرت سید عبدالرزاق بانسوی و حضرت قاضی مینا قلندر دہلوی بھی بغرض عیادت تشریف لائے تھے۔

ایک روز انھوں نے اپنے صاحبزادے کو بلا کر فرمایا کہ دشمنوں کی مخالفت سے پریشان نہ ہونا اگر کوئی تمھارے ساتھ برائی کرے تو تم اسکا بدلا احسان سے کرنا کیونکہ حدیث میں ہے کہ الانسان عبید الاحسان۔

یوم انتقال ذکر اسقدر زور سے جاری ہو گیا تھا کہ باہر تک صاف آواز آتی تھی۔ اُسی روز بتاریخ ۸ مارچ ذیقعدہ سنہ دوم جلوس شاہ عالم رحمہ اللہ میں قریب دوپہر وفات پائی۔  
نشی غلام مرتضیٰ جواہر الانشامین لکھتے ہیں کہ میرے اُستاد ملا محمد یعقوب فرنگی علی فرماتے تھے

کہ میں نے ملا نظام الدین فرنگی بھلی سے سنا ہے کہ ایک روز حضرت سید عبدالرزاق بانسوی نے مراقبہ سے سر اٹھا کر فرمایا کہ میں نے ابھی جنت کے باغات کی سیر کی ایک باغ میں میں نے اورنگ زیب عالمگیر و فیض عبدالرفیق کو جو سیکر دستوں میں تھے۔ بڑی شان و شوکت سے بیٹھے دیکھا۔ اور یہ کہ نہایت خوش ہوئے اور فرمایا کہ اچھا لشد میں نے اپنے دوست کو ایسے مرتبہ پر دیکھا۔

انکا قرار انکے باغ میں قریب چودہری تالاب واقع ہے کبھی تو نہایت خوش ماروضہ بنا ہوگا۔ مگر اب تو نہایت خراب حالت میں ہے۔ اس قصبہ میں محلہ خربہ گڑھی انھیں کا آباد کیا ہوا ہے۔ جس میں دو حلیان اور ایک دیوانخانہ و مسجد ہے۔ مسجد کا سنہ تعمیر سنہ ۱۱۰۰ھ ہے۔ ابتدا میں حضرت شاہ محمد کاظم قلندر قدس سرہ اسی مسجد میں چلے کشتی فرمایا کرتے تھے اور اور بزرگان دین بھی رہے ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہ

## عبدالسلام

حضرت ملا سید عبدالسلام صولی دیوی۔ یہ علم علما سے عصر و فخر کلام سے دہر استاد اساتذہ زمان قد وہ فضلاء سے دوران تھے۔ حضرت ملا عبدالکریم بنیر حضرت مخدوم قاری نظام الدین بھکیہ کے نواسہ تھے۔ انکا وطن حلی اگرچہ قصبہ دیوہہ ضلع بارہ بنکی تھا۔ لیکن تعلیم قریبیت اور نشوونما سب کاوری میں اپنے نانا کی خدمت میں ہوا۔ اور انھیں کے ارشد الافادہ میں سے تھے۔ صحیح نسب سید شہر مخدوم اعظم ثانی کی اولاد سے تھے۔ سلسلہ نسب انکا یوں ہے۔

ملا عبدالسلام۔ ابن مولوی ابوسعید۔ ابن مولوی مخدوم دار۔ ابن مولوی عبدالرحیم فیاض۔ ابن مولوی احمد فیاض۔ ابن مخدوم اعظم ثانی۔ ابن شاہ ابوالقیا۔ ابن محموسی۔ ابن شاہ ضیاء الدین۔ ابن شجاع کریانہ۔ ابن امیر مبارک الدین۔ ابن امیر مظفر۔ ابن خواجہ غیاث الدین۔ ابن امیر محمود۔ ابن امیر علی۔ ابن امیر احمد علی۔ ابن امیر جعفر۔ ابن امیر عبداللہ۔ ابن سید علی صفر۔ ابن امام محمد تقی۔ ابن امام موسیٰ رضا۔ ابن امام موسیٰ کاظم۔ ابن امام حنفی صادق۔ ابن امام محمد باقر۔ ابن امام زین العابدین

ابن امام حسین، ابن ابی المونین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ  
 یہ اپنے وقت میں بہت بڑے فاضل و کامل تھے۔ ملا عبد السلام لاہوری تلمیذ حضرت  
 شام فتح اللہ شیرازی مخاطب بہ عضد الملک مدرس مدرسہ لاہور سے بھی تلمذ حاصل تھا۔ شاہجہان بادشاہ  
 کے عہد میں آپسی مدرسہ میں اپنے استاد کی جگہ پر مدرس بھی رہے۔ اکثر علماء ہندوستان مثل ملا  
 عبد الحکیم والد ملا قطب الدین شہید سہالوی۔ ملا دانیال جوراسی۔ ملا عبد القادر فاروقی بھوبت  
 بڑے عالم اور استاد اساتذہ ہند تھے انکے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ ہندوستان بھر کا  
 سلسلہ تلمذ انھیں پرستی ہوتا ہے۔ یہ اپنے زمانہ میں فخر علماء گذرے ہیں۔

حضرت مولانا شاہ تراب علی قلندر کشف المتواری میں لکھتے ہیں:-

”ملا عبد السلام مرحوم کہ شاگرد محمد شیخ عبد الکریم و پرورش کردہ آنحضرت بودند دعوت  
 سلطنت شاہجہان اول مدرس مدرسہ لاہور بعد مفتی لشکر بادشاہی گشتند از علمائے قول آنوقت  
 بودند انشراحات معالیہ از تصانیف ابوست در قصبہ دیوہ حویلی کہ واقع حاجی محلہ محل سکونت  
 شان بودند صبیہ خود را مہر کردہ بودند مع قدر سے زمین فروز چک بستہ از موضع ادھیامو دیہ  
 معافی و زمین داری خود۔ چنانچہ نواسہ اول یعنی شیخ غلام محبران قاضی اند۔“

شیخ خیر الزمان صدیقی لکھنوی اپنے رسالہ بارغ و بہار میں لکھتے ہیں:-

”در عہد خویش نظیر نداشت شاہجہان بادشاہ سبب دانش و تبحر علوم بسیار اکرام اوسیکرد و  
 نزد خودی نشانہ نداقتا سے اڑدے علی بنام ملا بود چنانچہ تاعہ سے مست خدمت مکر کوراز و تعلق میا  
 بحسب اتفاق روز سے بادشاہ شاہراہ را خطہ قلعہ شاہجہان آباد وقت تعمیرش فرستیل آن بود ملا را جز  
 حاضر شدن در انجا عہد سے مناسب حال نکر دیدہ از آنکہ ہرشی دیار را بطور نداشت پایش تخرش  
 میکرد بادشاہ فرمود کہ سائے ملا از مرگ این قدر می نرسی کہ بردیوار رفتن نمی توانی گفت چہ گز نہ ترسم  
 چہ کہ مثل من نر از سال چرخ اگر چہ زنگر پیدا نشود و مانند حضرت بادشاہ بسیار ممکن اند بادشاہ  
 را بزدگشت بلکہ تبسم فرمود۔ و تھے دارا شکوہ ملی عہد حضور عرض نمود کہ حضرت ظل اللہ و خلیفہ

رسول اللہ اندر اقصیٰ و ادانی لازم است کہ ترتیب بلحاظ داشتہ پایہ خود شناختہ باشند چنانچہ جمعی  
بندگان حضور اقدس بیرون از کدائب سینہ مگر ملا عبد السلام کہ با وجود خبر از نص و حدیث شوکت  
سلطنت راقوت نمی دہد معنی اطیعوا اللہ الخ را خوب میدانند و عمل نمیکند با دشاہ فرمود کہ ہر گاہ  
ملا در حضور حاضر شود معنی کہیہ مذکور از او پرسید ملا کہم کنید دارا شکوہ دقتیکہ ملا حاضر شد معنی کہیہ پرسید  
ملا گفت ظاہر است کہ اطاعت کنید اللہ و رسول او و انباش را دارا شکوہ گفت نائب عبارت از کلام  
شخص است ملا گفت کہ از انند ملا نائب رسول اند کہ خلق را بر راہ دین می آوند پس با دشاہ ملا لازم است  
کہ مطیع من باشند دارا شکوہ خاموش ماند با دشاہ متبسم گردیدہ فرمود با شنیدی جواب ملا ازین گفتگو  
خاطر ملا عبد السلام قیاس باید کرد۔

اسکے سبھی صاحبزادے تھے۔ اور ہر ایک عالم و فاضل۔ انکی اولاد قصبہ دیوہ میں موجود ہے۔  
اور ان سب تک برابر یہاں کے مخدوم زادوں سے قرابت ہوتی چلی آتی ہے۔ ایسا کہ ایک  
خاندان انکی اولاد و اخداد کا یہاں سکونت پذیر ہو گیا۔ انھوں نے اپنے خورش شیخ سیف الدین  
ابن ملا عیاض اللہ۔ ابن ملا عبد الکریم کیلئے نواب خلیل خان صوبہ دار سے معافی دلو کر حویلی و  
دیوان خانہ تیار کرایا جواب تک یہاں محلہ مخدوم زادگان مشہور بہ تنجیبہ تلمہ میں موجود ہے۔  
انکی اولاد میں مولانا نور الدین۔ ملا نظام الدین احمد۔ ملا سید عبد الحفیظ۔ و حضرت شاہ  
ابو النعم قادر کی گنج معرفت صاحب ولایت قصبہ دیوہ۔ و مولانا ذوالفقار علی و مولانا برہا الدین  
و ملا عبد الباقی شاعر مشنوی مولانا روم موسوم بہ کشف مشنوی معنوی۔ و ملا عبد الصمد مفسر۔  
مخصوص طور پر باعث افتخار وطن گذرے۔

ملا صاحب کی تصنیفات میں کتاب الشرحات معالیہ ہے۔ جو اپنے صاحبزادہ شاہ  
ابو المعالی کیلئے اُنکے درس کے زمانہ میں فن حکمت و منطق میں تصنیف فرمائی۔ یہ کتاب کتب خانہ  
مکتبہ شریفیہ کاکورہ میں موجود ہے غیر مطبوع ہے۔ اسکے علاوہ تہذیب المنطق اور منار الاصول  
کی شرحیں بھی اسکے مصنفات سے ہیں سخت حیرت ہے کہ ایسے جلیل القدر عظیم المرتبت شخص کے

حالات استقدر تا یہ یکی مین مین کہ جس کی انتہا نہیں کہیں سے حالات کا پتہ ہی نہیں چلتا حد ہو گئی کہ سنہ و تاریخ ولادت و وفات تک نہ کو نہیں مزار شریف قصبہ دیدہ ضلع بارہ بکلی مین ہے ۔  
محرم سطور بھی زیارت مزار شریف سے مشرف ہوا ہے بہت عمدہ و بابرکت مقام ہے ۔

### عبد الصمد

مولوی حافظ عبدالصمد تخلص بہ یوسفی ابن فشی رسول بخشش ابن فشی فیض بخش عالم فاضل  
ذہین بجاٹ و طبع حاذق کلام اللہ خوش گلو شاعر غزائے بہتات تھے کتب درسیہ تمام و کمال حضرت  
مولانا شاہ تقی علی قلندر قدس سرہ سے پڑھیں ان کے ارشد تلامذہ مین سے تھے لکھنؤ مین اپنے والد  
فشی رسول بخشش کے ساتھ ملازم تھے انھیں کے ساتھ انکو بھی تباہیچ ۴۲ ماہ شوال روز چہار شنبہ  
وقت صبح ۱۲ ۱۳ سزاے موت دی گئی ۔ زائد حال انکا نہ دریافت ہو سکا ۔ ان کے چند اشعار  
جو ملے کے درج ذیل مین بخشش بر غزل قدسی سے

درد مندان جہان را ز تو دران طلبی      از تو خواہان شفاعت چہ بول چہ نبی  
حب ز امرت عالی عالی نسبی      مر جا سید کی مدنی العزنی  
دل جان با وفا بیت چہ عجیب خوش لقی

برزبان رفت ولیکن ہمہ آب است دلم      تابجویت تو انم شدن و یا بگلگلم  
ہے چہان با تو بگویم کہ بہ بخشا بچلم      نسبت خود بہ سگت کردم و بس منفعلم  
زاکم نسبت بہ سگ کئے توش بڑا دبی

اندازن جائے کرنے وہم و نازاک گذشت      کس نہ اند کہ چہان بفرغ چلاک گذشت  
لے کہ نازید تو مرکب و بیباک گذشت      شب معراج عروج تو ز اخلاک گذشت

بقامیکہ رسیدی ز سدا تیج بنی

تا بجاک کف پائے تو سرے دار دوسر      روزگاریت کہ چون نکشت دست بہ



ایک دست من دامن تو ز رخسار  
چشم حجت کشا سے من انداز نظر  
لے قریشی لقبی ہاشمی و مطلبی

تشنہ گانیم و کجا شربت صلت ہریات  
ہاں بیا ہاں کہ نہ داریم کنون بے ثبات  
بدہ لے چشمہ فیض انجمنہ ندادہ است ذرات  
ماہر تشنہ لبانیم و تونی آب حیات  
رحم فرما کہ ز حد میگذرد تشنہ لبی

ایک نام تو بردار دل آدم منم را  
از تو امید شفاعت بجای عالم را  
خروہ پیروی تو پس مریم را  
نسبت نیست بذات تو نبی آدم را  
بہتر از عالم و آدم توجہ عالی نبی

لے گلستان جہان بلغ ترا باد سلام  
باغبانان تمامی ظل دین تو رام  
لے گل تازہ و تر تازہ بہار اسلام  
نخل بہستان مدینہ زد تو سر سبز مدام  
زان شداد شہر آفاق بشیرین طبی

لے گد لے سرکویت چہ نبی و چہ ولی  
لے مسیح از تو در انداز غایت طلبی  
لے رسول عربی ہاشمی و مطلبی  
سیدی انت حبیبی و طبیب مطلبی  
آمدہ پیش تو قدسی پے در مان طلبی

چہ در گوش گل گفت باد بہاری  
کہ خندید ز ریاں بے اختیار  
نیمہ رسید از سرتار زلف  
کہ پُر شد دو عالم ز مشک تازی  
گو حرف تقویٰ کہ در پے پرستان  
شکل بودہ ام من بہر ہمیز گاری  
شب گدی و رفتی لیکن ز بدگمانی  
امروز یک جہان ز د حلقہ بردین  
بدوز فلک ہر یکے است کاسے  
بدوش صبا میسر بٹے یاسے  
تو و بزم دشمن من و انتظار سے  
چہ مرکب سکر و چہ نازک سوائے  
بد اندر جہان از مزارم نشانے  
پریشان شد آن ہم چوشت غلبے

سر زار و سجدہ خاک مسجد      من دبا دہ ناب آسے وارے  
مخدرے پسر علم اگر یوسفی مرد      کز دینیت و دہر الا فرارے  
مخلص اردو بر شر آتش سے

سچ تو یہ ہے کہ اثر عشق کا پانی میں بھی تھا      گر نہیں مانتے ہو اس سے بھی میں درگزا  
عشق تھا یا کہ نہ تھا اتنا تو میں نے دیکھا      تم نہا کر جو چلے غم سے سمٹ کر دریا  
آگیا دیدہ گر داب میں آنسو ہو کر

## عبدالکریم

حضرت ملا عبد الکریم - ابن حافظ شہاب الدین - ابن مخدوم نظام الدین قاری - ابن قاری  
امیر سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ - آپ نے تعلیم و تربیت علوم ظاہری و باطنی اپنے جد بزرگوار حضرت  
مخدوم قاری نظام الدین سے پائی بیعت و اجازت و خلافت بھی انھیں سے حاصل کی - چونکہ  
آپ کے والد حضرت حافظ شہاب الدین صاحب کا انتقال حضرت مخدوم صاحب کے سامنے  
ہو چکا تھا - لہذا آپ بچپن سے اپنے جد بزرگوار کے ظل حمایت و تربیت میں رہے حضرت  
مخدوم صاحب آپ کو بہت دوست رکھتے تھے - اٹھارہ سال کی عمر میں آپ نے فراغ حاصل کیا  
علم تجوید موروثی تھا قرأت بھی خوب جانتے تھے - اور حسن صورت و حسن سیرت دونوں کے  
جامع تھے - زمانہ شباب میں آپ دہلی بھی تشریف لے گئے اور وہاں کے بزرگوں سے بھی ملاقات  
کی - دہلی جانکی وجہ یہ ہوئی کہ حضرت مخدوم صاحب کے نام شہنشاہ اکبر نے کچھ زمین معاش  
کی تھی - چنانچہ بعد انتقال شہنشاہ اکبر جب جہانگیر تخت سلطنت پر بیٹھے - تو حکم دیا کہ بغیر ملائے  
پر وانہ جات کسی معافیہ دار کو دخل نہ دیا جائے - حضرت مخدوم صاحب نے آپ کو اپنی طرف سے  
تبدیل پر وانہ جات کے لئے دہلی بھیجا - چنانچہ آپ رخصت ہو کر تشریف لے گئے - تھوڑی دور  
تک پہنچے تھے کہ حضرت مخدوم صاحب کی طبیعت ناساز ہو گئی - فوراً آپ کو طلب کیا اور رات

روز تک خلوت میں بیٹھا کر نعماتِ خاندانی آپ کو عطا کیں اور اپنے تمام صاحبزادوں سے اظہار کر دیا  
 پھر فرمایا کہ اب جاؤ اور اگر راستہ میں کچھ معلوم ہو تو پلٹنا نہیں۔ چنانچہ آپ تشریف لے گئے۔  
 دو تین روز کے بعد حضرت مخدوم صاحب نے انتقال فرمایا۔ جب آپ دہلی پہنچے تو مرزا غیاث  
 کے مکان پر آئے۔ مرزا غیاث نے اپنی دختر نور جہان کا جو اُس وقت تک محلِ شاہی میں داخل  
 نہیں ہوئی تھیں آپ سے نکاح کر دینا چاہا۔ چنانچہ بوساطتِ حافظ محمد حسن جو شیخ عبدالحق محدث  
 دہلوی کے عزیز تھے اور آپ کے دوست تھے پیام دیا اور نسب نامہ مانگا۔ اُسی زمانہ میں آپ نے  
 یہ خواب دیکھا کہ ایک بزرگ آئے اور فرمایا کہ جس جگہ تم ٹھہرے ہو۔ یہاں عہدہ وزارت آئیگا۔  
 آپ نے یہ خواب مرزا غیاث سے بیان کیا۔ مرزا غیاث بہت خوش ہوئے اور زائد حضرت  
 کر کے لگے۔ مگر چونکہ اُس کے ارادہ سے آپ مطلع ہو چکے تھے۔ لہذا وہاں سے اٹھ کر حضرت خواجہ  
 قطب الدین بختیار کاکی کے مزار کے قریب آکر ٹھہرے شب دروز اکثر ذکر و مراقبہ میں مشغول رہتے  
 اور کبھی کبھی حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیا کے مزار پر بھی حاضر ہوتے رہتے۔  
 ایک مرتبہ آپ توسطِ حافظ محمد حسن حضرت خواجہ محمد باقی عارف خواجہ باقی باللہ کی خدمت  
 میں گئے۔ خواجہ صاحب نہایت اخلاق سے پیش آئے۔ آپ دو روز اُن کے حلقہ میں بیٹھے۔  
 مگر نسبتِ قادری میں مشغول رہے۔ ایک روز حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی سرہانہ کی خواجہ صاحب  
 سے عرض کیا کہ دو روز سے نسبتِ قادری کا غلطہ معلوم ہوتا ہے۔ خواجہ صاحب نے مسکرا کر فرمایا  
 کہ تمہارا ادراک صحیح ہے۔ اس نسبت کا ظہور ان صاحب کی وجہ سے ہے۔ یہ مخدوم نظام الدین  
 قادری کے پوتے ہیں۔ جن کے اکثر عمائد و مناقب میں نے اپنے پیر خواجہ الکفلی سے سنے ہیں وہ  
 فرماتے تھے کہ جب قادری تھے تشریف دہلی لے پور پہنچا تو میرے وقت ملاقات بیان  
 کیا۔ کہ اس سفر میں میں نے ایک ایسے بزرگ سے ملاقات کی جو جامعِ جمیع صفات ہیں۔ اگر کسی  
 کو ادب حضرت جنید۔ و تقویٰ امام ابو حنیفہ۔ اور قراوت قرآن سے بہرہ مند اور دیکھنا منظور ہو  
 پور پہنچا جاکر مولانا نظام الدین کو دیکھے۔ میں وہ میرا برابر اُن کے ساتھ رہا۔ مگر باوجود اس کے

شانِ عبودیت کے سوا کوئی اثر انانیت میں نے اُن میں نہیں پایا یہ سب اُسی کا اثر ہے۔ حضرت مجدد صاحب نے یہ سنکر آپ سے معاف کیا اور کہا کہ مجھ کو بھی آپ کے خاندان سے تلمذ ہے۔ میں نے تفسیر سبضیاوی شریف ملا سید عبدالرشید ملتانی سے جو شاگرد رشید و خلیفہ کامل حضرت قاری نظام الدین کے بن پڑھی ہے۔ بعد تم طلبہ آپ نے حضرت خواجہ سے نصحت ہونا چاہا۔ مگر انھوں نے رخصت نہ کیا۔ اور تین روز آپ کی دعوت کی۔ تیسرے روز وقت رخصت انھوں نے آپ کو پانچ مصری کے کوزے دئے۔ آپ وہاں سے مرزا غیاث کے یہاں آئے۔ اور یہاں کچھ دنوں ٹھہر کر آپ نے ایک روز فرمایا کہ میں کلمہ صبح کو چلا جاؤنگا۔ پروانہ جات چھوڑے جاتا ہوں جب تم وزیر ہونا تو لکھو اگر بھجوا دینا۔ مرزا غیاث نے تعجب ہو کر عرض کیا کہ مجھ کو منصب وزارت کیونکر ملیگا۔ آپ نے فرمایا کہ تعجب مت کرو قدرت الہی سے بعید نہیں۔ بعد اُسکے آپ دہلی سے وطن واپس آئے۔ اور یہاں درس و تدریس اور ارشاد و تلقین میں مصروف ہوئے۔ چونکہ بزرگان دین کا ارشاد بے اصل نہیں ہوتا۔ اُسکا ظہور یوں ہوا۔ کہ مرزا غیاث کے داماد کے انتقال کے بعد نور جہان سے بادشاہ نے عقد کرنا چاہا۔ اُسنے کہا کہ میں اس شرط پر منظور کروں گی کہ میرے باپ وزیر کئے جائیں۔ اور بھائی کو مہنت نہراری منصب ملے۔ بادشاہ نے منظور کر کے نکاح کیا۔ اور اُسے نور جہان بیگم کا خطاب دیا۔ اور اُسکے والد مرزا غیاث کو وزیر کر کے اعتماد اولم کا خطاب دیا۔ اور بھائی یعنی مرزا ابوالحسن کو منصب مہنت نہراری اور صوبہ داری بنگالہ اور آصف خان کا خطاب دیا۔

جب آصف خان بنگالہ کی صوبہ داری پر جانے لگے تو اعتماد اولم نے اُن سے کہا کہ کا کوری میں حضرت ملا عبد الکریم کی خدمت میں حاضر ہو کر لہجہ ادب یہ پروانہ جات قدیم اور پانچنہر بیکہ زمین معافی کا پروانہ جدید نذر کرنا چاہتا ہوں انھوں نے آکر نذر کیا۔ آپ نے پروانہ قدیم لے لیا۔ اور پانچنہر جدید واپس کر کے فرمایا کہ مجھ کو یہی کافی ہے۔ وقت رخصت آصف خان نے عرض کیا۔ کہ کسی صاحبزادے کو بکرت اور تھوہیت کے لئے حضور میرے ہمراہ کر دین۔ چنانچہ آپ نے

چھوٹے صاحبزادے ملا عزیز اللہ کو موافق انکی خواہش کے یہ کہہ کر سہرا کر دیا کہ "دیرین سپر  
بوے از رغبت دنیا می یابم۔"

غرض کہ ذات والا صفات جامع جمیع کمالات تھی۔ بعد انتقال جد بزرگوار اٹھا ون سال  
مسند ارشاد و تلقین پر بیٹھے۔ اور بہت عظیم علوم ظاہری و باطنی میں حاصل کی۔ بہت سے عمامہ  
مُرد و متقہ تھے۔ تربیت و تعلیم میں آپ قدم بقدم اپنے جد بزرگوار کے تھے۔ سلسلہ آپ کا قادیان  
تھا۔ چنانچہ شجرہ و تخطی آپ کا کشف المتواری میں منقول ہے۔ قطع نظر کمالات معنوی غیبت و  
حیثیت میں بھی یکتا تھے۔ اور حفظ نسب و ناموس میں بے مثل جیسا کہ اوپر کے قصہ سے ظاہر ہے  
عمومی بہت پائی۔ عمدہ کبریٰ سے شاہجہان کے زمانہ تک زندہ رہے۔ آپ کے تلامذہ بہت  
ہوئے جن میں آپ کے تین صاحبزادے یعنی ملا محمد ماہ۔ ملا ضیاء اللہ۔ ملا عزیز اللہ اور نواسے ملا عبد السلام  
دیوی شاگرد رشید و تربیت یافتہ خاص تھے۔

وفات آپ کی تاریخ ۳ مارچ ۱۰۳۹ھ میں ہوئی۔ مزار مبارک محلہ قصبہ قلیانہ  
آپ کی مسجد کے قریب خلیہ میں ہے۔ تاریخ وفات پر آپ کا قفل بھی ہوتا ہے۔ قطعہ تاریخ وفات  
از مولوی محمد عالم قیسری کاکوروی ۵

حضرت مخدوم ماعبد الکریم	حبذا نام ہمایون فال او
کہ نظام الدین قاری شیخ بھیکہ	یا فتنہ تشریف حال قال او
جانشین شیخ وخت وخت دل	وارث افضال و ہم اجال او
حیف روز سویم از ماہ نبی	پیک آمد بہر استقبال او
سوے علیین اس کے پر پرید	مرغ روح پاک زرین بال او
قیصری نادیدہ رے او بگفت	آہ شہبازہ طریقت سال او

## عبدالقاد

ملا عبدالقاد دانشمند مدرس۔ ابن حافظ شہاب الدین۔ ابن مخدوم قاری نظام الدین  
ابن قاری **سیرت الدین** رحمۃ اللہ علیہ۔  
آپ نے بھی جملہ علوم ظاہری و باطنی کی تحصیل و تکمیل اپنے جد امجد حضرت مخدوم صاحب  
سے کی۔ عالم متبحر اور کیتائے عصر ہوئے۔ آپ بہت صالح جامع فضائل و کمالات تھے۔ تمام عمر اپنے  
برادر بزرگ ملا عبدالکریم صاحب کی متابعت میں صرف کی۔ حضرت مخدوم صاحب کی نظر تو جہ  
آپ پر اور آپ کے برادر بزرگ پر بہت تھی۔ ہر دو حضرات کی تعلیم و تربیت خود انھوں نے فرمائی  
مزید حال آپ کا نہ دریافت ہو سکا۔ مزار شریف خلیفہ واقع پیش سخن مکان نشی سلطان حسین حم  
محلہ نائٹلہ میں ہے۔

## عبداللہ

مولوی حکیم عبداللہ۔ ابن شیخ محمود بن نقشبندی۔ ابن شیخ زین العابدین۔ ابن بندگی شیخ احمد۔  
ابن حضرت مخدوم شیخ محمود۔ ابن حضرت مخدوم بندگی مثنیٰ اللہ جنتی صدیقی۔  
یہ فنون اور کمالات میں یکگانہ روزگار نہایت متدین و متقی تھے۔ ابتدائے اپنے والد کے  
ذریعہ تربیت رہے۔ اسی زمانہ میں خوشنویسی کی مشق کی۔ اور استادان وقت کفایت رقم و جواہر رقم  
کی مشرق بہم پہنچا کر ایسی محنت کی کہ تھوڑے عرصہ میں مثل استادان کے خط ہو گیا۔  
اسی طرح فارسی پڑھ کر خوشنویسی و شعر گوئی میں بہت کافی مہارت پیدا کی۔ اور ایسا کمال حاصل  
کیا کہ معاصرین شاگردی کا دھمکتے تھے۔ فن صفت و حرمت کی جانب جب طبیعت مائل ہوئی  
تو اُسکو اس درجہ پر پہنچایا کہ دشمن کاری میں بڑے بڑے کاریگر انکو استاد مانتے تھے۔  
پھر حسب ارشاد اپنے والد ماجد یہ سب ترک کر کے تحصیل علم عربی کی طرف متوجہ ہوئے۔

متوسطات تک پڑھ چکے تھے کہ والد کا انتقال ہو گیا۔ مجبوراً سلسلہ تعلیم موقوف کر کے تلاش روزگار پر آمادہ ہوئے۔ تھوڑے عرصہ کی فکر و کوشش کے بعد راجہ صاحب درہاؤنی کے یہاں کہ جو ریاست اُجین کے مضافات میں ہے پہنچے۔ اور بارہ برس تک انکی مصاحبت میں نہایت عزت و حرمت سے بسر کی۔ چونکہ راجہ صاحب کو علم موسیقی سے بہت ذوق تھا۔ انھوں نے بھی اسی طرف توجہ کی۔ اور مہارت کلی پیدا کی۔ اور علم موسیقی کا سرمایہ چودہ سو روپیہ خرچ کر کے جمع کیا۔ اور استادان باکمال سے راگ مالہ بالتصویر بنوا کر تیار کر لیا۔ خود بھی نہایت خوش گلو و خوش آواز و خوش سخن تھے۔ پھر وہاں سے وطن گئے۔

یہاں سے شیخ ثناء اللہ لکھنوی کے ساتھ دہلی گئے۔ شیخ صاحب کا رُسخ دربار شاہی میں بہت تھا۔ وہاں پہنچتے ہی سلطان فرخ سیر کے عہد میں منصب دار شاہی ہو گئے۔

زمانہ ملازمت میں خواب دیکھا کہ حضرت امام علی موسیٰ رضا علیہ السلام تشریف لائے۔ اور دونوں بازو مضبوط کر کے آسمان تک اٹھائے گئے۔ اور پھر وہاں سے واپس لاکر اُسی کرسی پر چہر خود رونق افروز تھے بٹھلا دیا۔ اور دست نوازش پشت پر پھیرا۔ یہ بعد بیداری دیر تک اسکی تعبیر میں سرگردان رہے۔ جب تعبیر سمجھ میں نہ آئی۔ تو ایک مشہور تعبیر سے خواب بیان کیا۔ اس نے تعبیر دی کہ اس عمر میں کہ جو پندرہالیس سال سے زائد ہے۔ تم کو ایک ایسا علم حاصل ہو گا۔ جس سے تم کو اقران اور معاصرین اپنا منقہ تجھیں گے۔ اور وطن میں ناموری حاصل ہوگی۔

تھوڑے عرصہ کے بعد اسکا لون ظہور ہوا کہ ملازمت سے برخاستہ خاطر ہو کر استغفا دیدیا۔ اور کل سامان اور گھوڑا فروخت کر کے بازار سے فن طب کی کتابیں خریدیں۔ اور وہاں کے حکمائے نامدار سے درس لینا شروع کیا۔ تھوڑے دنوں تک متفرق طور پر پڑھتے رہے۔ اور عظام و ریز کے یہاں دو اشناسی کرتے رہے۔ پھر شیخ عبید اللہ لکھنوی کی وساطت سے مستر الملک حکیم علوی خان سے ملاقات کی۔ اور اُن سے اس فن کو بدرجہ کمال حاصل کر کے راجہ صاحب کے روزگار ہوئے۔ علم طب شروع کرتے وقت انھوں نے خداوند تعالیٰ سے عہد کیا تھا

کہ اگر اس علم میں مجھے استعداد کامل ہوگی تو اللہ ودا کروں گا اور خلق اللہ کی خدمت کر دوں گا۔  
حکیم علوی خان بھی ان پر بہت شفقت کرتے تھے۔ علاوہ فن طب کے اور علوم بھی تعلیم کرتے اور  
نسخے لکھواتے اور مہربانیاں دیتے۔

بعد حصول فن طب وطن آئے۔ اور گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ یاد آئی میں مصروف رہتے  
اور کتب حکمت دیکھا کرتے تھے۔ یہاں کے لوگ یونانی علاج سے ناواقف تھے۔ بیدون اپنے  
اطباء اہل ہندو کا علاج کرتے تھے۔ اسلئے ابتدا میں مرجعیت کم ہوئی۔ جب امراض ہلکہ مثلاً  
تبہ ذی۔ ذات السبب۔ سرسام۔ اسہال۔ کبدی۔ تو بیچ وغیرہ کے مریض جو قریب الموت تھے  
انکے علاج سے اچھے ہونے لگے اور علاج تیر بہدث ثابت ہوا۔ تو بہت مشہور ہوئے۔ اور  
کثرت سے لوگ آنے لگے۔ ایسا کہ بڑے بڑے امرا اور روسا لکھنؤ متعقد ہوئے۔ نواب ابوالمنصور  
خان صفدر جنگ بہادر۔ وکلب علیخان لکھنوی و مصطفوی خان و شاہ حسین خان اور بہت سے  
عمائد شہر متعقد تھے انکی خدمت میں بغرض علاج حاضر ہوتے۔ یہ انکے مکانوں پر کبھی نہ جاتے  
اور نہ تحفہ تحائف قبول کرتے۔ اگر کوئی زائد اصرار کرتا کہ دیتے کہ میں نے خدا سے عہد کیا جو  
نقص عہد نہ کروں گا۔ اگرچہ خود بہت قلیل المعاش تھے۔ چھ سات بیگہ زمین آبائی تھی ایسی  
محاصل پر قناعت کرتے تھے۔ اور نہایت عسرت سے بسر کرتے تھے۔

ایک مرتبہ غلام محی الدین خان راجہ کٹوارہ (ضلع کھیری) نے کہ جو مبتلا سے فالج تھے۔  
شیخ محمد کارم ملیح آبادی کو انکے پاس بھیجا کہ چند روز کے لئے تشریف لے آئیں پانسور و پیہر  
زاہد اور ایک پروانہ گانوں کی معافی کا بھی بھیجا۔ انھوں نے نہایت بے پردائی و استغناء سے  
جواب دیا کہ میں خاک نشین نان جوین پر قانع ہوں۔ نقد اور موضع سے کچھ مطلب نہیں اگر  
وہ خود یہاں آئیں تو اللہ علاج کر دوں گا۔

انکے خاقت کے بعض واقعات ایسے ہیں جو کشف کے درجہ کے معلوم ہوتے ہیں۔  
تشخیص مرض میں نبض دفاہرہ دیکھنے کی انکو حاجت نہ تھی۔ صرف صورت دیکھ کر حال معلوم



کر لیتے تھے۔ چنانچہ ایک روز ایک شخص صحیح المزاج کہ بظاہر کسی قسم کی بیماری اسکو نہیں معلوم ہوتی تھی سامنے سے گذرا۔ دیکھ کر کہنے لگے کہ اس شخص کو دیکھو۔ حاضرین سب بہت متعجب ہوئے اور حال دریافت کیا کہنے لگے کہ اس میں قوت بالکل نہیں باقی ہے۔ غمگین و مرعوب چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ایک ہفتہ کے اندر وہ شخص مر گیا۔

نشی فیض بخش کا لاروی کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ یحییٰ حکیم عبداللہ بعد تحصیل علم طب غیرہ اکتیس سال کے بعد سے وطن واپس آئے۔ شروع میں کسی شخص نے اعزاز میں سے انکو نہیں پہچانا۔ امتحان میں تیسرا ہو گیا تھا۔ بعد کو جب معلوم ہوا تب جوق جوق لوگ آنے لگے۔

فن طب میں یہ بہت مشہور ہوئے۔ بہت عقلمند اور جہانگیرہ اور تجربہ کار تھے۔ فتح اللہ کو خلل دماغ کا عارضہ تھا۔ اُنکے چچا مصطفوی خان بغرض علاج انکو یہاں لائے۔ انھوں نے ایسا عمدہ علاج کیا کہ وہ لکھجے ہو گئے۔ شیخ محمد صلح نسیرہ شیخ عبدالرشید نے اُن لوگوں کی بہت خاطر مدارات کی تھی۔ جب مختار الدولہ نائب ہوئے۔ تو انھوں نے شیخ محمد صلح کو اراضی گولہ مار وغیرہ معاف کر دی۔

انھوں نے متوکلانہ عمر بسر کی۔ روزانہ اہل قصبہ انکی خدمت میں حاضر ہونے اور باتیں سنتے اور اس سے فوائد حاصل کرتے۔ نشی غلام قرضی مصنف جواہر الافشاء انکے اثر و تلامذہ میں سے تھے۔

انکو آخر عمر میں پچاس سال ایک عظیم صدمہ پہنچا کہ انکے لکھوئے بیٹے حکیم محمد روشن جنگ پڑ پڑ ضلع کو رکھ پور میں شہید ہو گئے اس صدمہ سے دل ٹوٹ گیا۔ بتاریخ ۱۰ ماہ رمضان المبارک ۱۲۸۷ھ وفات پائی۔ عمر سو برس سے زائد ہوئی۔ عالمگیری کے زمانہ سے شاہ عالم کے عہد تک زندہ رہے اور اسی عہد میں انتقال کیا۔

انکے صفات حمیدہ و حسن نیت و خلوص خدمت خلق اللہ کے برکات میں سے ایک امر خاص یہ ہوا کہ زمانہ قیظ سالی و امساک باران میں انکے مزار پر پانی چھڑک کر دعا مانگی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جلد بارانِ رحمت نازل فرماتا ہے۔ مزار انکا محلہ ولی ناگوتی تحصیل کوٹلی نواب اکرام اللہ خان مغفور قبرستان میں واقع ہے۔

## عبدالمجید

منشی عبدالمجید متخلص بہ پتھر۔ ابن منشی غلام مینا ساحر۔ ابن شیخ فضل مام۔ ابن شیخ محمد عیوض ابن مولوی محب الرحمن۔ ابن شیخ عبدالرحمن عدوی مخدوم زادہ۔ انکی ابتدائی تعلیم خاندان ہی میں ہوئی۔ مشق سخن کی ابتدا مولوی ہادی علی اٹشک لکھنوی سے کی لیکن درحقیقت مولوی محمد حسن کاکوروی کے فیض اصلاح اور سعی تبلیغ سے انکی شاعری نے عروج پایا ایسا کہ انکے متنازعہ نگار دہان میں شمار کئے جانے لگے۔ قبل غدر مدت تک آگرہ میں انکے ساتھ رہے۔ اور جو فن شاعری کہ مولوی ہادی علی اٹشک نے شروع کرایا تھا اسے انجام کو پہونچایا۔ شرفارسی نہایت پاکیزہ لکھتے تھے۔ اردو و فارسی دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ اور داد سخن جو ہر شناساں سے پاتے طرز بیان کی دلفریبی۔ بندش کی صفائی۔ پُر شوکت الفاظ اور روزمرہ محاورات کا استعمال انکا خاص حصہ تھا۔

نواب علی حسن خان سلیم مذکورہ صبح گلشن میں لکھتے ہیں:-

”شیخ عبدالمجید خلعت غلام مینا ساحر کاکوروی است۔ و در نظم و نثر شاگرد مولوی ہادی علی اٹشک لکھنوی

ملبش با جوت آئنا و سحر حلالش ساحر دلہا“

ایک بار لکھنؤ میں بہت بڑا مشاعرہ ہوا۔ جس میں مظفر الملک اسیر مرحوم بھی رونق افزا سے

بزم سخن تھے۔ جس وقت انھوں نے یہ رباعی پڑھی:-

”کرت جائیگی عسیر ہاتھ ملنے ملتے لیجا کیسے داغ دل پہ چلتے چلتے

اس ہجر کی شب میں کیا بھروسہ اپنا بچھ جائیگی شل شمع جلتے جلتے“

مرحوم اسیر نے بیاب ہو کر یاد آواز بلند داد دی۔ اور انکو بلا کر نام و وطن وغیرہ دریافت کیا۔

جب معلوم ہوا کہ جناب ساحر کے خلف الرشید میں کچھ کر بنگیر ہوئے۔ اور کہا کہ ”تمہارے والد اور ہم ایک ہی استاد کے شاگرد ہیں۔ مصحفی مرحوم کو تمہاری والد کی شاگردی پر فخر تھا۔ اکثر فرماتے تھے کہ ”ساحر نے صرف اس خیال سے مجھ سے بلنا اختیار کیا ہے کہ لوگ بے پیر نہ کہیں کہ یہ سخت معیوب سمجھا جاتا ہے۔ ورنہ ساحر کے کلام فارسی سے مجھے کیا نسبت ہے۔ اس مشاعرے کے بعد اس مرحوم اگلو اکثر یاد فرماتے۔ اور کمال شفقت بزرگانہ سے شاد فرماتے۔

یہ ابتداء عمدہ نظارت پر فائز ہوئے۔ پھر ضلع اناؤ میں ایک علاقہ کے منجر مقرر ہوئے جب لکھنؤ میں تبدیلی ہوئی تو ۱۸۵۷ء میں نواب فدا حسن خان کا کوری نے بعد سر سالار جنگ بہادر ریاست حیدر آباد کن میں بمشاہرہ مارے طلب کر کے اپنا سکریٹری مقرر کیا۔ نواب فدا حسن خان قوانین حیدر آباد کی تدوین اردو میں کرتے۔ اور یہ اسکو روز قرہ فارسی عبارت میں دکر اہمیت و فائز حیدر آباد میں وہی متعلقی تھی تحریر کرتے۔ جب حیدر آباد کی آب و ہوا موافق ہوئی تو ایک سال کے بعد واپس آکر پھر لکھنؤ میں سر مشتم داری پر مامور ہوئے۔ اسی عہدہ سے پیش لیکر خانہ نشین ہو گئے۔

انکا ایک اردو دیوان مکمل تھا۔ جو لکھنؤ میں ضامع ہو گیا تھا۔ دوسرا نام دیوان موجود ہے۔ فارسی غزلیں اشد ترین ایک بیاض میں درج تھیں وہ بھی ضامع ہو گئیں۔ ایک فارسی غزل اور چند اردو اشعار جو مل سکے درج ذیل ہیں۔

آخر عمر میں نعت گوئی کا ذوق پیدا ہوا تھا۔ مولوی محمد حسن صاحب مغفور کے قصیدہ مدح خیر المرسلین کی تحفیس کی تھی۔ جو مدح خمیب کے نام سے کلیات نعت مولوی محمد حسن میں طبع ہو چکی۔ اسکے علاوہ ایک سنوی ذکر ولادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں بطرہ منوی صبح تخلی لکھی تھی۔

کلام فارسی

نہر و دانہ طے کہ دن طریقی عشق کامل را  
بہ رنگ سجھ باید ہر قدم انداختن دل را  
چہ شوخیاے گستاخی است یارب خون بسمل را  
کہ بیباکانہ رنجین می کنند دامن قائل را

بصد حسرت کجا در خاطر ادره توان بردن  
 ز عصیان منفع گشتم جالش جلوہ فرما شد  
 بسود لے محبت یک جهان بے خویشی گشتم  
 برون بے پردہ شد راز محبت اذول مجنون  
 بیا اسے تیر برق افکن بے سربان کمان تو  
 کشیدن بارمقت ہم در آزادی نمی آید  
 چون نخل شمع از سر سبزی خود سوختن دارم  
 منم از سرفروشانسیک در بزم وفا داری  
 تماشا گاوبے تابی حریف بزم عشرت شد  
 من آن شمعم کہ چون پروانه دلما سوختم سوختم  
 صبار عارضش بر ہم زوی زلف پریشان را  
 بودے تحریے اندیشہ در حیرت سپن ز گس

### کلام اردو

لے زبان نسکوہ بیدار نہ آنے پائے  
 نزع کر جائیگی پھر حسرت دیدار میں ملے  
 کیا رقیبوں نے مہین خواب فراموش کیا  
 آنچنان بیل زارم کہ بگلشن زلفس  
 کہوں بلاتے ہو وہی مین ہوں کہ چکی نہت  
 لاکھ معلوم تھے افنون محبت امی سحر  
 رشک خیم مہن ہر جوش دل سے ولولہ مجھ کو  
 غضب سے ملے ہندی مجھ سے ٹھنڈی گر میان کرنا

دل جو گایا ہے تو فریاد نہ آنے پائے  
 مرتے دم وہ تم ایجاد نہ آنے پائے  
 تیکو بھولے سے بھی ہم یاد نہ آنے پائے  
 مین تو کیا ہوں مری فریاد نہ آنے پائے  
 یاد ہے مجھ کو یہ ارشاد نہ آنے پائے  
 درد فرقت مین کوئی یاد نہ آنے پائے  
 خون چہرے کے بل کوچہ مین تیرے پہچلا مجھ کو  
 کسی دن پھونک دیگی آتش رنگ خا مجھ کو

ہو آبِ نفعالِ تہمِ روئے یا رہبر	پانی برس گیا مے دے غبار پر
میں بھی جوان ہوں پیرِ مغانِ غضب کیا	چھوڑا ہے دختِ رز کو مے اعتبار پر
پیرِ کبرِ دمِ عشقِ زنا نہیں غفیت است	سنتے ہیں جامِ پیرِ مغان کے سنگا پر
نام کو مجھ سے نہ الفت نہ ملاقات رہے	دن کو بھی آپ وہیں رہتے جہانِ راستے
شب وصل میں گردن کی عداوت دیکھو	صبح ہوتی ہے مے گھر میں پہرِ رات ہے
شریکِ زہمِ حسرت ہوں مگر خاطرِ کدہ رہے	وہاں زخمِ ہون مہنسا مل رہے بہتر ہے
جلا میں انکی لٹھنڈی گریاں اس خرم دیکو	کسی کے کان کی بجلی گرے بھیر تو بہتر ہے
گو صنفِ ہوش میں بھی آیا نہ گیا،	پیرِ راہِ طلب کا مے سودا نہ گیا
مجھ سے نقطہ نہیں وہ بیتِ بیوفا جا	ہر آئینا ہے صورتِ نا آفنا جدا
فطرت میں آدمی کے ازل سے لفاق ہو	آدم میں تین حوت میں تین جہا جدا
کیون دل کو ہو یاں منفرت سے	کیا دامنِ مصطفیٰ نہیں ہے
گھبراؤ نہ بیکسی میں لے سحر	کیون ڈرتے ہو کیا خدا نہیں ہے
کیا ٹیلِ جابِ سر اٹھائیں	دم بھڑکا بھی آسرا نہیں ہے

انھوں نے تباہی ۱۲ محرم روزِ شنبہ ۱۳۱۶ھ مطابق ۳۰ مئی ۱۸۹۹ء انتقال کیا ساور  
خاندانی قبرستان متصل مکہ شریفہ کاظمیہ میں دفن ہوئے۔

### عبدالواحد

شیخ عبدالواحد - ابن شیخ عبدالواحد ابن شیخ ہدایت نبی - ابن شیخ کرامت اللہ - ابن  
شیخ بدیع الزمان - ابن شیخ عنایت اللہ - ابن شیخ یزید - ابن شیخ مکرم - ابن شیخ عبدالواحد -  
ابن مخدوم شیخ قیام الدین رحمہ۔

ولادت انکی ۲۲ فروری ۱۳۳۷ء کو ہوئی اُس وقت کہ جب انکی والدہ ساٹھ سال کی عمر کو پہنچ چکی تھیں کتب درسیہ انھوں نے اپنے والد سے پڑھیں زمانہ غدر میں کانپور میں نائب ناظر عدالت کلاٹری تھے۔ بعد ختم ہنگامہ غدر اولاً عدالت صدر دیوانی آگرہ میں منشی ہوئے۔ پھر ہائیکورٹ الہ آباد میں منصرم اپیل رہے۔ اُسی زمانہ میں چونکہ لفٹنٹ گورنر سر ولیم میور بہادر کو زبان اردو سے خاص دلچسپی تھی۔ ارباب قلم انعامات سے مسرور رہتے۔ انھوں نے بھی اُس جنگ نامہ کا جو مشتمل بحاربات اولاد اور نگ زیب عالمگیر ہے۔ فارسی زبان سے اردو میں نہایت مفصل ترجمہ کر کے میور صاحب کی خدمت میں پیش کیا ایک سو روپیہ انعام عطا ہوا۔ مدارس میں تعلیم دینے کے لائق نہ تھا اسلئے اسلئے طبع نہیں ہوا۔ نیشنل لیکچرین میں رہے۔ اور عبادت مہو و تحقیقی میں مشغول رہے۔ اپنے جونی خدوم شیخ قیام الدین کی مسجد منہدہ کو از سر نو بنوایا جس کی تاریخ یہ ہے

حامی دین شیخ عبدالواحد از فضل اللہ مسجد عالی بنا کر دازہ برائے عابدین  
بائش را در حق تعمیر یا رب این دعا آید از فردوس طبتم فادخلوہا خالدا دین  
گو ہر سالش بہ الماس دعا عاشق بسفت یا رب این مسجد منور باد از انوار دین  
انھوں نے آخر عمر میں بمرض فالج مبتلا ہو کر ۱۳ مارچ ۱۳۳۷ء مطابق ۱۳ مارچ ۱۳۳۷ء کو انتقال کیا اور صحن مسجد میں متصل فرار خدوم شیخ قیام الدین دفن ہوئے عبارت مندرجہ ذیل اپنے لوح قرار کے لیے خود تصنیف کر کے چھوڑی۔ جو وفات کے بعد انکے گھر سے بیٹے شیخ حاجی نصیف نے حسب وصیت پتھر رکھ کر اس کے نصب کی۔ وہو ہذا۔

السلام علیکم اندرین عبت گاہ بندیش دہ بن سبے برادر سے  
ہم اندر ز سینم ہم اندر کفن بہ منت گذارم بہین یک سخن  
کہ چون گذری بر مرارم دے زقرآن بہ بخشی تو ابلے بہ من  
دست بہتہ ملتسمہ عبدالواحد مرحوم و منقور امید دار فاتحہ خیر

## عبدالوحید

نشی عبدالوحید تخلص بہ نیرنگ۔ ابن منشی عبدالمجید تاجر۔ ابن منشی غلام مینا سا حارعلوی مخدوم  
زادہ۔ یہ تباریج، راہ صفر ۱۲۷۵ھ مطابق ۲۷ ستمبر ۱۸۵۸ء روز یکشنبہ کو پیدا ہوئے۔ عربی و فارسی  
کی تعلیم حضرت مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر سے پائی۔ اور حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر کے مرید ہو  
شعر و سخن کی طرف فطری میلان ہے۔ بلند مولوی محمد حسن کا کوروی سے ہے۔ بہت ذہین و قابل  
و طبع بہن۔ فی الحال ریاست جھالڑا پاٹن میں ملازم ہیں۔ اُس اطراف میں انکے ملازمہ کی کثیر تعداد  
موجود ہے۔ انکے چند اشعار بغرض تفریح طبع ناظرین دلچزین ہیں۔

مری جانبازیوں کو کچھ مرا قابل نہیں سمجھا      کلیجے کو کلیجہ دلو کہ ہننے دل نہیں سمجھا

گر کسی شب کو وہ مہر و مرے گھر ہوتا ہے      شام سے نالہ مرغان سحر ہوتا ہے  
محبت ہے وہ دشمن دوست بنکر دل میں رہتی ہے      لگاتی ہے اُسی میں آگ جس منزل میں رہتی ہے

فلک تو دور ہے اس صنفِ دل نے ماریا      مجھی پہ ٹوٹ پڑی آہ نارسامیری

کیون نہ ہو کوئے حینان میں ٹھکانا دل کا      وقت ہے جوش جوانی کا زمانا دل کا  
دل نہوگا تو مصیبت نہ محبت ہوگی      آپ لیجائیے جھگڑائیے فراغت ہوگی

پوچھتے کیا ہو کہ روتا ہو تری قبر بہ کون      اور غنوار مرا کون ہے حسرت ہوگی

ہو چکا حکم یہ قسام ازل کا نیرنگ      جرم کی تجھ کو مجھے عفو کی عادت ہوگی

ترک الفت بھی کرے دل تو نیتا کیا ہے      آج قابو میں ہوا کل کا بھروسا کیا ہے

حق تو یہ ہے کہ یہی جلوہ گیارہ ہیں ب      دیر کیا چیز۔ حرم کیا ہے کلیسا کیا ہے

بنی حبت تک رہی قنوت کو سمجھے اسم فرضی ہے      اگر بگڑی تو بولے کھیل میں سامے مقدس کے  
ہم ایسے حیران نصیب یارب کہ سوزِ فرقت سے جل رہے ہیں۔

چراغ روشن مراد حاصل کسی کے ارمان بھل رہے ہیں۔

## غزیر الرحمن

شیخ عزیز الرحمن عت شیخ ولی محمد ابن شیخ عبدالرحمن ابن حافظ غلام محمد ابن شیخ سیف الدین علوی مخدوم زادہ انکو علم نجوم اور حساب وغیرہ میں بہت مہارت تھی۔ ساتھ ہی اسکے بڑے پہلوان اور شجاع تھے۔ انکے زمانہ میں کوئی انکاشل نہ تھا۔ نواب بقار اللہ خان کی طرف سے پرگنہ جلیل (ضلع الہ آباد) کے فوجدار تھے۔ قوت خدا داد کی یہ کیفیت تھی کہ وہیں ایک قلعہ کا دروازہ سنگین جس میں فیل معہ عماری جاسکتا تھا۔ اور جو اپنی جگہ سے ایک بالشت ہٹ گیا تھا کوئی شخص اسے درست نہیں کر سکتا تھا۔ انھوں نے تنہا زور کر کے درست کر دیا۔ اور اپنے علوی ہونیکا پورا پورا ثبوت دے دیا۔

اسی طرح سے لکھنؤ میں ایک بہت بھاری توپ تھی۔ جو دو سیلون سے کھینچی جاتی تھی۔ ایک مدت سے وہ زمین میں دھنس گئی تھی۔ کسی طرح نہیں نکلتی تھی۔ انھوں نے اسکو نکالا۔ اور اٹھا کر ملیٹ دیا۔

اسی طرح ایک مرتبہ دہلی میں محمد شاہ کے عہد میں نوروز کے دن حکم عام ہوا کہ جو شخص چاہے۔ دیوان عام میں آکر جلسہ دیکھے۔ اس روز کے مجمع کا کیا پوچھنا اندر جانا دشوار تھا۔ انھوں نے اس روز بہت قوت صرف کی۔ اور مع اپنے احباب خاص شیخ محمد صالح ولد شیخ محمد تعجب۔ و شیخ کرم اللہ ابن شیخ جارا اللہ۔ و شیخ فضل اللہ۔ و شیخ محمد وجیہ کے وہاں گئے اور اس طرح سے کہ دو آدمیوں کو کندھوں پر بٹھایا۔ اور دو کو بغل میں دیا یا اور سب کو لیکے مگر باوجود اس قدر قوت کے کبھی اپنی قوت پر غرور نہیں کیا۔ اور نہ حسرت و نوحہ زبان پر لائے زائد حالات انکے نہ دریافت ہو سکے۔

## غزیر اللہ

علامہ عزیز اللہ ابن حضرت ملا عبدالکرم رحمۃ اللہ علیہ۔ تعلیم اور تربیت انھوں نے اپنے والد ماجد



سے پائی۔ حضرت مخدوم قاری نظام الدین بھیکہ کی اولاد میں فراغت ظاہری کی ابتدا انھیں کی  
ذات سے ہوئی۔ غفلوان شباب میں حسب طلب نواب آصف خان بہت نہراری صوبہ بنگالہ  
کے ہمراہ بنگالہ گئے۔ اور دولت اور ثروت بہت حاصل کی۔

حضرت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ اصول المقصود میں لکھتے ہیں کہ

”وقت رحلت آصف خان عرض کر دے کہ اہم صاحبزادہ را ہمراہ من فرماید تا موجب

برکت و تقویت من باشد۔ آن وقت حضرت ملا عبد الکریم سراج بطرف ملا عزیز اللہ سپر خود کردہ فرمود

کہ درین لفل رغبت دنیا می نیام این را ہمراہ خود بہر آصف خان سعادت خود دانستہ ہمراہ خود گرفت

و اپنے ہر اوشان و فرزند ان اوشان کرد مشہور است“

نشی فیض بخش اپنے نسب نامہ سو سو مرتبہ چشمہ فیض میں لکھتے ہیں۔

”ابتدا نشو و نما سے اولاد شیخ بھیکہ از ایشان بودہ۔ ہمراہ برادر نور جہان بیگم بنگالہ رفت و

در انجا ختم و تہذیب ظاہر ہوئے۔ ان کے دو صاحبزادے ہوئے۔ ملا

دکار سے عمدہ سیر تمام پیداوند کہ سب نام آدمی میشد۔

ان کی اولاد میں علم کے ساتھ ثروت اور امارت بہت رہی۔ ان کے دو صاحبزادے ہوئے۔ ملا

عظمت اللہ۔ ملا عصمت اللہ

## عزیز اللہ شاہ

حافظ شاہ عزیز اللہ ابن حافظ حفیظ اللہ۔ ابن شیخ امین الرحمن۔ ابن ملا عصمت اللہ ابن

ملا عزیز اللہ۔ ابن ملا عبد الکریم۔ یہ حافظ قرآن عالم جید اور مدرس فاضل تھے۔ کلام اللہ خوب

پڑھتے تھے۔ سات آٹھ سال تک شاہ شرف الدین عرف شاہ بدن کے رفیق رہے۔ پھر خانہ نشین

ہو کر حضرت شاہ مجدد عاقل سمرقانی حشری کے مريد و تلمیذ ہوئے۔ اور بقیہ عمر گوشہ نشین رہ کر یاد حق

میں گزاری۔ دن کا بیشتر وقت اپنے جد حضرت مخدوم صاحب کے مزار پر صرف کرتے۔ نماز جمعہ

حضرت ملا عبد الکریم کی مسجد میں پڑھتے۔

یہ بہت بزرگ اور صاحب صلاح و تقویٰ تھے۔ حضرت ملا حمید الدین کاکوروی سے عہد کیا تھا۔ کہ اپنی اولاد کو کلام اللہ حفظ کروں گا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا۔ اور بنیادیت ایزدی شرف حفظ کلام مجید ان کی نسل میں برابر جاری رہا۔

### عظمت اللہ

ملا عظمت اللہ ابن ملا عزیز اللہ۔ ابن ملا عبد الکریم۔ یہ بہت بڑے عالم۔ زبردست فاضل کتب روزگار صاحب تحقیق و تدقیق تھے۔ اپنی خدا داد قابلیت سے اپنے زمانہ میں ممتاز رہے۔ اپنے والد کے بعد ان کے قائم مقام ہو گئے۔ اور بقول حضرت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ دربار شاہی میں اس قدر جاہ و تقرب حاصل کیا۔ کہ اتنا اس جوار کے کسی شخص کو نصیب نہوا تھا۔ زیب النسا بیگم بنت عالمگیر بادشاہ کو انھیں نے علم فقہ کی تعلیم دی۔

نشی فیض بخش صاحب اپنے نسب نامہ موسومہ بہ پنجم فیض میں لکھتے ہیں:-

”ملا عظمت اللہ کہ فضیلت برجستہ میداشت۔ نواب زیب النسا بیگم بنت عالمگیر بادشاہ و مسائل فقہی تعلیم میفرمود۔ و این حویلی کہنہ موسومہ بہ پانی حویلی کہ سابق از خشت پختہ بود جانی خان در عہد آصف اللہ دہ خشت ایسے آزار بردہ بعد از ان شیخ تفضل علی آغا خام درست کرد۔ و بلا شرکت و تصرف فرزندان شیخ غلام نبی مرحوم است احداث کردہ ملا عظمت اللہ بود۔“

نشی غلام مرتضیٰ جو امیر الافشار میں انکی نسبت یہ تحریر کرتے ہیں:-

”ملا عظمت اللہ توسل از سرکار زیب النسا بیگم حبیبہ عالمگیر بادشاہ گرفتہ بود۔ نواب محمد یار خان پسر میں یار کہ از غلام سے دربار شاہی بود۔ پس تحقیقات و عطا وفت بلا مرحوم میگرد۔ چنانچہ خدمت فوجدار (ی) و امانت سرکار خیر آباد و محالات دیگر تہو جانش بنام پسرشان شیخ جارا اللہ مقدر و مفوض گشت“  
فرید حالات انکی با وجود سعی و کوشش نہ دریافت ہو سکے۔



پندرہ سولہ ہوس کے سن میں بلائے نام اکم چاکس روپیہ ماہواری کا بکرگا اٹیا زمان مقرر ہوا۔  
 زرتخراہ خادم لانا رہا۔ بعدہ ۱۲۷۵ھ میں جب عم اکرم ششم منظم الیہ کو چکلہ داری سند لیکر ہوئی۔  
 تب خوب حکومت کی۔ پھر ۱۲۷۵ھ ابتدا سے جلوس حضرت محمد علی شاہ میں نقد زراعت منظم الدولہ  
 بہادر وزیر اعظم سے گوشہ گیر مسند وزارت ہو کر زراعت منظم در با عظمت بار ہوا۔ اور بعد چند سے  
 تحصیل داری پر گئے جات ہلا پور و جملاری سے سر فراز کیا گیا۔ تب سے آخر ۱۲۷۵ھ میں برس  
 برآثر قبیلہ وزارت ہر عہد میں تحصیل داری پر گئے عہدہ نظامت اور عہدہ ناسیہ انت انتصری  
 محالات ہونہ و موہن گنج و سمرقند وغیرہ میں کار پر ہاڑا رہا۔ پھر جب عملداری سرکار انگریز بہادر کی  
 ملک اور وہ میں ہوئی۔ تب باوصف حضوری حکام عالمی مقام علیٰ تقیص تو بہ مشر مسن صاحب  
 ڈپٹی کمشنر کھنڈو سے فارغ البالی رہی نوکری قبول نہیں کی۔ پھر ایام غدر میں خانہ نشین رہا اور  
 بہ تحفظ آبرو گوشہ گیر تھا۔ بعدہ جب دوبارہ عملداری سرکار کی ہوئی۔ تو بہ مختاری و کارکنی کا  
 مزار فریح الشان بہادر خٹا نادرہ خلف محمد علی شاہ کے واسطے حضوری حکام اوپر دی مقدمات  
 اجرائے تنخواہ کی توفیر تمام رہا۔ اب چند روز سے بیماری ہے۔ اور فیض رحمت جنا بہ ملک  
 مغظم و کٹورہ سے امیدواری ہے۔

انکے تصانیف سے ایک مکمل دیوان اردو کا موجود تھا جس میں علاوہ غزلوں کے قصائد  
 و قطعات و مایخ و رباعیان وغیرہ بھی تھیں۔ تخریل میں ایک خاص رنگ تھا اور اکثر مضامین  
 نئی بندش اور ترکیب نظم کئے گئے تھے۔ انکے چند اشعار مذکورہ گلدستہ سخن سے نقل کر کے  
 درج ذیل ہیں۔

درد مصحف ناطق کے ہیں مسطر گیسو  
 اپنا اقبال میں رکھتے نہیں ہر گیسو  
 دیکھو آنے نہ دو عارض کے برابر گیسو  
 نگہمت گل کی بچھا دیتے ہیں چادر گیسو

جا بجا کھسکے نہیں چاند سے سُرخ پر گیسو  
 پیچ میں اُنکے حسنان جہان پھنستے ہیں  
 لوگ گھبرا کے ابھی چاند گن سمجھیں گے  
 بستر خواب پہ بوباس سے اپنے ہر شب

رات ہو جائے گی دن کی خطیہ کے قاضی بڑے بڑھتے نہ چھپالین لڑخ اور گیسو  
 دوسری کتاب تاریخ تھی۔ سلطنت اور دھ کی نہایت مفصل جو اپنی ذاتی تحقیق سے مسجح و  
 مقطفہ زکین عبارت اردو میں لکھی تھی جسکا نام موقع خسروی ہے۔  
 یہ فطرتاً نہایت متکلفہ فراج یار باش تھے۔ رطف صحبت پر جان بیٹے۔ شاعری کے شوق نے  
 ایک طرح کی فراج میں دارنگی اور غنایاں کر دی تھی۔ جس سے ہمیشہ منج و مرخان ہے۔  
 انھوں نے بتایا، راہ ربیع الآخر روز چہار شنبہ ۱۳۳۵ھ مطابق ۸ اکتوبر ۱۹۱۷ء بمصر ۸  
 سال بمقام مفتی گنج کھنڈ انتقال کیا اور وہیں دفن ہوئے۔

### علی اکبر

حضرت اکبر العلام مولانا شاہ علی اکبر قلندر قدس سرہو خلف و خلیفہ و جانشین حضرت مولانا  
 شاہ حیدر علی قلندر ابن حضرت مولانا شاہ تراب علی قلندر قدس سرہما  
 ولادت آپ کی بتایا، راہ ربیع الاول روز دوشنبہ ۱۳۲۵ھ ہوئی۔ بدو شعور متصف  
 بہ اخلاق حمیدہ و خصائل پسندیدہ تھے۔ کتب و رسیہ کی تعلیم اپنے عم اکرم حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر  
 قدس سرہ سے پائی۔ اور تعلیم باطن ان سے اور اپنے والد ماجد و نون سے حاصل کی۔ لوکار  
 قلندر یہ آپ خوب جانتے تھے۔

بیعت آپ کو سلسلہ عالیہ قادریہ مسودیین حضرت مولانا شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ سے  
 تھی۔ اور اجازت و خلافت اپنے والد ماجد و عم اکرم سے۔ اور علاوہ اُن کے حضرت شاہ  
 علی اکبر قلندر باسطی الہ آبادی سے بھی تھی۔ علم حدیث و اوراد کی تحریری اجازت حضرت مولانا  
 آل احمد ابن محمد امام ابن مولانا نعمت اللہ قلندر بھلاواری سے بھی حاصل تھی۔ آپ باکلیہ صادق  
 اس قول کے تھے کہ ”صوفی آن بود کہ نبود“۔

نہایت درجہ تنکس النفس و متحل الزلج تبع شریعت تھے۔ اخلاق اسقدر وسیع تھا کہ ہر شخص

بجائے خود گمان کرتا کہ مجھ سے زیادہ کوئی شخص مقبول نہیں تمام عمر اخفا و کتمان میں گذاری۔ اور  
 المشہورۃ الافہ والحمول راحت کے پابند رہے

ابتداء آپ درس بھی دیتے تھے۔ قصیدہ اور قسب و جوار کے بہت سے لوگ آپ کے شاگرد  
 تھے۔ چند نام ان کے معلوم ہو سکے جو درج ذیل ہیں (۱) حضرت ابی شیخی مولانا حافظ شاہ علی انور  
 قلندر قدس سرہ تعلق و خلیفہ آنحضرت (۲) مولانا فرید الدین خان محبت کاکوروی (۳) مولوی  
 صدر الدین خان کاکوروی (۴) منشی نذیر حسین خاص بلوچ کاکوروی (۵) مولوی حکیم عبد الحفیظ  
 متخلص بنیر کاکوروی (۶) مولوی شاہ سکندر علی خان واصل خالصپوری ذیل مبدی (۷) حکیم  
 عبدالنور خان خالصپوری (۸) مولوی عظیم الدین نصف ساکن دیوہ ذیل کاکوروی (۹) مولوی حکیم  
 علی حیدر خان خالصپوری وغیرہم۔

اتباع اوضاع خانہ دینی و حسن استعداد و اطاعت نیز ذاتی خوبیوں سے آپ اپنے علم اکرم  
 حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر کی خدمت میں بہت مقبول اور مورد عنایت ہوئے۔ حضرت  
 مولانا شاہ حیدر علی قلندر کے سویم کے روز حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر نے حسب ارشاد شاہ حیدر علی  
 قلندر آپ کو لباس پہنایا۔ اور اپنی طرف سے بھی اجازت و خلافت عطا کی۔ اور سجادہ کاظمیہ پہنچا کر  
 خود نفس نفیس نذر گزارانی۔ تمام عمر ظاہر و باطن آپ نے انکی متابعت میں گذاری۔ کوئی بات  
 ان کے خلاف مرضی نہیں کی۔ ادب کا یہ حال تھا کہ تاحیات حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر قدس  
 سرہ۔ بلوچ ادب سجادہ پر نہیں بیٹھے۔

آپ علوم متعارفہ میں ایک بحر ناپید اکنار۔ اور قدردانی میں سرگروہ عرفا و اعیان تھے۔ کوثر  
 لائے یعنی کسی ملامت کرنے والی کی ملامت کی پروا نہیں کرتے تھے۔ جو مقام قلندری پر فائز  
 ہونے کی اسطے دلیل ہے۔ ایک سال قبل وصال اپنے بعض مخصوص مریدین سے اپنے وصال  
 کی خبر دی تھی۔ چنانچہ ہوا کیسا ل کے شب گیارہ ماہ رجب کو مادہ فلاج بائین جانب گرا چند  
 ارشاد اور وصایا سے ضروری کے بعد سکوت اختیار فرمایا۔ وصال سے دور و ذیل آپ کی صورت

بالکل حضرت مولانا شاہ نقی علی قلندر کی صورت کی ایسی ہو گئی تھی۔ جس سے آپ کی وہ جی نسبت جو آپ کو  
 اُن کے ساتھ تھی ظاہر ہوتی تھی۔ بالآخر اُسی مرض میں پاس انقاس کرتے تباہ ہوئے، ارہ ماہ رجب المرجب  
 روز چہارشنبہ ۱۳۱۵ھ وقت شب ۹ بجے رحلت فرمائی۔ وہ سکر روز بعد نماز ظہر حرم درگاہ حضرت  
 شاہ تراب علی قلندر میں جانب مغرب اپنے والد کے پہلو میں دفن ہوئے۔ وفات کے بعد شیخ  
 سعید الدین کا کوروی نے آپ کا خوش نما روضہ بنوایا جو نظر افروز ناظرین ہے۔ تاریخ وفات پر کچا  
 اور حضرت مولانا شاہ نقی علی قلندر قدس سرہ کا ایک ساتھ فاتحہ ہوتا ہے۔ قطعہ تاریخ وفات از  
 مولوی حکیم عبد الحفیظ تیر کا کوروی سے

علی اکبر قتیل اللہ حبیباً متی ما لا حرم دارا امتحان

فقال النیر عام الوصال ان۔ اوصلہ الی روض الجنان

آپ کے مصنفات میں سے ایک رسالہ اصلاً اصول فی بیان السلوک والوصول  
 اور دوسرا ہدیۃ المتکلمین ہے۔ دونوں متعدد بار چھپ کر شائع ہو چکے ہیں۔  
 خلفا آپ کے حسب ذیل حضرات ہوئے (۱) حضرت ابی شیخی مولانا حافظ شاہ علی النور قلندر خلیف  
 و خلیفہ جانشین آنحضرت (۲) حضرت انخی شیخی مولانا شاہ حبیب حیدر قلندر مدظلہ نسیرہ آنحضرت۔  
 (۳) مولوی حکیم حبیب علی کا کوروی (۴) مولوی شاہ فضل علی کا کوروی (۵) تیسرے شاہ سید حسین ہلوی  
 (۶) سید شاہ فرزند حسین مودودی لکھنوی (۷) مولوی شاہ سکندر علی خان اصل خالص پوری (۸)  
 مولوی شاہ سلیم الدین کا کوروی (۹) مولوی شعیب عظیم الدین کا کوروی (۱۰) شاہ ارادت اسد ساکن مجری  
 ضلع کھیری (۱۱) شاہ برکت اللہ ابن شاہ ارادت اللہ مذکور (۱۲) مولوی شاہ عبدالحق ساکن تلہر ضلع  
 شاہجہا پور۔ وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم۔ آپ کے مفصل حالات نفحات الغبریہ میں موجود ہیں۔

## علی النور

حضرت قطب الاقطاب دسی حیدر الصفدر ابی شیخی مولانا حافظ شاہ علی النور قلندر عطر اللہ

مجمعہ الاطهر خلف و خلیفہ جانشین حضرت مولانا شاہ علی اکبر بندر قدس سرہ۔

ولادت شریف الہام سید الانوار<sup>۱۲۶۹</sup> ھ میں ہوئی۔ آپ کی ذات مجمع کمالات و منبع فیوض و برکات تھی۔ اور اپنی آپ ہی نظیر علم فضل و فقر و درویشی و وجاہت ظاہری و باطنی و تبلیغ شریعت۔ درع و تقویٰ و ریاضت۔ سخاوت و لطافت و علو ہمت بلکہ جملہ اوصاف حسنہ میں اپنا ہمہ نہیں رکھتے تھے۔

منقول ہے کہ جب حضرت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ کی خدمت میں حاضرین نے آپ کی ولادت کی مبارک باد عرض کی تھی تو آپ نے خوش ہو کر فرمایا تھا کہ ”احمد اللہ آج میرے گھر آفتاب آیا“۔ ساتویں روز آپ کا اسم گرامی ”علی انور“ رکھا گیا۔ سچ آپ کا یہ تھا۔

ز نور محمد علی انور است

بچپن ہی سے آثار ولایت و کرامت۔ و انوار رشد و ہدایت جبین نور آگین سے ظاہر تھے۔ چوتھے برس حضرت غوث ملت شاہ تراب علی قلندر نے تسمیہ خوانی کرائی۔ اور بغرض حفظ کلام مجید استاد اسحاق حافظ محمد علی ساکن بڑاگانوں کے سپرد کیا۔ ساتھ ہی کتب فارسی کی بھی تعلیم شروع ہوئی۔ مولوی شرف الدین سندیلجی نزل کا کوری سے ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ سات سال کی عمر میں ۲۹ ماہ رمضان المبارک یوم جمعۃ الوداع ۱۱۸۸ ھ میں حضرت غوث ملت کے دست حق پرست پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت کی۔ بعد بیعت انھوں نے اپنی ٹوپیا آپ کے سر پر رکھ کر اجازت و خلافت عطا فرمائی۔ اور حضرت شاہ تقی علی قلندر قدس سرہ سے فرمایا کہ انکے ختم و تاج کے بعد میرا ختم آزادی معراج جعفری انکو پہنا دینا۔ چنانچہ وہ ختم حضرت شاہ تقی علی قلندر قدس سرہ نے حسب ارشاد آپ کو پہنایا۔

پھر علوم عربیہ کی تحصیل شروع کی۔ ابتدائی کتابیں مصلح تک پہنچنے والہ ماہر قدس سرہ سے پڑھیں۔ اور شرح جامی سے لیکر ہائے تک جملہ علوم حضرت شاہ تقی علی قلندر کی خدمت میں حاصل کئے۔ متوسطات کے درس کے زمانہ ہی سے پڑھانا شروع کر دیا۔ جس کا سلسلہ



یوم عود عرض مرض تک رہا تلامذہ آپ کے بہت ہوئے۔ اذکار و اشغال خاندانی کی تعلیم حضرت شیخ اکبر مولانا شاہ حیدر علی قلندر قدس سرہ سے پائی۔

ذہانت و فطانت - فہم و فراست - طلاقت لسانی و ذکاوت میں اپنے معاصرین سے فائق تھے۔ قدرت نے ایسا ذہن سلیم اور طبع مستقیم عطا فرمایا کہ بڑے بڑے علماء زمانہ متحیر و متحیر تھے۔ رضا و تسلیم و حجت دین و داد و سلیمین حب اللہ۔ و بغض فی اللہ۔ و کسر نفسی ایسی تھی کہ کمتر لوگوں میں پائی لگتی۔ بعد فراغت درس و تدریس تصنیف و تالیف و کتب بینی کا شغل اختیار کیا۔ بیشتر تاریخ کی کتابیں ملاحظہ فرماتے۔ اردو دیوانوں میں غالب و مومن کا کلام بہت پسند کرتے تھے۔ بعد نماز ظہر تصدق کا درس دیتے۔ بعد درس حاضرین سے بات چیت کرتے بعد مغرب طالبین کو ذکر و شغل تلقین فرماتے۔ اور ان کے شکوک اور سوالات متعلقہ بہ سلوک کے جوابات شافی ارشاد کرتے۔

مدۃ العمر روزانہ دو پارہ کلام اللہ کی تلاوت علاوہ اور ادو وظائف معمولہ خاندانی کے فرماتے رہتے مراتب قرب و ولایت و مقامات و عرفان و کرامت کی کیا کیفیت بیان کی جائے فرماتے تھے کہ مجھے نہیں یاد ہے۔ کہ کسی چیز کی خواہش مجھے ہوئی ہو۔ اور وہ خدا نے اس افراط اور افراط کے ساتھ نہ دی ہو کہ میں اُس سے گھبرانہ گیا ہوں۔ بشارت و واقعات کشف و کرامات اس قدر ہیں کہ اگر لکھے جائیں تو ذکر ہو جائے۔ بائینہ ان امور کی آپ چند ان قدر قدرت نہیں کرتے تھے۔ اور اظہار بھی بہت کم فرماتے۔ اگر کبھی ذکر آجاتا تو فرما دیتے۔ اور جو کوئی اس قسم کے حالات پوچھتا تو اکثر یہ شعر پڑھ دیا کرتے تھے

پوشیدہ بھلا ہے خون عاشق جانے دو بس اس پہ خاک ڈالو

ارواح طیبہ حضرات مرثیین کی خاص توجہ آپ پر بند دل رہتی۔ جس کے بیشتر واقعات ملامت بالقلندر مقدمہ روض الانامہ میں موجود ہیں۔

فرماتے تھے کہ ایک بار میں نے خواب دیکھا کہ ایک مرغ بگلا باغ کا ایسا ہے جس میں

ایک خیمہ نصب ہے۔ اُس کے باہر لوگ مجتمع ہیں۔ جب میں وہاں پہنچا۔ معلوم ہوا کہ اس خیمہ میں حضرت مولای کائنات جناب میر کریم اللہ وجہ تشریف فرما ہیں۔ میں حاضر ہوا وہاں آپ کے علاوہ ایک بی بی کو دیکھا جو بہت حسینہ و جمیلہ تھیں۔ میں اولاً حضرت سے قدمبوس ہوا۔ آپ نے نہایت شفقت سے میری پیٹھ پر ہاتھ پھیر کر فرمایا۔ کہ تم علوی ہو اور میری اولاد ہو۔ میں آپ کے ہاتھ کو دیکھنے لگا۔ تو آپ کے انگوٹھے کا ناخن بڑا معلوم ہوا۔ ارشاد ہوا کہ کیا دیکھتے ہو تو ہاتھ انگوٹھے کا ناخن بھی بڑا ہو گا۔ اسی انشا میں کسی نے اُن بی بی کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ حضرت سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا ہیں۔ چنانچہ اُن سے قدمبوس ہوا۔ اُنھوں نے بھی بہت شفقت فرمائی اس کے بعد آنکھ کھل گئی۔

اجازت و خلافت آپ کو ان حضرات سے تھی (۱) حضرت مولانا شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ (۲) حضرت مولانا شاہ حیدر علی قلندر قدس سرہ (۳) حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر قدس سرہ (۴) حضرت مولانا شاہ علی اکبر قلندر قدس سرہ (۵) حضرت سید شاہ علی اکبر قلندر باطنی الدہ آبادی۔ اور ایسی فیض حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیا محبوب الہی دہلوی۔ و حضرت مفتی الہی بخش کاندھلوی سے تھا۔

ابتداً انشروسی کا ذوق تھا۔ جبکہ آپ نے نشتی احمدی دہلوی سے حاصل کیا۔ کچھ دنوں شاعری کی طرف میلان خاطر رہا۔ کچھ اشعار بھی موزون فرمائے تھے۔ مگر جب حضرت شاہ تقی علی قلندر نے ناپائیدگی کا اظہار کیا تو ترک فرمادیا چند اشعار جو سننے میں آپ کے درج ذیل ہیں۔

ساتی ہمیں وہ دیکھو تو بل شراب کی	پیتے ہی بھوون اہ غلاب ثواب کی
ہوں سرنگون نہ کیسے یہاں شاہ اور گدا	اکسیر خاک ہے درشاہ تراب کی
کین کنے کو سب اُدھر دیکھ لیتے	جو ہوتا وہ جن و بشر دیکھ لیتے
نہ پھرتیں جو ترجیحی نگاہیں تو زاہد	خدائی کے زہر روز بردیکھ لیتے
کنوین بھانکتے پھرتے میری طرح سے	وہ اپنی جو نیچی نظیر دیکھ لیتے
ہمیں اس لئے وہ تو قیامت ہی آئی	شب ہجر کی ہم سحر دیکھ لیتے

فارسی اور اردو دونوں زبانوں کی نشاندہی میں آپ کو مہارت تامہ تھی جس کے شاہد عادل تصانیف اور کتابت ہیں۔ ان کے علاوہ ایک رسالہ گلہ شہ شریوین موسومہ بہ ارمنغان بھی موجود ہے اور چھپ گیا ہے۔

اس خاندان میں تصنیفات و تالیفات جس قدر آپ نے کئے کسی نے نہیں کئے۔ باسثناء دو تین کے سب طبع ہو گئے اور مقبول ہوئے وہ سب ذیل ہیں (۱) حواشی بر میرزا بدیع جلال علی غیر مطبوع (۲) تحریروں الانور فی تفسیر القلندر مطبوع (۳) فیض الفتی فی حل مشکلات ابن العسری مطبوع (۴) الجوض الکوثر فی تملکة روض الازھر مطبوع (۵) انتصاح عن ذکر اهل الصلاح مطبوع (۶) القول الموجب فی تحقیق من عرف نفسه فقد عرف ربه مطبوع (۷) قول الخیار فی مسئلۃ الجبر والاختیار مطبوع (۸) احسن الافادات لارباب الارادات (اردو) مطبوع (۹) نجمة الصوارف فی شرح خطبۃ العوارف مطبوع (۱۰) تصفیہ فی شرح التسوید مطبوع (۱۱) قاتلہ الابصار مطبوع (۱۲) کشف الدقائق عن رموز الحقائق مطبوع (۱۳) تنویر الافق فی شرح تبیین الطرق مطبوع (۱۴) زواہر الافکار شرح جواہر الاسرار مطبوع (۱۵) الدار المنقہ فی شرح تحفۃ المرسلة مطبوع (۱۶) الدار الیتیم فی ایمان الیوم عربی مطبوع (۱۷) نفع الطیب فی ذکر مولد الجلیب (اردو) مطبوع (۱۸) تسلیۃ الفواد عن ذکر خیر العباد (اردو) مطبوع (۱۹) شمامۃ الغیر فی ذکر میلاد خیر البشر (اردو) مطبوع (۲۰) زاد الغریب فی منزل الجلیب (اردو) مطبوع (۲۱) تفسیر سورۃ یوسف (نام نام غیر مطبوع) (۲۲) رشحات النوری حواشی شرح لمعات عراقی (غیر مطبوع) (۲۳) شہادت الکونین فی شہادت الحسنین (مشہور بہ شہادت نامہ کلان اردو) مطبوع (۲۴) الدار المنظم فی مناقب غوث الاعظم (دو جلد اردو) مطبوع (۲۵) الدرة البیضاء فی تحقیق صدق فاطمہ الزہراء (اردو) مطبوع۔

آپ نے چونتیس سال ارشاد و ہدایت کی جس میں سے دس سال بعد انتقال اپنے حضرت والد ماجد مولانا شاہ علی کتب سید قدس سرہ جاذبین غافلہ کا ظہیر ہو مریدین بھی بہت ہو اکثر مریدین رفیع صحت و

غایت سے درویش صفت گذرے۔ خلفا و مجاز آپ نے بہت کم فرمائے۔ مگر جو لوگ ہوئے  
 اُنکے نام حسب ذیل ہیں (۱) حضرت مولانا شاہ حبیب حیدر قلندر خلف اکبر و خلیفہ جانشین آنحضرت  
 (۲) مولوی شاہ تقی حیدر خلف اوسط آنحضرت (۳) مقرر بطور افتقر علی حیدر در ۴۴) منشی محمد و باج الدین  
 (۵) شاہ ولایت احمد لاہر پوری (۶) حکیم شاہ محمد رضاعت مسافر شاہ ساکن اٹا وہ نرمل حیدر آباد  
 (۷) شاہ فضل علی سرگروہ آزادان۔

آپ تباہی ۲۰ ماہ محرم الحرام روز جمعہ ۱۳۲۷ھ بوقت عصر ۴۴ سال بجا رضہ تپ و درم ہلکے  
 زینت افزائے خلید برین ہوئے۔ اور دو سکے دن ۲۱ محرم کو بعد نماز ظہر دفن ہوئے۔ مزار اقدس  
 پر آپ کے مرید خلیفہ نواب عبد الکریم خان صاحب تعلقدار شاہ آباد ضلع بہرہوئی نے عالیشان روضہ  
 بصرف زر کثیر بنوایا جو زیارت گاہ خلائق ہے قطعہ تاریخ دفات از مولوی حکیم عبد الحفیظ نیر کا کوری سے  
 مشعل عاجلا بخواب الکریم بعد رجیب بقلب سلیم  
 اذ اجاء النور بدار النعیم قنادی لک کل اجر عظیم  
 مفصل حالات آپ کے مہار شادات و واقعات و کرامات وغیرہ مواہب اللقندر و الخلیفہ  
 گلشن کرامت میں موجود ہیں۔

## علی حسن خان

منشی علی حسن خان آبن منشی مشوق علی خان ابن شیخ طفیل علی خان فوجدار۔ یہ مقام کانپور پیدا  
 ہوئے۔ اور ابتدائی زمانہ وہیں بسر کیا۔ اپنے والد منشی مشوق علی خان کی رحلت کے بعد اپنے چچا  
 امیر عاشق علی خان بہادر کی خدمت میں رہے اور وہیں تحصیل علوم سے فراغت حاصل کی۔ جو ان  
 شجاع و شہ زور و خوش رو تھے۔ چنانچہ شیخ نظام علی علوی کن سلیم پور (یکے اندہ شاہ شیخ کرم اللہ  
 ابن شیخ جبار اللہ) نے جنھوں نے اُنکے زمانہ قیام میں کانپور کی سیر کی تھی۔ اور چند یوم اپنے  
 بنی اعمام کے پاس قیام بھی کیا تھا۔ اپنے سفر نامہ میں انکی (یعنی علی حسن خان کے) حسن ادب

علیت خلیفہ زیدی وغیرہ کا تذکرہ لکھا ہے۔ اور حضرت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ بھی انکی نسبت  
تحریر فرماتے ہیں کہ ”علی حسن جوان نیک بخت بنجیدہ است“۔

انھوں نے تعلیم سے فراغت کے بعد انگریزی ملازمت اختیار کی۔ اور اولاً سررشتہ دار کلکٹر کانپور  
ہوئے۔ مگر بعد چند نے ملازمت ترک کر دی۔ اور لکھنؤ چلے آئے۔ اور یہاں امجد علی شاہ بادشاہ اودھ  
کی سرکار سے برہنہ اخراجات اب وجہ اخراجات امام باغ بطور معافی ملے۔ چنانچہ انھوں نے کاکوری  
میں قیام کر کے امام باغ کے مکان کی تعمیر شروع کی۔

اسی اثنا میں انکے والد کے انگریز دوستوں نے انھیں سجدہ و کد کا پتہ بلایا۔ اور عہدہ اکسٹرا  
اسسٹنٹ کمشنری عطا کیا۔ ایک مدت تک کانپور میں رہے۔ پھر کاپلی بھیجے گئے۔ کاپلی میں  
چند سال رہنے کے بعد یکایک بعارضہ درد صدر تباریخ ۴۲ مارچ شعبان ۱۲۷۵ھ رحلت کی۔ اور  
کانپور میں اپنے والد معشوق علی خان کی قبر کے پاس دفن ہوئے۔ قطعہ تاریخ وفات از منشی  
امیر حسن خان نسل کاکوری سے

درینا اسے برادر زین خراب آباد آب گل      نمودی جلوہ ہچون شہر و ناگمان رفتی  
چونانگہ از جہان رفتی بتاریخت جزاین کچرن      کہ گویم۔ آہ ناگہ اسے برادر از جہان رفتی  
انکی یادگار سے صرف چند کاغذات باقی ہیں۔ جن میں ایک روز نامہ بھی ہے یہ انکے  
نواسہ حاجی اعجاز علی کے پاس ہے جس سے بہت اہم گذشتہ واقعات کا انکشاف ہوا ہے  
ان واقعات میں ایک یہ ہے کہ مدت دراز سے اہل قصبہ کا خیال تھا کہ منشی مقصود علی خان  
خلف شیخ طفیل علی کی مسجد جو بازار کٹرہ شیخ جارا اللہ کے سکے پر واقع ہے۔ اس کا حصہ اکیلیسی  
زمین پر تعمیر ہے۔ خوشی صاحب نے بردستی حاصل کی تھی۔ اسوجہ سے اس میں نماز درست نہیں ہو  
لیکن منشی علی حسن خان کے روز نامہ نے واقعات کے چہرے سے نقاب اٹھا دی اور یہ پتہ چلا کہ وہ  
راضی خرید کی گئی تھی۔ یہ مسجد نہایت عمدہ اور عالیشان نئی مسجد کے نام سے مشہور ہے اور اب  
مسجد جامع کہی جانے لگی ہے۔ اس مسجد پر حسب ذیل کتبہ ہے۔

اللہ اکبر

چون بن کرد مسجد عالی  
بطفیل علیست واضح نام  
مختم گفت سال تمیزش  
آنکہ اسم شریفیت او مقصود  
باشد اورا مبارک و مسعود  
قبلہ خیر کتبہ مقصود  
۱۱۲ ۸۳

علی حسین

منشی علی حسین صدر الصدور ابن حافظ غلام محبتی۔ ابن حافظ شاہ عزیز اللہ علوی مخدوم زادہ۔  
علوم عربیہ کی تعلیم مولوی محمد مستعان کاکوروی سے پائی۔ بیعت انکو حضرت شاہ سلطان بخش فرخ آباد  
سے تھی۔ حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر قدس سرہ سے حسن عقیدت کے ساتھ اتحاد و ملامت و دشمنانہ  
رہتے تھے۔ مدت تک معزز عہدوں پر ملازم سرکار رہے۔ آخر میں صدر الصدور ہو گئے۔ بعارضہ  
فلج تباہی ۶ مارچ ۱۲۸۶ھ بمطابق ۲۲ سال انتقال کیا۔ اور اپنے آبائی قبرستان متصل رسولی  
باغ میں دفن ہوئے۔

علی عسکری

حافظ علی عسکری خان مخلص بہیدل۔ ابن منشی تقی علی خان۔ ابن منشی مومن علی خان مفتون ابن  
قاضی ذوالفقار علی خان ابن قاضی امداد علی خان ابن رضا علی خان علوی مخدوم زادہ۔ انکی  
ولادت ۱۲۶۶ھ میں ہوئی۔ مولوی امجد علی علوی بکنیغ نے انکے ولادت کی تاریخ لکھی جو درج  
ذیل ہے۔

صبا سے جو صبح چمن و لکشا  
نقی یعنی سر چمنہ مہر را  
چہ پورے جوانمرد اقبال مند  
عجب انشراحے بدل دست داد  
پسر دادہ یزدان ملایک نژاد  
کہ شانش در آغوش مادر نژاد

گلستان ز رویش بکف خار خار  
ز گیسوے او سنبستان بیاو  
چو گویم کہ این فردہ جانفزا  
چہا عقدہ غم ز خاطر کشاد  
خدا یا چنین طفل اقبال مند  
ز چشم بد اندیش محفوظ باد  
پے سال میلاد کن نو نہال  
طریقے باکین نو دست داد  
سرشت ببالید بر خوشیشتن  
لال و قلق رنج از پاقتاد

۱۲۶۴ھ ۳۰ ۱۰۰ ۳  
۱۳۳

یہ صاحب طبع نقاد و ذہین رسالتھے۔ اشعار فارسی دارد و دونوں زبانوں میں کہتے تھے شعر و سخن میں بلند نشی محمد رضا صبر کا کو ردی سے تھا۔ یہ سخن فہمی اور بد کہنجی میں طاق اور یکا نہ آفاق تھے علاوہ اسکے طبیعت میں انتظامی قابلیت اور خوش سلیقگی۔ اور سلامت روی فطری تھی۔ شعر و سخن کا انکی ذات سے بہت چرچا رہتا۔ بدتون تک ماہانہ نزم مشاعرہ بہت اہتمام اور تکلف کیساتھ منعقد کرتے رہے۔ اس زمانہ میں فتنی محمد رضا صبر و مولوی نجی الدین خان ذوق مقابل کے استاد مانے جاتے تھے۔ دونوں کے ملائذہ مشاعرہ میں کیساں داد سخن پاتے۔

انکا کلام بھی بہت تھا۔ لیکن زمانہ کے دست برد سے مفقود ہو گیا۔ چند اشعار مل سکے جو رنج لہین سینہ عاشق فرگان جو کیا چاک اُسے  
دل جان پر تھا وہاں پر نظر آئے کہ کئی خار  
کب مرے نالوں سے ہنگامہ محشر نہ ہوا  
تم نے دیکھا نہ کبھی آنکھ اٹھا کر اکبار  
اُسی انداز سے پھر اک نگہ شرم اکو  
پھر اُسی طرح مرا خانہ دل ہو مسمار  
ساقیا اب نہ رہا جائیگا بے دور شراب  
جھومتی آتی ہے متوالون کے مانند بہار  
سرین وہ دھن کہ بیل بشت نور دی کیجئے  
ضعف اس تھر کا طاری کہ ہے خیش و شوار  
آپ لینے کو اسے فوق سے لیجائیں مگر  
وہم کچھ اور نہ کیجئے گا کہ دل ہے بیار

۱۵ احوال مسرت مکر کرنے سے ۱۲۰۰ ہونے ہیں اور اس میں سے ۱۳۲ نکال دالنے سے ۱۲۶۴ھ جو

مطلوب ہیں باقی رہتے ہیں ۱۲ منہ

ہم بین اور ہجر کی شب اور بلاؤں کا نزل  
ہم بھی دیکھ آئے شکر ترے بیمار کو آج  
کون پرسان ہے بجز حسرت و اندوہ فراق  
بنضیق سنا قط تھین مگر آنکھوں میں کچھ دم تھا  
تم ہو اور بزم طبر اور ہجوم اغیار  
نفس چند کا مہمان تھا دم کا تھا شمار  
کون مونس ہے بجز شکوہ بے مری یار  
لپچھے وقت آئی نظر آپ کی چشم بہار  
بیعت انکو حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر قدس سرہ سے تھی۔ حضرت مولانا حافظ شاہ علی نور

قدس سرہ کے خاص احباب میں تھے۔ اور ان سے نہایت خلوص و عقیدت رکھتے۔ اور اپنا  
مرجع و ماواں سمجھتے۔ کلام مجید انھوں نے اور انھوں نے ایک ساتھ حافظ محمد علی نابینا سے  
حفظ کیا تھا۔ اپنے ناہمال سے یہ بہت امیر کبیر تھے۔ جس کے متعلق قصص اب بھی زبان زد  
خاص و عام ہیں۔ انکی تقریب عقد نکاح اس قدر دھوم سے کی گئی تھی۔ جس کی نظیر کا کوری بین  
مشکل سے ملے گی۔ مفصل حالات و کیفیات اُسکے لالہ بھگونت رائے متخلص بہ راحت کا کوری بین  
اپنی شہنوی گلستانِ راحت میں نہایت خوبی سے نظم کئے ہیں یہ شہنوی طبع بھی ہو چکی ہو۔

انھوں نے غفوانِ شباب میں تباہی ۱۲ ماہ ذی الحجہ ۱۲۹۷ھ مطابق یکم دسمبر ۱۸۸۰ء بمقام  
کا کوری انتقال کیا اور اپنے خاندانی قبرستان متصل رسولی باغ میں دفن ہوئے۔

## علیم الدین خان

مولوی قاضی علیم الدین خان۔ ابن قاضی القضاۃ مولوی نجم الدین علی خان بہادر شاقبت۔  
ابن حضرت ملا حمید الدین محدثؒ۔ یہ عالم جید اور فاضل زبردست تھے۔ کتب دسیہ اپنے والد ماجد  
اور ملا علی الدین گیلانی۔ و مولوی فضل اللہ نیوٹنوی۔ و مولوی عبدالواحد خیر آبادی سے تمام کتب۔  
کچھ دنوں مفتی عدالت رہے۔ پھر قاضی دار السائر ہو گئے۔ جو وقت حکمہ قضا خفیف میں آیا تو  
بہ صلہ حسن کارگذاری صدر اعلیٰ مقرر ہو گئے۔ علم بہت حاضر تھا۔ مطالعہ کتب میں وقت  
زائد صرف ہوتا۔ بہت ہی خوش بیان اور قوی حافظہ تھے۔



بیت انکو حضرت شاہ محمد کاظم قلندر قدس سرہ سے تھی۔ مولوی مسیح الدین خان بہادر  
میرٹھی گورنر جنرل و فیروز شاہ اور دہلی کی کتاب سفر نامہ انگلستان کے خاتمہ میں ان کے حال میں لکھتے  
ہیں کہ۔

”ذہانت اور دکاوت اور قوت استدلال اور سرعت انتقال ذہن اور خوش ہمانی آپ کے اوپر  
نظم تھی۔ کتب مطولات اور جو کتب کہ درس میں نہیں ہیں ان کے مضامین دقیقہ پر مطالعہ کے وقت  
ایسا جود ہوتا تھا کہ جیسے کوئی اردو پڑھ لے۔ راقم نے ابتدا میں کچھ کتابیں آپ سے پڑھیں۔ اور  
آخر میں فرج حبیبی فن ہیئت میں بھی آپ سے پڑھی۔ اس وقت آپ ارشاد فرماتے تھے کہ چالیس برس  
کے بعد میں یہ کتاب دیکھ رہا ہوں۔ ایک روز کا قصہ ہے کہ کتاب میں ایک مسئلہ شکل مذکور تھا وہ  
یہ کہ ۶۶ کے عرض البلد میں طلوع غروب بروج کا معکوس ہوا ہے یعنی پہلے جزا طلوع کرتا ہے  
پھر حل چونکہ میرا ذہن تصور گردش افلاک میں مناسبت تھا صرف آپ کی تقریر سے تھوڑے روز میں  
میں نہ آئی۔ اتفاقاً اسی وقت جناب چھوٹے چچا مولوی خلیل الدین بہادر بھی تشریف لائے۔  
جناب ممدوح کو فن ہیئت میں بڑی مداخلت تھی۔ ان کی تقریر سے بھی تصور اس کی ذہن میں بن چڑھی  
تب کہ وہ سادہ جو جناب ممدوح کے بیان تھا انھوں نے جاکر بھیج دیا۔ سارے مصطلحات  
اور علامات اس میں انگریزی لکھے ہوئے تھے۔ جناب والد ماجد اگرچہ انگریزی بالکل نہیں  
جانتے تھے۔ صرف ہندو سہ پہا جانتے تھے۔ بعض ترمیم سے اس کو ۶۶ کے عرض البلد پر قائم کیا اور  
اس کو گردش دی تو اٹلما طلوع و غروب نظر آگیا۔ اس وقت جو دلائل آپ نے اس دعوے پر فرمائے  
تھے فوراً سمجھ میں آ گئے۔ ایک نیا امر آپ میں یہ تھا جو کمتر علما میں دیکھا گیا وہ یہ کہ ارباب علم  
جو حکیمانہ طبیعت کے ہوتے ہیں تقوس سے بالکل عاری ہوتے ہیں۔ آپ باوجود حکیمانہ طبیعت  
کے تقوس میں بھی کمال تھے۔ اور اکثر علما کو سبب عدم توجہ امور دنیا فیہم معاملات میں جیسا  
چاہئے ذہن رسائی نہیں کرتا آپ ہر قسم کے معاملات میں ایسے دقائق امور کو پہنچتے کہ کمتر  
کوئی پہنچتا اور جمیع امور میں عقل رسا رکھتے۔ جس عرصہ میں آپ قاضی دارالبرسائے تھے۔ یہی ہے کہ

اثرات میں ایک عورت پر انتساب قتل عید کا ایک مقدمہ دائر ہوا جس میں سرکار مدعی تھی کہ عورت کے زلمے لڑکا پیدا ہوا جسکو اُس نے کنوین میں ڈال دیا۔ جب یہ مقدمہ پیش ہوا تو اپنے فتوے دیا کہ قتل عدالت جرم ہے اور وہ اس عورت پر ثابت نہیں ہوا ہمارے رائے میں لڑکا عزم لڑکے کو مقام محفوظ پر بٹھلا دینا ہو سکتا ہے اور گمان یہ ہوتا ہے کہ اُسے لڑکے کو کسی طرح سے اس مقام پر آتا رویا ہے دو قریب سے ایک یہ کہ ایک دن کا لڑکا اتنی دور سے پھینکا جائے اور زندہ رہے بعید از عقل معلوم ہوتا ہے۔ دو سکریکہ شفقت مادی بھی مقضی نہیں معلوم ہوتی کہ اُسکو اتنی دور پھینک دے۔ حاکم عدالت نے جب اسکا شکبستس کیا تو معلوم ہوا ہوا کہ اُسے لڑکے کو ڈکڑے میں رکھ کر آتا رویا تھا لہذا وہ جرم جا رہا۔

وفات انکی بتاریخ، ۱۲۵۶ھ بمذہبہ ہوئی اور خلیفہ متھیل چاند محل کا کوری میں دفن ہوئے

## عنایت احمد

خان بہادر مولوی مفتی عنایت احمد۔ ابن منشی محمد بخش۔ ابن منشی غلام محمد۔ ابن منشی عطاء اللہ دیوبی الاصل قریشی النسل نزہل کا کوری۔ ولادت بمقام دیوبند بتاریخ ۱۲۲۷ھ ہوئی۔ مفتی صاحب بعمر ۱۳ سال بغرض تحصیل علم اولاً راہپور گئے۔ جہاں مولوی سید محمد راہپوری۔ و مولوی سید علی ٹوکی۔ و مولوی نور الاسلام سے کتب درسیہ پڑھیں۔ پھر دہلی گئے۔ وہاں مولانا محمد اسحاق محدث و مہاجر دہنی سے کتب حدیث سنیہا سنیہا پڑھ کر سند حاصل کی۔ وہاں سے تھبہ کول ضلع علیگڑھ آئے ماہ و قلم کی جامع مسجد کے مدرسہ میں مولانا بزرگ علی سے تمام معقولی اور منقولی کتابیں پڑھ کر فارغ التحصیل ہوئے۔ پھر راجہ اپنی ذاتی قابلیت اسی مدرسہ کے مدرس بھی اپنے استاد کے بعد ہو گئے۔ ایک سال تک وہاں مدرس رہے۔ پھر مصنف اور مفتی مقرر ہوئے وہاں سے بریلی کا تبادلہ ہوا یہاں صدر امین مقرر ہوئے۔ پھر شہر آگرہ کے صدر اعلیٰ برتتی کے تقرر کا حکم آیا اسی اثنا میں غدر ہو گیا۔ آگرہ نہ جاسکے۔ بریلی و راہپور میں قیام رہا۔ بعد غدر دو

سال تک کانپور میں رہے مدرسہ فیض عام جاری کیا۔ غدر کے زمانہ میں بغاوت کا الزام بھی ٹھیک ہوا۔ جس سے جس پر عبور دریا سے شور کی سزا دی گئی اور جزیرہ اندمان بھیجے گئے۔ وہاں ان کے پاس کسی علم کی کوئی کتاب موجود نہ تھی محض اپنے قوت حافظہ پر مختلف فنون میں رسائل تصنیف کر رہے۔ اور وطن واپس آکر اغوات سے ملا یا تو حرف بہ حرف صحیح نکلے۔ اکثر کتابوں میں مثل علم الصنیع و توارخ حبیبہ وغیرہ کے ویسا چون میں اس واقعہ کو بھی لکھ دیا یہ نہایت ہی متقی و متورع و متبحر فاضل تھے۔ علماء ربانین میں شمار کئے جاتے تھے۔

تصانیف انھوں نے بہت کئے ایک خاص بات انکے تصانیف میں یہ ہے کہ کسی نے آج تک ان پر اعتراضی حیثیت سے قلم نہیں اٹھایا سب کے نام تاریخی ہیں جو حسب ذیل ہیں

- (۱) علم الفیوض مطبوع (۲) ملخصات الحساب مطبوع (۳) تصدیق المیسر ردع کمال القیصر
- (۴) الکلام المبین فی آیات رحمۃ اللعالمین (در معجزات) مطبوع (۵) ضمان الفردوس مطبوع
- (۶) فضائل علم و علماء دین (۷) فضائل درود و سلام مطبوع (۸) محاسن العمل الافضل مع التمام مطبوع (در بیان نماز) (۹) ہدایات الاضاحی مطبوع (۱۰) الد والفرد فی مسائل الصیام والقیام والعید مطبوع (۱۱) وظیفۃ کرمیہ مطبوع (۱۲) علم الصیغہ مطبوع (۱۳) نجمۃ بہار بطوکرستان
- (۱۴) ترجمۃ تقویم البلدان (۱۵) نقشۃ مواقع النجوم (۱۶) بیان قدریات مطبوع (۱۷) رسالہ در مذمت میلہ (۱۸) احادیث الحبيب التبرک یعنی چل حدیث مطبوع (۱۹) توارخ حبیب الامطوبوع
- نقشہ مرقع لچرم نقشہ ہر حکو متر مس لفظت گوزر مالک منزلی و شمالی نے (جو خود علم ہیئت کے عالم تھے) بہت پسند کر کے خان بہادر کا خطاب بھی فرط مسرت میں عطا کیا تھا۔

تلاذہ انکے بہت ہوئے جن سے بہت فیض جاری ہوا۔ اور سب بہت بڑے مدرس اور مصنف ہوئے جتنے نام معلوم ہو سکے درج ذیل ہیں۔

(۱) مولوی سید حسین شاہ بخاری (۲) مولوی سید امیر الدین احمد بخاری (۳) مولوی مفتی لطف اللہ علیگڑھی (۴) مولوی حکیم حافظ عزیز الدین عباسی (۵) مولوی حافظ نواب عبد الغفریہ خان (۶) نقشی

مقصود احمد نطق برادر زادہ (۷) مولوی حکیم حبیب علی کاکوروی وغیرہ وغیرہ۔  
 اپنے حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر قدس سرہ کی بہت عنایت تھی اور یہ بھی بہت متقد  
 تھے اپنی تمام اولاد کو انکا مرید کرایا۔ کہا کرتے تھے کہ ایسا فاضل و کامل شخص میں نے نہیں  
 دیکھا۔ انشاء اللہ تعالیٰ حج سے واپس ہو کر میں بھی سعیت کر دوں گا۔ حضرت نے اسی وقت اپنے  
 کشف صحیح سے فرمایا کہ واپسی تو ہو چکی۔ اُسی کے بعد یہ کانپور سے ممبئی بغرض ارادہ ادائے حج  
 گئے جہاز پر سوار ہوئے۔ جب جدہ کے قریب پہنچے تو جہاز پہاڑ سے ٹکرا کر پاش پاش ہو کے  
 غرق ہو گیا۔ انھوں نے بھی اُسی کے ساتھ تاریخ ۱۲ شوال ۱۳۶۹ھ غرق ہو کر درجہ شہاد  
 پایا۔

(غ)

## غازی الدین

ملا غازی الدین شہید۔ ابن ملا سحر غوث۔ ابن ملک ابو اخیر ملک زادہ۔ ولادت انکی ۱۹ ماہ  
 رجب ۱۰۱۵ مین ہوئی۔ یہ بہت بڑے عالم متبحر گذرے ہیں۔ حیثیت انکے والد ملا غوث کا  
 انتقال ہوا اُس وقت انکی عمر سات سال کی تھی۔ اس کس میسری کی حالت میں انھوں نے مختلف  
 علماء کا کوری سے تکمیل علوم کی۔ بعد فراغت حصول منصب پدیری کے لئے دہلی گئے وہاں  
 کچھ دنوں قیام کیا۔ ایک روز بغرض سیر و تفریح مع چند احباب ایک باغ میں گئے ہمارے ہوں ہاں  
 شکر کا دہان سے جھگڑا ہو گیا۔ کل ہم اسی جھگڑ گئے۔ انھوں نے تن تنہا اُن سے مقابلہ کیا  
 اور داد شجاعت دی۔ بالآخر اُن لوگوں کے ہاتھ سے بھر، ۲ سال تیار پنج ۱۸ ماہ ذیقعدہ ۱۱۳۸ھ  
 شہید ہوئے اور وہیں دہلی میں دفن ہوئے۔ تاریخ وفات از قاضی القضاۃ مولوی نجم الدین  
 علی خان بہادر نائب کا کوری سے

از سرورش افتاد نائب را بسبع سال فوٹش ماتم دلریش جمع

۳۸ ۱۱ ھ

## غلام احمد

شیخ غلام احمد ابن شیخ مہبت اللہ ابن شیخ عبد الرقیب۔ ابن شیخ عبد اللہ ابن حضرت  
 مخدوم شیخ نظام الدین بھیکہ رحمۃ اللہ علیہ۔ یہ نہایت شجاع اور زور آور شخص تھے۔  
 منقول ہے کہ حضرت شاہ بھیکہ ہیلوان (جنکا حال بحر زخار میں بھی موجود ہے) مخدوم  
 درویش تھے۔ تیانندی کے کنارہ پر جو بیرون آبادی کا کوری واقع ہے۔ انھوں نے قیام  
 اختیار کیا تھا۔ یہ (یعنی شیخ غلام احمد) روزانہ شام کو کوری سے کھانا انکے واسطے ندی پر  
 لیجا کر لے تھے۔ شاہ صاحب نے انکو ایسی دعا دی کہ انکے قلب میں خاص طور پر شجاعت

پیدا ہو گئی۔ اور قوت جسمانی میں بھی بہت ترقی ہو گئی۔ اکثر باتیں مافوق العادت ظاہر ہونے لگیں مثلاً کسی چیز کا نہ ہر اثر نہ کرتا نہ کسی جادو سے ڈرتے تین زنتار گھوڑے سے زائد تیز دوڑتے۔ پانچ چھ سو آدمیوں کا مقابلہ تنہا کرتے بالین ہمہ معمولی جسم کے آدمی تھے بیٹھ چس گزرتے کھلف جست کر جاتے۔ انکے شجاعت کے حکایات بہت منقول ہیں۔ جو حد تو اتار تک پہنچ گئے ہیں۔ عین شباب میں سبب نفاق بلوران حالت خواب میں میں چالیس آدمیوں نے ملکر ان کو قتل کر ڈالا۔

منقول ہے کہ شیخ نجات اللہ کے جنھوں نے انکے پیر میں تلوار ماری تھی۔ اسی حالت میں انھوں نے لپک کر ایسا گھونسا مارا کہ چھ مہینہ تک بیمار رہے۔ اور کوزہ پشت ہو گئے۔ اور مدۃ العمر کوزہ پشت ہی رہے۔ باقی حالات سنہ و تاریخ و غیرہ نہ معلوم ہو سکا۔

## غلام اولیا

شیخ غلام اولیا۔ ابن شیخ محمد فاخر ابن شیخ عبد الحسب۔ ابن ملک عبد الرود۔ ابن ملک عبد الصمد ابن ملک مٹھی ابن حافظہ چاند ابن ملک سالم الدین ابن ملک نظام الدین۔ ابن بہار الدین کیقباد۔ ابن ملا ابوبکر جامی۔

شیخ عبد الحسب برادر حقیقی ملا عبد الرقیب نے تعلیم و تربیت اپنے بڑے بھائی ملا عبد الرقیب سے پائی۔ یہ سندیلیمین بادشاہ کی طرف سے جزیہ وصول کرتے تھے۔ یہ یعنی شیخ غلام اولیا فاضل ذی استعداد تھے۔ فارسی بہت اچھی جانتے۔ اور فقر کی صحبت میں زائد رہتے۔ اذکار و اشغال سے بھی واقف تھے۔ اور اُسکے عامل بھی تھے۔ تصوف کا بھی کافی مذاق رکھتے۔ ان سے اور ملا قاضی خوب اللہ سے بہت دوستی تھی۔ امیر شریف میں انکا زاید قیام رہا۔ وہاں بہت نام آوارہ مشہور ہوئے۔ اور وہیں بحالت شباب انتقال کیا اور وہیں دفن ہوئے۔

## غلام حسن

شیخ غلام حسن - ابن حکیم محمد روشن شہید - ابن حکیم عبداللہ - ابن شیخ محمد ولی - ولادت  
انکی ۱۱۵۰ھ میں ہوئی - مولانا حمید الدین محدث کاکوروی نے قطعہ ناسخ ولادت نظم فرمایا  
جو درج ذیل ہے -

اے آنکہ نام پاکت چون آفتاب روشن      اثر شدہ سکھتن نو گل ترا بہ گلشن  
درد دل سرور سجدہ در دیدہ نور افروز      پیسہ خرد گشتا - نور و چشم پر روشن  
انھوں نے فارسی کی تعلیم منشی غلام سرور ملکہ اودہ سے پائی - اور علوم عربیہ حضرت ملا  
حمید الدین محدث سے پڑھے - نہایت ہی خوش نصیب عالی ہمت مجسم تہور و شجاعت لائق خوش  
تقریر تھے - نظم و شعر خوب لکھتے - منشی فیض بخش کاکوروی لکھتے ہیں کہ مجھ سے اور ان سے خط و کتابت  
برابر نظم میں ہوتی تھی - میں مثنوی میں خط لکھتا اور وہ قصیدہ میں جواب دیتے - شرکے خطوط بھی  
بہت اچھے ہوتے - دو ایک خط منشی فیض بخش مرحوم نے اپنی بیاض میں بھی لکھے ہیں -

ابتداءً یہ برہان علی خان کی رفاقت میں رہے - بعد اُنکے عظیم الدین خان کے ساتھ رہے  
پھر ایک مدت تک الماس علی خان کے عہد میں نائب فوجدار رہے - اور وہاں بہت عیش  
و عشرت سے بسر کی - فرزند ان محمد شیخ محمود میں انکا ایسا با اقبال اور عالی ہمت کوئی نہیں ہوا - وہاں  
سادت علی خان نے انکو اوپ شہر میں نائب کیا تھا - کمپنی کی طرف سے انھوں نے وہاں  
ایک لڑائی میں بہت کار نمایاں کئے - حکومت انگریزی کی طرف سے خورجہ کے قلعہ دار اور  
اسکے اطراف کے فوجدار مقرر ہوئے - فیاض و کنبہ پرور بھی بہت تھے - بہت دولت اور ثروت پیدا  
کی - اور اعزاز اور غیر عزا پر ایشیا کر دی - آمدنی میں بھی ایک جہہ بچانے کے عادی نہ تھے -  
قریب انتقال کاکوروی آئے - اور حضرت مولانا شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ کے ہاتھ پر بیعت کی  
پھر یہاں سب سے رخصت ہو کر خورجہ واپس گئے - وہاں پہونچ کر تپ صفراوی میں بچہ سال

۲۲۲ھ میں انتقال کیا۔ لاش بیان کا کوری لاکر متصل مزار حکیم عبداللہ صدیقی دفن کی گئی۔  
 قطعہ تاریخ انتقال از مولوی نجم الدین سندیلی سے

بجر جود و کرم غلام حسن چشم ہر ایک زر حلتش ترشد  
 بہر سال وفات آن خوشتر عشرت و عیش و زیبہ سرشد

۲۲۲ھ

## غلام حیدر خان

اعتماد الدولہ غلام حیدر خان۔ ابن رفعت الدولہ بخشی رفعت اللہ خان بہادر نصرت  
 جنگ عباسی۔ ان کی ولادت ۱۱۵۲ھ میں ہوئی۔ مادہ تاریخ کسی شاعر نے کہا تھا۔

مصروع۔ از رے سرت گفت با بخت سید آمد

یہ حضرت شاہ فتح قلندر قدس سرہ کے ارشاد سے پیدا ہوئے تھے۔ اس واقعہ کو خود بخشی  
 رفعت اللہ خان یون بیان کرتے تھے کہ ایک روز میں نے حضرت شاہ فتح قلندر کو خواب میں  
 دیکھا۔ انھوں نے ارشاد فرمایا کہ میں تم کو ایک لڑکا دیتا ہوں۔ چند روز کے بعد حرم سے ایک  
 لڑکا پیدا ہوا۔ میں سمجھا کہ یہ وہی لڑکا ہے۔ تھوڑے دنوں کے بعد وہ مر گیا مجھے تعجب سا  
 ہوا اس لحاظ سے کہ حضرت قلندر صاحب کا عطیہ تھا۔ اسی زمانہ میں میں حضرت پیر و مرشد  
 مولانا سید شاہ باسط علی قلندر الہ آبادی کے حضور میں حاضر ہوا۔ بعد استفسار ارشاد فرمایا کہ  
 بابر رفعت اللہ یہ لڑکا بخشیدہ حضرت شاہ فتح قلندر نہ تھا۔ وہ اور ہوگا۔ چنانچہ اُسکے بعد پھر  
 یہ پیدا ہوئے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ جب بخشی رفعت اللہ خان کا تقریریلی میں منجانب نواب  
 آصف الدولہ بہادر ہو چکا تھا۔ اسی زمانہ میں ظہور اللہ خان المتخلص بہ نوائے قصیدہ تہنیت  
 لکھ کر انکے والد کے خدمت میں پیش کیا تھا۔ جسکے چند اشعار یہ ہیں سے

بے تو آباد کے جہان باشد جسم قایم طفیل جان باشد  
 جرمہ نواشان بزم عیش ترا خُسم زمین جام آسمان باشد



گر سخن صرف مدحت نہ شود خلقت نطق رایگان باشد  
 بعد صد قرن بر سپہر کپور بزم نقاب منط عیان باشد  
 انھوں نے کتب و رسیموں کی محمد فاضل آبادی اور اپنے خاندانی علمائے  
 پڑھن۔ انکی ذات ستورہ صفات نعمات زمانہ سے تھی۔ باوجود اسباب امارت درویشانہ طرز  
 رکھے۔ تکلفات سے محترز رہتے اور کبھی دنیاوی امور کی طرف متوجہ نہ ہوتے۔ بلکہ اکثر کہتے کہ یہ  
 نمونہ بود فانی محض ہے۔ تبادلت کلام اللہ و تہجد و چاشت و اشراق و دیگر نوافل کے بہت  
 پابند تھے۔ ثنوی شریف کا مطالعہ زائد کرتے۔

قاضی وحسی علی خان انکے متعلق اپنے روزنامہ میں لکھتے ہیں کہ:-  
 "ایشان ملک بودند کہ بہ لباس بشری درآمدہ بودند کہ نہ انست کہ از اولیا انبیا ابدال یا اوتاد  
 خرقہ عادات و ظہر کرات مثل اعلان خبر ذات خود بقید روز جمعہ دیگر سوار مخ مشور حاصل عام  
 محتاج بیان نیست۔ قطع نظر عبادت و ریاضت و شب بیداری اولے صفات از صفات جناب  
 مدوح این است کہ گاہے پشت بہ سمت قبلہ نہ کردہ و در شب و روز زائد از یک پاس خواب  
 نہ کردہ باشند۔ ہمہ اوقات عبادت و طاعت بسر میفرمودند۔"

سرکار اودھ سے دو رسالہ ایک انکے لئے اور ایک انکے بھائی غلام صفدر خان کیلئے  
 بطور شان امارت منہ دو زنجیر نیکل و سواران و ترسواران متعین رہے۔ بحیثیت منصب ظاہری ان  
 شوکت بہت زائد تھی اور بہت ہی با اثر تھے۔

منقول ہے کہ جب غامیر کا لکھنؤ سے اخراج ہوا۔ تو یہ دونوں بھائی انکو کانپور تک حفاظت  
 تمام پہنچانے گئے۔ بروقت واپسی بہ صلہ خوشنودی انھوں نے دونوں بھائیوں کو دس  
 ہزار روپیہ دیا۔ اور اظہار احسان مندی اور شکر گزاری بھی کیا۔ یہ ہمیشہ ارباب برادر می و خصوصاً  
 اعزائے تربیب کی پرورش کرتے رہے۔ دشرخان ہمیشہ وسیع رہا۔ تقریبات میں بہت عالی  
 حوصلگی اور سخاوت سے کام لیا۔ دونوں بھائیوں میں استعداد اتحاد تھا کہ گویا ایک جان والے تھے

اکثر بادشاہ اور وزراء کے ہمرکاب رہتے۔ اُس حالت میں بھی اگر نماز کا وقت آ جاتا تو راستہ چھوڑ دیتے۔ اور نماز اور اوراد معمولہ میں مشغول ہو جاتے۔ بادشاہ کے یہاں سے دو سو کا مستقل مال پر نصب تھا۔ وہ با بقا سلطنت لکھنؤ ملتا رہا۔ ایک مکان بھی وہاں پر عطا ہوا تھا۔ جہاں اقبصر بارغ بنا ہے۔ واجد علی شاہ کے زمانہ میں قیصر بارغ کے حدود میں آ گیا۔ انکی بنائی ہوئی مسجد جو مکان کے اندر تھی اب بھی شرفی عمارت قیصر بارغ احاطہ ہمارا جو پیرامین موجود ہے۔ دربار میں اسے اور اہل تشیع سے بہت مباحثہ رہتا۔ یہی ہمیشہ غالب رہتے۔

ایک روز ایک ایرانی سفارش مجتہد العصر لکھنؤ بحیلہ چند تبرکات نصیر الدین حیدر بادشاہ کے دربار میں آیا۔ اہل دربار اور بادشاہ سب نے تعظیم کی۔ اُس نے ایک مکلف پادشہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی نکال کر بادشاہ کے حضور میں پیش کی انھوں نے ہلکے سر پر رکھا۔ اور انھوں سے لکھایا اور بوسہ دیا۔ تمام اہل دربار نے اسی طرح کیا۔ جب انکے سامنے پیش ہوئی تو انھوں نے کہا یحجاؤ اور ذرا بھی تعظیم نہیں کی۔ بعدہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا خون آلودہ لباس پیش ہوا۔ سب نے تعظیم کریم کی۔ انھوں نے پھر انکار کیا۔ تیسری مرتبہ خاک خون آلودہ کر بلائے سٹلے پیش ہوئی۔ جسکو بادشاہ اور دربار کے لوگوں نے چکھا۔ اور جب دستور تعظیم دیکر ہوئی۔ جب انکے سامنے پیش ہوئی۔ انھوں نے انکار کیا۔ جب ایرانی دربار سے واپس ہوا۔ تب مجتہد العصر نے اسے کہا کہ آپ نے ان تبرکات کی تعظیم کیوں نہیں کی۔ انھوں نے کہا کہ اول تو اس واقعہ کو ایک مانہ گذر چکا ہے۔ خون کے رنگ چرم کی حالت پارچہ کی کیفیت میں تغیر ہونا لازمی ہے جو نظر نہیں آتا۔ دوسرے اس شخص نے ان تبرکات کے حاصل کرنے کی کوئی معقول وجہ ظاہر نہیں کی یہی صورت میں شرعاً پریشنا جائز ہے۔ اور نہ میں حضرت امام حسین السلام کے خون کا پیرا سا ہون کہ انکی خون آلودہ خاک منہ میں ڈالوں۔ اس جواب سے بادشاہ و اراکین دربار بہت متاثر ہوئے یہ معمولاً نوروز میں حاضر دربار ہو کر نذر پیش کیا کرتے۔ ایک مرتبہ بعد قبولیت نذر مجتہد العصر نے بادشاہ کے سامنے ان سے پوچھا کہ آج کا دن آپ کی خوشی کا نہیں آپ نے کیوں شرکت کی

کیونکہ نذر پیش کی۔ انھوں نے فوراً ہی جواب دیا کہ شرکت اور نذر زواب سعادت خان بہان الملک کے زمانہ سے جاری ہے۔ دوسرے خلیفہ چہارم کی تخت نشینی کا بھی دن ہے۔ اسوجہ سے بھی ضروری ہے، حاضرین دربار و مجتہد بہت شرمندہ ہوئے۔

بادشاہ نے بارہان کو ملکی خدمات چکاء داری و نظامت وغیرہ پر بھیجا چاہا۔ مگر یہ ہمیشہ انکار کرتے رہے۔ اور عرض کرتے رہے کہ ہم نمک خواران قدیم کو حکومت ملنی کی قابلیت نہیں بادشاہ نے جب انکو اعتماد الدولہ اور اسکے بھائی غلام صفدر خان کو اقتدار الدولہ کا خطاب عطا کیا۔ جب بھی انھوں نے عرض کیا کہ ہم غلام حیدر صفدر بہن اس سے بڑھکر اور ہمارے لئے کیا ہو سکتا ہے۔

ان کو بہت بظرفی ایسی بینی خواب میں حضرت شاہ محمد معصوم کا کوری سے تھی۔ یہ انکے بہت معتقد تھے۔ شاہ صاحب کے محفوظ لکھے جائیکے باعث بھی یہی ہوئے۔ انکو شعر و شاعری سے بھی ذوق تھا۔ فارسی شربھی خوب لکھتے تھے۔ یہ نہ معلوم ہوسکا کہ کس سے لہذا تھا اور کیا خاص تھا۔ ایک رباعی دستیاب ہوئی جو نذر ناظرین ہجرت۔

### رباعی

لے شاہ جهان رافع ظلم و بیداد      این سالگرہ بر تو مبارک تر باد  
افزون شہوت عمر ز عقد ہر سال      چون صفر کہ افزو و بسک اعدا  
انھوں نے بستار میخ ۲۰ مارچ ۱۲۵۲ھ بمقام کاکوری انتقال کیا اور خانہ اتی قبرستان محلہ قاضی گدھی میں دفن ہوئے۔ قطعہ تاریخ انتقال از منشی امیر حسن خان بسمل کاکوری ہے۔

داورنیا از جفا ہے چرخ این عالم گذشت      آنکہ نقد کلمتہ ہارا سینہ اش گنجینہ بود  
خان والا شان غلام حیدر روشن کلام      کز نکات روشنش کان جواہر سینہ بود  
بسکہ رنگ طبع صافش را مصفا رختیستند      حسد او آئینہ دار جوہر آئینہ بود

حبذا تحریر شکنیش کہ ہنگامِ ہشتم  
جان شیرین را چرا از قاب لبش بیگانہ کرد  
گوئی اوج بلاغت را سطور آئینہ بود  
چرخ را شاید ز بہل کینہ دیرینہ بود  
دویم شہر صفر بود و روز آدینہ بود  
سنہ ۱۲۵۱ھ

## غلام زین العابدین

شیخ غلام زین العابدین - ابن شیخ محمد صالح - ابن شیخ محمد متعب - ابن ملا شیخ عبدالرئیب -  
یہ ابتدائے طفولیت سے ہی ہمت بلند و فقر کی جانب میلان رکھتے تھے۔ اور لوہوایت اطفال  
سے کنارہ کش رہتے پتیر حضرت شاہ محمد کاظم قلندر قدس سرہ کی صحبت میں بیٹھتے اور فوائد کثیرہ  
حاصل کرتے۔ اسی زمانہ میں حضرت شاہ کوثرین آدم پوری خلیفہ حضرت سیدنا شاہ باسط علی قلندر  
الہ آبادی قدس سرہ کا کوری میں تشریف لائے اور مسجد ملا عبدالرئیب واقعہ محلہ جزیہ گدھی میں مکش  
ہوئے تھے۔ انھوں نے انھیں سے ہیئت کی اور اذکار اور افکار وغیرہ کی تعلیم بھی پائی۔ حضرت  
شاہ عبدالرحمن قلندر زامانی نمبر حضرت شاہ مجاہد لاہر پوری کے ہمراہ یہ الہ آباد میں حضرت  
سید شاہ باسط علی قلندر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے فیضیاب بھی ہوئے۔ حضرت  
نے انکے لئے خواص دعا سیفی بصورت کتاب تحریر فرمائے جیسا کہ اسی کی خطبہ سے ظاہر ہے  
دعا سیفی پڑھنے کی اجازت بھی انکو دی۔ چونکہ اس زمانہ میں خطی معاش کا حکم نافذ ہو چکا تھا  
اور انکی آبائی جائیداد جو ان کو ترکہ میں ملی تھی وہ بھی ضبط ہو گئی تھی۔ لہذا حضرت شاہ عبدالرحمن  
قلندر نے شجاع الدولہ سے کہہ کر تنخواہ مقرر کرادی اور مختار الدولہ نے بھی اراضی گولہ بار معائن  
کی تاریخ و سنہ ولادت و وفات دریافت نہ ہو سکا۔

## غلام سرور

شیخ غلام سرور - ابن ملک محمد کبیر - ابن ملک محمد عیوض - ابن ملک

مجموعی۔ ابن ملک عبدالصمد ابن ملک ٹٹھی۔ ابن حافظ چاند۔ ابن ملک حسام الدین ابن ملک نظام الدین۔ ابن ملک بہار الدین کیتباد۔

انکی ولادت تباہیچہ راہ شعبان المعظم ۸۱۷ھ ہوئی۔ بدوشور سے بصفات حمیدہ موصوف اور تقویٰ اور پرہیزگاری میں معروف تھے۔ تعلیم و تربیت اپنے چچا قاضی نجیب اللہ سے پائی۔ بہت لائق و قابل تھے۔ فارسی میں پورے حاصل تھا۔ اور لغات فارسی پر بھی بہت عبور تھا۔ کتب تواریخ بہت مطالعہ میں رکھتے۔ اس قصبہ کے بہت سے ہندو اور مسلمان انکے شاگرد تھے۔ یہ بہت نیک تھے کہ کبھی غصہ میں بھول کر کسی کو سخت بات نہیں کہی۔ طبیعت بہت صفائی پسند تھی نوافل کثرت سے پڑھتے تھے وفات انکی ۸۲۷ھ میں ہوئی۔ انکے بیٹے فشی فیض بخش مورخ کاکوڑی تھے۔

## غلام صفدر خان

اقتدار الدولہ غلام صفدر خان تخلص بہ تسلیم۔ ابن رفعت الدولہ بخشی رفعت اللہ خان بہادر نصرت جنگ عباسی۔ یہ اپنے بڑے بھائی اعتماد الدولہ غلام حیدر خان کے قدم بقدم تھے دوسو روپیہ کے شاہی منصبدار صاحب دولت و ثروت و جاہ و مرتبت عابد و زاہد تہجد گزار قابل و لائق تھے۔

تعلیم و تربیت مولوی محمد فاخر الہ آبادی۔ اور خاندان کے لوگوں سے پائی۔ حضرت سید شاہ علی مظہر قلندر زبیرہ حضرت سیدنا شاہ باسط علی قلندر الہ آبادی کے مرید ہوئے۔ یہ فارسی کے زبردست شاعر تھے۔ کمل دیوان ضخیم موجود تھا۔ جو زمانہ کی دست برد تلف ہو گیا۔ اہل زبان کی طرح کلام دقیق ہوتا تھا۔ تسلیم تخلص کرتے۔ یہ نہ معلوم ہو سکا کہ فن شاعری میں انکو کس سے تلمذ تھا۔ چند اشعار انکے کشکول سے لیکر درج ذیل کے جاتے ہیں۔

روز اول چون غاصر را بهم آمیختند  
 نامه اعمال با هرگاه باطل و قناد  
 چو سیدنا از ترا خون ناب مرغوب است  
 بهجریوسف مصری چرا بصبر نه ساخت  
 برو تقبیت خود شاد باش شکوه مکن  
 بسیر وادی تسکین چو در دلم تسکیم  
 کس نیست که آشفته آن زلف و نایست  
 از تنبیز رنگا مش همه عالم شده مجروح  
 هیچ است همه در نظر اهل بصیرت  
 در عالم امکان همه مرض و دوائست  
 آنکس که نه سهند و عیشم او تن خود را  
 عاشق چه کند و عوے خود پیش که معشوق  
 تسکیم مکن ناله و فزاعز محبوب  
 اگر جان برود و عیشم عشق تو عجب نیست  
 چون جمله جهان فانی و مانند سراب است  
 نو میدباشید ز کم مایگی خویش  
 اگر نور و ضیا خواهی و در عالم دل رو  
 چون روزی هر یک همه از عالم خبیث است  
 اگر بر سر و دے تو رسد آتشی تقدیر  
 در سینه خود شعله جانگاه نگه دار  
 بیرون و درون تو همه دست بهرم

ساغر و دروالم را در دل من بختند  
 بهر آمرزش ز رحمت حیلہ با گنجند  
 دلم بگیر که بهر نشانه ات خوب است  
 مرا کلام بدین گریه های یعقوب است  
 که بیش و کم نه بود و رقی از آنکه مکتوب است  
 بهر کجا نگریم جلوه های مرغوب است  
 در هیچ رهنیت که دایم زبانیست  
 باین همه کس نیست که دست بدعافیت  
 الله است که در ذات خودش هیچ نایست  
 عشق است که بخویدن مشوق دوائست  
 بر تربت او فاخته در عشق روانیست  
 بے جرم اگر قتل کند هیچ جفائیست  
 دل باخته را چاره بجز صبر و رضائیست  
 کاین آتش سوزنده کم از گرمی تب نیست  
 گر تخت نصیب تو شود جائے طرب نیست  
 کالطاف خداوند تو موقوف ادب نیست  
 کاجا همه روز است غم ظلمت شب نیست  
 خاموش نشین لب کشا جائے طلب نیست  
 تسکیم مشور خیمه کاین شان ادب نیست  
 ترسم که نه سوز و دو جهان آه نگه دار  
 در آمد و رفت نفس الله نگه دار

امروز که بر روی زمین فتنه خراست  
در منزل جانان اگر تبار نداشت  
دیده گر بنیادور لای با و محبوب نیست  
در محبت باش صادق گر وصلی بایت  
من ترا خواهم ترا خواهم ترا خواهم ترا  
اشک خونی گر ز چشم می رود عجب مکن  
روز و شب در یاد او ذکر و عبادت میکنی  
هرگز شد عشق کامل و لبر او پیش اوست  
هر زمان تسلیم ذکر و فکر عصیان میکنی  
در سر کویت نظری چون جانب لعل ندیم  
این خراب آباد دنیا لائق نظاره نیست  
روز طوفان چون که عالم جبه شد و آب غرق  
بود در روز ازل تسلیم جنت جلای من

مرا هر دم غم عشقت فزود است  
چو می برسی ز حال دل که چو است  
ز مرگ خود مرا اندیشه نیست  
بر اے رنجانی نیست حاجت  
برگ هیچ کس ماتم نه شاید  
همه عالم نظیر اوست لیکن  
هر چند که هر دم بدست تیر جفا کنم  
چون و عده عشقت ز من بهیوده سرزد

یارب تو ازین آفت ناگاه نگذر  
تسلیم مشو رنج سر راه نگذر  
هیچ جا نیست کاسخا جلوه محبوب نیست  
دیدن یوسف بغیر از جذبه یعقوب نیست  
هیچ چیز جز دصال تو مرا مطلوب نیست  
دیده ما را بغیر از خون دل مرغوب نیست  
هیچ در هیچ است نفس تو اگر مغلوب نیست  
قیس را هنگام فرصت طاقت مکتوب نیست  
بخر معاصی از فیض تو مگر مکتوب نیست  
آفرین صد آفرین بر بازو سے قابل ندیم  
چشم بر بستیم و منزل در جهان دل ندیم  
کشتی خود را برود عشق بر ساحل ندیم  
دایه از اعمال خود در این جهان منزل ندیم

هانا آخر کارم خون است  
نمی بینی که اشکم جله خون است  
که در عشق تو جان دادن بیکان است  
مرا خضر دل من رهمنون است  
که در واقع سکون هم سکون است  
وجودش از همه عالم برون است  
المنته الله که راضی بر ضایعیم  
والله سبب بر گون جفا سے تو شرعیم

ترسم که شود فاش غم عشق و گزند	از سینه بر آرد دهل خود بنهائیم
از ناوک تو گر چهره سیر پیر	از لذت نظاره نظر سوسے تفائیم
از رشک نخو اہم کہ بعشاق نشینی	ہر چند کہ دورم ز جہان شماییم
تسلیم کن شکوہ آن یار ز اغیار	چون قول تو دایم کہ راضی برضاییم
ما سحر ز وحدت حق نوش کردیم	تا جملہ کائنات فراموش کردیم
چون دولت وصال تو حاصل نشد مرا	در عالم خیال بہ آغوش کردیم
بسکہ در عالم طور فصل بد اعمال ما است	ہر چه پیش آمد با نداشت اعمال ما است
انچہ در عالم نمودار است و ذات من است	این مفصل در حقیقت معنی و اجل ما است
پیش ارباب بصیرت جملہ عالم عین اوست	کثرت افراد و ہم و باعث اضلال است
گر مرا سے توشہ تسلیم جائے شکوہ نیست	انچہ ادبار است پیش خلق این اقبال است
چشم آن دارم بگلشیرم کشی ،	کاین صفا در خنجر جلالت است
بر انچہ می گری بر وجود اوست گواہ	ظہور ارض و سما ہم یکے ز آیات است
بجلوہ ہائے شب و روز رخ کن تسلیم	کہ چشم تا بکشائی نمود ظلمات است
دوش دستے بس زلف گرد گیر زویم	پائے خود را ز جنون باز بہ زنجیر زویم
از تماشا سے جہان ہیچ معانہ نشود	حیف صد حیف کہ من بہیودہ تقرر زویم
یار بے بچہ کار آفریدی مارا	در نوع نافر چاکشیدی مارا
کاسے برضائے تو نکر دم مہیات	واللہ بسے بدیم دیدی مارا
لے ذات و صفات تو نمود عالم	از عکس وجود تست بود عالم
در باطن و در ظہور جز تو کس نیست	واللہ ہمہ توئی و جود عالم
ہر چند کہ فعل زشت دارم	از کردہ خویش ششہ سارم
لطفے فرما بجا منبہ ما ،	کز رحمت تو اُمید وارم



انھوں نے کرب خانہ بھی بہت اچھا جمع کیا تھا۔ جو انکی وفات کے بعد تلف ہو گیا۔  
 انھوں نے بہت تاریخ ۳۴ ماہ رجب المرجب روز چار شنبہ ۱۲۸۲ھ انتقال کیا۔  
 اور قاضی گڈھی مین خانہ دانی قبرستان مین دفن ہوئے۔

## غلام عزیز

شیخ غلام عزیز۔ ابن شیخ محمد میرزا ابن شیخ محمد۔ ابن شیخ بولال ابن شیخ خجرا بن شیخ حیات اللہ  
 ابن شیخ عالم۔ ابن حضرت مخدوم امیر نظام الدین بھیکہ رحمۃ اللہ۔  
 یہ جوان صاحب غیرت و حیا تھے۔ خدا داد جسمانی قوت بہت تھی۔ تیس سال تک مشغول  
 مین نواب قاسم علی خان ناظم کی رفاقت مین رہے۔ شب بیدار تھے۔ بیشتر وقت اور اذیت  
 مین صرف کرتے تھے۔ انکی قوت جسمانی کے متعلق ایک واقعہ ہے کہ یہ ایک روز بعد وظائف  
 سونے کے واسطے لیٹے۔ شب ماہ تھی دیکھا کہ سفید رنگ کی ایک لمبی مرغی کو پنجہ مین دبائے  
 لئے جاتی ہے۔ یہ دیکھتے ہی متعجب ہوئے۔ چونکہ خود دروازہ بند کر کے لیٹے تھے۔ دروازہ جاکر  
 دیکھا کھلا پایا۔ اور زائد متعجب ہوئے۔ دریافت حال کیلئے تعاقب کیا۔ ملاحظہ شد کہ چوٹی کو تیر چپ پرائی  
 چوٹی کے نام سے مشہور ہے۔ انھوں نے اس لمبی کو دیوار پر چڑھتے دیکھا۔ دوڑ کر اسکا پیرو کر لیا  
 باد چوہ پیرانہ سالی استقدر خلا واد قوت تھی۔ کہ ادھر یہ زور کرنے اور ادھر لمبی۔ بالآخر یہ ہی  
 غالب آئے۔ لمبی کا پیرو کھڑا گیا۔ اُسی صورت سے وہ مرغی کو دبائے ہوئے بھاگی۔ دُور چلکر  
 سامنے وہ بصورت آدمی نمودار ہوئی۔ پھر اسے مقابلہ ہونے لگا رات بھر مقابلہ رہا۔ صبح  
 ہوتے وہ لمبی غائب ہو گئی۔ مگر اس واقعہ کے مین دن کے بعد انکا انتقال ہو گیا۔

## غلام محمد

حافظ غلام محمد۔ ابن شیخ سیف الدین۔ ابن ملا ضیا اللہ۔ ابن حضرت ملا عبد الکریم قدس سرہ

یہ نہایت بزرگ اور صاحب کمال تھے۔ بعد وفات اپنے والد کے بیشتر حصہ عمر ادنیٰ بن ہسبر کیا۔  
نقل ہے کہ ایک مرتبہ ان کے گھر میں چور آیا اندھا ہو گیا۔ چوری کرنے کی جرأت نہیں ہوئی  
بالآخر فرسندہ ہو کر ہاتھ پانوں پر پٹختے لگا۔ یہ اس کا ہاتھ پکڑ کر گھر سے باہر کر گئے۔ اور اس سے کہا  
کہ چلا جا، اسی وقت اس کی بنیائی عود کر آئی اور وہ چلا گیا۔

نقل ہے کہ ان کا جب سن ضعیفی آگیا سو وقت تک کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ ایک روز ایسی  
خیال میں منہم بیٹھے تھے کہ ایک شاہ صاحب اس طرف سے گزرے۔ اور پوچھا کہ کیوں تنہا  
بیٹھے ہو۔ انھوں نے وجہ بیان کی۔ انھوں نے کہا کیوں گھبراتے ہو۔ تمہارے اولاد ہوگی۔  
جس سے نسل بہت چلیگی۔ میں نے مکاشفہ میں اس گھر کا باد دیکھا ہے۔ چنانچہ پھر ان کے  
دو صاحبزادے ہوئے۔ ایک صاحبزادے جو ان کا اتحاد انتقال کر گئے۔ دوسرے صاحبزادے  
شیخ عبدالرحمن ہوئے جن سے نسل اب تک چل رہی ہے۔ وفات ان کی ۱۲۵۰ھ ماہ ذی الحجہ کو  
ہوئی۔ اور زائد حالات دریافت ہو سکے۔

## غلام مرتضیٰ

مفتی غلام مرتضیٰ آبن ملک کبیر آبن ملک محمد عیوض آبن ملک محمد حنیف۔ آبن ملک مفتی۔  
آبن ملک عبدالصمد آبن ملک مٹھی۔ آبن حافظ چاند۔ آبن ملک حمام الدین۔ آبن ملک نظام الدین  
آبن ملک بہار الدین کی بقا۔ آبن ملا ابو بکر جامی۔

ولادت ان کی ۱۲۵۰ھ میں ہوئی۔ کتب درسیہ الکمال الدین فتحپوری۔ دلائل محمد یعقوب لکھنوی  
فرنگی مٹھی۔ و مولوی غلام بیجا بہاری سے پڑھیں۔ نہایت ہی قابل و خوش تقریر تھے۔ جو بہت  
طبع اور ذہانت خدا داد رکھتے۔ بحث و مباحثہ میں ہمیشہ غالب رہتے۔ اسی زمانہ میں شریعتی  
کی بھی مشق کی اس میں بھی کتنا سے روزگار ہوئے۔ شریعتی میں اپنے ہمعصرون سے فائق تھے  
حافظہ ایسا قوی تھا کہ دس ہزار مصطلحات اور محاورات اہل ایران مد اشعار سند زبانی یاد تھے۔

سراج الدین علی خان آرزو کی سراج الموث۔ اور مصطلحات و داستانہ کو بیک نظر اجمالی دیکھ کر یاد کر لیا تھا۔ کتابت میں اس قدر تیز دست تھے کہ ایک مرتبہ خان آرزو و شاہجہان آباد سے عظیم آباد جاتے ہوئے لکھنؤ میں بھی ٹھہرے۔ سراج الموث اسی زمانہ میں انھوں نے لکھی تھی۔ جو تقریباً بیس جزد کی تھی۔ یہ ان سے دیکھنے کیلئے لائے اور رات بھر میں نقل کر لی۔

ایک روز ایک برہمن اور بے پوری جسکو علم نجوم میں بہت مہارت تھی۔ اور کبت اور دھوکے بہت سے یاد تھے۔ اور اپنے حافظہ پر اسکو بہت ناز تھا۔ کاکو ری آیا۔ ان سے اور اس سے ملاقات ہوئی۔ بعد گفت و شنید اس نے کبت اور دھوکے بڑھنا شروع کئے انھوں نے بھی اسی مضمون کے اشعار سنانا شروع کئے۔ آخر وہ ساکت ہو گیا۔ قصبہ کے بہت سے ہندو اور مسلمان لکھے شاعر تھے کتب بینی سے بہت شوق تھا۔ بہت بڑے وسیع النظر تھے اکثر علماء زمانہ سے مباحثہ بھی ہوتا تھا۔ اس میں بھی یہی غالب تھے۔

ابتداء میں میرزا الدین خان ناظم الملک کی رفاقت میں رہے۔ پھر شاہ شرف الدین عرف شاہ مدن صاحب پیر زادہ کے یہاں (جو شاہجہان پور کے باشندے تھے اور بالکمال بزرگ اور معافی دار اور وہ تھے) بعدہ انشی گری مقرر ہو گئے تھے۔ چنانچہ عرصہ تک ان کے یہاں بہ مقام خالص پور رہے۔ پھر انھیں کی سفارش سے راجہ بینی پر شاہ کے یہاں متعول تنخواہ پر مقرر ہو گیا۔ ان کے مصنفات میں سے ایک کتاب جو امیر الانشا ہے۔ جو بزرگان سلف کاکو ری کے حالات پر مشتمل ہے۔ آخر میں چند رقعات ہیں جو اپنے اعزاء و احباب کو تحریر کئے تھے۔ یہ کتاب بحیثیت انشا و فارسی و حالات بہت عمدہ اور نفیس ہے۔ اسکا سنہ تالیف ۱۱۷۷ھ ہے۔ دوسری کتاب بطور قضا ہے۔ جس میں مسائل عبادات و معاملات مفتی بہ جمع کئے ہیں۔ یہ دونوں کتابیں غیر مطبوعہ ہیں۔ دوسری کتاب بیضی قضا ہے اب بالکل مفقود ہے۔

غرض کہ یہ اپنے زمانہ میں مقننات سے شمار کئے جاتے تھے۔ اکتالیس سال کی عمر کو تاریخ ۱۱۷۷ھ شعبان المعظم ۱۱۷۷ھ انتقال کیا۔ ان کے انتقال کا بھی عجیب و غریب واقعہ ہے۔ ایک روز شب

مین یہ رات ہو سے جاگ پڑے اور پوچھنا شروع کیا کہ کتنی رات باقی ہے۔ پھر اپنے بھتیجے منشی فیض بخش صاحب سے کہا کہ آج یوم انتقال ہے۔ کتابین احتیاط سے رکھو۔ ورنہ صنایع ہو جائیں گی۔ اور میرے کرڑکے جاہل نہ رہنے پائین اسکا خیال رکھنا۔ شیخ محمد تقی ان کے مامون زاد بھائی بھی اُس وقت بیٹھے تھے۔ انھوں نے کہا کہ آپ خدا نخواستہ کسی طرح کے بیمار بھی نہیں ہیں۔ کیا بات ہے آپ ایسا کیوں فرماتے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ معلوم ہو جائے گا اُسی روز دوپہر کو انتقال ہو گیا اور اپنے والد کے پاس باغ ملکن مار کا کوری مین دفن ہوئے۔

### غلام مصطفیٰ

قاضی غلام مصطفیٰ خان شہید۔ ابن قاضی عبدالاحد۔ ابن قاضی محمد جاقظ عباسی۔ یہ ۱۲۳۰ھ میں پیدا ہوئے۔ نہایت صلاح و مراض تھے۔ دس سال کی عمر سے احکام شرعیہ کے پابند تھے۔ ملاقات کلام مجید و طائف مین زیادہ وقت صرف کرتے تھے۔ منہیات و منکرات ملا ہی و ملاعب کی طرف کبھی متوجہ نہیں ہوئے تعلیم و تربیت اپنے اعام اور جد امجد سے پائی۔ نہایت موزون قاسم۔ وجہ و نحو بصورت شجاع اور سخی تھے۔ جس شخص سے ملاقات کرتے وہ اس کے حسن و جمال و خلاق کا شفیقہ ہو جانا۔

ابتداء میں کچھ دن اپنے عمر بزرگوار شیخ محمد اکابر کے ساتھ راجہ نول رائے کے یہاں ملازم رہے۔ وہاں ایک روز حریف پر لشکر کشی کی۔ اور نول سے بہت دور نکل گئے۔ واپس گھاس گھوڑوں کو مل نہ سکا۔ سپاہیوں نے اپنے اپنے جانوروں کو کھیتوں میں چھوڑ دیا۔ جو وقت وہ جانور سیر ہو گئے۔ اُن لوگوں نے ان سے بھی کہا۔ انھوں نے جواب دیا کہ میرا گھوڑا ملک غیر پر کبھی منہ نہ ڈالے گا۔ لوگوں نے نہ مانا۔ گھوڑے کو لے گئے۔ باوجود سرسبزی و شادابی گھوڑے نے منہ نہ ڈالا۔ وہ لوگ بہت متعجب ہوئے۔

ایک روز راجہ نے مرہٹوں پر فوج کشی کا حکم دیا اور عورتاں مین کھڑے ہو کر فوج کا

جائزہ لینا شروع کیا۔ فوج نکل گئی۔ یہ بعد کو ہو چکے۔ راجہ نے پوچھا کہ کہاں رہ گئے تھے۔ انھوں نے کہا کہ نماز ظہر پڑھنے لگا تھا وقت بالکل آ کر ہوا تھا۔ راجہ نے کہا کہ نوکری کر دیا نماز پڑھو۔ انھوں نے کہا کہ نوکری بھی کوئی چیز ہے۔ اور فوراً استعفا دیدیا۔ راجہ نے پھر ہر شے کہا کہ میں نے فراخا کہا تھا۔ مگر انھوں نے منظور نہیں کیا۔ اور وطن چلے آئے۔ بعد اسکے پھر شیخ محمد کا برائے انکار اپنے ساتھ سکندرنہصل آنا وہ لے آئے۔ وہاں سے انھوں نے انکو معہ سامان وطن روانہ کیا۔ راستہ میں ڈاکوؤں کے ہاتھ سے ۶۳۴ھ میں ۲۸ سال شہید ہوئے۔

## غلام مینا

شیخ غلام مینا۔ ابن شیخ محمد متجب۔ ابن حضرت ملا عبدالقیس رحمۃ اللہ علیہ۔ انھوں نے تعلیم درہیت مولوی رحمت اللہ اور اپنے والد اور دیگر علما سے پائی۔ شان و شوکت ان میں بہت تھی۔ نہایت ہی خوش پوشاک تھے۔

منشی غلام مرتضیٰ ملکزادہ جو امرا و انشاء میں لکھتے ہیں کہ:-

”شیخ غلام مینا پس کو چک آن مرحوم (شیخ محمد متجب) از جوانان شایستہ و مہذب طبع مکتفہ

داشتہ و در علوم شان و بلند و صلی و دالانشی و تکلیف و وقار و نوہ پدر بزرگوار بودہ و در تہذیب و

اطلاعی و خوش خلقی یگانہ و در دقت انت گوی و خوش وضعی و فنانہ و در جو و دستا عیارش بجا

استقامت و اعتبار رسیدہ بود۔ حافظ قرآن و تفسیر بیان نیکو صحبت و پاکیزہ روزگار بود۔“

ان سے اور نواب شیر جنگ برادر زادہ نواب سعادت خان برہان الملک صوبہ ارادوہ

سے بہت دوستی تھی۔ انھوں نے عین شباب میں بروز عید الفطر انتقال کیا۔ اور آباؤی قبرستان

میں دفن ہوئے۔

## غلام مینا ساحر

شیخ فضل حق عرف غلام مینا تخلص بساحر۔ ابن شیخ فضل امام۔ ابن شیخ محمد عیوض ابن

مولوی محب الرحمن بابن شیخ عبدالرحمن بابن حافظ غلام محمدا علی محمد دوم زادہ۔  
 یہ ابتداء تحصیل علم سے قطعاً متنفر تھے۔ انکے والد شیخ فضل امام مرحوم کا قیام دہلی میں  
 رہتا تھا۔ یہ بھی وہیں انکے ساتھ تھے۔ والد کے خوف سے بادل ناخواستہ حضرت شاہ عبدالغفر  
 دہلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تھوڑی دیر تک کتاب سامنے رکھ کر واپس آئے۔

ایک روز انکے والد نے اپنے حضرت پیر و مرشد شاہ غلام علی دہلوی خلیفہ حضرت میرزا  
 مظہر جانجاناں دہلوی سے انکی بڑھتی کا حال بیان کر کے خاص دعا اور توجہ چاہی۔ انکی پیر و مرشد  
 نے پانی آنسو رے میں منگھا کر کچھ ٹپھکر دم کیا اور انکو بلا دیا۔ اُس تاریخ سے طبیعت تحصیل علم کیلئے  
 متوجہ ہو گئی۔ روز بروز علمی مذاق بڑھتا گیا۔ اور چند ہی روز کے بعد آسمان ہندوستان میں  
 آفتاب ہو کر چمکے۔ حضرت شاہ غلام علی صاحب غلام مینا نام اور سائر شخص انکو عطا کیا۔  
 یہ چند سال اپنے والد کے ساتھ دہلی میں رہے۔ اور حضرت شاہ عبدالغفر زاد شاہ غلام علی  
 فیض محبت سے مستفید ہوتے رہے۔ وہاں سے پھر وطن (کاکوری) آئے یہاں شاعری کی طریقت  
 توجہ کی اور کلام مصحفی کو دکھایا۔ شعر گوئی اور شاعری میں کیتا سے روزگار ہوئے۔ انکے کلام میں  
 سب سے بڑی یہ خصوصیت ہے کہ الفاظ ثقیل کی بندش نہیں۔ اور فارسی محاورات کیساتھ  
 ایسی مضمون آفرینی کرتے ہیں کہ سننے اور دیکھنے والے کے منہ سے بے اختیار داد و تحسین آتی ہے۔  
 ان سے اور قاضی محمد صادق خان اختر سے بہت دوستی تھی۔

حضرت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ کشف التواریخ میں لکھتے ہیں:-

”نہایت قابل و شمار شاعر و در علم فارسی و پنجاب کے ہمایوں اور نمود اگر حالش نہ میسر مل شود کہ

در قاضیت و جلالی طبع و غربت و سعادت مندی ہمہ سر خود نداشت۔“

مولانا حسین بخش شہید۔ ابن حضرت شاہ میر محمد قلندر کا کہ وہی ایسی بیاض میں لکھتے ہیں کہ

”سخن پنجاب کے نظیر اسے و بلند صاحب بحر طلال شاعر شیرین مقال در ہر فن ہر غلام شہنا

ساحر نسب پوری داد بہ محمد شفیق بن علی بابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ فیہ و در ابتدا سے دوسرا

زبان فاضلی مولف کثرت کلام و آن سخن در یک کتب با هم درس سبق میگیریم بعد چندی که فلک  
متفرق الاحباب آنجناب را به بلده شاهیجهان آباد دہلی فرستاد و دوستان ہم صحبت را با لام  
فراق و ہجر تباراگر داینده در آنجا بقیض حضرت غلام علی شاہ نقشبندی سلمہ و برکت مولانا عبد الغزیز  
سلمہ و کمال علمی و تہذیب اخلاق سلمہ سدرۃ المنتہی رسیدہ بعد معاودت اذان دیار فن شاعری را  
رواق بنشیند و شوق سخن از میان مصحفی سلمہ نموده با علم مرتب شادی رسیدہ انواع نظم و نثر را فی البیہ  
مالک است۔ مریز اقیل بارہا میگفت کہ ساحر اُستاد فنی است۔ مصحفی از تفاخر و مہامات سلمہ  
رواں الاشہاد مدح و ثناء اے اویسان میکند و بارہا دیگر تلامذہ خود را فاش و نموده کہ محاورات فرس  
از ساحر باید آموخت۔

نواب نور الحسن خان تذکرہ نگارستان سخن مین لکھتے ہیں کہ:-

”ساحر۔ مجسم جودت و ذکا نشی غلام مینا از عشیرہ مخدوم زادگان کاکوری نواح شہر لکھنؤ بودہ  
و در جدت طبیعت و رسائی فکر و اقران گسے سبقت رہودہ تلمذش مصحفی را سرمایہ افتخار و گزینش  
تقیل را راس المال عز و اعتبار طبعی معنی آفرین و رہنے وقت گزین داشت شاعر فنی سلم الثبوت  
ارباب کمال است و کمال موزونش بہ سحر حلال۔“

تذکرہ روز روشن جلد چہارم شمع آنجناب مین ہے کہ:-

”ساحر۔ شیخ فضل حق عرفیہ غلام مینا۔ ابن شیخ فضل امام متوطن قصبہ کاکوری از اولاد محمد بن  
خفیعہ رضی اللہ عنہ بود کہ سب علوم ظاہری و باطنی در خدمت جناب شاہ عبد الغزیز دہلوی و  
شاہ غلام علی نقشبندی دہلی نمود و شوق سخن از شیخ غلام مینا مصحفی کردہ مریز اقیل میگفت کہ ساحر  
فناگر و مصحفی نیست بل اُستاد است۔ اسی نظم و نثر ظہیر خود داشت و در سنہ خمسین و اثنین دفن  
مینا سلمہ را از صہبایہ جان عالی داشت۔“

نشی احمد حسین سحر تذکرہ طور معنی مین لکھتے ہیں کہ:-

”ساحر۔ تخلص اُستادی غلام مینا۔ ابن نسیان گہریزی معانی آبدار۔ جمیل اعظم سخن آفرینی لطافت

در کنار گل شاداب بہارستان سخن شمع انجمن افروز معانی روشن بہنگامہ گرم کن معانی نقاد  
جواہر نگار دانی بودہ کلامش ہمکنش نور قیامت بدہما انداختہ سخن آفرینش تصور جادوے سلامی  
از خاطر بارداشتہ طرز کلام نظم و کشتش ادب وضع گفتگوے شیخ علی خرمین است۔ فلک ناتوان  
سیفلم پرور با وصف شہت کمالات آن خجستہ صفات در مکر و ہمت دنیاوی متباد داشتہ صورت  
اقتدار جادوہ گردنہ ساخت در سہ یک نہار دو دوصد و پنجاہ ہجری داعی اجل را لبیک گفتہ و  
عالمی را با ہم عظیم گذاشت۔ جملہ نشین معنی پردہ برد رخ کشیدہ با تم نشست و شمع روشن  
بزم سخن خاموش گشت در شہر ظہوری وقت خویش بود فقیر از مین غایت تلمذ و احراز آشنائی و  
سرقتنار از نسبت شاگردی ادب فلک میفرساید۔

ساحر نے حسب ذیل تصانیف چھوڑے۔ (۱) اشعر ساحر۔ اس میں رقعات اور شرین ہیں  
غیر مطبوع ہے (۲) دیوان ساحر۔ فارسی کا مکمل غیر مطبوع دیوان ہے (۳) شبنوی ساحر۔ یہ  
شبنوی رسالہ ادیب اردو جلد انمبر ۱۲ ماہ جولائی ۱۹۲۲ء میں طبع ہو چکی ہے۔ شبنوی بہت عمدہ و خوب  
ساحر کے ملائذ بھی بہت قابل و مشہور ہوئے۔ جتنوں کے نام معلوم ہو سکے درج  
ذیل ہیں (۱) نواب میر حسن خان متخلص بسبیل کاکوروی (۲) منشی مومن علی خان مفتون کاکوروی  
(۳) مولوی محی الدین خان ذوقی کاکوروی (۴) مرزا حیدر بیگ کاکوروی (۵) مولوی غلام امام  
شہید امیٹھوی (۶) منشی احمد حسین تھمر۔

نمونہ کلام غلام مینا ساحر بغرض تفریح طبع ناظرین درج ذیل ہے۔  
امید ہوئے تو از نو بہار بود مرا      و گر نہ با گل و گلشن چہ کار بود مرا  
سحر کہ گلبد نیے بود زیب خوشم      گل مراد نصیب کتار بود مرا  
از مین سبب دل بیماری شمر نفس      کہ روز ہجر تو روز شمار بود مرا  
ہمیشہ دیدہ تر خون دل تلف میکرد      بلائے جان ثمرہ اشکبار بود مرا  
دم نظارہ و شمش چنان ز خود رفت      کہ روز وصل شب انتظار بود مرا



بگلشن از خط سبز تو یا دیکرد  
 شبی که زلفش داشت بر بواب میدیدم  
 نوازش عجب داشت بر من بیار  
 بر زیر خاک چه پیر وانه نفس میکردم  
 جز آنکه حسرت و غم بروم از جهان لطم  
 سخت دل بر یکدگر دیده تر یافتیم  
 بر سر افشادم غبار دشت و انسر یافتیم  
 تیغ بر فرقم زوی خنجر شکستی در جگر  
 ما جرعه آتش هجر تو میکردم رقم  
 می خلدیم خیال نوک شرکانت بدل  
 از نگاه میگسارت با ده گلگون زدم  
 با ده گلگونک چشم خون شرکان خوش بود  
 از لب رخسار و زلف عنبر افشان کس  
 چند پرسی ما جرعه آتش با دل  
 ز باغ رفتی و انسرده شد چمن بے تو  
 مرا شمع نفس خوشتر از چمن بے تو  
 بخت جوئے نشان تو گم شدم از خویش  
 شب رقیب سحر شد ز آفتاب زفت  
 با دشت بادیه مجنون به بے ستون فراد  
 گل که از چمن دل گرفتگان نبرد  
 ز بیم گاه سخن رفت کجا ساغر

بریده سبزه نور ستمه خار بود مرا  
 خیال گردش لیل و نهار بود مرا  
 اجل بشام غمت غمگسار بود مرا  
 شبی که روسی تو شمع مزار بود مرا  
 باین دیار ندانم چه کار بود مرا  
 من دین دریای خون کبریت احمر یافتیم  
 من با قبال جنون تاج سکندر یافتیم  
 راحت دل کام جان اسایش یافتیم  
 کاغذ مکتوب را بال کسند یافتیم  
 من برات زندگی بر نوک خنجر یافتیم  
 گردش چشم تو دیدم دور ساغر یافتیم  
 آرزوی جام کردم دیده تر یافتیم  
 آب دیگر رنگ دیگر بود دیگر یافتیم  
 ناتوانی را و بال روسی یافتیم  
 قباے گل شده بر دوش گل کفن بد تو  
 چراغ گوریه از شمع انجمن بد تو  
 بیابا به بین که گذشتم ز خوشیت بد تو  
 بشام تیرو بدل شد به باغ من بد تو  
 بخاک و خون تپید آفتاب که من بد تو  
 بخت و دامن خنجر سان من بد تو  
 نماند گرمی تنگامه سخن بد تو

به تیغ ادا سے تو سری فروشم  
 نمر دار نخلم درین باغ لیکن  
 اسیری ز پر داز گلزار بستر  
 چنانم خمدیدار سوز مجبت  
 من از گل فروشان بازار عشقم  
 بدل میخلد نوک قمرگان شوخت  
 ندارد سخن روز بازار ساحر

پشم شوخه که با داشت نگاہ گاہ  
 درد هجران نگذارد که نشینم خاموش  
 بچه تقریب شبی بزم بساط افروزم  
 بچه تقصیر زمار است نمی گرد و چرخ  
 درد یار که ضعیفان محبت باشند  
 بسکه افسرده دل از دهر گذشتی ساحر  
 گل فرار مرا هر کس که بومی کرد  
 بسوی قبله کویت دمی که روی کرد  
 ز بیم دشنه تیز تو کلک صورت گر  
 ز خوش گواری آبی که خجرت میداد  
 ز بوتان گل تر چید و آشیانم سوخت

جدا کویت خاک هر جا فلک سپارد من خرم را  
 نوشته کلک قضایا من برات سوز و گذشت  
 اینست در ایام اسیری موس

به نوک سناخت جگر می فروشم  
 بسنگ فلاخن شمری فروشم  
 بکنج نفس بال و پری فروشم  
 که خرمن بهشت شمری فروشم  
 گل تر ز خشت جگر می فروشم  
 رگ جان بر این شیتیری فروشم  
 بیک جوشاع هنری فروشم

آن هم از بیم رقیبان سراپه گاہ  
 صفت قوت نهد رخصت آہ گاہ  
 منک در خواب ندیم نوح ماہ گاہ  
 کج نه کردیم درین عرصه کلاه گاہ  
 کمر باسے نر باید پیر کاہ گاہ  
 بر مزار تو نه شد سبز گیاه گاہ  
 ز بس فسرده دلی مردن آردی کرد  
 به آب دیده تر مردک ضومی کرد  
 شبیرا دم تصویر بے گوی کرد  
 به یک دگر لب هر زخم گفتگو می کرد  
 یکے دنگ ولی بای باغیان نیست

زاشک که قرار افشان دآب آتش کش زمین را  
 چگونه اکنون توان شردن سبجی که کشت جبین را  
 صیاد گذارد و چکستان نفس ما

بہر زمین کہ مزار غنودہ چمنان بود      ہمیشہ سبز خوابیدہ از زمین خجارت  
 نشست باز دم نزع بر سر بالین      قیامت عجیبے روز واپسین خجارت  
 مگر شکستہ پری یاد آشیان میگرد      سحر ز کج تقصیر نالہ خزین خجارت  
 نشان تیر تو باشم اگر کمان انیت      جگر بزم خم فروشم اگر سان انیت  
 کار ادب رسید بجائے کہ روز وصل      اشکے کہ بود بر قرہ غلطیدنی نبود  
 تا صبح دل خون شدہ در سینہ طلیان بود      لے مرغ شبک ہنگ فوٹے دوشان بود  
 جگر خون کند نالہ عند لیبے      کہ فیصل گل آشیانے ندارد  
 ہر گاہ بر ز ترکان ترم ساختہ اند      برق خشنودہ زاکہ جگر م ساخته اند  
 بنوک ہر قرہ صد پارہ جگر دارم      نہال گلشن عشقم ہمین ترم دارم  
 گو ہر پیش آن مردندان بنیم جو      یا قوت سرخ بالب خندان بنیم جو  
 با آنکہ صد خدنگ تو در پہلویم است      دارم بدل ہنوز مقام سنان تہی  
 دل تا جگر پرست ز دروغ جفلے لے      دارم ز دواتان شکایت زبان تہی  
 دی شب سرم ز باش آرام دور بود      لے خواب مرگ چارہ دوم ضرور بود  
 درین بہار کہ ہر گل بلاے جان من است      نشا برق بلا خار آستان من است  
 بے جبابہ بروے تو نگاہے میگرد      میتوان گفت کہ آئینہ گناہے میگرد  
 انہوں نے تباریچ ۳۳ ماہ ذیقعدہ ۱۲۵۵ وفات پائی ۔ اور خاندانی قبرستان واقع  
 تکیہ شریفہ کاظمیہ میں دفن ہوئے ۔ قطعہ تاسیخ وفات از منشی مومن علی خان فتون کاکڑی  
 فریاد کہ از تفرقہ پردازی گردون      امروز جوان عمر جہانے ز جہان فوت  
 زمین تلم جانگاہ کہ بر جان زدہ ناخن      آرام ز دل ہوش ز سر صبر جان فوت  
 بتخالہ لب از تب غم شمع لمطازو      حرفیکہ ازین قصہ مر تا زبان فوت  
 ز دبرق بلاے پیسیہ خانہ گردون      ہر نالہ کہ در تمش از کوک زبان فوت

زمین در چنان چین دل از دیدہ بخوشید  
 این واقعه صعب ز دہم رد دل منشون  
 ناک بگا آمد و در سینه نہان رفت  
 آن ظلم کہ بفضل بہاری و خزان رفت  
 خوش رفت ہرگز کوز جان گذران رفت  
 آمد بزبان صبر تاریخ و فائقش  
 دامن ز جہان چید سے و خزان رفت

شہ ۱۲۵۰ھ

## غلام نبی

شیخ غلام نبی - ابن ذاب متظم الملک خان و ترخان شیخ جارا اللہ علوی مفت نہاری جمیل  
 خیر آباد - یہ صورتاً نہایت وجہ ملیح و سیرتاً بہت قابل اور با مذاق تھے - انکے متعلق حضرت  
 شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ کشف المتواری میں لکھتے ہیں کہ ”شیخ غلام نبی بسیار قابل و پرگوشہ  
 ملا عبد الغفور اشرفی بہا گلیوری جن سے انکی تعلیم اور تربیت متعلق تھی - ایک قصیدہ میں ان کے  
 متعلق لکھتے ہیں -

اشرفی چندین بہ کا کوری بنی ماند ام اسیر  
 گر نبودے صنِ خلاق نبی بخیر پا  
 انکی بذلہ گوئی اور لطیفہ سخی کا یہ عالم تھا کہ اکثر ذی علم حضرات انکے پاس محض باتیں  
 سننے کے لئے جاتے اور نہایت خوش اور محفوظ واپس آتے - انکے متعلق منشی غلام مرتضیٰ  
 جواہر الانشا میں لکھتے ہیں کہ :-

”شیخ غلام نبی جو ان قابل گفتہ طبع گفتگو سے مربوط داشتہ - شیخ عبد الغفور مشہور بہ اشرفی

بھاگپوری رامیل خاطر بہ شیخ غلام نبی بود“

منشی فیض بخش اپنے نسب نامہ موسومہ بہ شہ فیض میں لکھتے ہیں کہ :-

”شیخ در بذلہ گوئی یگانہ معہ خود بود اکثر سخن حرفیانہ و ظریفانہ میفرمود کہ سامعین را حلقے د

سرودے بہم میسرید“

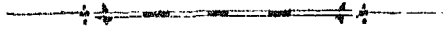
باقی حالات سنہ ولادت و وفات وغیرہ دریافت نہ ہو سکے - انکی قبری نوا شاہ کے

کے تکیہ متصل اسپتال کا کوڑی، مین اپنے والد شیخ جارا اللہ کے خطیرہ مین کنھین کی قبے متصل ہجر

## عموشلی

قاضی حافظ غوث علی۔ ابن حافظ مغرا اللہ۔ ابن حافظ شاہ عزیز اللہ علوی مخدوم زادہ۔ یہ عالم باعمل دیانت و تقویٰ مین بے نظیر و مثال تھے بیعت انکو حضرت سیدنا شاہ محمد کاظم قلندر سکر تھی۔ بوجہ اپنے علم فضیل کے فرخ آباد مین عہدہ قضا پر مامور ہوئے۔ مدۃ العمر نہایت نیک نامی کے ساتھ رہے۔ بالآخر وہین بتاریخ ۳۲ ماہ جمادی الآخر روز جمعہ ۱۳۵۷ھ وفات پائی۔ اور فرخ آباد مین دفن ہوئے۔

انکے ایک بیٹے حافظ اولاد علی ہوئے یہ بھی مثل اپنے والد کے بہت قابل و لائق اور قاضی فرخ آباد تھے۔



(ف)

## فدا حسن خان

نشی مرتضیٰ حسن الملوک و ف میرٹر جسٹس نواب فدا حسن خان وکیل عدالت عالیہ ہائیکورٹ کلکتہ و چیف جسٹس ہائیکورٹ سرکار نظام حیدر آباد دکن ابن نشی علی حسن خان ابن نشی مشرق علی خان ابن شیخ طفیل علی خان فوجدار۔

یہ بتایا کہ، ارادہ ذیقعدہ ۱۲۱۲ھ میں پیدا ہوئے ابتدا سے عمر میں اپنے والد کے پاس رہے اور تحصیل علوم سے فراغت کی ۱۲۲۸ھ میں ہمراہی اپنے بھائی نواب امیر رضا حسن خان کلکتہ گئے اور وہاں علم انگریزی و سند و کالت ہائیکورٹ کلکتہ حاصل کی۔ امیر رضا حسن خان کی رحلت مرکانپور ہنس آئے۔ اور پھر کلکتہ آکر عدالت عالیہ جڈیشلی میں وکالت کی۔ اور اسقدر فروغ حاصل کیا کہ آمدنی کا اوسط ڈیڑھ لاکھ روپیہ سالانہ تک پہنچ گیا۔

یہ نہایت لائق و فائق و ذہین صاحب طبع سامعہ فہم و خوش خلق تھے اپنے زمانہ میں اپنا شغل نہیں رکھتے تھے ذہانت کا یہ عالم تھا کہ مقدمات میں کچھ شغل نہیں دیکھتے اور نہ سنتے عدالت میں جاکر جو کچھ سنتے وہ سنتے۔ اور ایسی عمدہ بحث کرتے کہ مقدمہ اپنے خلاف نہوتے پڑتے۔ لکھنؤ محلہ گولہ گنج میں متعدد عظیم الشان کوٹھیاں تعمیر کیں۔ اور انکی اور انگریز کے اخراجات و داد و دہش بڑے بڑے روسائے شہر کی زرباشی سے چمک زنی کرتے تھے۔

شروت اور امارت کی کیفیت تھی کہ سالانہ محفل میلاد شریف میں تین تیس ہزار نفوس سے کم کا مجمع نہ ہوتا تھا اور محفل کی جگہ زمین پر کوڑھ و گلاب بجائے پانی کے چھڑکا جاتا تھا جسکے بعد فرش بچھایا جاتا۔ اور شامیازن اور درو دیوار پر سولے پھولوں کی چادر دن اور شبستانہ آلات کے کچھ نظر نہ آتا تھا۔ دولت دنیاوی کے ساتھ خدا نے انکو حُسن صورت بھی ایسا عنایت کیا تھا کہ بایں و شاید انکے زمانہ میں ارباب کا کوری میں سے کوئی انکا ایسا صاحب جاہ و چشم نہ تھا۔ ساتھ ہی ساتھ

انکا ذوق علمی استقدر تھا کہ انکے کتبخانہ میں ہر علم و فن کی نادر قلمی و مطبوعہ کتابیں موجود تھیں جنکی تعداد سات ہزار تک پہنچ چکی تھی۔

انکے تصنیف سے حسب ذیل کتابیں یادگار ہیں (۱) کتاب وراثت ادیان اربعہ (۲) کتاب لمعان البرق۔ جو علم برق و مقناطیس کے متعلق ہے (۳) کتاب شمع مہر۔ یہ علم تصاویر عکسی میں اردو میں سب سے پہلی کتاب ہے۔ اور حسب فرمائش میجر جنرل لائیڈ جو انکے خاص دوست تھے لکھی گئی تھی۔ اس کتاب کے سرورق پر انکی تصویر جو حد انکی کھینچی ہوئی ہے لگی ہوئی ہے۔ بیعت ان کو حضرت شاہ فرخ عالم چشتی۔ خلیفہ حضرت مولانا شاہ نیاز احمد بریلوی سے تھی۔ یہ لکھنؤ سے حسب طلب نواب سرالار جنگ بہادر حیدر آباد گئے۔ اور ہائیکورٹ نظام کے چیف جسٹس ہوئے اور آٹھ سال تک اس عہدہ جلیلہ پر فائض رہ کر تباریخ ۱۹ ماہ صفر ۱۲۹۰ھ حیدر آباد میں رحلت کی اور وہیں دفن ہوئے۔ قطعہ تاریخ انتقال از منشی کاظم حسین تخلص مخنی کا گوری سے

چون آن خال والا فداے حسن  
غنتی ستم دیدہ نام نشین  
ز جسم فنا شد سوے سلبیل  
غم جان رہا گشت سال حیل  
فرید الدین خان

مولانا حاجی فرید الدین خان محدث۔ ابن مولوی مسیح الدین خان بہادر میشری گورنر جنرل و سفیر شاہ اودھ بمقام لندن یہ غزہ ماہ ربیع الاول روز دوشنبہ ۱۲۸۵ھ میں پیدا ہوئے۔ منشی امیر حسن خان بل سنے تالیف ولادت لکھی جو درج ذیل ہے

چو آمد جوان طالے در وجود  
ز دل خواستم سال میلاد گشت  
کہ تا حشر باد اگر ہ سال او  
جوان آمدہ بخت و اقبال او

یہ بدشعور سے بہت صالح شایستہ منکر المزاج درویش فاش قناعت پسند تھے امجد علی شاہ

بادشاہ اودھ کے یہاں سے انکو خانی کا خطاب اور سات سو روپیہ ماہوار کا فرمان عنایت ہوا تھا۔ چنانچہ واجد علی شاہ کے عہد سلطنت تک ماہوار مذکور برابر ملتا رہا۔ پانچ مواضعات قبل کسمورہ۔ سکرا۔ شاہ پور وغیرہ انکی جاگیر وقفہ میں رہے۔ اور خود سلطان عالم واجد علی شاہ بادشاہ اودھ نے اپنے ہاتھ سے ملبوس خاص یعنی خلعت ہفت پارچہ مرحمت فرمایا تھا۔ اور نصیر باغ میں نہر پر مخاطبت اور ہم کلامی سے بھی سرفراز فرمایا تھا۔ بادشاہی حکم سے یہاں قصبہ کا کوری میں بالاک قلعہ نہایت عمدہ محسوس انکے لئے بنائی گئی۔ جواب تک موجود ہے۔ اور بحیثیت نفاست بخوبی اس قصبہ میں ہمیشہ رہا ہے۔

انھوں نے کتب درسیہ متوسطات تک، مولوی حافظ محمد حسین ساکن بڑا گاؤں ضلع بارہ بنکی تلمیذ رشید حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر۔ اور اپنے والد ماجد۔ اور دونوں چچا مفتی ریاض الدین و مولوی حافظ وجیہ الدین۔ اور حضرت شاہ علی اکبر قلندر۔ و مولوی شاہ واجد علی قلندر۔ و مولانا حامد علی مغفور سے پڑھیں۔ اور کچھ تبرکاً حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر سے بھی پڑھا۔ مفتی ریاض الدین مغفور کے ساتھ رام پور جا کر مولوی سعد اللہ مراد آبادی اور مولوی حسن شاہ محدث رامپوری سے تحصیل تمام کی۔ اور احادیث کی سند بھی حاصل کی وہاں نواب کلب علیخان کے دربار میں رونخ پیدا کیا تھا۔ انھیں کے ساتھ مترجمی کے عہدہ پر مامور ہو کر حرمین شریفین گئے وہاں کے شیوخ سے اجازت حاصل کی۔ بڑے عالم و عامل باحدیث تھے۔ بحر درس و کتب بینی و مطالعہ کتب حدیث اور کوئی شغل نہیں رکھتے تھے۔

انکو جناب سالت آب صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینہ میں اپنا خادم بھی فرمایا تھا۔ چنانچہ یہ خود فرماتے تھے کہ میں نے ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ اور آپ کے ساتھ حضرت انس ابن مالک کو۔ آنحضرت نے اُن سے فرمایا کہ یہ ابھی میرا خادم ہے۔ انکے تصانیف سے ابوعین امام نووی کی بسط شرح اردو موسومہ بہ الفلاح البین دو جلدوں میں موجود ہے۔ اسکے علاوہ اور بھی چند سائل مختلف مباحث پر نامام ہیں۔



علم حدیث و دیگر علوم کی اجازت انکو علاوہ مولوی سید الشہداء مولوی حسن شاہ محدث کے حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر نیرسپنے والد ماجد۔ و مولوی مفتی یاض الدین۔ و مولوی حافظ وحید الدین۔ و مولانا فضل الرحمان گنج مراد آبادی۔ و مولانا الہدایہ مولانا محمد رام این مولانا نعمت اللہ محدث پھلواری سے بھی تھی۔ چنانچہ سب طرق کی تحریری اجازت انھوں نے حضرت مولانا شاہ حبیب حید قلندر مدظلہ کو عطا فرمائی۔ اور ایک پناہ ثبت (نوٹہ) بھی دیا جس میں اسناد تحریر کے ہیں اور نظم الدرد فی مسانید الفرید الاحقص اسکا نام ہے (محرر بطور پڑھی بہت شفقت فرماتے۔ کتاب حسن حسین پڑھا کر مجھے اجازت دی۔ بخاری شریف فریقہ یکا کو محفوظ تھی۔ اسکا ختم برابر پڑھا کرتے۔ اسی طرح دلائل انجیل اور حسن حسین بھی۔ حافظہ بہت قوی تھا تصنیف و تالیف میں مثل اپنے والد ماجد کے مسودہ و پیفہ نہیں کرتے تھے۔

بیعت انکو حضرت مولانا شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ سے تھی ضرورت ظاہری کا یہ حال تھا کہ نا نہال و داد مہیال میں سب لوگ امیر کبیر تھے مگر یہ اپنے علمی مشغلہ میں مصروف رہے۔ وفات انکی تباہیچہ راہ محرم احرام روز چار شنبہ ۱۳۳۵ھ ہوئی۔ اور پیش حسن مسجد بالائے قلندر کا کوری متصل اپنے مجلس کے دفن ہوئے۔

## فرید علی فلک

مولوی شیخ فرید علی تخلص بہ فلک کاکوری۔ یہ فارسی نظم و نثر میں اچھے قابل اور عربی سے نا آشنا تھے۔ فارسی کی تعلیم انھوں نے میر کے والد ماجد حضرت مولانا حافظ شاہ علی نور قلندر سے حاصل کی۔ اگرچہ عمر میں بہت بڑے تھے۔ شاعری میں ابتداء ممتاز العلماء قاضی محمد سعید الدین خان بہادر کے شاگرد ہوئے۔ پھر انھیں کے ارشاد سے مولوی محی الدین خان قاسمی کو اپنا کلام دکھانے لگے۔ کلام اردو و فارسی دونوں زبانوں میں اچھا ہوتا تھا۔ تاہم سچ گوئی بھی خوب کرتے تھے۔

نواب علی حسن خان سلیم صبح گلشن میں لکھتے ہیں کہ :-

فلک نامش فیخ فرید علی از مردم قصہ مردم خیز کا کوری من اعمال شہر کفہواست۔ دل و  
 داغش فلک ثوابت و سیر نظم فارسی وارد و۔ در ابتدا شوق سخن از ممتاز العلماء مولوی سید الدین  
 خان سعیدی نمود آخر الامر با شماره آشنا و از قلم مولوی محی الدین خان ذوق فیض ہار بود  
 بیعت ان کو حضرت شاہ کرامت علی قلندر سے تھی۔ یہ مدتہ العزم معلوم گری کرتے رہے مگر تعلیم  
 بہت خوب تھا اکثر لوگ انکے شاگرد و بین اب بھی موجود ہیں مریض خوانی بھی کرتے تھے تحفہ النقط  
 اور سوز پڑھتے تقریباً ۱۳۱۵ھ میں انتقال کر گئے۔ اور اپنے مکان واقعہ محلہ ہودہ تالاب (دکا کوری)  
 لب ترک دفن ہوئے۔

انکار دوو فارسی کلام بہت کوشش سے لکلیا جو درج ذیل ہے۔ کلام فارسی :-

جلوہ معشوق آنے دیگر است	شوکت خوبان بستانے دیگر است
کے حبیبین سلیم بدر ہائے بتان	قبائل من آستانے دیگر است
دل بدین دنیا سے فانی چون نم	سیر گاہ من جانے دیگر است
بر سر خاکی کہ نقش پایے نست	آن زمین را آسمانے دیگر است
لے فلک در خانہ دل جان نواز	میں سمانم نہر جانے دیگر است
قیامت قامت موزون برآمد	دو بالا حسین روز افزون برآمد
بہار قدرت آمد سبزہ خط	کہ گرد و عارض گلگون برآمد
صنوبر منقعل از یاد اقداد	سی سر دم بگلشن چون برآمد
پر برگ یا سمن اقدادہ شبنم	عسرق یا از رخ گلگون برآمد
قتیل خنجر ناز وادار	فلک چون لالہ دل پر خون برآمد
نیلے کہ شرف یافت نقش قدم پاک	گرم چونہ آن نقش کف پایے تو بوسم
در خانہ شبنم چو شبے جلوہ گر آئی	کہ گر دست گر دم و کہ پایے تو بوسم

## کلام اردو

ذوقِ ابرو نہ تھکے دمِ محسوس جو نہیں جاتا ہر  
 پاؤں ہم چھو نہیں سکتے ہیں خدا کی قدرت  
 محسوس صانعِ قدرت کی قلمکاری پر  
 زخمی ہوں تیغ کا نہ تیر کا نہ تیر کا  
 عوجِ جال ہوں مجھے چھڑو نہ ہمدرد  
 سرگوشیاں ہیں یہ جو دن رات کرتی ہے  
 نوکِ قرعہ جیسی ہے رگِ جان میں کن کر  
 تو جسکی ہے ازل سے برابر لگی ہوئی  
 دیکھتے ہی نہیں بیمارِ محبت کی طرف  
 توجہِ گلشت کو جائیگا مے بعد لے گل  
 ایک دار اور لگا بھر خدا و قاتل  
 دیکھ کر مجھ کو دو سکتے ہیں کہ تم کون ہو جی  
 دیکھئے خون ہو کس کس کا خدا خیر کرے  
 نوبی بعد فنا بھی مری مٹی برباد  
 تم یہ اچھا نہیں کرتے ہو مسحا ہو کر  
 روحِ پہونجی مری بلبلِ شیدا ہو کر  
 چین بادے لے لے لیں ٹھنڈا ہو کر  
 کیسے بناتے ہیں انجان شناسا ہو کر  
 اڑ چلا رنگِ خنالاں بھوکا ہو کر  
 بک گیا ہاتھِ سینون کے کھلونا ہو کر

## فصل نام

شیخ فضل امام با بن شیخ محمد عیوض۔ ابن مولوی محسن الرحمن۔ ابن شیخ عبدالرحمن۔ ابن قنط  
 غلام محمد علوی مخدوم زادہ۔ انکے والد شیخ محمد عیوض مرحوم بڑے صاحبِ دولت اور روزگار  
 پیشہ تھے مختلف مقامات پر ملازمت کی اپنے ہمصر وین نہایت ممتاز اور باوجاہت شخص  
 تھے جن کی تاریخِ وفات ۱۲ ماہ ذی الحجہ ہے۔

یعنی شیخ فضل امام بھی بدشعور سے موصوفہ اصناف حمیدہ تھے۔ اولاً میر تقی علی خان ابن میرزین العابدین خان چکھدار کی رفاقت میں رہے۔ اور وہ ان نہایت اچھی طرح سے بسر کی پھر انھیں کے ساتھ شاہجہان آباد (دہلی) گئے وہ ان کی سال رہنے کا اتفاق ہوا۔ حضرت شاہ غلام علی جانشین حضرت میرزا منظر جانناں رحمۃ اللہ کی صحبت میں ہوئی۔ ایک مدت تک ان کے حلقہ میں بیٹھے۔ اور طریقہ نقشبندیہ اخذ کیا۔ بعد ختم سلوک لطایف ستہ مجاز و خلع بحرۃ خلافت ہوئے اسی وقت سے ملازمت اور امر کی صحبت ترک کر دی۔ اور اپنے پیروی حضرت شاہ صدر عالم عرف کلومیان مخاطب علم الہدیٰ سے سلسلہ رشتہ کی اجازت منخرقہ خلافت حاصل کی۔ جب تک شاہجہان آباد (دہلی) میں رہے۔ وہ ان کے اور بزرگان موجودین مثل حضرت شاہ عبدالغفر محدث و شاہ صابر بخش۔ و میر فتح علی رحمۃ اللہ علیہم کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔ اور بزرگان دہلی کے مزارات کی زیارت میں کرتے رہے۔ بعد اُسکے وطن آکر نہایت دارشگی و بے تعلقی کے ساتھ زندگی بسر کی۔ اور سوا ذکر و شغل کے کسی چیز سے سروکار نہ کیا۔

ان کو حضرت مخدوم قاری نظام الدین بھیکہ کے حال کی بہت جستجو تھی۔ ایک روز شدید بیماری کی حالت میں حضرت مخدوم نظام الدین قاری کو خواب میں دیکھا اور ان سے پوچھا کہ میں علوی ہوں یا نہیں۔ انھوں نے فرمایا کہ میں علوی ہوں اور تم بھی ہو۔ اگر تم کو میرے حالات کی تلاش ہے۔ تو میرا شمس الدین خان کو کا کے مکاتیب دیکھو معلوم ہو جائیگا۔ اُس روز سے اور زائد تلاش پیدا ہوئی۔ ان کے زمانہ قیام دہلی میں شاہ ولی اللہ ایک بزرگ تھے۔ وہ ان سے کہا کرتے تھے کہ تمھارے بزرگوں کا حال میرے بیان میں لکھا ہے۔ جب ان کو یاد آیا تو فوراً اُن کے مکان پر گئے۔ اور کہتا میں دیکھنا شروع کیا۔ شاہ ولی اللہ کا انتقال ہو چکا تھا۔ کتابیں کچھ تلف ہو گئی تھیں۔ ایک کتاب میں چند مکاتیب اور حالات ملے اور مقدمہ کتاب زاد الآخرة بھی۔ انھوں نے وہ سب یہاں حضرت غوث ملت شاہ تراب علی فاضل قدس سرہ کی خدمت میں بھیج دیے۔ جس کی مدد سے کتاب کشف التواریخ تالیف ہوئی۔

اسکے نانا حضرت شاہ صبغت اللہ قلندر قدس سرہ جو اپنے زمانہ کے مشائخ عظام سے تھے انھوں نے بھی اپنا مسرکہ انکو دیا۔ جس پر اب تک انکی اولاد قابض و تصرف ہے۔ انکی قبر خاندانی قبرستان واقع تکیہ شریفہ کاظمیہ میں ہے۔ زمانہ حالات زیر سنہ ولادت و وفات نہ دریافت ہو سکے

## فیض الدین

مولوی حکیم حافظ فیض الدین خان۔ ابن مفتی ریاض الدین۔ ابن مفتی علیم الدین خان۔ انھوں نے تعلیم و تربیت اپنے خاندانی علماء سے پائی۔ فارغ التحصیل اور قابل تھے۔ فن طب میں اچھی قابلیت رکھتے تھے۔ علم طب میں رسالہ چشمہ حیات یادگار ہے۔ حضرت شاہ تہار علی قلندر قدس سرہ سے انکو بیت تھی ریاست بھوپال میں بعدہ صدر الصدور مقرر تھے۔ وہاں بہت نیکنام اور ہر دلعزیز تھے۔ وہ ۱۰۷۰ھ جمادی الآخر ۱۳۱۱ھ مطابق ۱۸۵۹ء میں انتقال کر گئے اور وہیں دفن ہوئے

## فیض اللہ

حضرت میر شاہ فیض اللہ قادری خشتی کا کوری معروف بہیران شاہ فیض اللہ۔ ابن میر شاہ اسد اللہ۔ اسکے والد یعنی میر شاہ اسد اللہ شیخ علیہ (ابن شیخ غلام محی الدین۔ ابن شیخ عبدالکریم ابن چندن) کے ہمراہ کاکوری آئے اور محلہ ولی نگر میں سکونت پذیر ہوئے۔ انکے اجداد اصلی باشندے بغداد شریف کے تھے جہاں سے بعدہ جہانگیر بادشاہ ہندوستان میں آئے تھے۔

میر شاہ فیض اللہ نہایت صاحب کمال بزرگ تھے۔ ان سے سلسلہ قادریہ کی اشاعت بھی ہوئی۔ اور اب بھی ردولی شریف یہ سلسلہ جاری ہے۔ اس طور سے کہ انکے خلیفہ حضرت پیر سادون ردولوی ہوئے۔ انکے خلیفہ حضرت شاہ احمد زمان ردولوی ہوئے۔ انکے خلیفہ حضرت شاہ فقیر احمد ردولوی ہوئے انکے خلیفہ حضرت شاہ علی احمد ہوئے۔ انکے خلیفہ حضرت شاہ

در ویش احمد ہوئے۔ اُنکے خلیفہ حضرت شاہ التفات احمد ہوئے۔ جن کے جانشین و خلیفہ شاہ حیات احمد موجود ہیں۔

علامہ وجیہ الدین اشرف کتاب بحرِ خاریں اُنکے متعلق لکھتے ہیں کہ۔  
 اہل صاحب کمالات منوی حضرت شیخ فیض اللہ کا کوہی مُرد شیخ محمد شریف ناولی دے  
 مرد شاہ ابراہیم لاہوری نے مرید شیخ ابوسعید گنگوہی بوڑا آخر سلسلہ میر سید الدین فرزند اوگوید کہ  
 از ترا غوث الاعظم حضرت سید محی الدین عبدالقادر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ خرقہ دست بستہ ادا کیا  
 خود یافتہ فاما سیر و سلوک از بزرگانِ چشتیہ صابریہ کہ بالا گذشتند با تمام رسانید۔ از کثرتِ علوم  
 مرجع فقر و طالبانِ دُر قبولیت تہ تبرہ رفیع داشت۔ جدش غوث الاعظم در بندہ و بفرزند و سجادہ  
 نشین خود فرمودہ۔ برائے فیض اللہ شمالِ خلافت فرمایند۔ مثال بدو سید مجلسِ فقر آراستہ نگاہ  
 ساز و سرود بر پا کرد و حقے و رقبۂ حلال آبا درنت و بہ سجدا قامت کرد۔ ذوالفغان از زمین آغا  
 مست بزنشہ شراب بخدش آمدند تبجے نمود کہ ہاوقت آہنا تو بہ نمودہ بقید عمر ترکب آن امر  
 شعیب نہ نمودند۔

وفات اُنکی ۱۱۶۳ھ میں ہوئی۔ مزار محلہ ولی نگر پیشِ صحن دروازہ احاطہ باغِ نواب اکرام اللہ  
 خان مغفور میں واقع ہے۔ مزار کے سرانے ایک بہت بڑا نیم کا درخت ہے۔  
 اُنکی اولاد محلہ سید واڑہ متصل ولی نگر۔ اور محلہ سامی گدھی میں آباد ہے۔ میر ظاہر الحق و حکیم  
 ناظم علی اُنکی اولاد و احفاد سے ہیں۔ اور زائد حالات مع سنہ ولادت وغیرہ نہ دریافت ہو سکے۔

## فیض بخش

نشی فیض بخش مولیٰ۔ آبن نشی غلام سرور۔ آبن ملک محمد کبیر ملک زادہ۔ ولادت اُنکی ۱۱۶۴ھ  
 میں ہوئی۔ کتب درسیہ عربی و فارسی اپنے چچا شیخ غلام مرتضیٰ۔ و نشی کچھی زائرین۔ و ملا حمید الدین۔  
 و قاضی القضاۃ مولوی نجم الدین علی خان بہادر۔ و مولوی محمد و آجہ خیر آبادی۔ و مولوی محمد قیام آبادی

مولوی محمد اسلم پنجابی سے پڑھیں اور فارغ التحصیل ہوئے۔ بہت ہی قابل اور ذہین اور اعلیٰ درجہ کے شاعر و شاعر تھے۔ شیخ غلام مرتضیٰ کے فیضِ صحبت سے بہت کچھ حاصل کیا۔ اور انھیں کے ساتھ زائد رہے۔ خطابھی نہایت پاکیزہ تھا۔ اپنے مہسنوں میں خوش نویسی میں ممتاز تھے۔ سیکڑوں کتابیں نقل کر ڈالیں۔ شعر سخن کا ذوق اس وقت سے ہوا کہ جب ملا حمید الدین منقور سے ممنوی غنیمت پڑھنا شروع کی۔

ان سے اور شیخ غلام حسن صدیقی سے باہم مشاعرہ ہوتے تھے۔ چنانچہ خود لکھتے ہیں کہ ایک روز شیخ غلام حسن نے نعت میں شعر کہا کہ

زگفت نعتِ او گشتہ ز بانم      جو موج آب کو شرور دہانم  
انھوں نے اُس کے جواب میں لکھا کہ

چو وصفِ او نیامد از زبانم      ازین نجلت نہان شد در دہانم  
یہ اُس زمانہ میں نظم میں برابر خط و کتابت کرتے تھے۔ بخشی ابو البرکات خان بہادر کو انھوں نے ایک خط لکھا تھا جو درج ذیل ہے۔

زہے ذاتِ نواب والا جناب	کہ اوج سخا را بود آفتاب
نوالش براحوال ہر خاص عام	چو در بحر و بر است رشخ غمام
بود دستِ جو دش جو ابر بہار	کہ فیض رسد بر گل و ہم بہار
درین عصر ز آتش ستون سخا است	با قنادگان وقتِ عسرتِ حصا است
چو آئینہ دارد کشادہ جبین	پُر از سیم چون کہکشان آستین
فرماندگان را بود دستگیر	از دہرہ میداشت بزنا و پیر
کنش ہچو بحر و صایع چو نہر	از دگشتہ سر سبز بسیار شہر
ز جو دش سخا است اندر خورش	گدایست در حضرتش خرم پوش
ز جو دش بوقتِ تلاطمِ طیان	گہرا بہ دریا چو سربکان

بخشید همه چیز در دے زمین  
 گرم گشته ممنون و تشش به بزم  
 چو شربت تشش با عیله استوار  
 اگر گشته اسفند یارش دوچار  
 اگر بودے رستم لبان جناب  
 گر آید بیدان به پیشش عدو  
 شود در تن دشمن از بیم جان  
 چو آید به میدان که کار زار  
 بر آید اگر تیغ او از غلات  
 چه پاکیزه عیش و چه خوش زندگی است  
 کند استخاره ز پروردگار  
 باین دستگا ہے کہ وادش خدا  
 برون ست مدخس ز حد رستم  
 الکی بآن خان عالی جناب  
 بدہ عمر و دولت فزون از حساب  
 رجاء دارم از حمت کردگار  
 ازین ہم فراوان شود چشم و جہ  
 ز قوتیکہ این را سخ و مستمند  
 کہ دستور اعظم بفضل و کرم  
 اجازت با جماع اہل جوار  
 بنالید از بسکہ برخویشتن

کہ تفسیر آیات جو دست این  
 نظر گشتہ مرہن تیغش بہ رزم  
 و ہر تیغ او یاد از ذوالفقار  
 تشش را دور کرے دین زن دوچار  
 ز مہبت سپر میفکند سے بر آب  
 ز آسجا رود خالیف دزد درو  
 ز رعش چو شمع آب ہر استخوان  
 شود دشمن از مہبتش سقار  
 ز ہمش گریزد عدو بالقات  
 کہ روز و شبش صحن در بندگی است  
 کہ خواندہ است ماخاب من استخار  
 مدار و نظر حہ سے پشت پا  
 فلا نکتب وصفہ بالقلم  
 کہ ذاتش بود مرجع شیخ و شراب  
 کہ و مہ شود تا از د کامیاب  
 کہ اورا ہمیشہ بود بخت یار  
 علی کل شیئی قدیر اللہ  
 شنیدہ است آوازہ پر بن  
 بہ آن صاحب سیف و صاحب سلم  
 بفرمودہ ہم کرد محنت کار  
 فر شادی بنجب دور بہرین



چو باز آسده آب رفته بہ جو      چنان ست اندر دلم آرزو  
 کہ از گوشہ خاطر فیض بار      فراموش نباشند خویش و تبار  
 الہی ترا جاہ افزون شود      دعایم بہ اقبال مقرون شود  
 یہ فیض آباد میں بہرہ یکم یعنی والدہ ذاب آصف الدولہ بہادر کی سرکار میں بعد ہمشیری  
 ملازم رہے۔ انکے تصانیف سے (۱) مثنوی بلخ و بہار ہے۔ جو حضرت مولانا شاہ محمد کاظم قلندر  
 کے حال میں لکھی۔ اور انکا اکثر حصہ اصول المقصود میں چھپ چکا پورا نسخہ بھی موجود ہے حضرت  
 صاحب موصوف سے ان سے بہت اتحاد تھا جو ناظرین اصول المقصود و مفاوضات پر مخفی نہیں  
 (۲) نسب نامہ کاکوری موسومہ بہ چشمہ فیض (۳) تاریخ فرح بخش (۴) رقعات نمشی کچھی زمرین  
 بخش بہاؤ گار میں۔ یہ صاحب تصانیف کی تھو تھو کتاب چشمہ فیض میں خود لکھتے ہیں کہ میں نے  
 پچاس سال کی عمر تک ایک سو کتاب تصنیف کی رافنس کہ اور سب تصانیف دست برد زمانہ  
 سے تلف ہو گئیں تاریخ فرح بخش ایک مبسوط تاریخ مشتمل بحالات سلاطین دہلی و نوابان او وہ  
 باقی ہے۔ جبکہ ترجمہ انگریزی میں مٹر ولیم ہوئی صاحب سی۔ ایس نے کرانیکلس آف دہلی  
 اینڈ فیض آباد کے نام سے شائع کیا ہے۔ فرید حالات سنہ و تاریخ وفات باوجود سی و خوش  
 نہ دریافت ہو سکے۔ قبر انکی فیض آباد میں ہے۔

## (ق) قادر بخش

مولوی قادر بخش - آبن حضرت شاہ میر محمد قلندر قدس سرہ - ولادت انکی ۱۲۰۳ھ میں ہوئی۔ انھوں نے کتب درسیہ حضرت مولانا شاہ حمایت علی قلندر قدس سرہ سے پڑھیں۔ بڑے عالم و فاضل ذی استعداد تھے۔ مدۃ العمر انا وہ دین پوری میں بسلسلہ ملازمت رہے۔ اور عمدہ منصفی تک ترقی کی۔ اپنے فرائض کی انجام دہی میں بہت سرگرم رہتے۔ انا وہ میں رہنے کا زائد اتفاق ہوا۔

منقول ہے کہ انا وہ میں شاہ محمد حسین نامی ایک بزرگ تھے۔ جنکے پاس موی شریف حضرت رسالت آبی صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔ اور وہ اُسکو بہت ادب اور احتیاط کے ساتھ رکھتے تھے۔ شاہ صاحب کو حضرت عارف باللہ شاہ محمد کاظم قلندر قدس سرہ کی خدمت میں بہت خلوص اور اعتقاد تھا اور فیضیاب بھی تھے۔ وقت وفات انھوں نے یہ وصیت کی کہ یہ موی شریف میرے بعد کاکوری میں حضرت شاہ محمد کاظم قلندر کے بیان بھیج دیا جائے۔ چنانچہ انکی وفات کے بعد یہ بیش بہا تبرک انھیں کے ذریعے بیان پہونچا جو موجود ہے۔ ہر سال ۱۲ ماہ ربیع الاول کو مسجد تکیہ شریف میں اسکی زیارت ہوتی ہے۔

علاوہ اسکے دین انا وہ یا میں پوری میں ایک اور موسے شریف انکو بذات خاص بھی حاصل ہوا تھا۔ جبکو انھوں نے اپنے مکان مسکونہ میں رکھا اور وہ انکی وفات کے بعد اسکے نواسوں مولوی عظمت علی و مولوی حشمت علی ہفتی اکرام اللہ کو ملا۔ جسکی زیارت ہر سال ۱۱ ماہ ربیع الاول اسکے مکان واقع محلہ تخیانہ دکا کوری میں ناخانہ میں ہوتی ہے۔ انھوں نے بمقام میں پوری تالیف ۲۰ ماہ ربیع الآخر ۱۲۶۵ھ ہجری ۱ سال انتقال کیا۔ اور وہیں دفن ہوئے۔

## قیام الدین

حضرت مخدوم شیخ قیام الدین - ابن حضرت مخدوم قاضی بندگی محمد منٹو اللہ شہیدی صدیقی - یہ جب پیدا ہوئے تو انکے سر میں بالکل بال نہ تھے! اسی سبب سے عوام انکو منڈیہ کہتے تھے۔ رفتہ رفتہ انکی اولاد بھی اسی نام سے مشہور ہوئی۔ اور اہل برادری اسی طرح کہنے لگے۔ شیخ کرامت اللہ۔ (کہ جو انکی اولاد میں تھے) کے زمانہ تک یہی لقب جاری رہا۔ محلہ بھی محلہ منڈیہ کے نام سے مشہور تھا۔ اُسکے بعد سے متروک ہو گیا۔ اب یہ محلہ مخدوم شیخ قیام الدین کے نام سے مشہور ہے۔

مخدوم صاحب بزرگان عہد اکبری میں تھے اور صاحب ورع و تقویٰ و صلاح و عرفان تھے مکان مسکنہ کے متصل اپنی خانقاہ میں ہمیشہ عبادت معبود حقیقی میں مشغول رہتے اور اپنی بنائی ہوئی مسجد میں جو ساگر تالاب کے کنارہ ہے اعتکاف کرتے۔ انکے منگلے بھائی مخدوم شیخ محمود بھی اسی محلہ میں رہتے۔ اور اسی خانقاہ اور مسجد میں عبادات میں مشغول رہتے۔ انکے بڑے بھائی مخدوم شیخ سعدی (جسکا حال لکھا جا چکا) دو سکر محلہ میں رہتے۔ جہاں انکی درگاہ ہے۔ وہ محلہ شیخ سعدی محلہ کے نام سے مشہور ہے۔

منقول ہے کہ شہنشاہ اکبر ان حضرات کی زیارت کیلئے کا کوری آئے، قصبہ کے اطراف کے باغات میں انکا لشکر کھڑا تھا۔ سوار گھوڑوں کو پانی پلانے ساگر تالاب میں لیگئے۔ تالاب کا پانی بہت کھاری تھا ان لوگوں نے بادشاہ سے فریاد کی۔ وہاں سے حکم ہوا کہ لشکر کے بوئے تالاب میں چھوڑ دیئے جائیں تاکہ پانی میٹھا ہو جائے تعمیل حکم کی گئی پانی میٹھا ہو گیا۔ چنانچہ ایک گڑھا جو مسجد کے نیلہ کے نیچے ہے شکر تالی کے نام سے مشہور ہے۔ شہنشاہ اکبر کا ایک خط بھی مخدوم صاحب کے نام کا لکھا جو درج ذیل ہے۔ اس خط سے صحت اشتیاق ملاقات ظاہر ہوتا ہے۔ قریب سے معلوم ہوتا ہے کہ مخدوم صاحب بوجہ مخدوری بادشاہ تک نہ پہنچ سکے۔ اسلئے بادشاہ نے خود تکلیف سفر کا کوری اٹھائی مادہ زیارت ان حضرات کی کی۔

نقل خط شہنشاہ اکبر بنام مخدوم شیخ قیام الدین رحمۃ اللہ علیہ  
اللہ اکبر

مد مشیخت آبی۔ تقویٰ و درع یابی۔ نتیجۃ الاکابر والا عالی میان شیخ قیام الدین (ابعد تبلیغ اسلام)  
خیر انجام آگہ عمدۂ انخواصل اسماعیل کہ درین ایام مطلب ایسے سرکار لکھنؤ رفتہ بود بلکہ از دست شریف رسیدہ  
شمہ از نیکیوں با سے ذات و روش و سلوک ایشان را اظہار نمودہ بنا بر آن اشتیاق صحبت شریف  
بسیار است طریقہ و داد آنست کہ اگر در آملن تشویش نکشند امید آن محال را ہمراہ گرفتہ شریفک درند  
و اگر بجهت ضعف آمدن ایشان باعث محنت باشند کیے از بلاد ان قرار دہند کہ متولیان و املاہ ان  
پر گنہ را ہمراہ گرفتہ بیانید و الباقی عند التلاقی۔

انکا خرقہ و کلاہ اب تک انکی اولاد میں ڈپٹی انسپکشن صاحب کے پاس موجود ہو اجازت  
و خلافت تعلیم و تربیت انکو غالباً اپنے والد ماجد سے ہوگی۔ ۲۹ محرم کو انکا فاتحہ ہوا ہے۔ مزار شریف  
احاطہ مسجد کے اندر واقع ہے۔ اور زائد حالات نہیں معلوم ہو سکے۔



(ک)

## کاظم علی

نشی کاظم علی۔ ابن منشی یوسف علی۔ ابن شیخ شرافت علی۔ ابن منشی غلام مرتضیٰ۔ مصنف  
جواہر الانشا۔ ولادت انکی ۱۲۲۴ھ میں ہوئی۔ انھوں نے تعلیم تربیت اپنے والد ماجد۔ مولوی  
تراب علی لکھنوی۔ و مولوی فقیہہ اللہ سندیلوی۔ و مولوی سید ولی اللہ سندیلوی۔ مفتی محمد علی سلام آبادی  
سے پائی۔ بہت قابل اور انشا پرداز تھے۔ انکے مصنفات سے ایک میلاد شریف معروف بہ میلاد  
سرور انبیاء اور ایک منظوم ساقی نامہ ہے۔ جو چھپر شایع ہو چکا ہے۔

مولوی حافظ شوکت علی سندیلوی رسالہ ثمرات الأنظار فیما مضی من الآثار میں لکھتے ہیں کہ۔

”مجھ سے اور منشی کاظم علیؒ ۱۲۲۹ھ تک مسلسل یکجا رہی۔ سب سے بیان نہ کر بھی بہت  
دارستہ مزاج اور لاابالی تھے۔ مگر شعرو سخن و نثر میں متوازن تھے جاتے تھے۔ اگر کوئی شخص  
انھیں مجبور کرتا تو فوراً لکھ دیتے۔ اللہ لکھ کر اسی کو دیتے“

انکے شاگرد بھی بہت سے لوگ تھے چند کے نام درج کئے جاتے ہیں (۱) چودہری غلام علی

(۲) منشی منصب علی متخلص بہ بھٹا (۳) منشی نیاز حسن (۴) منشی عالم علی شوخی (۵) راجہ درگا پرشاد  
متخلص بہ مہر مصنف بوستان اودھ وغیرہم

پہلے ان کو حضرت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ سے تھی۔ انھوں نے ماہ ربیع الاول

۱۲۰۵ھ میں انتقال کیا۔ اور سندیلوہ کے بارے متقابر میں دفن ہوئے۔ قطعہ تاریخ انتقال از نواب

تفضل حسن خان شیدا کا کوری سہ

صاحب علم و حیا و بود مرد متقی

گفت ہاتھ داد جان کاظم علی سندیلوی

رفت از سطح زمین آن شیخ تا دور خاک

جست شہیدا سال فوٹش چوں روئے آہ آہ

۱۳۰۵ھ

## کرامت اللہ خان

قاضی کرامت اللہ خان عباسی چکلہ دار کا سکچ۔ آبن شیخ محمد امین۔ آبن شیخ عبد الغنی۔  
آبن قاضی غلام محمد۔ آبن قاضی مسعود۔ آبن قاضی حیدر۔ آبن قاضی عبد الغفور۔ آبن قاضی بایزید۔  
آبن قاضی شیخ کوچک۔ آبن قاضی بہاری عباسی۔

یہ نہایت وجہ فیاض صاحب جو دستخط تھے۔ ابتدا میں کتب متداولہ عربیہ پڑھ کر  
فارغ التحصیل ہوئے۔ بہت صاحب نصیب اور اقبال مند شخص تھے۔

یہ اولاً مغز الدین خان کے ساتھ گورکھ پور میں رہے۔ اور وہیں فوجدار بھی ہو گئے۔ بعدہ کچھ  
دنوں گشتائین ہمت بہادر کے ہمراہ رہے۔ پھر اخوند احمد علی گندوی کے نائب ہوئے کچھ دنوں  
وہاں رہ کر وطن آئے۔ یہاں سے پھر عظیم الدین خان کے ہمراہ حکم زین العابدین خان کے یہاں گئے  
وہاں سے پھر الماس علی خان کے یہاں آئے۔ اور کوٹریا کا سکچ (کنٹل ایٹھ) کے چکلہ دار ہوئے  
ایٹھ وارہرہ دین پوری میں انھیں کی چکلہ دار کی تھی۔ اٹھارہ سال وہیں رہے۔ اور بہت صاحب  
ثروت و جاہ و شہرت ہوئے۔ بیواؤں مساکین اور یتیموں کو تنخواہیں دیتے اور بہت خبر گیری  
رکھتے تھے بڑے نامی گرامی چکلہ دار ہوئے۔ ارباب وطن و جوار سے بہت سلوک ہوتے نہایت  
شجاع عالی حوصلہ صاحب ہمت تھے۔

بیعت انکو حضرت شاہ شاکر اللہ سندھ لوی سے تھی۔ عوام انکو بہت بزرگ سمجھتے تھے۔ کوٹریا کا سکچ  
ہی میں بحالت ثروت و اقتدار پچاس سال کی عمر میں بعارضہ در و شکم انتقال کیا۔ اولاً نش وہیں سپرد  
زمین ہوئی۔ چنانچہ قبراں تک ہے۔ لوگ منت مانتے اور پڑھاوا پڑھاتے ہیں عرس بھی ان  
ہوتا تھا۔ پھر نقش کا کوئی آئی۔ اور یہیں بیرون آبادی جانب شمال اراضی بڑے باغ میں دفن کی گئی۔  
متبرہ بناموا ہے۔ تبرنگی ہے۔ مسہری نگی خوشنما اُسپر نسبت اور اُسپر آیت الکرسی عمدہ خط میں کندہ  
یہاں بھی پہلے عرس ہوتا تھا اب صرف فاتحہ ہو جاتا ہے۔

انھوں نے یہاں ایک بڑا احاطہ آباد کیا تھا۔ جواب بھی انکے نام سے مشہور ہو اس احاطہ میں مسجد بھی انھیں کی بنوائی ہوئی موجود ہے۔ علاوہ اسکے تمام قصبہ میں چار بہت بڑے کنوین فوض رہا عام انھیں کے بنائے ہوئے اب تک یادگار ہیں۔

## کرامت علی

حضرت شاہ کرامت علی قلندر۔ آبن شیخ محمد غنی۔ آبن شیخ غلام حسن۔ آبن شیخ محمد مسیح۔ آبن ملا بدیع الزمان۔ آبن ملا محمد رضا۔ آبن ملا محمد اشرف۔ آبن ملا عبدالقادر۔ آبن حافظ شہاب الدین۔ آبن حضرت مخدوم نظام الدین بھیکہ پور۔

انھوں نے علم متعارفہ حضرت مولانا شاہ حمایت علی قلندر سے پڑھے۔ یہ بچپن سے طبیعت فقرو درویشی کی جانب مائل تھی۔ انکے والد ماجد اکثر انکی نسبت کہا کرتے کہ یہ لڑکا فقیر ہوگا۔ اسی وجہ سے اسے تلاش معاش کی نسبت کبھی کچھ نہیں کہا۔ اتفاق سے بیوی بھی بہت مستغنی المزاج ملین۔ حضرت شاہ محمد کاظم قلندر نے انکو پانچ اولادوں کی بشارت دی تھی۔ چنانچہ پانچ اولادوں کے بعد جب چھٹی ولادت ہوئی تو بھی انکا انتقال ہو گیا۔ اسوقت سے شاہ صاحب نے بحالت تجرد یا دحق و صحبت احباب و نفع رسانی خلق میں گذاری۔ اپنے والد کی جگہ پر انکا تقرر ہو گیا تھا۔ جب نواب سعادت علی خان تخت حکومت پر بیٹھے تب یہ موقوف ہو گئے۔ پھر غازی پور زانیہ میں چھ مہینہ تحصیلدار رہے لیکن گردش ایام نے چین نہ لینے دیا۔ جن لوگوں کی وجہ سے تقرر ہوا تھا۔ جب وہ لوگ علیحدہ ہوئے تو یہ بھی اسی لپیٹ میں موقوف ہو گئے۔ پھر اسوقت سے خانہ نشین ہو گئے۔

بیت انکو حضرت شاہ صبغت اللہ قلندر کا گوردی سے تھی۔ اور تعلیم و تربیت و اجازت خلافت حضرت شاہ میر محمد قلندر برادر خود حضرت شاہ محمد کاظم قلندر و خلیفہ حضرت شاہ صبغت اللہ قلندر سے تھی۔ ابتدا ہی سے دل میں عشق الہی کا دریا موج زن تھا۔ مکر و ہات نظروں میں چھپ معلوم ہوئے۔ قطع علائق کر کے گوشہ قناعت اختیار کیا۔ پیرو مشد کا وصال ہو چکا تھا۔ اُسکے مزار مبارک پر جادو کبشی شروع

کی اور حضرت شاہ میر فتح قاند کے حضور میں حاضر ہوتے رہے۔ انھوں نے لباس فقہ عظاما جبکہ انھوں نے پیرو مشد کے آستانہ پر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ شب و روز دروازہ بند کر کے باؤ آگے میں مشغول رہتے۔ مجاہد نفس میں کیٹا تھے۔ ہمیشہ روزہ رکھتے۔ جمعہ کے روز البتہ بہ پاس وضع اغزو کے یہاں جاتے۔ یا کوئی بیمار ہوتا تو عیادت کرتے۔ ہر غریب و بیکار سے بے شفقت پیش آتے۔ سیری و گرسنگی تکلیف و راحت سب میں ایک حال پر ہوتے۔ مسکنت اور غربت اور خاکساری مزاج میں بہت تھی۔ بچوں کی ایسی باتیں کرتے۔ افہام اور فہم نہایت شفقت اور ملائمت سے کرتے۔ ان کے کلمات بھی بہت مشہور ہیں آخر عمر میں حالات جذب میں ترقی ہو گئی تھی۔ ان اوقات میں جو بات زبان سے نکلتی وہ ضرور پوری ہوتی۔

منقول ہے کہ ایک روز بحالت جذب کھنکے۔ کہ میرے گھر جنازہ کے ساتھ باجہ ضرور نہجے اور جنازہ کی نماز مولوی حیدر علی صاحب پڑھاؤں۔ چنانچہ جب انکی وفات ہوئی تو یہ واقعہ پیش آیا کہ اسی روز اتفاق سے حضرت مولانا شاہ علی قلندر کو تہذیب لرزہ شدت سے آگیا۔ حضرت مولانا شاہ تراز علی قلندر بھی بقید حیات تھے۔ وہ بھی کسی وجہ سے تشریف نہ لجا سکے۔ بالآخر حضرت مولانا شاہ حیدر علی قلندر تشریف لگے۔ اور نماز جنازہ پڑھائی۔ اور باجہ کا قصہ اس طرح ہوا کہ مریدین و متقدمین راسخ الاعتقاد نے اسکو وصیت سمجھ کر تمیل کرنا چاہی۔ علماء نے روکا۔ آخر حیدر علی صاحب نے اسکو ملوئی رکھنا چاہیے۔ جب جنازہ لیکر گھر سے نکلے۔ تھوڑے فاصلہ کے بعد ایک بالات مہاجہ وغیرہ کے نکلی جو ملیح آباد کی طرف جا رہی تھی۔ بارہائیوں نے باجہ بند کرنا چاہا۔ مگر مریدین نے کہا کہ کوئی چھینیل سطح بجاتے چلے چلو۔ چنانچہ آگے آگے بارہات اور پیچھے پیچھے نقش لے چلے۔ اُسکا ساتھ قبرستان تک رہا۔ یہاں کے عمائدین اور اطراف کے اکثر لوگ انکے مرید تھے۔

وفات انکی تاریخ ہمراہ جمادی الآخر ۱۲۸۴ھ ہوئی۔ وفات کے بعد شاہ منصب علی صاحب انکے مرید و خلیفہ انکے جانشین ہوئے۔ جنکے خلیفہ شاہ نظام الدین عرف شریف شاہ کا کو روی تم الکنوی تھے۔ مولوی محمد منغور کا کو روی جو انکے مخلص مرید تھے انھوں نے انکا روضہ بنوایا۔



ایک زمانہ تک عرس بھی نہایت عہوم و ہام سے تین دن کا ہوتا رہا۔ روضہ الحکام شیخ سعدی علمین  
درگاہ خواہ کرامت علی صاحب کے نام سے مشہور ہوئے مطلقہ تاریخ وفات از مولوی محمد عرس حسن کا کو روی سے  
آن کرامت علی شہ عسرفان رخت ہستی کشید زمین منزل  
قدسیان از فلک ندا دادند جان تجی گشت مرشد کارل  
۶۲ ۶۱

## کرم اللہ

شیخ کرم اللہ حسن ابن نواب نظام الملک خان وزیر خان شیخ جارا اللہ علوی ہفت نہری  
صوبہ دار خیر آباد وغیرہ پڑے عالی ہمت نیک نیت فیاض طبیعت تھے۔ متانت اور لیاقت و  
دیگر اخلاق کرمیہ سے اعلیٰ درجہ پر موصوف تھے۔ بہت دنوں تک دہلی میں فکر معاش میں کوشش  
کرتے رہے۔ محمد شاہ بادشاہ کے عہد میں خواجہ خدیو گار خان خواجہ سراسے شاہی و ناظر سرکار کے  
یہاں سے میرٹھ و ریواڑی محلات صرف خاص کے فوجدار ہو گئے۔ وہاں بہت کار نمایاں کئے۔  
عہد انحصار رفاد و فلاح رعایا و برائیکجا نبض خاص توجہ کی۔ اعزاء و اقربا کے ساتھ بھی بہت سلوک کرتے  
تھے۔ جو شخص جس وقت جو کچھ مانگتا فوراً دیدیتے۔

منقول ہے کہ شیخ محمد فصیح نے جو اسکے اعزہ میں سے تھے۔ ایک مرتبہ بسبیل تذکرہ کہا کہ میں نے  
ہزار روپیہ نقد یک جا نہیں دیکھے۔ انھوں نے منگا کر انکو دے کہ لو اور گنو پھر گئے کے بعد وہ سب انکو  
دیدئے۔

انھوں نے عین شباب میں بمقام میرٹھ انتقال کیا۔ رزقا وغیرہ نے نعش کا کوڑی بھیجی اور یہیں  
بے نوا شاہ کے تکیہ میں اپنے والد شیخ جارا اللہ کے پہلو میں دفن ہوئے۔ سنہ ۱۲۱۸ھ انتقال  
دریافت نہیں ہو سکا۔

(د)

## لطافت علی

شیخ لطافت علی۔ ابن حضرت خواجہ کرامت علی قلندر قدس سرہ۔ یہ نہایت قابل خوشرو و خوش خلق  
 زینا شمایل نیک خصال تھے زترین فشی بے بدل نظم میں شاعر بنیں تھے۔ کلام بہت عمدہ ہوتا تھا  
 اسی کے ساتھ خوش گلو بھی تھے۔ حضرت مولانا خواجہ تقی علی قلندر قدس سرہ کے معاصر اور اُن کے ہم صحبت  
 بھی تھے۔ مدت تک اپنے چچا شیخ شہرامت علی صاحب کیساتھ سہارنپور میں رہے۔ وہیں چھانیدار  
 ہو گئے تھے۔ بعد اُسکے کچھ دنوں باقی بیت اور دہلی کے اطراف میں رہے۔ اور بہت ہی نیک نام و محتاط  
 رہے۔ بالآخر بمقام دہلی ہر ذیقعدہ ۱۲۵۷ھ انتقال کیا۔ اور تاریخ ادخلاق مجلہ بلا حساب ہو۔  
 ایسے ہونہار اور لائق اولاد کی خبر انتقال سن کر اُنکے والد نے اس قدر صبر و ضبط سے کام لیا کہ نہ کوئی آنسو  
 اُنکے سے گرا اور نہ آہ منہ سے نکلی۔ لوگوں نے اصرار کیا کہ آپ تشریف لیجا کر ہو کی رنجونی فرمائیں جہاں  
 دیا کہ سمجھاتا کیا ہے۔ جبکی امانت تھی اُس نے لیلی۔ بہت عرض و معروض پر اندر تشریف لیگئے۔ بہت  
 یہی فرمایا کہ خدا تجھ کو بھی حاجت مند اور پریشان نہ کیگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

(۴)

## محب الدین خان

مولوی مجید الدین خان بہادر ابن مولوی حفیظ الدین خان ابن مولوی قاضی امام الدین خان  
ابن ملا حمید الدین محدث۔ یہ فارغ التحصیل فی علم صاحب استدواء تھے۔ آخری کتابیں مولوی سید  
احمد علی کابلی سے ختم کی تھیں۔ حضرت مولانا حاجی امین الدین محدث سے بیعت تھی۔ تقدس اور تقویٰ  
اور علمی قابلیت کی وجہ سے یہ اجمیر شریف میں صدر اعلیٰ یعنی سول جج مقرر ہوئے۔ وقف درگاہ  
شریف کا انتظام انھیں سے متعلق تھا۔ وہیں تاریخ ۲۷ مارچ ۱۲۸۵ھ انتقال کیا۔ اور  
احاطہ درگاہ میں بمقام بارگاہ مدفون ہوئے۔ تاریخ وفات یہ ہے

شہر ذراہل عزاجان برخاست  
کہ کجا شد جناب صدر امین  
ہاتھ غیب گفت تاریخش  
دخل الجنة حمید الدین

۱۲۸۵ھ

## محب الرحمن

مولوی محب الرحمن ابن شیخ عبدالرحمن ابن حافظ غلام محمد ابن شیخ سیف الدین ابن  
ملا ضیاء اللہ ابن حضرت ملا عبدالکیر قندس سرہ۔ یہ کتب درسیہ ملا محمد زمان کاکوروی سے پڑھ کر  
لیکھائے۔ روزگار ہوئے۔ عالم حید و فاضل متبحر و مدرس تھے۔ حافظ عبدالعزیز کاکوروی۔ و ملا  
حمید الدین کاکوروی اساتذہ حضرت شاہ عجم کاظم قندس سرہ بھی ان سے شرف تلمذ رکھتے تھے۔  
ان دونوں حضرات سے مروی ہے کہ ایک بار یہ معہ اپنے بڑے بھائی حافظ خلیل الرحمن صاحب شامہا پور  
میں مقیم تھے اسی زمانہ میں ایک بزرگ سید عبداللہ بغدادی (جو حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی اطاوار  
سے تھے) وہاں وارد ہوئے۔ اور ان دونوں صاحبوں سے ملاقات کی اور وضع و قطع دیکھ کے بہت  
مسرور ہوئے۔ اور بہت دعا مانگی۔ اور فرمایا کہ حبیب میں ہندوستان پہنچا۔ تو اکثر لوگوں کی زبانی

سُننے میں آیا کہ قاری نظام الدین علیہ الرحمۃ کے خاندان سے سلسلہ درس و تدریس حفظ کلام اللہ وار شاد باطن یک قلم متوفی ہو گیا۔ اس کے سُننے سے مجھے بہت ہیچ ہوا تھا۔ الحمد للہ کہ اب اس سے زائد مخطوط و مسرور ہوا۔ اللہ تعالیٰ اس خاندان کو قیامت تک نور باطن سے منور رکھے۔

منقول ہے کہ محمد خان میرہ نواب فیض اللہ خان شاہجہانپوری کہتے تھے کہ میری سب سے زیادہ نواب فیض اللہ خان مولوی صاحب موصوف کے شاگرد و شید تھے۔ اسی سبب وہ اکثر شاہجہانپور حسب خواہش اُن کے تشریف لجاتے تھے۔ ایک مرتبہ یہ نواب صاحب کے زوال و اصرار و التجائے غلبہ کے ہمراہ دہلی تشریف لائے گئے۔ وہاں پیر شاہ بادشاہ سے ملاقات ہوئی۔ اُسی زمانہ میں بادشاہ کے چھوٹے بھائی اچھے صاحبِ فضل کی جانب مایل ہو گئے تھے۔ اور روز بروز اُن میں غلو بڑھتا جاتا تھا جبکہ دوسرے بادشاہ نہایت متفکر و منعم رہتے۔ مولوی صاحب اُن کی تعلیم کے لئے تجویز ہوئے۔ چند روز انھوں نے تعلیم دی تھی۔ کہ اُسکی برکت سے شاہزادہ کی مہلج ہو گئی۔ اور عقیدہ نہایت درست و راسخ ہو گیا۔ دوسرے فضل بھی باقی نہیں رہی۔ پابندِ جہد و جماعت ہو گئے۔ بادشاہ بہت خوش ہوئے۔ اور انکی منقول خدمت کی۔ پھر یہ شاہجہانپور واپس آئے اور وہاں سے وطن اکر مستقل سلسلہ درس و تدریس شروع کر دیا۔ بہت سے لوگ ان کے شاگرد ہوئے اور بہت ہی قابل ہوئے۔ ان سے اور ملاخوب اللہ کاوری سے بہت اتحاد و مراہم تھے جیسا کہ اُن کے مکاتیب کے ظاہر ہوتا ہے۔

منقول ہے کہ ابتدا میں ایک جن آدمی کی شکل میں آکر ان سے پڑھتا تھا جب اسکا حال کھلا تو انھوں نے اُس کے پڑھانے سے انکار کر دیا۔ اُس وقت سے وہ مخالف ہو گیا۔ اور برابر ایذا پہنچایا کرتا۔ پچھن سے انکو بوا سیر کا عارضہ تھا۔ اکثر اُس میں مبتلا رہتے۔ وہ اُس کے سخت ہوتے تھے چنانچہ اسی عارضہ میں انکا انتقال ہوا۔ فرید حالات دریافت نہیں ہو سکے۔

محمد حسن

مولوی محمد حسن شخص لہجن۔ ابن مولوی حسن بخش۔ ابن مولوی حسین بخش۔ ابن حضرت شاہ

میر محمد قلندر عظیم دین میان۔ ولادت انکی ۱۲۴۹ھ میں ہوئی، منظرِ احمدیاری بھی نام تھا۔ تعلیم و تربیت اپنے والد ماجد اور جدِ امجد سے پائی۔ حضرت شاہِ کرامت علی قلندر قدس سرہ کے مرید تھے۔

شاعری کی طرف فطری میلان تھا۔ آحسنِ نغمہ کرتے تھے۔ کلامِ نظم اپنے بڑے بھائی مولوی محمد حسن منظر کو دکھاتے۔ اور انھیں سے اصلاح لیتے۔ متعدد غزلیں اور نغمے موجود ہیں۔ زبانِ شستہ اور پاکیزہ تھی۔ چند اشعار بطور نمونہ بغرضِ تفریح طبعِ ناظرین درج ذیل ہیں۔

دل بایلِ نغان نہوا تھا سو ہو گیا	مین عاشقِ تیان نہوا تھا سو ہو گیا
کیا کہنے آج خود بخود آنسو نکل پڑے	رازِ نہانِ عیان نہوا تھا سو ہو گیا
کیا جانئے رقیبوں نے کیا کیا پڑھا دیا	وہ شمعِ بد گمان نہوا تھا سو ہو گیا
آحسنِ بلا سے جان ہوا قاتل کا انتظار	روانہ مجھے گراں نہوا تھا سو ہو گیا
جانی رہی رسمِ دل لگی کی	رو سے وہ جو بات کی سہنی کی
کیا آپ جفا میں کر رہے ہیں	کیا جس سے کیا جو عاشقی کی
سچ و غم در دو عالم جو رہا ظلم و ستم	دل لگانے کا مزا ہم نے اٹھایا کیا کیا
یہ بھی تقدیر کا لکھا کہ نہیں خطا کھتے	نہیں معلوم رقیبوں نے پڑھایا کیا کیا
خال ابرو نے مار ڈالا،	کعبہِ دالین نے رہزنی کی
رو نے پر آگے منہ تھے ہم	اب رو تے ہیں بات پہنی کی

ابتداءً یہ مختلف عہدوں پر گورنمنٹ انگریزی کے ملازم رہے۔ عہدہ صدر الصدوری تک پہنچے۔ بڑی دیانت اور امانت سے اپنے فرائض منصبی کو انجام دیکر نہایت ہر دلعزیز قابلِ لائق و خلاق رہے۔ پنشن کے بعد نائب وزیر دیوانی ریاست بھوپال ہو گئے۔ وہاں بھی بہت دیانت اور خوش اسلوبی سے کام کیا مگر انہوں نے وفانہ کی وہیں بیمار ہوئے اور اسی حالت میں طعن چلے آئے اور یہاں پہنچ کر تباہ و برباد ہوئے۔ لاہور میں انتقال کیا اور قبرستانِ خاندانی واقعہ مکہ شریفہ میں دفن ہوئے۔

قطعہ تاریخ انتقال از نواب فضل حسن خان شیدا کا کوروی سے

روزہ دو شنبہ و پنجم ہے بیچ الآخر دار فانی کو چلے چھوڑ محمد حسن  
مکہ و رنج و تعب وہ دل شیدا کو ہوا دل من داند و من انم و داند دل من  
دی صد غیب ہاتھ نے زبے بخشش روح جنت کو روانہ ہے بطرز احسن  
۱۰۰۰

## محمد شرف

لا محمد شرف۔ ابن ملا عبد القادر۔ ابن حافظ شہاب الدین۔ ابن حضرت مخدوم نظام الدین بیکار  
آپ کی ذات والا صفات علوم عقلی و نقلی سے آراستہ و کمالات صوری و منوی سے پیراستہ۔  
لمجا و مالے خاص و عام و مرجع کافہ اتمام تھی۔ فرار آپ کا رسولی بلغین ایک چہار دیوئی کے  
اندر واقع ہے۔ اور پیر شرف بابا کی درگاہ کے نام سے مشہور ہے۔ بعض لوگوں نے جوش عقیدت سے  
ایک سالانہ میلہ بھی قائم کیا۔ شبِ چہر پر افغان کر کے فاستحہ کرتے ہیں۔ فرید حالات معہ سنہ  
ولادت و وفات وغیرہ نہ دریافت ہو سکے۔

## محمد اکابر

حافظ شیخ محمد اکابر۔ ابن قاضی محمد حافظ۔ ابن قاضی عبد اعلم۔ ابن قاضی مسعود۔ ابن قاضی  
حمید عباسی۔ سنہ ۱۱۸۰ میں پیدا ہوئے۔ تاریخی نام شیخ میہتم تھا۔ کتب درسیہ میں فراغ تھا۔ شیخ و فاضل  
و منار اور منطق کی کتابیں زبانی یاد تھیں۔ حافظ قرآن بھی تھے۔  
بعد تحصیل علم ملازمت کا شوق پیدا ہوا۔ رلے دیا بہار و صوبہ اردھ کے یہاں ملازمت کی۔ بعد  
مغزولی رلے صاحب نواب سعادت خان برہان الملک کے یہاں میر ستم علی الہ آبادی کے ہمراہ نوکر  
ہوئے۔ بنارس تقرر فرمایا۔ ابتدا میں نواب برہان الملک کی رفاقت میں رہے۔ پھر حسب حکم نواب  
صفدر جنگ نیرض تیار علی لباس بگیاٹ بنارس بھیجے گئے۔ بعد مہتم کام جب واپس ہوئے تو۔ لکھنؤ

زمانہ کے یہاں سے غلعت اور سند فوجداری غازی پور زمانہ عطا ہوئی۔ جہاں ایک مدت تک فوجدار رہے۔ بنارس اور غازی پور میں بہت جاگرو پیداکلی۔ بنارس میں زمانہ قیام رہتا۔ بہت سے مکانات بھی وہیں بنوائے۔ اعزاسے قریب و بعید سب کو ہمراہ لے گئے۔ نہایت عیش و عشرت سے عمر بسر کی۔ اور اعزاز اور احباب در اہل وطن سے برابر سلوک ہوتے رہے۔ چونکہ میر تقی علی کے ساتھی تھے۔ جب وہ قید ہوئے تو یہ بھی موقوف کر دئے گئے۔ پھر راجہ نول رسلے کی ملازمت کی۔ یہاں بھی بہت شان و شوکت سے رہے۔ راجہ نول رسلے کے قتل کے بعد معز الدین خان کی رفاقت میں گورکھ پور میں رہے۔ پھر ملازمت ترک کر کے اور وطن آئے یہاں سے پھر بنارس میں راجہ بلو بند سنگھ کے یہاں گئے وہ بہت خاطر سے پیش آیا۔ وہاں کچھ دنوں رہ کر وطن واپس ہوئے۔ اور کاکوری میں بتایا کہ ہر ماہ صفر ۱۱۸۷ھ بمطابق ۱۸ سال بعارضہ استسقا انتقال کیا۔ ماہ سال انتقال شیخ ہمہ کار ہے۔ قبر محلہ قاضی گڑھی میں اس کے مکان کے سامنے کھیت میں ہے۔

### محمد بخش

منشی محمد بخش۔ ابن منشی فیض بخش مورخ۔ یہ نہایت ذہین قابل و لائق سمجھے عربی میں متوسل تھا۔ تلمذ میں لڑھی تھیں۔ علم طب بھی حاصل کیا تھا۔ اردو فارسی میں اشعار بہت خوب لکھتے۔ کثرت شوق سے عجیب کیفیت ہو گئی تھی۔ کہ دنیا و مافیہا کی خبر ہی نہیں رہی تھی۔ مرشد آباد میں جا کر نہایت عمدہ قصیدہ کہنا پیش کیا تھا۔ ایک صدمہ میں انکو وہاں نوکری بھی لی تھی اور انعامات بھی۔ وہاں نواب جعفر علی خان کے زلفا میں ہو گئے تھے۔ وہیں انتقال کیا۔

### محمد حافظ

قاضی محمد حافظ۔ ابن قاضی عبدالعظیم۔ ابن قاضی سعید۔ ابن قاضی حسین۔ ابن قاضی بائزید۔ ابن قاضی فیض کوچک۔ ابن قاضی بہاری عباسی۔

ولادت انکی سنہ ۱۸۷۰ء میں ہوئی۔ بہت ذہین اور خوش تقریر فاضل زبردست اور مدرسہ و رہنمائی و جہت تھے۔ صورتاً عالمگیر غلام مکان سے ایسے مشابہ تھے کہ اگر کبھی اس کے تحت شاہی پر بٹھا دئے جاتے تو کسی کو نیز نہ ہوتی۔ بعد فراغ تحصیل علم سند ابائی عہدہ قضا پر متمکن ہوئے احکام شرعیہ کے اجرا میں بہت متقل تھے اور نہایت محتاط قضا یا بموجب قضا کے ائمہ دین و روایات مجتہدین فضیل کرتے۔ اعزاء و اغیار سے رعایت مراعات بہت کرتے تھے۔ دیانت و تقویٰ اور امور خیر میں معروف و مشہور تھے۔

عہد فرخ سیر میں نصف پرگنہ کا کوری نعیم اللہ خان غلط منعم خان راجگیری اُستاد بادشاہ کی جاگیر میں تھا۔ حاکم پرگنہ نے ازراہ بغض و عناد بغض امور کی شکایت منعم خان سے کی منعم خان کو بھی اسے حسد تھا بغیر دریافت حالات انکو عہدہ قضا سے معزول کر دیا۔ یہ اس خبر کے سنتے ہی فوراً دہلی گئے اور منعم خان سے ملاقات کی چونکہ صورتاً وجہ و مراض اور صاحب فضیلت اور قابلیت معلوم ہوتے تھے منعم خان انکو دیکھتے ہی تعظیم کیلئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور اپنی سند کے برابر بٹھایا اور قضا ان کے ہاتھ میں ایک کتاب مصنفہ جارا اللہ بخیری تھی۔ متحاناً اسکا ایک شکل مسئلہ ان سے پوچھا انھوں نے نہایت مختصر الفاظ میں مطلب سمجھا دیا۔ وہ حیران اور ششدر رہ گئے۔ اور اس کے صلہ میں بدیدہ جالی عہدہ قضا دی۔ اور نہایت اعزاز سے وطن رخصت کر دیا۔

بیت ان کو حضرت شاہ اشرف ساکن قصبہ سلون سے تھی۔ یہ ان کے خالص مریدین میں تھے۔ سنی حنفی المذہب سالم العقیدہ اور مذہب حقہ میں ثابت قدم تھے۔ چنانچہ ان سے اور قوم الدین خان شعی سے جو مناظرہ ہوا وہ اسل مریدان سے ہے۔

منقول ہے کہ قوام الدین خان جو مذہب اشاعہ عشریہ کے معتقد اور بہت بڑے عالم و قابل تھے نواب قاضی خان سے جو نواب برہان الملک کے صاحبزادے میں تھے ان کے کمالات علم و فضل اور تقویٰ اور دیانت سکر مشتاق ملاقات ہوئے اتفاق سے ایک روز ملاقات ہو گئی۔ دیر تک احادیث و اصول مذہب بتحقیق و تدقیق حقیقت مذہب پر مناظرہ رہا۔ آخر میں قوام الدین خان کو



انہوں نے بالکل ساکت کر دیا۔ انہوں نے بھی انکے تبحر کو تسلیم کیا۔ جیہ دربار میں بھی صدائے آفرین و مرجا بلند ہوئی۔

یہ بہت فیاض سیرت و سخی اور مہمان نواز تھے۔ مسافروں کے ساتھ بہت سلوک کرتے۔ لطافت، مزاج میں بہت تھی۔ موزون قامت، خندہ رو، گفتمہ جبین شخص تھے۔ خدا نے ہر طرح سے اقبال مند کیا تھا تاہم عمر فراغت سے سب کی۔ کل اولاد بھی بہت قابل اور دولت مند ہوئی۔ ۱۱۷۱ھ میں ۴۴ سال انتقال کیا۔ تاریخ وفات یہ ہے مصرع

حافظ دین محمد بود او۔ ۱۱۷۱ھ

انکا مزار قبرستان سالار مسعود واقعہ محلہ قاضی گڑھی کاکوری میں ہے۔

## مجر حیات

شیخ مجر حیات۔ ابن شیخ محب الرحمن۔ ابن شیخ عبدالرحمن۔ ابن حافظ غلام محمد۔ ابن شیخ سیف الدین علوی۔ یہ نہایت قابل و لائق خوش نصیب ہندو سپاہی شہسخت تھے۔ جس جگہ نوکر ہوئے نہایت عزت کے ساتھ رہے اور بہت نام آور ہوئے۔ اور بہت سے نمایاں کام کئے جس سوار کی رفاقت کی اُسکے ساتھ میدان جنگ میں مخالف پر ہمیشہ غالب رہے۔ تیس برس کاملی لباس علیخان خواجہ سرائی رفاقت میں رہے۔

اُسی زمانہ کا قصہ ہے کہ اطراف خیر آباد کا ایک زمیندار لباس علیخان کے یہاں ملازمت کرنے کی غرض سے آیا۔ جو ان زبردست اور مسلح تھا۔ نذر پیش کرنے کے حیلہ میں اُس نے حربہ کر دیا۔ اُن کے بیٹھے ہوئے تھے۔ انکے ہاتھ میں کٹار تھی۔ تیسر کی طرح جھٹ کر کے ایک ہی دھار میں اُسے ختم کر دیا اور لباس علیخان کی جان بچائی۔

اُسی زمانہ میں ایک راجہ جکے پاس فوج وغیرہ بہت تھی۔ وہ خراج نہیں دیتا تھا۔ اور فوج لڑائی پر آمادہ رہا کرتا تھا۔ ایک روز لباس علیخان نے اپنے طبقہ میں کہا کہ پہلے سپاہی ایسے ہوتے تھے

کہ تناسب کچھ کرتے تھے۔ اس زمانہ میں ویسے سپاہی غمگین تھے۔ حاضرین دربار سنکر چپ ہو رہے تھے۔ یہ مسلح ہو کر معہ اپنے بھتیجے کے نکل کھڑے ہوئے۔ اتفاق سے اسی روز وہ راجہ بھی معہ چند رفقا کے شکار کھیلنے آیا تھا یہ اس کے شکار گاہ میں گئے۔ دوپہر کا وقت تھا۔ راجہ ایک درخت کے نیچے بیٹھا ہوا تھا۔ اُسے سواروں سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے۔ انھوں نے اپنا نام بتا کر کہا کہ میں الماس علی خان کا نوکر ہوں۔ تمہارے گزار کرنے کے لئے آیا ہوں۔ باوجودیکہ یہ صرف دوا آدمی تھے۔ اور اس کے ساتھ بہت سے سوار تھے۔ اتنا سنتے ہی اُس کے بدن میں رعشہ پڑ گیا۔ یہ اُس کو کچل لائے۔ اور لا کر الماس علی خان کو خبر کرائی وہ آئے۔ اور دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ اور اُس راجہ سے کہا میں اُسی روز سے اُسے خراج دینا شروع کیا۔

غرض کہ انکی شجاعت اور جوانمردی کا پوسے طور پر الماس علی خان کے دل پر سکھ بیٹھ گیا تھا۔ وہ بھی انکو بہت مانتے تھے۔ انھوں نے جائیداد بھی بہت پیدا کی۔ اب تک انکی عمارت اور احاطہ وغیرہ موجود ہے۔ جواب احاطہ شیخ رحیم باسط صاحب کے نام سے مشہور ہے۔ اور اس پر انکی دفتری لالہ قابض متصرف ہے۔

انھوں نے تاریخ ۱۳ ماہ محرم الحرام ۱۲۳۷ء وفات پائی۔ اور قبرستان کیمہ شریف میں دفن ہوئے۔

### محمد رضا صبر

منشی محمد رضا تخلص صبر۔ ابن منشی محمد حسین۔ ابن شیخ عبد الحسیب قریشی حاجی دیوبند الاصل تلمیذ کاکوری۔ یہ بہت خوش خلق انسان صاحب الزلم قابل و لائق شخص تھے۔ حضرت مولانا مشاہد تراب علی قلندر قدس سرہ کے مرید تھے۔

یہ شاعر بہت اچھے تھے۔ فن شاعری میں شیخ عبدالرؤف شتودہ لکھنوی (شاگرد شیخ غلام ہلانی مصطفیٰ) سے تلمذ تھا۔ یہ اپنے زمانہ میں بہت اچھے شاعر اور استاد مانے جاتے تھے۔ اس قصہ میں فن شاعری نے انکی وجہ سے بہت رونق پائی۔ اُس زمانہ میں یہ اور مولوی محی الدین خان دوقی بریلوی

کے استاد مانے جاتے تھے۔

انھوں نے بین ضخیم دیوان یادگار چھوڑے دو قیہ دیوان جس میں سے ایک کا نام گلہ زلیخہ اور دوسرے کا نام رباعیات لغت احمد ہے۔ میرا دیوان عاشقانہ غیر مطبوعہ نام موجود ہے۔

تلامذہ انکے بہت ہوئے ربکے نام نہیں معلوم ہو سکے چند نام یہ ہیں (۱) نشی مقصود و خلق (۲) نشی مقبول احمد محو (۳) نشی ناظم حسین منتظم (۴) نشی کاظم حسین غنی (۵) نشی صفدر حسن بک (۶) نشی حافظ علی عسکری بیکل (۷) نشی نور الدین احمد نقی (۸) خان بہادر نشی تاج الدین جدب (۹) نشی نظیر حسین اوج (۱۰) نشی مقصود حسن ضبط (۱۱) خان بہادر نشی اطہر علی اطہر وغیرہم۔

انکے مبلوہ دیوان کا انتخاب حضرت لطف نے کیا تھا۔ اور باغ صبر سکا تاریخی نام رکھا تھا چنانچہ اشعار بغرض تفریح طبع ناظرین درج ذیل ہیں۔

عمد شباب میں یہ تھا را خرام ناز	ہے موسم بہار میں چلنا نسیم کا
بال کھولے ہوئے گلشن میں وہ کلفام آیا	خیر بلبل کی ہوصیتا دمع دام آیا
مرا سینہ ہے مسکن حسرت و اندوہ و حران کا	جسے کہتے ہیں شادی نام ہے ناخو از مہمان کا
ہمارے بعد شوریدہ سروں میں کون آیا ہو	دکھائیں گی جسے زلفین تھاری پیچ و خم اپنا
نادیدہ شہنشاہی ہی مرین حور و خلدیر	معتشوق ہم کرینگے تو اپنی پسند کا
لون نام اپنی آہ کا یا اُسکے ناز کا	غماز میسر اہین راز و نیاز کا
جو تیرا تیسرے آگے آئے گا	مجھ کو بھی تجھسا کوئی بلبل لے گا
غش کھا کے بوستان میں جو میں تو ان گرا	سمجھا یہ بلغم بان کوئی برگ خزان گرا
نازک داغیان وہی دیوانہ بین بین	سر پر پڑا جو سایہ تو سنگ گران گرا
زخمی تیغ جو ہوتا تو مست رہ جیتا	محبوب ناز کا مارا ہوا کیونکر جیتا
تصویر سا وہ چہرہ دکھا کر چل گیا	آغوش جبر میں دل ناوان چل گیا
دم میرا گھٹ رہا ہے جو سینہ میں خود بخود	نہا کہ اُنکا بند قبا کوئی کس گیا

تاجداروں کو لڑا کر جہنم کتنا ہے آج دو مرغ لڑے پہنے تماشا کھیا  
 شکستہ خاطر میں آشناؤں سے کنارہ ہر مین دکھتی ہوں جو ٹوٹی پڑی ہستی ہر ساحل پر  
 نہ چھوڑی تھبر نے نظارہ بازی ابھی بیٹھے ہوئے تھے نہ گذر پر  
 مین ہوا جب گرم نظارہ تو بولا سینکے شوخ آپ ہی بچا مین رخسار و جبین کو توڑ کر  
 انکا مہنون غایت دل سے ہوں گواجل کے ساتھ آئے آئے تو  
 بادہ خوار سے جو برسات مین چاہی تو بہ بادل اس زور سے کڑا کا کہ الٹی تو بہ  
 خم ابرو کو اگر دیکھ کو چلاتا ہوں بت یہ کہتے ہیں کہ کعبہ مین ان تہ تی ہر  
 نازل بلا مین ہونگی ولا ہوشیار ہو زلفین وہ اب بنا کینگے منہ ہاتھ دھو چکے  
 دن چڑھے تک سونیلی پوچھی جو صبر چونک اٹھے پہلے وہ پھر شرما گئے  
 مین نے گنا تھا بھر کی شب بھرا نھین فلک تاروں سے تیسے کچھ مے ارمان کم نہیں  
 ہر چند اُنکے لطف و کرم کا حساب کیا ہر خشت سے کچھ بھی کچھ جرم کم شے  
 کیفیتیں مین پیش نظر انقلاب کی مسجد بنی ہے ٹوٹ کر بھٹی خراب کی  
 سانس لینی مہین مشکل کبھی ایسی تو نہ تھی جیسے اب سے پیش دل کبھی ایسی تو نہ تھی  
 کیا خم جو استغدر ہو مین روباہان مجھے پہچان تو گیا بُت نامہ ران مجھے  
 انھوں نے بعا رضہ ضیق النفس تیار کچ ۹ ماہ شعبان روز دوشنبہ ۱۲۹۹ھ بمقام سیتا پورہ  
 بے نام و نشان انتقال کیا اور وہ مین دفن ہوئے قطعہ تاریخ انتقال از مولوی محی الدین خان  
 ذوق کا کوردی سے

بیا در مستگان تا چند مانند جرس نالی  
 بجان ناز تو رفت آنچه رفت از فرقت یارت

بنہ کام سکون خاموش چچو نقش پاشین  
 دلا ایدون سر خود گیر با صبر و رضا بخشین

محمد روشن

حکیم محمد روشن شہید ابن حکیم عبداللہ ابن شیخ محمد ولی - نیشل اپنے والد حکیم عبداللہ کے بہت لائق و

صاحب استدعا و طلب تھے۔ ابتدا اپنے پھوپھا شیخ محمد عوض (جذبی فیض بخش مونیخ کا کہ روی کے پاس رہے۔ اور وہیں تعلیم و تربیت بھی حاصل کی۔ اس کے والد اس زمانہ میں باہر تھے۔ جب وہ شریف آباد تو انکی عمر اس زمانہ میں پچیس سال کی تھی۔ انھوں نے انکو طب پڑھانا شروع کی۔ اور اپنا ساقابل بنا دیا۔ علاوہ قابلیت علمی بہت بڑے بہادر اور فنون پہگری میں یکا نہ روزگار اور شجاع ہوئے۔ ہمیشہ فوج میں طاقت کرتے۔ اور میدان جنگ میں داد شجاعت پاتے۔ ابتدا میں قتل لیدر محسن خان کے ساتھ رہے۔ وہ ان علی محمد خان روہیلہ کیساتھ جنگ میں داد شجاعت پائی۔

ایک روز کا قصہ ہے کہ اس کے مکان پر ڈاکہ بڑا۔ یہ بالا خانہ پر سو رہے تھے۔ دفعتاً شور و غل سے آنکھ کھل گئی۔ نیچے ڈاکوؤں نے شعلیں روشن کی تھیں۔ جنگی روشنی اوپر تک پہنچی۔ ان کو یہ خیال ہوا کہ شاید مکان میں آگ لگ گئی۔ گڑا پانی کا وہین رکھا تھا وہ لیکر اترے۔ یہاں آکر دیکھا کہ ایک اسباب جہج کر رہا ہے۔ اور باقی لوگ کوٹھری سے لاکر کھتے جاتے ہیں۔ انھوں نے وہین سے اس شخص پر جو اسباب جہج کر رہا تھا۔ بھرا ہوا گڑا پانی کا اس زور سے کھینچ مارا کہ اسکا سر پھٹ گیا اور دوسرے کو جو بہت ہی قوی اجنبہ تھا۔ اٹھ کر بے مارا اور کسی آدمیوں کو اسی طرح مجروح کیا۔ وہ لوگ ہوا میں لیکر ابر لیے۔ انھوں نے وہ فن پہگری کے جوہر دکھائے کہ باوجود خالی ہاتھ ہونیکے کسی طرح انکی چوٹ نہ کھائی بالآخر وہ سب لوگ بھاگ گئے۔

یہ اس دلیری کی وجہ سے ہر امیر کی نظر میں بہت وقیع اور عزیز تھے۔ جنگ پندرہ جنسلع کو دیکھو رہیں بر فانت شہامت علیخان و محمد الدین خان عین دھائے کی حالت میں شہید ہو کر باپ کو زندہ درگور کر دیا۔ اس جنگ میں انھوں نے قبل سوار ہو سیکے یہ کہا تھا کہ اگر دنیا لڑائی میں کام آئے تو باپ پر واند کرے اور باپ کرے تو بیٹا توجہ نہ دین دھائے کے وقت جو شخص سامنے آتا یہ اسپریش قدمی کرتے۔ یہاں تک کہ خود زخمی ہو کر گرے۔ فتح بھی انھیں کے ہاتھ رہی رزخمی ہونیکے دو روز بعد تک زندہ رہے بات نہیں کر سکتے تھے۔ مگر ہاتھ کا اشارہ عالم بیخبری میں بھی جاری تھا۔

۱۸۵۷ء میں انھوں نے انتقال کیا۔ اور شیخ غلام حسن نے اس مصرع میں تاریخ وفات نکالی۔ مصرع

## باب جنت نصیب روشن باد

۵۱۲، ۵۱۳

### محمد زمان

علامہ محمد زمان آجین ملا محمد رضا آجین ملا محمد اشرف آجین ملا عبد القادر آجین حافظ شہاب الدین آجین محمد نظام الدین بھیکہ در انھوں نے علوم مروجہ کی تحصیل تکمیل پانے والد ملا محمد رضا ملا عبد القادر فاروقی کھنوی ملا لطف اللہ سے کی اور بہت بڑے فاضل اور مدرس ہوئے۔  
بیعت اور اجازت و خلافت انکو حضرت شاہ پیر محمد کھنوی سے تھی۔ یہ انکے اجل خلفا میں تھے۔  
مدۃ العمر متوکلانہ بسر کی۔ نہایت مستقل مزاج اور قانع تھے۔

منشی غلام قمرضی کا کوروی کتاب جواہر الانشا میں اس کے متعلق لکھتے ہیں کہ:-

”ملا محمد زمان از علمائے مشاہیر روزگار و سر حلقہ فضلای عالی مقلد بود مردم این جہاد از خوان فصل و کمالش تو شہساز آشتہ و از ترغیب فیض آن مجمع فیوضات خوشہ بار چیدہ از بل متغزل مزاج باوصف عدم بایہ توکل و عدم مایلہ المعاش پادوامن قناعت پیچیدہ نجاسے آیکہ کریمہ و ما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ و رفقہ انظر کردہ بہر خوشگی قانع بود و بہ تدریس پیر و خیر وادعات غریزہ راجز بانحال علوم صرف فی نمود پاسے متغاش را باوصف تامل و تعلقات نجاسے کہ عبارت از عیال و اطفال و رسمیات عالم صورت باشد ہیچ وقت لغزش نشود۔ استغنا سے خلقی و خناسے جہلی داشت و از خلافت شاہانہ ہند پرواز آسمان طریقت و شہساز مضامین و گنجینہ اسرار الہی و معدن فیوض نامتناہی حضرت شاہ پیر محمد کھنوی الطیب اللہ تراہ بود“

انکے فضائل و کمالات اس سے کہیں زیادہ ہیں جو چیز تحریر میں آسکیں۔ انکے تقدس و وکمال کی وجہ سے بعد وفات حضرت شاہ پیر محمد قدس سرہ انکے دیگر خلفا مثل شاہ محمد آفاق و میر محمد شفیع و شاہ دولت و غیر ہم نے ان سے جانشینی کے متعلق بہت اصرار کیا۔ اور سب بالاتفاق انھیں کو بوجہ علم و فضل و کمال کے اس منصب کے لئے منتخب کیا۔ مگر انھوں نے اسے قبول نہیں فرمایا اور جانشینی

کے لئے شاہ محمد آفاق کو منتخب کر کے جانشین کر دیا۔

انکے حلقہ درس میں مختلف بلاد و امصار کے طلبہ کا مجمع رہتا تھا اکثر طلبہ واجب فایز تحصیل ہو کر نکلتے۔ تو اپنے معاصرین میں ممتاز اور یکگانہ روزگار ثابت ہوتے۔ جن تلامذہ کے اسرار گرامی و رافیت ہو سکے و بیج ذیل ہیں (۱) حضرت قاضی محمد تقی قلندر مہنوی (۲) مولوی محب الرحمن کاکوروی بلور  
جد حضرت شاہ محمد کاظم قلندر استاد حضرت ماحمد الدین مخفوری کاکوروی (۳) ملاح محمد غوث کاکوروی  
استاد شاہ عالمگیر وجد ماحمد الدین مخفوری جسکے متعلق قاضی القضاۃ مولوی نجم الدین علی خان بہادر  
اپنے نسب نامہ میں یوں لکھتے ہیں کہ:-

”آں والا نزلت یعنی ملاح محمد غوث مختصرات کتب نجدت ملاح محمد زمان کاکوروی از فرزندان  
شیخ بھیکہ و از مردان شیخ پیر محمد لکھنوی قدس سرہا کہ علامۃ تیرہ ذکا و صوفی با صفا بود و گزشتہ“

۴) ملا علی اصغر قنوجی۔ جنکا حال نواب صدیق حسن مرحوم نے اپنی کتاب (سجد العلوم و دیگر مصنفات  
میں لکھا ہے۔ (۵) ملا عبد القہور اشرفی بھاکپوری۔ جو کیتائے روزگار و اہل کمال طبار و ذہین فکی  
و فہیم گذرے ہیں۔

انکے مؤلفات سے ایک کثکول تھا جس میں بہت سے فوائد متعلقہ علم فقہ و تصوف و  
مسائل توحید تحریر فرمائے اور اپنی سیادت کو بدلائل ثابت کیا تھا۔ مگر اب اسکا پتہ نہیں تیار  
وفات ہر ماہ سوال ہے۔ سنہ ولادت و وفات نہ دریافت ہو سکا۔ مزار شریف کابھی ٹھیک پتہ  
نہیں معلوم کہ رسولی بلنچ میں ہے۔ یا خلیفہ و ائمہ ثلاثہ میں ہو۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

## محمد شافع

شیخ محمد شافع۔ ابن شیخ اوجیا لے (جنکی سرامتصل کٹرہ شیخ جارا شدر اوجیالی سراسے کے نام  
سے مشہور ہے) ابن شیخ عظیم الشار ابن شیخ محمد ابن شیخ ثمن۔ ابن مخدوم قاری نظام الدین بھکپوری  
یہ بعد تعلیم و تربیت دکن چلے گئے تھے۔ وہاں بہت صاحب ثروت و با اعتبار صاحب فیل

دہا کی نشین تھے ساتھ ہی اسکے نہایت باہمت صاحب جود و سخا بھی تھے۔ اپنا سہ وطن کیساتھ بہت رعایت و مراعات کرتے تھے۔ جو شخص کا کوری سے جا آؤس سے نہایت محبت سے پیش آتے دکن جاتے ہی اپنی حسن قابلیت و لیاقت سے نواب محمد علی خان گویا موسیٰ کے نائب ہو گئے تھے پھر زمانہ کی ناموافقیت سے نوکری چھوڑ کر وطن چلے آئے۔ اور یہیں ۱۸۶۲ء میں انتقال کیا۔ زمانہ حالات نہ دریافت نہ ہو سکے

## محمد شاہ

محمد شاہ قلندر ابن شیخ احمد علی لکھنوی۔ ابتداً ذیہ لکھنؤ کے شاہی توبہ خانہ میں گولہ انداز و ن میں ملازم ہے۔ بزرگوں کی خدمت میں اعتقاد و نیاز نہ تھا۔ عنایت الہی شامل ہوئی۔ ایک مجدد و باہمت کی خدمت میں بعد ظہور کرامت معیت کرنے کے لئے گئے۔ انھوں نے دیکھ کر کہا کہ میں اس جھگڑا میں نہیں پڑتا کہ اگر مرید ہوتا ہے تو کاکوری میں حضرت شاہ تراب صاحب کے پاس جاؤ وہ بڑے کامل بزرگ ہیں اور بہت تعریف کی۔ یہ حضرت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ سے واقف تو تھے مگر مقتدر نہ تھے۔ اُنکے کہنے سے حاضری کا ذوق پیدا ہوا۔ اتفاقاً اُسی زمانہ میں حضرت صاحب لکھنؤ میں میان نظامی کے مکان پر تشریف لیگے تھے۔ یہ شکر وہاں حاضر ہوئے۔ اور بہ صراحت وہیں سلسلہ عالیہ قادریہ میں بتایا، ارماہ ذی الحجہ روز دوشنبہ ۱۲۶۳ھ معیت کی۔ پھر چند دنوں کے بعد ملازمت ترک کر کے آستانہ عالیہ مکہ شریف پر چلے آئے۔ اور یہیں رہے لگے۔ اذکار و اشغال کی تعلیم حاصل کی۔ اُسکے بعد لباس فقر عطا ہوا۔

یہ بہت باہمت اور قوی الارادہ شخص تھے۔ منقول ہے کہ یہ اپنے وفات کے وقت اٹھ کر بیٹھ گئے اور جذبی حالت میں روح سے مخاطب ہو کر کہنا شروع کر دیا۔ کہ نکل کجخت میری کیسوئی میں کیوں فرق ڈالتی ہے۔ پھر لا الہ الا اللہ کی ضربیں لگا کر مروانہ وارجان دی۔ انکی وفات ہجری ۱۲۸۵ سال ۱۸۶۸ء میں ہوئی۔ مزار انکا قبرستان کبیر شریف کانپور میں ہے۔



## محمد صالح

شیخ محمد صالح - ابن شیخ محمد مجتہب - ابن ملا عبدالرہیم - ولادت انکی ۱۱۸۸ھ میں ہوئی فارغ التحصیل تھے۔ اور نہایت ہی وجہ لائق خوش تقریر خوش پوشاک خوش خوراک تھے۔ ابتداءً بعد محمد شام پانچ سال دہلی میں رہے۔ بادشاہ نے انکے لئے صدارت صوبہ جات بہار و بنگالہ و دہاکہ و اوڈیسہ تجویز کی۔ مگر انھوں نے بوجہ مسافت قبول نہیں کیا۔ خاندانی عہدہ کی فکر میں گئے تھے۔ کامیابی نہ ہوئی واپس آئے۔ اور وطن میں امیر لہ طور پر زندگی بسر کی۔ کتب بینی سے بہت ذوق تھا۔ علم تاریخ کی کتابیں زائد دیکھا کرتے تھے۔ بالآخر نمبر ۸۶ سال ۱۱۹۹ھ میں انتقال کیا۔ اور اپنے جد کے بارش میں بیسٹون روضہ دفن ہوئے۔

## محمد عاقل

حضرت شاہ محمد عاقل سبزوئی شہیدی کاکوروی الاصل دکنوی المدفن۔ یہ قادری الطریق شہیدی شرب تھے۔ انکو بیعت و اجازت و خلافت حضرت شاہ بہت اللہ جو اسی سے تھی۔ انکو سید عرب اللہ سے۔ انکو شیخ فتح محمد سے۔ انکو شیخ نور سبزوئی سے۔ انکو شاہ عبداللہ میر انجی سے۔ انکو شیخ ابوالوفا سے۔ انکو بندگی احمد تاج الدین سے۔ انکو بندگی شیخ احمد سے۔ انکو شاہ علاء الدین نور بخش سے۔ انکو شیخ محمد ثانی سے۔ انکو شاہ زین الدین سے۔ انکو شاہ ابوالقاسم سے۔ انکو شاہ محمد حق نما سے۔ انکو حضرت حافظ سید تاج الدین ابوبکر عبدالرزاق بغدادی سے۔ انکو اپنے والد ماجد حضرت غوث الاعظم شیخ محی الدین ابو محمد عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔

یہ جب احکم اپنے پیر و مرشد نقاب پوش رہتے تھے۔ بعد خلافت انھوں نے انکو صاحب جلال برقع پوش کا لقب عطا کیا تھا۔ سبزوئی لباس پہنتے تھے اسی وجہ سے سبزوئی مشہور ہوئے۔ اعلیٰ طور کاکوروی تھا۔ کسی دہریہ لکھنؤ میں جا کر قیام اختیار کیا تھا۔ ملا وجہ الدین اشرف کتاب بجز خاثرین

انکے حال میں لکھتے ہیں کہ :-

”اُن وقت راکا مل شاہ بحر قاعل سبزویش اصلش از نصیر کاکوری میدان اوبغايت عاقبت محمود  
وعاقبت محمود داشت تمام علم غیا نہ سپید بخر دانہ و متوکلا نہ گذرانید۔ باوجودیکہ انصاف و خیریت  
معاش نمودند بمقتبل داشت نہایت جواد بودہ در تکریر ہم مهارتے داشت بہرہمی توید او تیر بہت  
بود۔ بالفعل جانشین او شاہ بدر علی نہایت مرد با اخلاق و مقبول آفاق است۔ شاہ مخیر مرد شاہ  
قاعل سبزویش است نہایت قراض و متعبد و جاد ہوتا تھا کہ ہر ملیح آباد در میان گزندگان  
و دیگر دشیان میگذازند مردم از کمال اعتقاد و برائے او در انجا مکانات بنا نمودند او غیر از سایہ  
درخت بصوب جھو اتھافت نمیکند۔ بالفعل مردم را ارشاد می نماید بسیار قراض است شاہ بحر قاعل  
اگر زندہ می بودے اؤمردی اؤنفاخری نموسے“

وفات انکی لکھنؤ میں ہوئی۔ اور وہیں کیئہ وزیر بلخ میں فرار ہے جسکے سرانے قدم رسول نصیر  
خلفا انکے حسب ذیل حضرات ہوئے (۱) حضرت شاہ محمد کاشف علوی کاکوری (۲) ملا شاہ  
عزیز اللہ علوی کاکوری (۳) شاہ بدر علی خواہر زادہ و سجاد نشین آنحضرت (۴) حضرت شاہ لال محمد سبزویش  
جسکے خید و شاہ عالم علی رضوی ہوئے انکے خلیفہ مسر علی شاہ سبزویش ہوئے۔ انکے خلیفہ حاجی شاہ  
امام الدین حسین رضوی ہوئے۔ انکے خلیفہ سید شاہ ضامن علی گیسو دراز ہوئے۔ جسکے مرید و خلیفہ  
میان حسین الدین شاہ لکھنؤی موجود ہیں۔

### محمد غنی

شیخ محمد غنی۔ ابن شیخ غلام حسن۔ ابن شیخ محمد مسیح۔ ابن ملا بدیع الزمان۔ ابن ملا محمد رضا۔ ابن  
ملا محمد اشرف۔ ولادت انکی ۱۲۸۵ھ میں ہوئی۔ محمد غنی تاریخی نام تھا۔ چودہ برس بمقام بابا پور  
نوجدار رہے۔ نہایت فقیر و دل بزرگ تھے۔ ایک مرتبہ ایک برہمن جسکا بدن بگڑ گیا تھا۔ بہراچ  
میں حضرت سید سالار مسعود غازی کی درگاہ میں حاضر ہوا۔ وہاں سے بشارت ہوئی کہ شیخ محمد غنی

نوجوان بابر پور کے پاس جا اور انکاپس خوردہ کھالے شفا ہو جائیگی۔ وہ برہمن اسکے پاس آیا۔ انھوں نے پہلے بہت عذر و معذرت کی جب وہ بہت مصرعہ ہوا تو ایک بتاسہ لیکر آدھا کھا کر اوتار بون میں ملا کر دیدیا اور اُس سے کہا کہ یہ سب بتاسہ کھالے۔ اُس نے کھالے خدا نے اُسے شفا بخشی۔ شاہ عالم دین انھوں نے بہتہام شیخ محمد روشن ایک بڑی جوبلی تعمیر کرائی۔ جو محلہ ماو ملہ میں شاہ کرامت علی قلندر کے مکان کے نام سے مشہور ہے۔

شیخ خیر الزمان لکھنوی اپنی کتاب باغ بہار میں اسکے متعلق لکھتے ہیں کہ۔  
 ”شیخ مخموری درفاقت الماس علیخان خواجہ سرسے نجم الدولہ برادر سالار جنگ کہ مثل اسکے ا  
 رموز در مزاج آصف الدولہ بہادریت بوسیلہ نوکری نواب مذکور بخوبی و بغرخت اوقات  
 بسری برد۔“

انھوں نے ۶۲ سال بتاریخ ۱۳ ماہ رمضان المبارک ۱۲۸۷ھ انتقال کیا۔

### محمد غوث

ابو محمد ملا محمد غوث۔ ابن ملک ابو بخیر ملک زادہ کنیت انکی ابو محمد تھی ۱۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے یہ بہت بڑے فاضل متذکر عالم امور صاحب درس و تدریس تھے۔ مختصرات و مطولات ملا محمد خان کا کوروی و ملا ابو الواعظ خیر آبادی سے پڑھے۔ اور بقیہ علوم کی تکمیل ملا قطب الدین شہید بہاولوی کی۔ پھر احادیث کی سند ملا یعقوب بنیانی سے لاہور میں جا کر حاصل کی جمیع علوم و فنون میں ماہر تھے خصوصاً لطیفہ گوئی و بدلتہ نسخی میں بے مثل و یگانہ آفاق تھے۔

بعثت ان کو حضرت شاہ میر لاہوری سے تھی۔ بعد فراغ تحصیل علوم دہلی گئے۔ اور وہیں قیام کر کے سلسلہ درس و تدریس جاری کیا۔ تبحر علمی نے شاہ عالمگیر کے دربار تک پہنچایا۔ وہاں مجلس جامعین و مؤلفین تھا۔ جسے عالمگیری میں مقرر ہوئے۔

قاضی القضاۃ مولوی نجم الدین علیخان بہادر اپنی بیاض رنگ ریاض میں لکھتے ہیں کہ:-

”ہر گاہ مکاسب علیہ دست داد متوجہ اور دوسے معالی سلطانی گردیدہ دراز کثرت بت تقریباً لمگیر  
اختصاص یافت چنانچہ آن شاہ پیر شریعہ سند نمودن کتب حدیث پنج مستلزم علامہ عصر تو سط  
نواب غایت اللہ خان استاد عارف مودہ نہایت سلسلہ ایشان طلب فرمود و آثار ضاعے جبریز گوارہ ہم  
درین باب بطور آمد۔ اما چون مشا و در این مقدمہ نواب بیصوت بکار رفت فرمود کہ بعد از جابت  
این تقریب کہ بالاتر ازین مرتبہ نہ باشد تحصیل رخصت وطن و ملاقات اعزہ امجا بہ نہایت از مملکت  
دکن کہ تحصیل خدمات آن صوبہ مطلوب می باشد از دائرہ مقدرت بندہ خارج خواہد بود قرین  
صلاح آنکہ قبایل و لواحق را طلب فرمائید و بجا شرت چہرین ملک بسرنیزد بناؤ علیہ بختاب از  
قبول این امر خطیر ہلوتپی کردند۔“

یہ نہایت ہی صاف باطن جیہ صورت مسیح الاخلاق تھے۔ در بار شاہی میں جب جاتے تو  
بادشاہ بہت اعزاز و احترام کرتے باوصف مصاحبت شاہی مزاج میں بے پروائی اور استغنا بہت  
تھی۔ سفر و کن میں بھی بادشاہ کے ہمراہ بارہ سال تک رہے۔ کچھ دنوں شاہزادہ کا مخلص کے یہاں  
میرسامانی کا کام سرانجام دیا اور بہت مقہور و ممتاز رہے۔ پھر خدمت احتساب صوبہ اکبر آباد متعلق  
ہوئی۔ پھر کچھ دنوں بہادر شاہ کی رفاقت میں رہے۔ وہاں سے بعدہ صدارت الہ آباد ترقی پائی۔  
اُس زمانہ میں خدمت صوبہ داری الہ آباد نواب ابراہیم علی خان ابن علی مردان خان کے تعلق تھی۔ وہ بھی  
ان پر بہت مہربان تھے۔ انکی رفاقت کے زمانہ میں وہاں کے علماء سے بہت مناظرہ ہوئے۔ چونکہ  
یہ جملہ علوم خصوصاً فقہ و حدیث میں یکساں زمانہ تھے۔ اسلئے کوئی پیش نہیں آیا تھا۔ بعد اسکے اسکا  
تقرر تحصیل جزیہ صوبہ اودھ کی غرض سے لکھنؤ میں ہوا۔ ورس و تدریس سے چونکہ فطری ذوق تھا۔ لہذا  
ہر جگہ اس مشغلہ کو جاری رکھا۔ لکھنؤ میں بھی بہت سے طلبہ ہمراہی میں تھے۔ بالین ہمہ کہ یہاں کام کی  
بہت کثرت تھی۔ لیکن مطالعہ کتب و درس علوم کبھی ناغہ نہیں کیا۔ شاہ محمد وارث ابن حافظ ابوالمعالی  
و شیخ عبداللہ ابن شیخ ابان اللہ۔ و مولوی غلام مرتضیٰ مؤلف جواہر الافشاہ اسکے ارشد تلامذہ میں سے تھے  
انھوں نے کاکوری میں تیس مدرسہ کے لئے زمین مانگی تھی۔ جسکے معافی کا فرمان بھی ہو چکا تھا۔

مگر افسوس کہ علم کے دفنانے کی اور انکی وفات ہو گئی۔ بعد وفات انکے نامور سیر کو فخر سلف ملاحمید الدین  
مغفور نے مدرسہ بنوایا۔

انکے سحر و کمالات علمی و عملی بہت زیادہ تھے۔ ہمیشہ ایک کتاب ریاضات و وظائف مقررہ میں  
موجوب ارشاد اپنے پیرو مشغول رہتے۔ اور باوجود دنیاوی مصروفیتوں کے حق پرستی سے غافل  
نہیں رہتے تھے۔

انھوں نے بہر ۱۲ سال تیارینج ۲۶ ماہ صفر ۱۸۰۰ھ سال رحلت شاہ عالم گیر بمقام لکھنؤ وفات پائی  
اور کاکوری میں مولوی محلہ میں اپنے دیوان خانہ کے صحن میں دفن ہوئے۔ فرار شریفہ کے متصل انکے  
سیر ملاحمید الدین مغفور کا فرار ہے۔ ان فرارات کے گرد خطیرہ بخشی محاط ہے۔ مادہ تاریخ وفات مستخرجہ  
قاضی القضاۃ مولوی نجم الدین علیخان بہادر اردو حوالہ سرۃ المتعال ہے۔

قطعہ تاریخ انتقال از مولوی محمد عالم قیصری کاکوری سے  
آسودہ ابو محمد غوث بدور علم و فضل  
شصت و دو سال در جہان تخم صلح و خیریت  
سال وصال قیصری گفت کہ رہر و ہشت  
بت و ششم صفر رفت بعالم دیگر  
۱۱۸۰ھ

### محمد قاسم

مولوی محمد قاسم التخلص قیصر۔ آبن مولوی محمد مہدی التخلص بڑھیدائی۔ آبن مولوی محمد قیصر۔ آبن  
محمد صلح۔ آبن شیخ محمد وارث۔ آبن شیخ محمد ہاشم۔ آبن شیخ محمد شرف۔ آبن قاضی محمد رضا۔ آبن قاضی  
محمد قائم۔ آبن قاضی شیخ شمس الدین۔ آبن قاضی شیخ خواجہ کبیر۔ آبن قاضی نضر الدین۔ آبن قاضی بدیع الدین  
ابن قاضی کریم الدین۔ آبن قاضی نصیر الدین۔ آبن مخدوم قاضی کبیر الدین۔ آبن امیر سترم۔ آبن امیر  
ارسلان۔ آبن امیر علی خالدی خراسانی بالادستی۔

انکے جد مولوی محمد متقی مرحوم نے بوجہ قنوت ابراہیم آباد سے آکر کاکوری میں سکونت اختیار  
کی اور کاکوری کے جانے لگے۔ محلہ ولی نگر میں جنکی بنائی ہوئی عالیشان اور نفیس کوٹھی اب بھی موجود

انکی ولادت بتاریخ ۹ ماہ رمضان المبارک روز دوشنبہ ۱۲۸۵ھ ہوئی۔ یہ نہایت مجاہدہ صورت  
 نیک سیرت درویش صفت پابند شریعت و طہریت فائز بحقیقت و معرفت شخص تھے۔ تربیت اپنے  
 والد کے ظل عاطفت میں پائی۔ ابتدائی کتابیں مولوی معظّم علی سے پڑھیں۔ پھر تعلیم عربی و فارسی  
 حضرت مولانا حافظ شاہ علی اُتو قلندر سے حاصل کی۔ عبارت نفیس لکھتے تھے۔ اور خط بھی بہت  
 صاف و پختہ تھا۔ حضرت مولانا حافظ شاہ علی اُتو قلندر فرمایا کرتے تھے کہ میری تقریر و حاج الدین  
 اور تحریر محمد قاسم لگیے۔ علمی قابلیت اس کے و طبع موزون رکھتے تھے۔ شعر فارسی و اردو میں کہتے تھے  
 شاعری میں تلمذ مولوی محی الدین خان ذوق کا کوری سے تھا۔ ان کا کلام ان کے بھتیجے مولوی محمد  
 عاصم قیس نے بصورت دیوان جمع کیا ہے۔ لیکن ابھی تک طبع نہیں ہوا۔ چند اشعار فارسی اُردو  
 اُن میں سے بغرض تفریح طبع ناظرین درج ذیل ہیں۔ انتخاب کلام فارسی سے

بدہ جام نشا طجا و دان دیوانہ خود را	دسے مجھ خوشیم خوش کن مستانہ خود را
خوشا روزے کہ بخت من رساند مردہ دلش	بہر غوش تنہا در کشم جانانہ خود را
کنون صبر دم شد و تندر لشکر عہدا	بغشش دادہ ام تا راج اثاثہ خود را
کشم صبا و عیالیش نہ پیچم سر سودیش	براہ شوق نازم بہت مردانہ خود را
بزرگ قیس قصر خاک بر سر مہرست در غربت	سرت گردم بہ زرم خود طلب دیوانہ خود را
تا بچہ خون بگریان رسیدہ است	دل دامن خیال نہ ہر سو کشیدہ است
دامن ز نیش نوش دو عالم کشیدہ است	آنکس کہ چاشنی زوفایت چشیدہ است
رے تو خوب لعل لبست خوب چشم خوب	در بار گاہ حسن حقبت برگزیدہ است
کو تاب ضبط عشق و کجا فکر نک نام	دیوانہ در غم تو گریبان دیدہ است
خار غمت خلیہ خنثین لبینہ ام	کے غلش کنے گل چل تپیدہ است
جوشیدہ خون اشک گرہ بست دلش	تا نافرمان ہوے گیسوے مشکین تپیدہ است
بر بود دل ز سینہ بہ یک نیمہ نگاہ	چون چشم دلرباے تو چشم ندیدہ است

اذ آہ خون لپیان دل افسرگان غم  
 قیصر پائے شوق و دید از سجد برون  
 دل برد جفا شعار یارب چہ کنم  
 نے مرگ مرا نہ یار پر سد عالم  
 ہر روز فروزم آتش شوق بدل  
 ز اظہار زبان بسوز و از ضبط جگر  
 مبارکباد مرگ نوشید ان نگاہش  
 مستند دولت کو نین را کافی بود  
 رخ او مہر سان ہر روز رخشد  
 بسوز عشق قیصر آتش در زیر پا دارد  
 در تب غم شبانہ روز جان نزارا مسوز  
 باد بہار از سر کوشش و زید ہاست  
 باہک طلب چہ از لب جان شند ہاست  
 افتادہ بہ گریہ کار یارب چہ کنم  
 این جان سقیم و زاریا رب چہ کنم  
 ہر شب سوزم بر نگ شمع محفل  
 گویم مشکل و گرنہ گویم مشکل  
 ز جنبشہا شیم یائے قل عام می آید  
 در ہم داعی زنج عشق توئے شاہ من  
 خدا یا خیم حاسد کور باشد  
 کہ گرد کو پیہ اش ہر وقت بتیا باز میگردد  
 آتش جلوه بر فروزے بت حلیہ ہون

## اشعار اردو

نگہت مشک کی جگر دالم چھائی ہے  
 خاک کس کشتہ اگیسوی صیالائی ہے  
 صبح دم وہ جو پئے سیر گلستان نکلے  
 تنگلی بوغیچہ سے گل جھٹاتے زمان نکلے  
 یادگیسو میں عجب کیا کہ مراد دو دجگر  
 عشق پیمان کی طرح خاکستریاں نکلے  
 بار سراسر تن لاغر سے اتارے قاتل  
 ہم سبکدوش ہوں اور تیرا بھی ارمان نکلے  
 جلا ہو آہ سوزان سے ہلے آسمان کیا  
 اب ضبط گریہ کر کے جگر کو جلا میں گے  
 شرر انجم بنے چھایا ہو عالم میں جھان کیا  
 صدیکر عاشقوں میں ہوئے ہم بھی نامور  
 بادل کی طرح روز و شب آنسو بہا چکے  
 آہ کو آہ بے اثر پایا  
 مجنون ہماری قبر پہ چادر چڑھ چکے  
 آہ کو آہ بے اثر پایا  
 نالہ دل کو نار سا پایا  
 میسر قاتل کے دست و بازو کو  
 زخم وینکے دغا میں کھل کھل کے

پھسکے کو نہ قیصر چاک دامن      جنون میں اٹھ گیا پردہ حیا کا  
 زنگ شفق سُرخ نمایاں ہے فلک پر      خون آج بہا ہے یہ مرے زخم جگر کا  
 آج طغیانی میں آبتیخ خونِ اشام ہو      اب خدا حلق ہے جان کا حکم قتل عام ہو  
 کاٹ دکھلائیگی کیا تیغ نگہ سفاک کی      دامنِ شمشیر کم ہے زخمِ دامنِ دارے

ان میں جوہر و ذہانت خدا دوتھی۔ اپنے والد کی حیات ہی میں تحصیلِ علوم کر کے قانونِ باد  
 کرنا شروع کر دیا تھا۔ ان کی وفات کے وقت جبکہ ان کا سن اٹھارہ سال کا تھا۔ وکالت کا امتحان دیا  
 لیکن طبیعت چونکہ دنیاوی تھجگڑوین سے متنفر واقع ہوئی۔ لہذا سب چھوڑ کر گوشہ نشینی اختیار کی۔  
 اور حضرت مولانا حافظ شاہ علی اور قلندر قدس سرہ کے حضور میں طلبِ باطنی شروع کی۔ مجاہدہ اور  
 ریاضت میں نہایت محنت کرتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ کثرتِ ذکر سے بھی پیٹھ پر صدمہ ہو چکیا تھا۔  
 اور وہی آخر کار مرض الموت ہوا۔ واللہ اعلم۔ بایں ہمہ ریاضت سے باز نہ آتے شب کو ذکرِ جبرئیل کا  
 دوسرے محلہ تک صاف جاتی تھی۔ اکثر صد و رکعات بھی ہوتا تھا۔

یہ مدۃ العمر مجرد ہے۔ جب اعزۃ نے شادی کے لئے اصرار کیا تو صاف کہہ دیا کہ مجھے معلوم ہو چکا  
 ہے کہ میری عمر بہت کم ہے اور سفرِ آخرت جلد پیش آئیگا۔ لہذا میں نہ خود جھگڑے میں پڑنا چاہتا ہوں  
 اور نہ دوسرے کی زندگی خراب کرنا۔ اکثر غلطیوں میں اپنے بھائی مولوی محمد ہاشم مغفور کو لکھا کرتے تھے  
 کہ ”ہمہ را می گذارم دی گذرم“۔

چنانچہ بعمر ۳۳ سال بتا بیچ، ارماہ شوال المکرم ۱۳۱۵ھ وقتِ عصر وفات پائی۔ اور اُسی  
 شب کو بارہ بجے دفن ہوئے۔ قبر محلہ ولی نگرین الدین کی قبروں کے درمیان میں ہے۔ اور سر لانے  
 یہ قطعہ تاریخ نصب ہے۔

مزدن در خلش دل خراسان شد  
 آواز داد۔ داخلی طار السان شد  
 ۱۳۰۶ھ

قیصر جو قلم و ہستی قلم کشید  
 رضوان ز جلد از سر الہام بہر سال



## محمد کاشف

حضرت شاہ محمد کاشف چشتی۔ ابن حافظ خلیل الرحمن شہید۔ ابن شیخ عبدالرحمن۔ ابن حافظ غلام محمد علوی مخدوم زادہ۔ یہ نہایت بزرگ قابل و صالح موصوف بخصائل پسندیدہ و متصف باوصاف حمیدہ تھے۔ ایک مدت تک سواروں میں نوکر رہے۔ نہایت ممتاز اور باوجاہت و شجاعت تھے پھر نوکری چھوڑ کر عبادت اور یاد حق میں بقیہ عمر بسر کی۔

بیعت معلہ جازت و خلافت حضرت شاہ محمد عاقل بن بوش چشتی سے تھی۔ عمامہ سبز رنگ کا باندھتے تھے۔ جو اس خاندان کا نمونہ تھا۔ ابتدا ہی سے یہ بہت خوش اوقات اور پابند وظائف و اوراد تھے۔ اور بہت ہی زبردست عامل تھے۔

منقول ہے کہ یہ ایک تعویذ محافظت آلات حرب کے واسطے لکھتے تھے۔ جو نہایت مجرب ہوتا تھا۔ حضرت شاہ محمد کاظم قلند قدس سرہ فرماتے تھے کہ کشت الشہدین امرنا باقراور بخشی ابوالبرکات خان سے (مقام کا کوری) لڑائی ہوئی تھی۔ اسوقت میں سواروں میں نوکر تھا۔ یہی تعویذ میرے ہاتھ پر بندھا ہوا تھا۔ کسی وار مجھ پر تنگ وغیرہ کے ہوئے۔ مگر اس تعویذ کی برکت سے کسی کا اثر نہیں ہوا۔ منقول ہے کہ ایک بلال نواب قاسم علی خان صوبہ دار ننگالہ شیخ فرحت علی خان ساکن گدہ یہ (ضلع بارہ بنگی) جو انھیں کی فوج کے بخشی تھے۔ ان سے ایسے ناخوش ہوئے کہ ہلاکت کے درپے ہو گئے۔ انھوں نے حاضر ہو کر ان سے عرض کیا کہ انھوں نے ایک تعویذ غیایت فرمایا جسکے اثر سے نواب صاحب پیشتر سے بہت زائد مہربان ہو گئے۔

انکے مزاج میں قناعت بہت تھی۔ جسکے متعلق منقول ہے کہ ایک روز گشتائین کو پابندان جو فقیر صاحب تصرف اور کیمیا گر اور انکے بہت مخلص تھے۔ انھوں نے ان سے کہا کہ میں آپ کو ایک ایسی چیز دکھاؤں کہ جسکے اثر سے آپ کی خوراک دس سیر کی ہو جائے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھ کو ایسی چیز دکھائی ضرورت نہیں بلکہ ایسی چیز دو کہ جس سے جو کچھ خواک ہے وہ بھی جاتی رہے۔ اُسے

کہا کہ آپ شاید بوجہ بمقصدوری پسینہ شیش کرتے ہیں۔ اگر ایسا ہے تو پہلے وہ چیز بتلاؤں جس  
اغلاس بالکل دور ہو جائے یعنی کمیہ۔ انھوں نے فرمایا کہ مجھکو ضرورت نہیں۔

منقول ہے کہ جب یہ نوکری چھوڑ کر الہ آباد آئے۔ اور وہاں چند دنوں ٹھہرنے کا ارادہ کیا  
تو خدمتگار سے کہہ دیا کہ جو کچھ خرچ تمہارے پاس ہے۔ جب تک وہ رہے تب تک بقال کے  
یہاں سے جس لانا۔ پھر فرض ہرگز نہ لانا۔ جب خرچ ختم ہو گیا تو جس آنا موتوف ہو گئی۔ بقال نے  
خدمت گار سے دریافت کیا اُسے سب کیفیت بیان کر دی۔ بقال نے یہ سنکر بہت منت اور  
سماجت سے کہا کہ تم جس لیجاؤ۔ میں اُسکی قیمت کا تقاضا نہیں کروں گا۔ یہ کمکر جس دیدی۔

اُسی زمانہ میں انکے توکل و عزلت کا بہت شہرہ ہوا۔ اصول المقصود میں ہے کہ شاہ  
عالم ثانی بادشاہ دہلی اُسی زمانہ میں الہ آباد آئے ہوئے تھے۔ شہرہ سنکر مشتاق ملاقات ہوئے  
اور ان سے ملنے آئے دیر تک دروازہ پر کھڑے رہے۔ خواجہ سرانے اندر جا کر خبر کی۔ انھوں نے  
فرمایا کہ اُن سے جا کر کہو کہ میری ملاقات کو کیوں آئے۔ میں ایک سپاہی آدمی ہوں فقیر نہیں  
ہوں۔ اگر تم کو یقین نہ ہو تو دیکھ لو میں کس پرستیاں رکھے ہوئے ہیں۔ اس بہانہ سے ملاقات  
نہیں کی اور واپس کر دیا۔ وہاں سے یہ پھر وطن چلے آئے اور یہیں گوشہ نشینی اختیار کی۔

انکے معمولات یہ تھے کہ صبح کو کھڑے کرکھ کر دیوانخانہ میں آتے (جواب تک محلہ تجبہ  
ملہ کاوری میں موجود ہے) اور دو وظائف میں مشغول رہتے اور کلام اللہ سات روز میں ختم کرتے  
بعد فراغت لوگوں سے ملاقات کرتے۔ پھر کھانے کے وقت اندر جاتے۔ اور بعد تناول طعام فوراً  
واپس آکر تھوڑی دیر استراحت کر کے بعد نماز ظہر و طیفہ پڑھتے۔ پھر نماز عصر سے منسوبہ تک کہی  
بات چیت نہیں کرتے اور نہ کہیں آتے جاتے۔ البتہ جمعہ کو ملا عبد الکیم رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد اقمہ  
محلہ نصیر میں نماز پڑھتے۔ اور وہیں سے حضرت مخدوم قاری نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کے مزار  
پر فاتحہ پڑھکر اپنے نانہال شیخ جارا اللہ مغفور کے یہاں جاتے۔ پھر تکیہ شریفہ پر تشریف لیجا کر کھڑکی  
ٹھکر کر واپس چلے جاتے۔

نفسی فیض بخش مرحوم شہنوی باغ و بہار میں انکے متعلق لکھتے ہیں :-  
 ” بقرب کنس کو جائست معبود سوئے مغرب بکا کوری است شہور  
 ز سگانش بزرگے بود کامل بحق نزدیک دور از امر باطل  
 خوش آغاز خوش اوقات و خوش انجام خوش اعمال و محمد کا شفش نام  
 بظاہر طلقش رخسندہ خستہ بہ باطن ہم ز نور حق منور ،  
 دلش در سینہ اش جو یاسے اسرار زبانش با کلام اللہ گفتار “  
 انکو دو تین برس قبل وفات عارضہ تشنج لاحق ہو گیا تھا۔ جسکی وجہ سے نشست و برخاست  
 میں معذوری ہو گئی تھی۔ معالجہ بھی بہت ہوا مگر کچھ فائدہ نہیں ہوا اسی مرض میں بتاریخ ۲ ماہ ذیقعد  
 وفات پائی۔ مزار شریف بالین مزار حضرت فناء محمد کاظم قلندر قدس سرہ اندرون روضہ واقع ہے۔  
 سنہ ولادت و وفات و مدت عمر وغیرہ نہیں دریافت ہو سکے۔

## محمد کاظم

حضرت قطب الارشاد و عارف اللہ قطب الغیب بصاحب تفسیر المائتہ والدین مولانا شاہ محمد کاظم  
 قلندر قدس سرہ ابن حضرت شاہ محمد کاشف حقیقی قدس سرہ  
 آپ بتاریخ ۱۱ ماہ رجب المرجب روز دوشنبہ ۱۲ شوال ۱۲۸۰ سلطنت محمد شاہ ابن جہاندار  
 بادشاہ دہلی پیدا ہوئے۔ آپ نہایت سلیم الطبع قوی حافظہ عالی ہمت عقیل و فہیم خوش اخلاق پابند  
 شریعت تھے بچپن سے انوار ولایت و کرامت و آثار شمد ہدایت جبین سیادت آگین سے  
 تابان و نمایان تھے۔

آپ نے اوائل کتب و رسمہ ملا عبد الغفریز کا کوری و ملا حمید الدین کا کوری سے اور اہل  
 اواخر ملا غلام یحییٰ بہاری و ملا احمد شہرندیلی سے پڑھیں۔ تحقیقات تمام علوم آپ سکے وہی تھے۔  
 زمانہ طالب علمی سے علم تصوف کی طرف میلان خاطر تھما متعدد میں حضرات صوفیہ کی کتابیں مثل

تعارف مصنفہ شیخ ابوبکر کلاباذی وقوت القلوب مصنفہ شیخ ابوطالب کی ورسالہ انشیر مصنفہ شیخ ابوالقاسم عبد الکریم بن ہمازن قشیری۔ وکشف المحجوب مصنفہ شیخ علی غزنوی۔ اور متاخرین میں سے مصنفات حضرت امام غزالی و حضرت غوث الثقلین محی الدین ابومحمد عبدالقادر جیلانی و حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی و مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہم بیشتر ملا خطہ میں رہتی تھیں۔ اور طابین و مخلصین کو پڑھائی بھی جاتی تھیں۔ معاصرین میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا طرزِ تحریر اور تحقیقات متعلقہ بہ سلک بہت پسند تھا۔

بیت و اجازت و خلافت کب سے آپ کو حضرت کلید عرفان سیدنا شاہ باسط علی قلندر آلہ آبادی سے تھی۔ آپ سلسلہ قلندریہ میں نہایت عظیم المرتبت بزرگ گذرے۔ اور مرتبہ قطبیت کبر سے اور ولایت غظمی کے حامل محمدی المشرقا و قطب الارشاد تھے۔

فصل مسعودیہ مصنفہ حضرت شاہ مسعود علی قلندر خلف و خلیفہ حضرت شاہ باسط علی قلندر سکن عالم میں ہے کہ انھوں نے دس سال اپنے حضرت پیر و مرشد کی خدمت میں رہ کر مقامات طریقت کی تکمیل کی۔ اور از کار اور افکار اور دعوت اسرار وغیرہ حاصل کر کے اجازت و خلافت سلاسل سب سے سرفراز ہو کر لقب بصاحب سحر عرف باللہ شاہ محمد کاظم قلندر ہوئے۔ اور وطن میں حسبِ کمال اقامت اختیار کر کے ایک عالم کو اپنے انوار طاعات سے منور اور افادہ علوم دینی و معارف تقنینی سے مستفیض فرمایا۔ کمالات آپ کے اظہر من الشمس ہیں بفضلِ حالات آپ کے کتاب و خطاب فصول مسعودیہ اصول المقصود و مجاہدات الاولیاء و کشف المتواری و دروس لازمہ و تفصیح و تفحات العنبریہ و فتویٰ بلغ و بہار و چشمہ فیض یعنی نسب نامہ شفی فیض بخش مویج کا کوری میں موجود ہیں۔

آپ کو علاوہ سلاسل سببہ خاندانی یعنی قادریہ و قلندریہ و چشتیہ و لیفوریہ و سہروردیہ و فردوسیہ و ہمدانیہ کے سلسلہ نقشبندیہ کی اجازت کئی طرح سے حاصل ہوئی۔ اولاً بطور مبادیہ حضرت مولوی احمدی نقشبندی کر سنی خلیفہ حضرت سید محمد عدل عرف شاہ لعل بریلوی سے جنھوں نے آپ سے سلسلہ قلندریہ کی اجازت حاصل کی۔ دوسرے حضرت شاہ ابوسعید راسیہ بریلوی خلیفہ حضرت شاہ

ولی اللہ محدث دہلوی سے تیسرے حضرت مولانا حاجی امین الدین کا کوروی خلیفہ حضرت شاہ ابوسعید قدس سرہ سے۔

آپ کے مصنفات میں کتاب نعمات الاسرار معروف بہ سانت رس ہے۔ جس میں آپ کا ہندی کلام شہر خاق و معارف ہے یہ کتاب طبع ہو چکی ہے۔ اور ایک رسالہ متعلق بہ معہور و شہن اوقات ہے۔ جو اپنے مریدین و خلفاء کے لئے عموماً اور محب علی خان زمیندار لکھنؤ متعلقہ طبع آباد ضلع لکھنؤ کے لئے خصوصاً تحریر فرمایا۔ یہ رسالہ کتاب مطالب شیدی و اصول المقصود میں درج ہے۔ پھر مولوی محمد الدین خان ذوق کا کوروی نے اسکی شرح اردو میں موسومہ بہ توشیح المقاصد لکھی۔ یہ بھی طبع ہو چکی ہے۔ علاوہ اسکے مکاتیب بھی ہیں۔ جن کو حضرت مولانا شاہ حبیب حیدر قلندر مظاہر مرتب کر کے مفاوضات تاریخی نام رکھا۔ یہ بھی طبع ہو گیا ہے۔

خلفا آپ کے حسب ذیل حضرت ہوئے (۱) حضرت شاہ میر محمد قلندر عرف میرن میان بدخیز آنحضرت (۲) حضرت غوث ملت شاہ راب علی قلندر خلف اکبر و خلیفہ اعظم و جانشین آنحضرت (۳) حضرت مولانا شاہ حمایت علی قلندر خلف اوسط آنحضرت (۴) حضرت شاہ بہرام علی قلندر خورشید آنحضرت (۵) شاہ انشاء اللہ قلندر عباسی کا کوروی (۶) شاہ عاشق اللہ قلندر اکبر پوری (۷) شاہ شیر علی قلندر لکھنوی (۸) شیخ طفیل علی علوی کا کوروی (۹) مولوی شفاعت علی کا کوروی (۱۰) ملا قدرت اللہ گلبرمی۔ (۱۱) شاہ محمد محفوظ بنوئی (۱۲) شاہ امید علی جوہر پوری۔ رحمۃ اللہ علیہم۔

وفات آپ کی بعارضہ تپ شب ۱۲ ماہ ربیع الآخر روز چہارشنبہ ۱۲۳۵ھ بمجر ۶ سال ہوئی۔ مزار شریف اندرون تکیہ شریفہ بکین مزار والدین واقع ہے۔ بعد وفات کے آپ کے مرنے کا شخص لعل مجھ نے عالی شان روضہ نبویا۔ جو فرخ بخش ناظرین ذرا بین ہے۔ تاریخ وفات پر نہایت وسیع بیانیہ پر بہت مجمع اور رونق کے ساتھ عرس شریف، ہوا ہے۔ مادہ تاریخ وفات از مولوی نجم الدین علی خان بہادر نائب قاضی القضاۃ۔ ہو خالد فی الجنات ہے۔ قطعہ تاریخ وفات از مولوی حافظ معز اللہ کا کوروی مخلص قدیم آنحضرت سے

201411

211 A4

## محمد ماہ - علوی

محمد ماہ - آبن حضرت ملا عبد الکریم - ابن حافظ شہاب الدین - ابن مخدوم نظام الدین بھیکہ -  
یہ درویش کامل عالم عامل حافظ کلام اللہ تھے - اپنے اسلاف کے طریقہ کے پابند تھے - اپنے والد  
کے انتقال کے بعد ان کے جانشین ہوئے - جانشینی حضرت ملا عبد الکریم رحمۃ اللہ علیہ انھیں کے  
خاندان میں رہی - جو ملی انکی محلہ نصیب میں ملا صاحب کے مزار کے قریب تھی - اب بالکل مسمار ہو  
نام و نشان بھی نہیں باقی ہے - سنہ و تاریخ ولادت و وفات و دیگر حالات نہیں دریافت ہو سکے -

## محمد ماہ نقشبندی

شاہ محمد ماہ نقشبندی کا کوہی - ولادت و وفات و اسمی آباد اجداد و شجرہ نسب اور یہ  
کہ کس خاندان سے تھے باوجود تلاش معلوم نہ ہو سکا - یہ اپنے زمانہ کے بڑے بزرگوں میں تھے حضرت  
شاہ محمد مصدوم رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب خاص میں تھے سلسلہ انکا نقشبندیہ تھا بیعت و اجازت  
و خلافت انکو حاجی غلام محمد اکبر آبادی سے تھی - انکو حضرت شاہ سلطان سے - انکو حضرت سید آدم  
بنوری سے - انکو حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی سرہندی سے -

مولوی محمد معروف ملفوظ حضرت شاہ محمد مصدوم رحمۃ اللہ علیہ میں لکھتے ہیں کہ میں نے انکی زیارت  
کی - حضرت پیر و مرشد کے حالات ان سے بہت معلوم ہوئے - ایک بار زمین نے انکا شجرہ سلسلہ نقشبندیہ  
نظم کر کے سنایا تو بہت خوش ہوئے - اور باطنی عنایات سے سرفراز کیا - یہ بڑے بزرگ صاحب کشف  
و یقین و فائز برائے تلبیک تھے - اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اویس گر وہ (منسوب بخواجه اویس قرنی) کے  
بدن پر سفید داغ مثل برص کے ہوتے ہیں جیسے کہ حضرت اویس قرنی رح کے بدن پر تھے - میں نے  
خود ایک بزرگ سید اویس کو دہلی میں دیکھا تھا - جسکے داغ برص کے داغوں کے مشابہ تھے  
میں نے پوچھا تو فرمایا کہ یہ اویسیت کا نشان ہے - یہ حضرت شاہ محمد مصدوم کے بعد تک زندہ رہے

جیسا کہ قول معروف سے معلوم ہوتا ہے۔ غریبہ حالات نہ معلوم ہو سکے

## محمد محسن

ملاح رسول اکرم حسان الوقت مولوی محمد شمس الخلیفہ بہ حق ابن مولوی شاہ حسن بخش۔ ابن مولوی شاہ حسین بخش شہید۔ ابن حضرت شاہ میر محمد قلندر عرف میرن میان، برادر خرد حضرت شاہ محمد کاظم قلندر قدس سرہ۔

ولادت انکی بمقام کاکوری علیہ السلام ہوئی۔ نظر محمد تاریخی نام تھا تربیت تعلیم اپنے جہاں والد ماجد مولوی عبد الجبار سے حاصل کی۔ حضرت شاہ کرامت علی قلندر قدس سرہ کے مرید تھے۔ دس سال تک جہاں جہاں کے سائبر عافیت میں رہے۔ اسی زمانہ میں انکو خواہن شرف بیعت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوا۔ اور اسی زمانہ میں خواب میں دیکھا تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی زبان مبارک انکے منہ میں دیدی جس کے اثر سے نفوت گوئی کا شوق پیدا ہوا۔ اور وہ بہت مقبول خاص و عام ہوا۔ اس سے بڑھ کر اور مقبولیت کی دلیل کیا ہو سکتی ہے کہ ایک صاحب نے خواب میں دیکھا کہ دربار رسالت ہے۔ اور دیگر ملاح اپنے اپنے قصائد پڑھ رہے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مولوی محسن کا سر پائنا وہ اچھا ہے اور ہاتھ یہاں مقبول ہے۔ ابتدائیں یہ مقام میں پوری عمدہ نظارت پر مامور ہے۔ اور وہیں سے وکالت ہائیکورٹ کا امتحان دیکر کامیابی حاصل کی۔ اُس زمانہ میں صدر دیوانی عدالت آگرہ میں تھی۔ بعد کامیابی آگرہ میں بود و باش اختیار کی۔ خدمت شہنشاہ آگرہ میں رہے۔ اُس کے بعد میں پوری میں منتقل قیام کر کے وکالت کو خوب ترقی دی۔ چند روز میں انکی وکالت راستبازی۔ صفائی معاملہ۔ نازک خیالی عالی مقام کی دعوں پر لگئی۔ حکام خاص بہت زیادہ وقت کی نظر سے دیکھنے لگے۔

ہر شخص سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملتے۔ اور ہر ایک کے دکھ و دین شریک ہوتے۔ ایک جہاں طبعی تھا۔ وضعیاری و مروت و اخلاق کا بے مثل نمونہ تھے۔ جس شخص سے جو پڑا ایک وقت



ہو جاتا۔ اُسکو آخر تک بنا رہتے۔ جہاں و ثروت بہت حاصل کی۔ جس چیز نے حقیقتاً اُنکی شہرت کو  
مطرح کمال تک پہنچایا وہ اُنکی شاعری و انشا پردازی تھی۔ جس کا شہرہ تمام ہندوستان میں ہر  
شاعری میں مرزا بیدل کا طرز تھا۔ نظم نعتیہ زیادہ ہے۔ حاشیہ بھی ہے۔ مگر کم نفس اور معنی اور  
بدایع وغیرہ بھی ہیں۔ فن شاعری میں تلمذ مولوی ہادی علی انشک بخوری سے تھا۔

انہوں نے جب سے قصیدہ مدیح خیر السلیل لکھا اور عہد کیا کہ

ہے تمنانہ رہے نعت سے تیر خالی نہ مرا شعر نہ قطع نہ قصیدہ نہ غزل

اسکے بعد سے سوانح کے کل اصناف سخن ترک کر دیے۔ کلام نعتیہ جیسا کچھ ہے محتاج  
شنا و صفت نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جامی و نظامی جو نعت گوئی نہیں بے مثل گذرے ہیں۔ اگر  
اُردو کہتے تو اس سے بہتر نہ کہتے مستقل تالیفات نظم سے سراپاے رسول اکرم رضوی صبح تجلی۔  
مدح خیر السلیل۔ چرخ کعبہ مخمس نعتیہ رضوی شفاعت و نجات ہیں۔ اور انکے علاوہ اور قصائد و  
ثنویاں و رباعیات و غزلیں و مخمس و غزوات و توارخ ہیں۔ ان سب کا مجموعہ موسومہ بہ کلیات  
نعت مولوی محمد حسن۔ انکے بڑے صاحبزادے مولوی نور الحسن تیر نے مطبع نامی کانپور میں طبع کرایا  
اسکے بعد یہ مجموعہ ایک بار اور طبع ہوا۔ اس سے قبل مصنف کی حیات میں بھی کلام سنبلستان رحمتی  
نام سے طبع ہوا تھا اور لوگوں نے نہایت قدر کی اور اب بھی قدر کرتے ہیں۔

عام جوہران کے کلام کا مضامین کی بلندی پر دازی۔ الفاظ کا شان و شکوہ۔ بندش کی ہستی۔  
استعاروں کی رنگینی۔ اور قصہ طلب تلمیحات میں جس میں اُن کے معاصرین میں کوئی انکا شریک  
نہیں۔ بلکہ اردو شاعری میں اسکا جواب نہیں۔ نہ تو کلام فارسی و اردو بغرض تفریح طبع ناظرین  
درج ذیل ہے۔ اشعار فارسی

جز احمد بے میم نہ غلبی نہ شہوے	جز احمد بامیم نہ بودے نہ شوے
از طہر چکیدن خوش ازوانہ میدن	سرباد سچوے و درہن باد و دشنے
سر سبز کن لے سید ابرار مرا	وہ رونق نخل گل بہ گلزار مرا

چون دانہ نہرا بار بر روی زمین      گر چرخ بنیگند تو بر دار مرا  
زان پیش بیا کہ من بجاک آئینم      جان چون گہ سخن بہ پایت ایزم  
در صفحہ دیدہ و دلہ اسے محبوب      بنشین چون نام دچون گہن بخیزم

## اشعار دو

عناصر کی یارب یہ تقدیر ہو      کہ اس چو کٹھے میں یہ تصویر ہو  
نازل ہے زمین پہ کسب ریائی      بندہ کے لباس میں خدائی  
مٹا ڈالین بنا کر صورتیں آدم سے تا عیسیٰ      تب آیا راست نقشہ کلک فرت سے تے قد کا  
خدا نے زیب و زینت کی جو بزم آفرینش کی      لگایا اُس میں قد آدم آئینہ تے قد کا  
کچھی پہلے تری تصویر ازل میں دست قدرت کے      ہر لفظ خدا سے اشتقاق اول تے قد کا  
باغ تزیینہ میں سرسبز نہال تشبیہ      انبیا جسکی میں شاخیں عرفا میں کپل  
گل خوش رنگ رسول مدنی عربی      زیب و امان ابد طرہ دستار ازل  
اوج رفت کا مرنخل دو عالم کا ثمر      بحر وحدت کا گہر شمیم کثرت کا کنول  
مرتے دم تک انتظار دلبر رعنا رہا      دیر تک آنکھوں میں وقت نزع دم کا کلام  
لے فلک ہم نے تجھے تھا ماتنوں پر      پر ہمیشہ سے ترا محسن کشی شیدا رہا  
انکا کلام خیالات نادرہ و سخن آفرینی و فصاحت و بلاغت کا ایک عالم ہے جسے دیکھ کر انسان  
حیران ہو جاتا ہے ہر شعر و حقیقت معراج بلاغت ہر اور اپنی نوعیت میں مثال ہے۔

انھوں نے بتاریخ ۸ مارچ ۱۹۲۳ء روز دو شنبہ ۱۳۰۲ھ بمقام میں پوری بعارضہ اسہال کبھی  
انتقال کیا۔ اور وہ متصل عید گاہ دفن ہوئی۔ قطعہ تاریخ انتقال از مولوی امجد علی بلینج کا کوڑی  
چون انھی پہچو نام خود محسن      صاحب جاہ و عت و حشمت  
کرد و حلت ازین جہان افسوس      بس الم رد نمود و بس حسرت  
طبع و قادی ہن ثاقب داشت      سحر گفتار بود و خوش فکرت

نشر اہمیشال و سحر حلال  
گفت اجمد بہ سال تار بخش  
نظم اودناور و ہمہ حکمت  
شد مغز بدولت جنت  
۱۳۲۳ھ

## محمد مستعان

مولانا محمد مستعان۔ ابن شیخ عبدالسبحان۔ ابن شیخ درویش محمد۔ ابن شیخ عزت اللہ۔  
ابن شیخ عظیم اللہ۔ ابن شیخ عبدالعزیز۔ ابن شیخ عبدالملک۔ ابن حضرت مخدوم شیخ قیام الدین  
انکاشا علماء ربانی و مقربین بارگاہ یزدانی سے تھا۔ کتب درسیہ شاہ محمد وارث کا کوری۔  
و ملا محمد اعظم ندوی سے پڑھیں۔ ذہانت اور فطانت نظری تھی۔ زمانہ طالب علمی میں جس کسی سے بحث  
کرتے غالب رہتے۔ بہت بڑے زاہد و متقی اور متورع تھے۔ بوجہ غایت احتیاط بازاری گوشت  
نوش نہ فرماتے۔ بلکہ خود ایک بکری کا بچہ خریدتے۔ اور اُسکو اپنی ملکوتی زمین کی گھاس کھلاتے جب  
فرہ ہو جاتا تب اُسے ذبح کرتے۔ اکثر حصہ اسکا خیرات کرتے۔ اور بقیہ اپنے صرف میں لاتے  
ہمیشہ ہی معمول رہا۔

اموثر عہد کے بہت پابند تھے۔ ایک مرتبہ ماہ رمضان المبارک میں خریدتے پائی۔ مولوی  
حکیم حسن بخش سنائی کا کوری سنے روزہ کے افطار کے لئے اصرار کیا۔ اور اُسکا ضرر بیان کیا۔ جواب  
میں ارشاد فرمایا کہ مسئلہ شرعی و طبی دونوں مجھے معلوم ہیں۔ میرے عقیدہ میں یہ ہے کہ روزہ کی برکت سے  
خود بخود بخار رفع ہو جائیگا۔ اور رُحبتِ ایانی اسی کی تقضی ہے کہ میں اسی حالت میں رہوں۔ اور اگر  
حالتِ صوم میں مری جائوں۔ تو اس سے بڑھکر کون سی خوش قسمتی ہو سکتی ہے۔ غرض کہ افطار نہیں  
کیا اور اسی حالت میں انکو صحت ہوئی۔

یہ اپنے زمانہ کے حضراتِ صوفیہ کے بارو میں اچھی رائے نہ رکھتے تھے۔ اکثر کہتے کہ اس  
زمانہ میں سولے شاہ محمد کاظم قلندر کے میں کسی کو صوفی نہیں سمجھتا۔ انکی ذات البتہ الشیخ فی قومہ  
کالنبی فی اُمتہ کے مقولہ کے مصداق ہے۔

علم انساب و تاریخ کے بھی بہت بڑے ماہر تھے۔ بالین ہمہ ہمیشہ سپاہیانہ وضع میں لمبرکی  
ابتداء سے عمر میں سوار دن میں نوکر رہے۔ بعد اُسکے لازمت ترک کر دی درس دینا شروع کیا۔  
جس کا سلسلہ وفات تک قائم رہا۔

منقول ہے کہ جو طالب علم انکے حلقہ درس میں شریک ہوا۔ اولاً اُس سے عہد لیتے کہ حتی المقدور  
سبق ناغہ نہ ہو۔ سولے دو وقتوں کے یا تو کوئی طالب علم کے یہاں مرجائے یا خود میرے یہاں  
کوئی واقعہ ہو۔ ان دو صورتوں میں اللہ سبق ناغہ ہو سکتا ہے۔ اسکے علاوہ اور جس حال میں ہو اپنے  
کو ضرور پہنچائے اور سبق پڑھے۔ حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر قدس سرہ دیکھو انکے ارشاد تلامذہ  
سے تھے اکثر بسیل ذکرہ اس قصہ کے بعد فرماتے کہ میرا سبق کبھی ناغہ نہیں ہوا۔ میں برابر حاضر رہتا  
اور پڑھتا بہ نسبت اور شاگردوں کے مجھ پر بہت شفقت فرماتے۔ اور فرط شفقت سے مجھ کو بجائے تقی  
کے نقا کلمے پکارتے۔ میں اور لوگوں سے زیادہ آپ کی خدمت میں گستاخ تھا۔

انکو دلائل الخیرات کی اجازت حضرت شیخ محمد۔ ابن شیخ عبداللہ۔ ابن شیخ ابی الحسن شافعی  
تھی۔ اور انکو پانچ واسطوں سے حضرت مصنف سے اجازت پہنچی تھی۔ حضرت شاہ تقی علی قلندر نے  
وہ اجازت ان سے حاصل کی۔ چنانچہ اس خاندان میں یہی طریقہ زیادہ رائج ہے۔

منقول ہے کہ نواب محمد الدولہ آغامیر بھی انکے شاگرد تھے۔ اور انکا بہت ادب و حفاظ  
کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آغامیر نے اپنے یہاں کے علماء سے ایک مسئلہ پوچھا۔ انھوں نے جواب  
شافعی دیا۔ اُس پر آغامیر نے کہا کہ اگرچہ شرعی حکم ایسا ہے۔ لیکن مجھے مناسب نہیں معلوم ہوتا انکو  
سُنکر بہت سخت غصہ آیا۔ فرمایا کہ تم شرعی حکم میں اپنی رائے شامل کرنا چاہتے ہو۔ جاؤ اپنا کام کرو  
میں خلاف شریعت کچھ سنا نہیں چاہتا۔ یہ کہہ کر اُٹھ اُٹھ گئے۔ غرض کہ جو امور علماء باللہ و رسالتین اعلم  
میں ہونا چاہیے وہ سب انکی ذات میں موجود تھے۔

نفسی فیض بخش مرحوم اپنے نسب نامہ موسومہ چشمہ فیض میں لکھتے ہیں کہ:-

”مولوی محمد عثمان فاضل ذہین دغوش تقریر است غیثہ جلی داشت در طالب علمی ماہر کہ

بحث میگرد غالب می شد تا حیات شاه شرف الدین عرفان دین اماند در خالص پوریام

میداشت. نسب مادری حضرت مخدوم نظام الدین قاری می پویند که

اگاسا نسب حضرت مخدوم قاری نظام الدین تک سطح پہنچتا ہے کہ۔ مولوی محمد مستعان  
نواسہ شاہ مجدد ارث۔ آبن حافظ ابو المعالی۔ آبن شیخ عبدالنعم۔ آبن شیخ قنار۔ آبن شیخ فتن۔ آبن  
مخدوم نظام الدین بھلیکیمہ۔

وفات انکی یکم ماہ رجب المرجب ۱۲۳۷ھ میں ہوئی۔ مزار اپنے باغ قدیم بیرون محلہ ولی نگر  
(کاکوڑی) معروف بہ پراٹہ مولوی محمد مستعان میں واقع ہے۔

انکے ایک بیٹے غلام محی الدین تھے۔ جو نہایت ذہین اور فاضل تھے۔ عبارت فارسی  
خوب لکھتے۔ ایسی کہ ظہوری و بیدل کا مقابلہ کرتے۔ طب کا بھی شوق تھا۔ بدو شعور سے تحصیل علم میں  
مشغول رہے۔ علوم فقہ و حکمت و اصول میں سرآمد و زکا رہے۔ مدۃ العمر تجرد اور درویشی میں بسر کی۔  
نشئی فیض بخش مرحوم کے وسیلے سے فیض آبا گئے تھے۔ اور وہ ان اپنا نام مہر علی رکھا تھا عین  
شباب میں ۱۲۳۷ھ میں بمقام کاکوڑی انتقال کیا۔ اور اپنے باغ میں دفن ہوئے

### محمد مسیح

شیخ محمد مسیح المخاطب مسیح الزمان خان۔ آبن ملا بدیع الزمان۔ آبن ملا محمد رضا۔ آبن ملا محمد شرف  
آبن ملا عبد القادر۔ آبن حافظ شہاب الدین۔ آبن حضرت مخدوم قاری نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ  
یہ نہایت خوش نصیب و قابل۔ صاحب عزت و جاہ و با اقبال تھے۔ دکن میں جا کر ادب  
اور علی خان کی سرکار میں مقیم ہوئے اور بہت اعتبار و اقتدار پیدا کیا۔ ایسا کہ مخاطب بخطاب  
مسیح الزمان خان ہوئے۔ بڑے ذی ثروت اور با شجاعت و سخاوت تھے۔ مدۃ العمر دکن ہی میں رہے  
اور وہیں انتقال کیا۔ فرید حالات نہ دریافت ہو سکے۔

## محمد مشرف

شیخ محمد مشرف ابن حافظ خلیل الرحمن شہید۔ یہ نہایت قابل اور شجاع تھے۔ خیر آباد دہلی ضلع تیار پور (اودھ) میں بزمہ سواران ملازم تھے۔ حضرت مخدوم شیخ سعد خیر آبادی کے مزار پر اکثر حاضر ہوتے۔ زبان کے لوگوں سے کہتے کہ اگر میں ہین مرون تو میری قبر درگاہ میں خرمہ کے درخت کے نیچے بنانا۔ لوگ شکر چپ ہو جاتے۔ چونکہ یہ مرشد فی تھا۔ دیباہی ہوا۔ اسی زمانہ میں ایک درخت قریب گاؤں کے ایک زمیندار کے یہاں جو اُنکے دوستوں میں تھا گئے۔ جس طرح بے تکلفانہ ملاقات اور گفتگو کیا کرتے تھے۔ کی۔ اُس زمیندار کے لڑکے نے یہ سمجھ کر کہ یہ ملازم شاہی ہیں مہیے کے باب کو پکڑنے آئے ہیں نادانستہ پشت پر سے آکر تلوار ماری اُس سے شہید ہو گئے۔ اُنکے بہت سے اعزہ بھائی بند ہیں فوج میں ملازم تھے۔ انھیں خبر ہوئی۔ وہ سب آگے ماور اسی مقام پر جہاں کہا کرتے تھے دفن کیا۔ بعد اسکے اُنکے بھائی شیخ محمد نواز نے قبر نختہ بنوا دی جو اب تک موجود ہے۔ اور قبر شیخ زادہ کا کوری کے نام سے مشہور ہے۔ درخت خرمہ البتہ باقی نہیں رہا۔ فرید حالات سنہ ولادت و وفات وغیرہ نہ دریافت ہو سکے۔

## محمد معصوم

حضرت قشاد محمد معصوم ایسی صدیقی۔ ابن غلام مبارک معروف بہ شاہ مبارک۔ ابن حافظ خیریت خان۔ ابن قائم خان۔ ابن جلال خان۔ ابن چودہری مبارک خان صدیقی۔ ابن شیخ محمد ابن شیخ فتح صدیقی۔

یہ گروہ چودہریان سے تھے۔ چودہری محلہ میں اکامکان تھا۔ اُنکے جد شیخ مبارک خان کو شہنشاہ اکبر کے یہاں سے شہنشاہ میں خطاب خانی معہ فرزندان و عہدہ چودہری نصیب عطا ہوا تھا۔ جنگی اولاد میں چودہری محلہ کے لوگ ہیں اور اب تک چودہری کہے اور لکھے جاتے ہیں۔

مولوی محمد معروف ابن مولوی کلیم اللہ ساکن بسوان (ضلع سیتاپور) مرید و مسترشد خالص اپنی کتاب منظور اویسیہ لقب بہ قول معروفین (جو دراصل انھیں کا ملفوظ ہے۔ اور اسکا سنہ بالیف ۱۳۱۷ھ ہے) لکھتے ہیں کہ:-

”اٹکا وطن اہل قصبہ کا گوری تھا۔ جو نہایت بافیض جگہ ہے۔ اور اُسکے متعلق میں نے حضرت پیر و مرشد سے سنا کہ اس قصبہ میں ہمیشہ ایک ولی رہتا ہے جب وہ انتقال کرتا ہے تو وہی اُس کا قائم مقام ہو جاتا ہے۔ اگر اس قصبہ کو مین و قرن کہیں تو درست ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایسا ولی کامل صاحب ارشاد اس جگہ پیدا کیا جو بے نظیر ہے۔“

انکی والدہ ماجدہ شیخ عبد التبار ساکن موضع امرائی کی بیٹی تھیں۔ جب شاہ صاحب بنی اللہ ماجد کے بیٹ میں تھے تو انھوں نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو خواب میں دیکھا تھا۔ کہ آنکھوں نے مینی چادر اپنے ہاتھ سے اُنکے اوپر ڈال دی۔ بعد بیداری انھوں نے یہ واقعہ اپنے والد شیخ عبد التبار سے (جو نہایت صلہ و پرہیزگار شخص تھے) بیان کیا۔ وہ سُنکے بہت مسرور ہوئے۔ اور کہا کہ ابھی لڑکا دلی کامل صاحب ارشد و ہدایت پیدا ہوگا۔ میں نے خود اس سے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت خواب میں کی تھی۔ مجھے بھی ولی کامل کی بشارت ملی تھی۔ میں سمجھا تھا کہ میرے لڑکوں میں سے کوئی دلی ہوگا۔ الحمد للہ کہ اس خواب کے مفصل معلوم ہو گیا کہ میرا واسم ہوگا۔

جب یہ تین برس کے ہوئے۔ تو آثار صلاحیت و سعادت ظاہر ہونے لگے۔ سات برس کی عمر میں کلام مجید ختم کیا۔ اور طریق خدمت اختیار کیا۔ مسافرت و بیوگان کا کام کرتے۔ ایسا کہ خود اُنکا آٹا پیس دیتے۔ کھانا بچا دیتے۔ پانی بھر دیتے۔ چھاڑ و وغیرہ دیدیتے۔ صاحب ارشد و ارشاد ہونے تک برابر یہی کام کرتے۔ اور اکثر کہا کرتے کہ جس شخص کو مقام معرفت پر پہنچنا منظور ہو۔ وہ فقر و مساکین و غربا کی خدمت اختیار کرے۔

کتب مختصرات عربی و فارسی مختلف علماء سے پڑھیں۔ اور درحقیقت تمام علوم اُنکے ذہنی تھے۔ جب انکی عمر اٹھارہ سال کی ہوئی۔ تو انکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و خلفا اربعہ کی زیارت ہوئی۔

اسطو پر کہ سب کو ایک بلند مکان پر دیکھا عرض کیا کہ میں کس طرح وہاں حاضر ہوں۔ فوراً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوڑی سی گھاس نیچے ڈال دی سادہ ارشاد فرمایا کہ اس پر چلے آؤ۔ چنانچہ یہ گئے۔ اور وہاں اچھی طرح زیارت سے مشرف ہوئے۔ اس واقعہ کے بعد سے ان میں طلب حق پیدا ہو گئی۔ یہ لکھنؤ تشریف لے گئے۔ اور حضرت مخدوم شاہ مینا قدس سرہ کے مزار پر چلہ کشی کی۔ اور اور بھی ریاضات شاقہ کئے۔ جس سے انکو مرتبہ کشف کوئی حاصل ہوا۔ وہاں سے پھر فتحپور سلطان (ضلع بارہنکی گئے۔ وہاں بقدر قوت لایموت فردوری کر کے بسر اوقات کی۔ پھر موضع منجھگاں تحصیل فتحپور سلطان ضلع بارہنکی میں حضرت مخدوم شیخ سازنگ پیر و مرشد حضرت مخدوم شاہ مینا لکھنوی کے مزار پر چند روز رہ کر کاکوری واپس آئے۔

مالک مال الدین فتحپوری۔ دلا احمد عبد الحق فرنگی محلی۔ دلا احمد حسین فرنگی محلی۔ دلا محمد حسن شایع سلم فرنگی محلی سے انہی بہت رسم و اتحاد تھا۔ کاکوری پہونچ کر ضیاء الدین نامی از قوم جنات انکا بہت متقد ہوا۔ جب تک یہ کاکوری میں رہے۔ مجاہدہ دریاضت میں مشغول رہے۔ تامل و تعدد امثال کی قدرت پورے طور پر حاصل تھی۔ اکثر لوگوں نے متعدد بار انکو ایک ہی وقت میں عید کے روز مکان میں ادنیٰ عید گاہ میں دیکھا۔ جب کہ یہ خلوت نشین تھے اور حجرہ سے باہر نہ نکلے تھے۔ اکثر بزرگان معاصرین انکو ابدال کہتے تھے۔

کرامات خوارق و عادات بھی بہت صادر ہوئے۔ اسی زمانہ میں مدلی بھی گئے تھے اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی درگاہ پر ایک سال اقامت کی۔ وہاں بھی بہت سے لوگ ان سے فیضیاب ہوئے۔ پھر کاکوری واپس آئے اور ہمیں قیام اختیار کیا۔ نواب سعادت خان بران الملک صوبہ دار اودھ کو انکی خدمت میں بہت اعتقاد تھا۔ آخر زمانہ میں جب انکی عمر پچاس سال کی مہئی تب کاکوری کی سکونت ترک کر کے لکھنؤ میں معالیخان کی سرائے میں قیام اختیار کیا۔ اور مستقل طور پر وہیں سکونت کر لی۔

بیعت انکو بطریق ایسی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تھی اور اسی طریقہ پر یہ مرید کہتے اس



امر کا پتہ نہیں چلتا کہ انکو علم ظاہر میں اجازت و خلافت و بیعت کن بزرگ سے تھی۔ انکے ایک مُريد  
میان سیف علی کا شجرہ النکا و تختی اور صحیفہ انھیں کے نام کا مل گیا۔ جو درج ذیل کیا جاتا ہے۔  
**نقل شجرہ**

بسم الله الرحمن الرحيم. لا اله الا الله محمد رسول الله اشهد ان لا اله الا الله  
واشهد ان محمداً عبده ورسوله لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك و  
له الحمد يحيى ويميت وهو حي دائم لا يموت بيده الخير وهو على كل شيء قدير  
سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اكبر والاحول ولا قوة الا بالله العلي العظيم  
اللهم اني استغفر لك من كل ذنب اذنبته عمداً او خطاءً سرّاً وجهراً او علانيتها  
واقبب اليه من الذنب الذي لا اعلم وانت علام الغيوب الاحول ولا قوة الا بالله  
العلي العظيم وبحمده استغفر الله استغفر الله الذي لا اله الا هو الحي القيوم و  
اتوب اليه. تراب اقدام ساكبين غيب مصروف حيث بلا واسطة من سراج الاوليا واولي انبياء  
محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم دارد. و میان سیف علی از من مصروف. ذلك فضل الله يؤتيه من  
يشاء والله ذو الفضل العظيم. اللهم صل على محمد وعلى آل محمد بعدد من صلى عليه  
اللهم صل على محمد وعلى آل محمد بعدد من لم يصل عليه اللهم صل على محمد وعلى آل  
محمد كما تحب وترضى ان تصل على عليه اللهم صل على محمد وعلى آل محمد كما امرتنا بالصلاة  
عليه اللهم صل على محمد وعلى آل محمد كما ينبغي الصلاة عليه نقط

### نقل صحیفہ

بسم الله الرحمن الرحيم حبیب من حبیب اللہ و رسولہ میان سیف علی سلمہ اللہ تعالیٰ از جانب غریب مصطفی  
بعد اشتیاقی بآن قبول حضرت حق بر سادہ جانہ کہ ارحم الراحمین است۔ آن حبیب و از شریح ظالمین  
و حاسدان و بدخواهان و ظل نظر کر کم در خم خود در آرد وہ باجمیع فیض ربانی و با عزت ابدی دارد۔  
حبیب من دریا حضرت احد کریم و ایما مشغول باشند و از فعل بنمود را باز دارند و در خدمت والدین

سماعت شناسد بہت آن حبیب و رجب احرم الرحمن قبول و محبوب و قنادر رب کریم و حیم زیادہ سلامت

عمر و جمیبت طاهر و باطن با عزت و فیض سانی ابدًا ابدًا روزی کننا و فقط

انکے درو اقمہ متعلق بہ تعدد مثال عجیب و غریب ہیں۔ اول یہ کہ عید الاضحیٰ کے روز یہاں کے متقدین اس غرض سے انکی خدمت میں حاضر ہوئے کہ انکے ساتھ عید گاہ جائیں۔ انھوں نے صاف کہہ دیا کہ ”تم لوگ جاؤ بیچارہ معصوم آتا دیکھا“ حسب ارشاد کچھ لوگ اُن میں سے عید گاہ چلے گئے اور کچھ بوجہ فرط محبت انتظار میں بیٹھے رہے۔ عید گاہ پہنچ کر اُن لوگوں نے انکو وہاں موجود پایا۔ واپس آکر مکان کے لوگوں سے معلوم ہوا کہ یہ آج گھسے باہر ہی نہیں نکلے۔

دوسرا قصہ یہ ہے کہ ایک شخص باشندہ قصبہ سہالی انکی ملاقات کی غرض سے آیا۔ جب ایک کوس مسافت گئی۔ تو اُس نے وہیں تالاب پر انکو وضو کرتے ہوئے دیکھا۔ پہچان کر سلام کیا۔ انھوں نے فرمایا کہ جرح کے وہاں جاؤ جب اُن کو وہاں بھی موجود پایا۔ تعجب ہو کر اُس نے خادموں سے دریافت کیا معلوم ہوا کہ آج یہ جرح سے باہر گئے ہی نہیں۔

انکا مختصر مفید حال ملا وجید الدین شرف لکھنوی نے اپنی کتاب بحر خزائن بھی لکھا ہے جو

یہ ہے۔

”آن صحیح الحال فی عشق المحبوب آن صاحب کمال دلیل عالم مرغوب آن در فنا سے شاہد نشان  
معدوم افضل العصر حضرت شاہ محمد معصوم صلوات اللہ علیہ کا کوری است۔ اور از روح مطہرہ منورہ  
نبوی صلی اللہ علیہ وسلم لقیں فیض بود و از بدو فطرت طلب الہی پیدا شدہ بود۔ لکھنؤ بہ نزار تبرک  
حضرت شاہ مینا آمدہ خدمت مردم میگردود و جماعتش خود از فردوسی نمود۔ بعد چند سے روضہ حضرت  
مخدوم شاہ سارنگ رفته مشغول ماند۔ بعد چند سے از انجا یہ نتیجہ آمدہ قیام نمود و از انجا بہ بالنہ  
رفت و در بعین کشیدہ۔ حضرت شاہ عبدالرزاق بانسوی از ان راہ گذشتہ شنید کہ در ویشہ در انجا  
متکلف است۔ یہ یاد دادہ اولے مرد خدا رستے خود نما۔ جواب ملا و رو با نکر و ساو با نکر دید و بجای  
مقصود خود رفت۔ آخر شش بطن اصلی خود رجوع نمود از مناتشہ و خدایہ و ران در انجا ماندن توانست

تقصداً قامت بگھنواؤ۔ در سرے معالینان استقامت نمود۔ از ابتداء انتہا رشتے خود پر پوشیدہ  
داشت گاہے کسے بشر کو شریفی میں متصل ندید الا محمد براہیم و عبد الطیف و عبد الباری پسران او  
کہ وقت متواشی بے حجاب می نشست۔ و این خدمت از دست پسران میگزشت اور درین حال  
شانے عظیم است بیکسانہ و غربانہ می گذرانید۔ بسیار موباکرت و باکمال بود۔

انکی وفات بتاریخ ۲۸ ماہ جمادی الاولے روز پنجشنبہ وقت شب ۳۳ھ ہوئی۔ ۲۵ ماہ چاک والا  
روز دوشنبہ وقت شب انھوں نے ایکبارگی کسی طرف اشارہ کیا۔ جسکو حاضرین میں سے کوئی شخص  
نہ سمجھا۔ پھر اُسکے بعد فرمایا کہ:

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک

لہ و اشہد ان محمد عبداً و رسولہ معصوم بندہ غریب و عاجز ہے اور خدا تبارک و تعالیٰ

کا معبود اور ہمیشہ قائم و موجود ہے سب فانی ہو جائینگے۔ اور وہ ہمیشہ باقی رہیگا۔

اس ارشاد کے بعد حضرت فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کی مناجات سنی اور ارشاد فرمایا کہ:

میری چار پائی تملہ کی جانب کر دیکھو۔ میرے ہمیشہ خدا کے ذکر میں مشغول رہیں۔ اور

میرے طریقہ پر حال رہیں۔ اور مجھے دریا کے پانی سے غسل دیں۔ اور جب میں مرتد ہوں تو

میرے تینوں لڑکے اور شاہ امان اللہ میرے پیر میں رہیں۔ یا نہ کہ شہر کے ہر گلی کو چہرین

پھر اسکے کہیں کہ یہ غریب معصوم کی نعش ہے۔ کہ جو فقیر مشہور تھا۔ اور اُس نے کچھ حاصل نہیں کیا۔

اسکے بعد انکو خود بخود بہت ضعف ہو گیا۔ اور بڑھ گیا۔ یہاں تک کہ ۲۸ تاریخ کو انتقال

ہو گیا۔ نماز جنازہ حسب وصیت ملا احمد عبد اخی فرنگی محلی نے پڑھائی۔ مزار شریف کھنڈ محلہ سرے معالینان

میں ہے۔ سابقین عرس بھی ہوتا تھا۔ قطعہ تاریخ وفات آنحضرت از مولوی محمد معروف صدیقی

جامع ملفوظ

ہادی و مرشد بنی آدم

بہتر تاریخ در دل بدرسم

شاہ معصوم قدوہ عظم

رفت از دنیا بسوسے دار انخل

گفت ہاتھ کہ در شب جمعہ رفته معصوم پاک زین عالم  
 انکے خلفاء حسب ذیل حضرات ہوئے (۱) حضرت شاہ محمد ابراہیم خلیف اکبر و جانشین ملقب  
 بہ سلطان العرفا و العلما۔ جنکے بعد جانشین انکے صاحبزادے شاہ نبی بخش ہوئے (۲) شاہ  
 عبداللطیف خلیف اوسط آنحضرت (۳) شاہ عبدالباری خلیف اصغر ملقب بہ عاشق الہی (۴) حضرت شاہ  
 امان اللہ (۵) شاہ وجہ الدین ساکن بانس بریلی۔ اور عمدہ مستشرقین میں مولوی محمد معروف جامع لفظ  
 قول معروف تھے

### محمد متجب

شیخ محمد متجب ابن ملا عبدالرہیب۔ انھوں نے بدوشہ سے ناز و نعمت کے ساتھ اپنے  
 والد بزرگوار کے سایہ عاطفت میں پرورش پائی اور تعلیم و تربیت حاصل کی۔ انھیں کی فیض صحبت  
 سے امور فقر میں بھی دستگاہ کامل پیدا کی۔

بیعت و اجازت و خلافت ان کو اپنے والد سے تھی۔ صباحت ظاہر و وجاہت صورت  
 بہت تھی۔ ابتدا ہی سے علما و فضلاء و فقراء و اہل باکی صحبت پسند کرتے۔ مولوی عبدالغفور اشرفی بھاکپور  
 و مولوی فصیح اللہ قدوائی و مولوی زین العابدین سندیلی وغیرہ سے برابر شاعرے و مناظرے ہوا  
 کرتے تھے شہر بہت اچھا کہتے تھے۔ فن موسیقی بھی خوب جانتے تھے۔ استاد و اہران فن شریک  
 صحبت ہوتے۔ اکثر راگ انکے مخترعات سے مشہور و معروف تھے۔ مدۃ العمر خوش آواز و قال نوکر  
 رہے۔ بعد فراغت کاروبار دنیاوی سماع سنتے تھے۔ لباس نہایت نفیس پہنتے تھے۔ مہمان نوازی ہی  
 بہت کرتے۔ دس روپیہ یومیہ کا باورچی نوکر تھا۔ توشہ خانہ میں ہر وقت تین سو جوڑے تیار موجود  
 رہتے۔ غرضکہ امارت و لیاقت و تعلیم و تربیت و خدات وغیرہ میں یہ فرد تھے۔

ابتداء میں یہ کئی سال نواب سر بلند خان کے یہاں عمدہ بخشی گری پر مامور رہے۔ بعد اسکے  
 دہلی گئے۔ وہاں بعد انتقال اپنے والد ماجد کے انکی جگہ پر سفارش مرزا یار علی بیگ مامور ہوئے

بعد انتقال مرزا صاحب نواب لطف اللہ خان صادق مقرر ہوئے تو انھوں نے بھی انکو بحال رکھا۔ اُس زمانہ میں انکا قیام لکھنؤ میں تھا۔ یہاں کے امرا و صوبہ داران سے بہت مراسم تھے۔ مسادات کا برتاؤ تھا۔ نظام الملک آصف جاہ سے اچھے خاصے مراسم تھے۔ وہ انکی لیاقت اور طباعی اور ذکاوت کی وجہ سے بہت عنایت کرتے۔ اور اپنے رفقاء میں شمار کرتے۔ خلوت و جلوت میں شعر و سخن کا تذکرہ رہتا۔

دوبارہ عہد فرخ سیر میں پھر دہلی گئے۔ تو نواب آصف جاہ صوبہ داری دکن پر اُسی زمانہ میں مامور ہوئے تھے۔ ان سے ملاقات کے وقت کہتے تھے کہ صوبہ دہدھ کو چھوڑ کر دکن چلے۔ وہاں اس سے زائد آپ کا عروج ہوگا۔ انھوں نے بوجہ بُرد مسافت انکار کیا۔ پھر انھوں نے کہا کہ اپنے کسی لڑکے کو ساتھ کر دیجئے۔ تب انھوں نے کہا کہ بڑا لڑکا محمد صالح ابھی طالب علمی کرتا ہے لہذا مجبوری ہے۔ بعد مسافت فرخ سیر انھوں نے علیحدہ ہونے کا ارادہ کیا۔ وطن آئے۔ یہاں اپنے صاحبزادہ کی شادی نہایت دھوم سے کی۔ بعد اُسکے استعفا دیدیا۔ باوجود امارت دنیاوی شب بیدار عبادت گزار۔ اہل دل اپنے والد کے قدم بقدم تھے۔

شیخ فصیح اللہ قدوائی بالنسوی محافل خمسہ میں انکے متعلق لکھتے ہیں کہ۔

”یہ بادۂ محبت صہری و نشاط یا دسہری سے سرشار رہتے۔ اوقات انکے اذکار خالق کن

فیکن سے معمور۔ اور دل انکا نکھار قناد و چین سے مسرور رہتا۔“

انکے باورچی خانہ کا خرچ زمانہ خانہ نشینی میں بھی پچاس روپیہ یومیہ کا تھا۔ پچیس خاصہ بڑا دس خدمتگار پندہ کمار اور ایک چوکی تو ال نیز تمام پیشہ وراں کے یہاں ہمیشہ ملازم ہے۔ سامان سواری وغیرہ بھی بہت تھا۔ علاوہ اسکے ایک حافظ مسمی حافظ سبحانی۔ اور ایک عالم مولوی حمزہ شہر نوکر تھے۔ اپنی تین لڑکیوں کے نکاح بہت فراخ حوصلگی سے بصرت ڈیڑھ لاکھ روپیہ کئے ایسی تقریبات تھیں کہ کوئی مین اس پہچانہ کسی نے نہیں کیں۔ انکے والد نے ذرا نقد کثیر چھڑا تھا۔ اور انھوں نے بھی بہت پیدا کیا اور خرچ کیا۔

انہوں نے بعمر ۳۵ سال انتقال کیا۔ قد دخل الفردوس ۳۵۰۔ وحبثت  
۳۵۰۔ مادہ تاریخ وفات ہے۔ انکا فرار اپنے والد ماجد کے روضہ کے اندر ہے۔

## محمد مہدی

مولوی محمد مہدی۔ ابن مولوی محمد متقی۔ ابن شیخ محمد صالح۔ ابن شیخ محمد وارث۔ ابن شیخ  
محمد ہاشم۔ ابن شیخ محمد شرف۔ ابن قاضی محمد رضا۔ ابن قاضی محمد حاتم۔ ابن قاضی شیخ شمس الدین۔  
خالدی حراسانی بالادستی۔ ابراہیم آبادی الاصل۔ کاکوری المولد والمدفن۔

یہ نہایت نیک دل منکسر النفس۔ خوش اخلاق۔ و صمدار۔ پابند شریعت۔ حلیم الطبع۔ سلیم  
العقل۔ پاباد و غیور شخص تھے تربیت ابتدائی اپنے والد ماجد سے پائی۔ لیکن ۲۱ سال کی عمر میں والد  
کاساہ سر سے اٹھ گیا تھا۔ اس وقت سے اپنی خداداد ہوشمندی اور سمجھ سے اپنے آپ کو سنبھالا۔ اور اس  
دنیا کی طوفان خیز رفتار میں عمدہ اصول زندگی انتخاب کر کے اُن پر کار بند ہوئے۔

علوم عمومی کی تعلیم حضرت مولانا شاہ قلی علی قلندر قدس سے حاصل کر کے فارغ التحصیل ہوئے  
عربی و فارسی میں بہت اچھی قابلیت تھی۔ عبادات میں علاوہ فرائض و سنن و اوافل و اوراد و ظاہر و باطن  
و مشغولی و پاس انفاس کے بھی پابند تھے۔ قلب صاف باخلاص و راستہ عقیدہ رکھتے تھے۔ اور  
ظاہر و باطن نہایت سنجیدہ مزاج و فرشتہ نصلت تھے۔

شاعری سے بھی ذوق تھا۔ طبع مزبور رکھتے تھے۔ کلام اردو و فارسی دونوں زبانوں میں  
ہوتا تھا۔ مشید انخلص کرتے تھے۔ شاعری میں بلند مولوی محی الدین خان ذوق کاکوری سے تھا۔  
نواب علی حسن خان سلیم تذکرہ صبح گلشن میں لکھتے ہیں کہ۔

”مشید ۱۔ مولوی محمد مہدی۔ ابن مولوی محمد متقی۔ کاکوری موطن است۔ و از تلامذہ مولوی

محمد محی الدین خان ذوق۔ در شعر و سخن اکثر قصائد فقیدی طرازد۔ و پر اقسام دیگر نظم کتری طرازد

چند اشعار فارسی و اردو بطور نمونہ درج ذیل ہیں۔ اشعار فارسی سے

زیب بزم صفحہ شد تانتا ہنشاہ من قامت تعظیم آمد لبسم اللہ من  
 آرزو دارم رسد در گوش اچھا کہ من شافعم باشد بروز حشر خا ہنشاہ من  
 گر نویسم نعت شاہ ذوالمنن از صدق دل پایہ عالی گزیند ہمت کوتاہ من  
 اشعار اردو

کسی سے کبھی دل لگایا تو ہوتا کہ جیسا کیا ویسا پایا تو ہوتا  
 تجھ کو دیکھا تو نہ زاہد نے نہ اہی تو بہ تو تو وہ تو بہ شکن ہے کہ الہی تو بہ  
 کیا غم جبین سائی مگر یہ تھرا گئیں اکھین ہوا غائب نظر سے سے رنگ آستان کیسا  
 باقی ہے اگر دُر تو باقی ہو ہوس بھی ساتی تو ابھی ساغ و مینا کو نہ سرکا  
 ہو بلا شیفۃ رگسوسے پیچان ہونا دل سودائی کہین تو نہ پریشان ہونا  
 زلف جانان کا نہ کیونکر مہین سوتا ہوتا اپنی تقدیر میں لکھا تھا پریشان ہونا  
 ابرو پر بھی رہی محفل جانان میں نظر گہرا نشان نہ کہین دیدہ گریان ہونا  
 نیا انداز نکالا ہے یہ سیرت افزا آئینہ دیکھنا اور آپ ہی حیران ہونا  
 بت پرستی میں بھی اسلام کا دعویٰ شیدا آپ کیا کھیل سمجھتے ہیں مسلمان ہونا

انھوں نے بتائے ۲۶ ماہ ذی الحجہ ۱۲۹۷ھ تقریباً بعمر ۳۰ سال وفات پائی۔ قبر محلہ ولی نگر  
 میں لب تالاب ساگر اپنے قبرستان میں ہے۔ بالین قبر قطعہ تاریخ وفات مصنفہ منشی فضل حسن خان  
 شیدا کا کوروی نصب ہے۔

مہدی کہ مشرف ز مجھ سرسم است ذیچہ شب لبست و شہم زیر زینت  
 فکر سن رحیل طربو دچو شیدا از غیب شنیدم کہ بفرود سن زینت  
 ۱۲۹۲ھ

محمد تقی

شیخ محمد تقی۔ ابن شیخ غلام مینا۔ ابن شیخ محمد مجتب۔ ابن ملا شیخ عبدالرہیب۔ یہ بہت قابل و

لاق تھے۔ ابتدا میں الہ آباد میں نواب بقا اللہ خان کے یہاں ملازم رہے۔ پھر وکن گئے وہاں سے واپسی پر مکان آگے اور خانہ نشین رہے۔

۱۵۲۰ء میں جب قاضی نجم الدین علی خان کا تقریر بعدہ قاضی القضاۃ کلکتہ میں ہوا۔ تو یہ بھی اُنکے ساتھ کلکتہ گئے۔ اُسی طرف کسی منصب کے قاضی مقرر ہو گئے تھے۔ وطن آتے ہوئے عظیم آباد کے قریب قصبہ باڑہ میں ملاحون نے دریا میں ڈال دیا۔ اور مال و اسباب وغیرہ جو کچھ تھا سب اپنے قبضہ میں کیا۔

اُنکے ایک بیٹے شیخ ہدایت اللہ عرف ہیدامیان ہوئے۔ جنکے متعلق حضرت مولانا شاہ تراب علی قلندر اصول المقصود میں تحریر فرماتے ہیں کہ:-

”شیخ ہدایت اللہ ابن شیخ محمد تقی مرحوم کہ از یگانگان جانب اداری آنحضرت دینی شاہ محمد کاظم قلندر اند نیز از مردان راسخ و بسے نیکیخت و خوش اعتقاد۔ و از صحبت بابرکت بسے فوائد برداشتہ و تربیت پذیر شدہ شنوایا کردہ اند و با آنحضرت چنان نسبت حتی در مورخ اعتقادی دارند کہ دیگر سے ملدرد۔ و رایتہ کہ کم عمر بودند معتقد بزرگے دیگر بودند۔ چونکہ اکثر آنحضرت بخاندان ایشان تشریف می بردند روز سے با والد ایشان گفتند کہ این پسر را بمن بدہند۔ اذان روز یک بریک در دل ایشان محبت و اعتقاد آنحضرت پیدا شد۔ پس آمد و خدمتہ تکیہ اختیار کردند۔ آنخوردنے فرمودہ سلسلہ قادریہ شدند۔ من بعد اچہ کہ از فوائد صحبت و توجہات آنحضرت برداشتند و حالش عجیب نقل میکنند و تفسیر خوب مطلع است۔ غرض ایشان قابل ترک و تجرید و روشی ماند۔“

شیخ محمد تقی بلا در حوش محمد تقی بھی بہت قابل اور سخی اور سخی شخص تھے۔ بعد انتقال اپنے بڑے بھائی کے اُنکی جگہ پر مقرر ہو گئے تھے۔ وہیں انتقال کر گئے۔

## محمد وارث

شاہ محمد وارث۔ ابن خاتوا ابو المعالی۔ ابن شیخ عبد المنعم۔ ابن شیخ عبد الصلاح۔ ابن شیخ فتن



ابن مخدوم نظام الدین بھیکہ ۷۰۰ یہ نہایت لائق و قابل شخص تھے۔ کتب درسیہ ملا محمد غوث کا کوروسی پڑھ کر فاضل بنے نظیر مدرس بے عدیل ہوئے۔ قاموس و صراح نیز اکثر کتابیں زبانی یاد تھیں۔ درس خوب دیتے تھے۔ جس کو پڑھا دیا۔ وہ کیتاے روزگار اور زبردست فاضل ہو کر نکلا۔ بہت سے لوگ اسکے شاگرد تھے۔

لکھنے مالومات سے ایک کتاب علم فقہ میں تھی جس میں ہفتی بہ مسائل منتخب کر کے جمع کئے تھے نیز اور بھی بہت سے فوائد تھے۔ اب یہ سب مفقود ہیں۔ آخر عمر میں ترک لباس کر کے عبادت الہی میں مشغول ہوئے۔ اور ۸۰ سال کی عمر پر انتقال کیا۔ فرید حالات باوجود تلاش نہ دریافت ہو سکے۔

### محمد وحیہ

شاہ محمد وحیہ۔ ابن شیخ زین الدین۔ ابن شیخ بدر الدین۔ ابن ملا محمد ماہ۔ ابن حضرت ملا عبد الکریم۔ یہ پلنے عہد میں ممتاز اقران و امثال تھے۔ جانشینی حضرت ملا عبد الکریم کی ان ہی سے متعلق تھی۔ تمام بلوری کر لوگ انکا بہت ادب اور کاظ کرتے تھے۔ حضرت شاہ عبد الرزاق ابنسوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ انکی مہر میں محمد وحیہ رزاقی کندہ تھا۔ کاغذات میں دستخط بھی اسی طور سے کرتے۔ سو برس سے زائد انکی عمر ہوئی۔ شیخ محمد صالح و شیخ محمد کبیر سے بہت دوستی تھی۔ انساب میں بھی انکو بہت دخل تھا۔ نہایت ہی لطیفہ گو و بذلہ سنج تھے۔ ہر وقت ہشاش و بشاش رہتے۔ انکی بی بی بھی بہت صاحبہ و عارفہ تھیں۔ اور خرقہ پوش بھی تھیں۔ حضرت مولانا شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ العزیز کتاب کشف المتواری میں لکھتے ہیں۔

”تقریر دیدہ است بحالم بسیار تو جہیکہ روند۔ و با دلہ تقریر خیلے محبت داشتند و بیگانہ نمود میداشتند  
خود حضرت خدوم شیخ عبد الکریم نزد او شان بود ہر گاہ کہ ایشان بوضعی معاش از کا کوری  
بمندیدہ فرستند و خانہ اینجا ویران شد آن تبرکات ہما نجا شد۔ روزے از شاہ وصف اشہر

برادر زادہ شان گفتہ زیارت آن کردہ ہوں تیسرے قادری وکلا ہے وکر بندے اقسام دوال  
چرم بود۔ ظاہر این نمبرہ شاہ محمد وجہ بسیار خوب صورت بود کہ برادرشان از طفلی بنے عاشق بود کہ  
گاہ گاہ گذر میکرد و بایا لان ہن شان عجیب عجیب گفتگو میکرد و بیچ کسے را از انہی داد  
مزید حالات سند ولادت و وفات وغیرہ دریافت نہوسکے۔

### محمد واعظ

قاضی محمد واعظ۔ ابن قاضی محمد حافظ عباسی۔ ولادت انکی سلطنت مین ہوئی کتب درسیہ  
پلنے والد سے پڑھیں۔ شرح وقایہ اور ہدایہ کے مسائل پر انکو بہت عبور تھا۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ اسکے  
مضامین اور ہمتیے۔ بوجہ جرأت اور ہمت فن سپاہگری مین بھی کامل مہارت تھی۔ بڑے بڑے معرکوں  
میں داد شجاعت دیتے تھے۔ دشمنوں کے غلبہ و هجوم سے پیچھے نہ ہٹتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک  
مرتبہ کمرے لیکر بیرون تک اشی زخم لگے۔ اور اسی طرح برابر لڑتے رہے۔ فشی فیض بخش مرحوم لکھتے  
ہیں کہ یہ میرا چشم دید واقعہ ہے مدۃ العمر ایک پیرا کا درست نہیں ہوا بغیر یہ پھیلائے بیٹھ نہیں  
سکتے تھے۔

بعد اتمقال انکے والد قاضی محمد حافظ کے عہد قضا انھیں کے سپرد ہوا۔ ہمیشہ با وضو رہتے  
کلام مجید بہت پڑھتے تھے جس وقت مکان سے نکلتے۔ دو تھیلیاں ساتھ رکھتے۔ ایک مین لوگوں  
کی عرضیاں اور دوسرے مین روپیہ رہتا۔ جو شخص سوال کرتا۔ اسی وقت جوٹھی مین آتا دیدیتے۔ اور  
بہت آن بان سے رہتے تھے۔ اپنے سب بھائیوں بہت قابل اور خوش نصیب تھے۔ غزبا کی  
بہت خبر گیری کرتے تھے۔ اور نہایت ہی صاف باطن اور قراض تھے۔ اولاد کی طرف سے بھی  
بہت خوش نصیب تھے۔ انھوں نے بہ عمر ۷۰ سال سن ۱۲۰۰ھ مین وفات پائی۔ اور محلہ قاضی گڑھی  
کا کوری مین خاندانی قبرستان مین دفن ہوئے۔

## محمولی

شیخ محمد ولی نقشبندی۔ ابن شیخ زین العابدین۔ ابن شیخ احمد۔ ابن مخدوم شیخ محمود ابن  
حضرت مخدوم بندگی محمد من اللہ حبشی صدیقی کاکوروی۔

یہ بدو فطرت سے دیانت اور تقویٰ۔ اور حسن نیت و صفائے طینت میں مشہور و معروف تھے۔  
حضرت شاہ عظیم اللہ نقشبندی راس بریلوی سے بیعت تھی۔ اتباع شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں بظہیر  
عصر گذرے کبھی خلاف شریعت امور کے مرتکب نہیں ہوئے۔

ابتداء میں اٹا وہ میں سید بجا ہر پچلہ وار ساکن موہان کے یہاں ملازمت کی۔ وہیں کے ایک سائیس  
کو نوکر رکھا۔ جب وطن واپس ہوئے۔ تو وہ بھی ساتھ آیا۔ یہاں آکر اسکی تنخواہ ادا کی۔ اور واپس کر دیا۔  
تھوڑے دنوں کے بعد یاد آیا کہ اسکی تنخواہ میں سے ایک پیسہ باقی رہ گیا ہے۔ اتنا خیال آتے ہی  
نخت پریشان ہوئے۔ اور اسی وقت اٹا وہ کا سفر کیا۔ وہاں پہونچکر کوٹوالی سے اسکے مکان کا  
پتہ چلایا۔ اور اسکو بلاکر بہت معذرت کی۔ اور وہ پیسہ اسکے حوالہ کیا۔ اسنے ٹھہرنے کے متعلق بہت  
اصرار کیا۔ مگر انھوں نے قبول نہیں کیا اور اسی روز کاکوری چلے آئے۔

ایک روز یہ لکھنؤ جا رہے تھے۔ دیکھا کہ راستہ میں ایک سوار بہت سا اسباب ایک فرد پر  
بار کئے ہوئے جا رہا ہے۔ اسباب بہت وزنی تھا۔ اور فرد کی طاقت سے باہر تھا۔ وہ بیچارہ  
خوشامد کر رہا تھا۔ مگر سوار ایک نہیں منٹا تھا مارتا۔ اور لے چلنے پر مجبور کرتا۔ انکو اس بیچارہ کے حال  
پر ترس آیا۔ یہ سوار کو فحاش کرنے لگے۔ کہ اتنی سختی نہ کرو۔ سوار نے ان سے بگڑ کر کہا۔ کہ آپکو بہت  
قلق ہے آپ ہی میرا سامان پہونچا دیجئے۔ میں اس فرد کو چھوڑے دیتا ہوں انھوں نے  
بے تکلف کل سامان لے کر اپنے سر پر رکھا۔ اور ساتھ چلنے پر آمادہ ہو گئے۔ مگر سوار پر ایک ہیبت  
طاری ہوئی۔ اور اس کو یقین ہوا کہ ضرور یہ کوئی ولی ہیں۔ گھوڑے سے اتر کر قدموں پر گر پڑا۔ اور  
عمقِ تقصیر کا خواتنگار ہوا۔

ایک روز یہ صبح کی نماز ادا کرنے میں جا رہے تھے۔ گھوٹ کے کھیت میں اتفاق سے پیر پڑ گیا۔ درخت کچل گئے۔ زمین کسی اور شخص کی تھی۔ انھوں نے سب روکی حالت دیکھی۔ خون و دہشت الہی سے جسم میں لرزہ پڑ گیا۔ اور چہرہ کا رنگ متغیر ہو گیا۔ اُسی روز سے روزانہ انھوں نے بعد نماز اشراق و ظہر اُس سبزہ میں پانی دینا شروع کیا۔ جب تک وہ اپنی حالت پر نہیں آ گیا۔ انکو اطمینان نہیں ہوا۔ تقویٰ اور توسل و احتیاط کی کیفیت تھی۔ کہ جس وقت کہیں جاتے تھے نگاہ زمین ہی پر رکھتے۔ اس خیال سے کہ کہیں کوئی حشرات الارض میرے نیچے نہ پڑ جائیں۔ اور ہلاک نہ ہو جائیں۔

ایک روز کا ذکر ہے کہ ایک شخص اپنے باغ سے ایک سونے آم انکی خدمت میں تحفہ لایا۔ انھوں نے اُس سے پوچھا کہ تم تنہا ہو یا تمہارے اور کوئی بھائی بھی ہے۔ اُس نے کہا کہ ایک بھائی اور امی انھوں نے کہا کہ پھر یکم تنہا تمہاری ملک نہیں۔ تا وقتیکہ تم اپنے بھائی سے اجازت نہ حاصل کرو۔ مجھے نہیں دیکھتے۔ اور نہ میں اسکو لے سکتا ہوں۔ یہ کہہ کر اُسکو واپس کر دیا۔

اس قصبہ کا کوئی میں محلہ ولی نگر انھیں کا آباد کیا ہوا ہے۔ اس قصبہ کی آبادی کے کئی اہل شمال جانب یہ محلہ واقع ہے۔ انکا قدیم مکان مخدوم شیخ قیام الدین کے محلہ میں متصل چودھری محلہ تھا تبدیل سکونت کا یہ سبب ہوا کہ یہ سلسلہ نقشبندیہ کے صاحب نسبت درویش تھے۔ راگ و نغمہ سے پرہیز کرتے تھے۔ پڑوس میں ایک روز شادی تھی۔ اور ڈھول بج رہی تھی۔ جس سے انکی مشغولی میں حرج ہوتا تھا۔ انھوں نے منع کیا۔ ہم سنا یہ جواب میں کہلا بھیجا کہ ہم اپنے گھر کے مالک ہیں تم کو حکم کا کوئی حق نہیں ہے۔ انھوں نے اُسی وقت سے اُس محلہ کی سکونت ترک کر دی۔ اور اپنی معافی کی زمین پر آکر بیٹھ گئے۔ اور جلدی سے مکان بنوانا شروع کر دیا۔ بعد تیار ہی میں بود و باش اختیار کی۔ اور مکان کے گرد رعایا آباد کر لی۔ وہ محلہ ولی نگر کے نام سے مشہور ہو گیا۔ جرات تک ہے۔ سنہ و تاریخ ولادت و وفات نہیں دریافت ہوا۔ قبر کے متعلق یہ مشہور ہے۔ کہ انھوں نے قبر خام بننے کی وصیت کی تھی۔ ساگر باغ میں ایک چھوٹا سا ڈھیر ہے۔ اس کے متعلق لوگ کہتے ہیں کہ یہ انھیں کی قبر ہے۔ واللہ اعلم

## محمد ہاشم

مولوی محمد ہاشم۔ آبن مولوی محمد ہمدی۔ آبن مولوی تھتھی۔ آبن شیخ محمد صالح ابراہیم آبادی  
 الاصل۔ کاکوری الموطن۔ انکی ولادت ۱۲۷۳ھ شوال المکرم ۱۲ شبت پنجشنبہ کو ہوئی۔ بہت عقل۔  
 پختہ مزاج۔ صابر۔ خیر۔ دضدار۔ اعتدال پسند۔ پابند شریعت و طریقت تھے۔ ابتدائی تعلیم  
 مولوی معظم علی کاکوری سے پائی۔ پھر حضرت مولانا حافظ شاہ علی اوزر قلندر سے علوم عربی فارسی حاصل  
 کئے۔ علی قابلیت بہت اچھی تھی۔ اوزر مکتہ رسی میں خاص ملکہ تھا۔ خط بہت صاف و روشن لکھتا تھا  
 یہ سولہ سال کے تھے جب انکے والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ اسوقت سے اپنے بھائی  
 مولوی محمد قاسم مرحوم کے ساتھ کمال اتحاد و محبت رہے۔ انھیں کے ساتھ وکالت کا امتحان دیا۔  
 کامیابی کے بعد فوج ضلع فرخ آباد میں کام شروع کیا۔ چونکہ طبیعت میں بارکدینی دور اندیشی بہت  
 تھی۔ لہذا بہت جلد کام چل نکلا۔ اُسکے بعد ریاست رامپور میں بموسل ذواب یا جنگ محمد اکرام خان  
 مرحوم درجہ اول کی سند حاصل کر کے وہاں وکالت کرتے رہے۔

بعد انتقال اپنے بھائی کے خانہ نشین ہو گئے۔ اور ایک اعتدالی روش اور عمدہ منش سے  
 نیک دلی و خود داری کے ساتھ باہمہ و بے ہمہ زندگی بسر کی۔ حقیقت اپنی و ضعداری اور حاکمانہ  
 اصول سے ایک ایسی آن و شان بلا کسی نمود و نمائش اور بغیر کسی غرور و تکنت کے پیدا کی تھی۔ جو عجیب  
 و غریب تھی۔ تہذیب خلاق و عظیم المرتب۔ و علم مجلس سے بدرجہ اتم واقف تھے۔

ابتدائی زمانہ میں شاعری کی طرف بھی توجہ کی تھی۔ اور فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں شعر  
 کہتے تھے۔ افسر تخلص تھا مولوی محی الدین خان ذوق کاکوری سے تلمذ تھا۔ چند اشعار اردو و فارسی

### اشعار فارسی

درج ذیل ہیں

بجانبازی مل بتیاب چون پڑانہ میگردد	ز سوزش شمع رویان را اگر پڑانی گردد
دلہ تمنانہ اندر عشق اوستانہ میگردد	نظر کس بر پیش می کند دیوانہ می گردد

یگانہ کے شود باخوش آن شوریدہ بیدل  
کہر یاد پری رُوزِ ہمہ بیگانہ می گردد  
خدایا ابرویم بخش زیرِ خنجر قاتل  
بقلم چشمِ دابرے صنم ترکانہ می گردد  
ہا آفسر داد سلطان جنوں سالاری وشت  
درین صحرانوردی ہاچہ خوش مندی گردد  
اشعار اردو

آنکھیں کستی ہن تری نگرں شہلا کیا ہو  
لب جان بخش یہ کستے ہن بیا کیا ہو  
رشک غلمان جنانِ غنیت حوران بہشت  
سر سبز نور ہے یہ خاک کا پتلا کیا ہو  
جس نے دل اس میں پھنسا یا وہ پلاسوا  
یہ تو ہے دم جنوں زلف چلیا کیا ہو  
یارہ پارہ ہوا دل میرا کتان کی صورت  
مہ کامل ہے تھارا رُخ زیبا کیا ہو  
کون آتا ہے سرکش شہیدانِ افسر  
حشر سا آج گلی کوچہ میں بربا کیا ہو  
بیعت انکو حضرت شاہ علی اکبر قلندر سے تھی۔ علاوہ انقض وندن کے نوافل تلاوت کلام مجید۔  
دلائل الخیرات و دیگر اوراد کے بالائزما پابند تھے۔ اور یاسن نفاس و مشغولی پر نہایت استقلال سے کا رہتے۔ ان سب کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ذوق و شوق کی چاشنی بھی بخشی تھی۔ چنانچہ عین انتقال کے  
روز زبان پر "العشق ھو اللہ ھو اللہ" تھا۔ بتاریخ ۲۲ ماہ شعبان المظہر ۱۲۳۲ھ وقت عصر عمر ۶۲ سال  
وفات پائی۔ اور بارہ بجے شب کو دفن ہوئے۔ قبر اپنے والد کے قبرستان میں واقع ہے۔ اور بالین قبر  
قطعہ تاریخ وفات مصنفہ مولوی محمد عالم قیسری نصب ہے۔

روز بست و دوم از شعبان بود  
کان زمین روز قیامت نام یافت  
والدم در خلق ناکام گذشت  
خود ز الشق ہوا تدکام یافت  
قیصری در یوم جمعہ بعد صبر  
عمر او در شصت و دو اتمام یافت  
از سر جان دزد سر دنیا گذشت  
تا بفر ووس ہرین آرام یافت  
انکے دو بیٹے مولوی محمد عاصم قیس۔ و مولوی محمد عالم قیسری دونوں بہت لائق اور قابل عربی  
دان انشا پر دوازہ بہت اچھے شاعر صاحبِ یوان ہن۔ بقاھما اللہ تعالیٰ۔

## محمد مسیحی

مولوی مفتی محمد مسیحی: آبن مفتی شہاب الدین۔ آبن حضرت مولانا حاجی امین الدین محدث کاوری ولادت انکی ۱۲۱۵ھ میں ہوئی۔ انکا نام بچپن اس وجہ سے رکھا گیا کہ انکی ولادت کے بعد بغرض تسمیہ جب کلام حمید میں خال دیکھی گئی تو یہ آیت نکلی۔ یا ذکرنا اننا نبشرک بغلام باسمہ عجیبی لہذا کھجوری نام رکھا گیا۔ بعض لوگ غلام بچپن بھی کہتے تھے۔

یہ عالم مقبر فاضل حیدر تھے۔ ابتدائی کتابیں مولوی محمد حسین دہلوی۔ مولانا عبدالحی دہلوی سے اور تفسیر کتاب مفتی الہی بخش کاندہلوی سے پڑھیں مفتی صاحب کو انکے والد نے انکی تعلیم کی غرض سے نوکر رکھا تھا، سولہ سال کی عمر میں انھوں نے کل کتب درسیہ سے فراغت حاصل کی بعد تکمیل عمدہ منصفی پر مامور ہوئے۔ پھر صدر امین ہوئے۔ انکا علم بہت حائل اور حافظہ بہت قوی تھا۔ درس بھی نیتے تھے نواب ممدی علیخان محسن الملک میں اٹا وہ انکے شاگرد تھے۔ نیشن کے بعد بہت دنوں تک اٹا دہلی میں رہے۔ وہاں سے کانپور میں آکر قیام کیا۔ وہاں بھی مشغلہ علمی کے سوا کوئی اور مشغلہ نہ تھا۔ کتب خانہ بھی بہت اچھا جمع کیا تھا۔ کانپور سے پھر وطن گئے۔ مدت ملازمت رائے عرصہ تک نیشن پاتے رہے۔ انھوں نے بتاریخ ۸ ماہ شعبان ۱۳۱۵ھ بمبر ۱۰ سال بعارضہ اسہال کبدہ نقل کیا اور موافق اپنی وصیت کے حجرہ حضرت حاجی امین الدین قدس سرہ کے متصل دفن ہوئے۔

## محمود علی خان

وقار الدولہ والا جاہ قاضی محمد محمود علی خان بہادر۔ آبن قشام الدولہ ممتاز الملک عالی جاہ قاضی حافظ علی خان بہادر عباسی۔

انھوں نے علوم مردہ وطن ہی میں مولوی عبدالباسط رسول آبادی سے حاصل کئے۔ اور برہمن منصب قضا کی قائم مقامی کرتے رہے۔ پھر دربار لکھنؤ سے طلبی ہوئی۔ وہاں حاضرہ کر آئین دربار سے

واقف ہوئے۔ اور وقتاً فوقتاً خلعت فاخرہ سے سرفراز ہوتے رہے۔ پھر میواڑہ کی چکلمہ داری کا حکم ہوا۔ کبھی کبھی بوجہ نظم کی گونڈہ و بانگرمو و بہرائچ میں متعین ہوئے۔ اور پھر بکار خاص سفارت بہمراہی نواب گورنر جنرل بہادر تقرر ہوا رہا۔

قاضی وحی علیخان منقور اپنے روز نامہ چھپہ میں لکھتے ہیں کہ:-

”چون جہاں سبب علالت طبیعت از خلد مکان یعنی غازی الدین حیدر بادشاہ اودھ عذر ہمراہی و ہمانداری گورنر جنرل بہادر نمودند معتقد دولہ بہادری خواستند کہ کسے نہ بتجویز خود مامور سازند۔ بادشاہ قبول نہ کردہ فرمودند۔ اگر ایشان خود غریباری دارند آذر خلافت خود کہ ہوشیار اند۔ پیرا آن را ہمراہی نمایند کہ آخر کے ہوشیار خواہند شد۔ لاجرم جناب جہاں سبب تاخیر آباد ہمراہ رفتہ باجناب عم اکرم قاضی و اعظم علی خان واپس آئند۔ و جناب والد ماجد را ہمراہ کر دند۔ ہر گاہ گورنر جنرل بہادر در شاہجہان آباد (دہلی) رسیدند۔ نواب حسین فرماؤں لے ٹونک نیز ملاقات نہ نہ مولوی خلیل الدین بہادر بطور سفیر و جناب والد ماجد را بہ تمام سامان ضیافت از طرف خلد مکان دیدہ بہ فکر اذقاند کہ ہم کسے را مامور سازم۔ تا حاضر باش کلکتہ بحضور و سرٹے بہادر باشد۔ چنانچہ کمال خوش دغبت این عہدہ را انور جناب لدا ماجد کر دند۔ ایشان سبب ملازمت سرکار اودھ لگاؤ نہ نہ عہدہ سفارت ٹونک بنام عم اکرم قاضی محمد و اعظم علی خان فرستادند۔ چنانچہ جناب ممدوح بہ کلکتہ بعد چندے علیل شدہ انتقال نمودند۔“

انہوں نے جملہ دیہات پر گنہ کا کوری کی تعلقداری حاصل کی۔ جس کی مالگنداری چوراسی ہزار تھی۔ دہ بار اودھ سے بعدہ سفیر و دم بندہ سمور و پیہ ماہوار پر مقرر ہوئے نیز بعد امجد علی شاہ بادشاہ برسم سفارت پیشگاہ گورنر جنرل الہ آباد گئے۔ اور وہاں سے کامیاب واپس آئے۔ جسکا ذکر مصنف قیصر التواریخ نے بھی کیا ہے۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ

”دربار میں ہر کلمہ کی وجہ لٹا ہوا در زید ٹیٹ اور تمام شاہنشاہے اور دیوان اعظم اور مولوی خلیل الدین خان اور آپ کرسی نشین ہوتے۔ اور ب عہدہ دار غالب جنگ وغیرہ اساتذہ تھے



شاہی دربار میں بار باری کے لئے کسی کو سواری پر جانے کی اجازت نہ تھی۔ خواہ کسی حال میں کیوں نہ ہو۔ ان کے واسطے بحالت ضعف و علالت تائب بارگاہ ہوادار پر آنے کی اجازت تھی۔  
 بیت انکو حضرت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ سے تھی۔ یہ اوراد اور وظائف کے بہت پابند اور شب بیدار تھے۔ بتاریخ ۷۰۰ ماہ شوال المکرم ۱۲۶۶ھ انتقال کیا۔ اور قبرستان قدیم قاضی گدھی کا کوری میں متصل بارہ درہی جانب جنوب و شرق دفن ہوئے۔ قبر کے گرد خلیفہ خشتی بنا ہوا ہے۔

## محی الدین خان

مولوی محی الدین تخلص تہذوق۔ ابن مفتی حکیم الدین خان۔ آبن قاضی القضاۃ مولوی نجم الدین علی خان بہادر۔ انھوں نے تعلیم و تربیت اپنے والد ماجد و دیگر علمائے حاصل کی۔ فارسی اور اردو کے بہت بڑے ماہر اور مشہور شاعر تھے۔ نظم اور شراور دیگر اصناف سخن میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔ عربی میں بھی طبع آزمائی کرتے۔ ان کے دو مکمل دیوان فارسی و اردو میں موجود ہیں جن میں شرکاء مجموعہ اور مختلف نظمیں بھی ایک کثیر تعداد میں موجود ہیں۔ چند رسالہ مختلف مباحث پر مثل۔ توفیق المقاصد۔ اسرار المعرفت۔ مقالید العروض اور اکثر تاریخی نظمیں اور تقاریض وغیرہ طبع بھی ہو چکے ہیں۔ نظم کلام کا زائد حصہ غیر مطبوع ہے۔ تاریخ گوئی میں بے نظیر وقت تھے۔ کہتے تھے کہ مجھ میں اب اتنی قدرت پیدا ہو گئی ہے کہ میں چھ گھنٹہ مسلسل تاریخ میں گفتگو کر سکتا ہوں۔ یعنی جو لفظ یا جملہ زبان سے نکالوں اُس میں تاریخ ہو۔ کاکوری کے بہت سے لوگ ان کے شاگرد تھے جن میں سے اب بھی کچھ لوگ موجود ہیں۔ حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر قدس سرہ کے مخلص مرید تھے۔ اور ششی غلام مینا سناحر کاکوری کے شاگرد و زید۔

نواب علی حسن خان سلیم تذکرہ صحیح گلشن میں لکھتے ہیں کہ۔

”ذوق۔ مولوی محمد محی الدین خان ثمرۃ الفواد مولوی محمد حکیم الدین خان بہادر خلف الصدق قاضی

القضاۃ نجم الدین علی خان کاکوری۔ مولود مسکن است۔ دیوان شعر بہ سخن بل دیوان ہر علم و فن بذات

مبتغی صفاتش فزون - امروز در قصبه کا کوری به میدان نظم و شعر فارسی کوس لمن الملکی می زند  
 دهر کی از موزن لعل آن دیار به تلمذ می تند - و سے مشق نظم فارسی از فتنی محمد مهدی  
 جهان آبادی نموده - و در اردو از میرزا خان لکهنوی فیضها بروده

اسکے اشعار اردو فارسی بغرض تفریح طبع ناظرین و سچ ذیل ہیں

بہر خاک کے کہ خون گریں بہا کے شیو پیدا	کشایم سینہ ہر جلالہ زائے شیو پیدا
زین سنک ہر دم حسرت مرعوبہ یوان را	بخود چید از خاکم غباکے شیو پیدا
مردم ہم ندانستیم ہرگز قدر آسایش	کز آغوش کد شوق کناکے شیو پیدا
من آن فسرہ ام گر نخل گل دید خاک من	گل نپرودہ از ہر شاخا کے شیو پیدا
پے نظاہات ہر شب سرام تو گردون را	زہر سیارہ چشم انتظار کے شیو پیدا
ندانم زد کد امی شمع رو آتش بجان من	کہ ذوق از ہرین امی شمع کے شیو پیدا
میکشد دل بسوے یار مرا	جذب او کرد بے قرار مرا
نہ نهم خون خود بہ گردن یار	ہان مگر گشت انتظار مرا
چہ کنم خواہش چمن کز داغ	بس بود سینہ لالہ زار مرا
بر لب بام بصد جلوہ مستانہ بیا	خلق را مایل خود کن بہت فرزانہ بیا
داری سے دل ہو عشق چو پاشع رخان	اول این کار بیا نمونہ پر و انہ بیا
دیدن نور خدا گر تو متنا داری	زادہ ابا من مخور بہ محبتانہ بیا
مارا ہولے سیر گل ولالہ کے بود	دارد ہمار طرفہ دل داغ دارا
گشتم شہید دست خا بہتہ کسے	باید فشانہ برگ خا بر مزارا
بین بدگمانیش کہ پس از مرگ تیر ذوق	دامن کثان گذشت ز خاک مزارا
آب تفت چشیدم ہوس است	بازدہ خون طہیدم ہوس است
اے جنونم دگر مسدد فرما	کہ گریبان دریدم ہوس است

اے صبا صبر رہتے اذ تو      بے زلفش شید نم ہو س است  
 جز درد و غمت بے تو مرا ہم نفسے نیست      در عشق رسیدم بقائے کہ کے نیست  
 تو سینہ کشائی و من اذ دل کشم آہے      صبح طرب انیت و نسیم چین انیت  
 چون برق دلم بے تو شرارے شد و جرات      دود از جگر ابر بہارے شد و بر خاست  
 اے شمع چہ پرسی کہ چہ خد ذوق زبرسم      پروانہ صفت بر تو تائے شد و بر خاست  
 ساقیائے وہ کہ ایام بہاران جوش زد      باز سوئے ہو اے گساران جوش زد  
 نالہ امن بر فلک چھید و شور رعد شد      سیل اشک از چشم من بارید و باران جوش زد  
 آن لطافت کہ بر خسارہ جانان دیدم      نتوان گفت کہ در ماہ درخشان دیدم  
 موبو حال اذان روز پریشان گردید      کاکلے راجہ بہ رخسار پریشان دیدم  
 چشم بدور ز چشم تو کہ باشوخی و ناز      چشمہ دیدم و لیکن نہ بدینسان دیدم  
 اپنے دل میکشد از زلف لیل آزار میرس      اترم تیرہ بہ بین حال شب تار میرس  
 اذ بحر نالہ و فریاد چہ داند نفس      داستان چین از مرغ گرفتار میرس  
 قصہ منتظران دیدہ خستہ داند      حالت چشم من اذ وزن لیا میرس  
 گل کرد در ایام بہاران ہوس      ہم قافلہ باد صبا شد نفس ما  
 در شوق چین بسکہ رگ موج چشم است      گلدستہ توان بست بہار نفس ما  
 یارب کشم امروزہ کجا رخت ز گلشن      در دیدہ صیاد خلد خار و خس ما  
 خود می خورم امروز غم خویش بعالم      آن کیفیت غم ما خوردے ذوق پس ما  
 محسن بر غزل سعدی علیہ الرحمۃ  
 ہنگام حسرت بود دلم محققانے      رفتم کہ بہ گلگشت کنم شاد زمانے  
 پس آمدہ ناگاہ مرا آفت جانے      ربود دلم در چنے سرور دانے  
 زرین کمر سحر کلے میے میانے

آگہ نشدم بود پے دل بکینے      کافر صنیے قنہ گرے دشمنینے  
نازک کمرے سرو قدے شوخ حسینے      خورشید و شے ماہ یخ زمهر حسینے  
یا قوت بے رنگ دے تنگ نالے

بستہ پے تاراج دل غمزدہ عہدے      باتلخی دشنام درآمیختہ شدے  
از ناز چو بلقیس بر آراستہ ہمدے      عیسے نفس خسر رہے یوسف عہدے  
جم مرتبہ تاج درے شاہ نثلے

چشیش زبے ناز و حیا بادہ پرستے      از گردش پمانہ خود بخود دستے  
مستانہ ز صہبائے نگہ جام بدستے      جاوید گئے عشوہ گرے قنہ پرستے  
امیب دے پنج تنے آفت جانے

صد شعلہ بد لہما زدہ از تند تی خوشے      چشمے زرہ ناز نیفکندہ بسوے  
افروختہ رخ تیغ حایل بگلوسے      بیداد گرے کج گلے عربہ عیسے  
شکر شکنے تیر قدے سخت کمانے

معتوق ندیم بہ چین حسن و صفاتے      لیلے روشنیوسف شیرین حرکاتے  
در رخصت گفتار لبش تنگ نباتے      در چشم ال معجز آب حیاتے  
در باب سخن نادرہ عہد بیانے

تا شد زبرد ذوق جدا آن سہر خوبی      پامال الم گشت نہ تنہا تنہا کی  
مہر غرضش آوارہ غم گشت چہ پرسی      بے زلف و رخ و لب با آئینہ سوزی  
آہے و سرشکے و غبارے و درخانے

ایکہ سر آگنہ سوداے شست      دیدہ شوم قسم ہمہ جوایے شست  
دل ہمہ در زلف تو پابند غم      جان ہمہ محو رخ زیبائے شست  
کن گذر از عشوہ و باتا نشین      دیدہ و دل منزل و ماوائے شست

## اشعار در صنعت منقوطہ

بجینش بہین ز چین زہیہ      نقش چین زیب خنجر چینی بین  
 شنج بنشین شبے پیش تے      بنشین فیض شب نشینی بین  
 بزنی تیغ تیغ زن تے      تیزی تیغ چین حبسینی بین

## اشعار اردو

سینہ حاضر ہو عبت ہی پوچھنا ہر بار کا      کہہ دو آئے شوق سے گھر ہی خاک یار کا  
 جم گیا دل پر ازل سے نقش خطا یار کا      بھونٹنا شکل ہر اکینہ سے اس نگار کا  
 کون قایل ہو کر ہے پورا سوال اک وار کا      دامن امید بھروسے زخم دامن دار کا  
 شوق کی قوت ہے زندون کا کمر بچا کوڑا      شرط ہے پر محنت لٹے نہ دل میخوار کا  
 سوسجود کہنے ہیں کلمہ شہادت کا ادا      ہی ہمیں محراب طاعت ختمیے تلوار کا  
 ہی حیات جاودان ہر تھیرے وار کا      رشتہ جان ہی گرد و ڈالتیری تلوار کا  
 دیکھ لیا چھا بڑا پھر لیک پھر نیکانین      ہے دل عاشق یہ کچھ سودا نہیں بازار کا  
 شب کو اُس مہ نے چوڑے جو نہا کر گیسو      بنکے قطرے تارے شب اختر گیسو  
 آتشیں لب و دھواں دھار نہیں رنگ مٹی      جو نے دھونے کو کوئلے لب کو تر گیسو  
 مشورہ دیکھ کوہن دیکھ کس سے بہم      کان سے اُسکے لگے رہتے ہیں اکثر گیسو  
 دیکھتے ہی اُسے عاشق کے حواس اُتے نہیں      طائر ہوش کے بجاتے ہیں شہر گیسو  
 مانج صحت نظارہ ہیں یہ سکل قریب      اُسکے عارض سے سرکتے نہیں گیسو  
 مجھ نفس سوختہ سے بل کی عبت لیتی ہیں      ہونگے کب دو دگر سے میری سر گیسو  
 مردم شرم کی صحبت میں ہے بادہ پرست      ہونگے ساتھ یہ ستون کے اتر گیسو  
 اُنکے چھیند ہیں نہ پڑا لے لے طفل رشک      ساتھ اپنے نہ کریں تجھ کو بھی اتر گیسو  
 گروہ نبل سے فروں ہو تو یہ بیاں کسوا      خوشنما گیسو سے خطا سے ہی ہتر گیسو

ہین بھین قوس قزح ہا لہ متا سب خط  
 طالب حشرہ حیوان کہ ہر کیا حاجت خضر  
 طعن سے ان ناصحون کے سینہ دل چھین گئے  
 کیا بگلا دست وخت کا وہی اک قیس تھا  
 کون ساتھی ہے کسی کا وقت پر جز بیکسی  
 کی بہت کچھ تاک بھاٹکیا نہ سایہ بھی نظر  
 امتحان سا امتحان ہو عاشقون کا لے خدنگ  
 ہفت گردون کو سنبھالے ہو سہارا آہ کا  
 ابر تو کیا ہے کہ اپنی چشم تر کے سامنے  
 پہنے پھاڑا مرتے پر وحشت میں امان کفن  
 کس طرح مانوں کہ الفت کا برا انجام ہے  
 لکھ چکے خوبن کو دل اقرار سے کیونکہ پھرین  
 جاے بیل کس گلی تو نے تو صیاد بہار  
 لاکھ دھو پر نہیں چھوٹے گا دہبہ خون کا  
 وہ ہے سب خواب نالان خلق زیر بام ہی  
 کیا عجب تن سے نکلیاے پھر رک کر مرغ روح  
 آئے ہین پیکان پہ پیکان کیوں جس کیلئے  
 گوئے گوئے گال پر ہے آمد خط سے ہمار  
 کون ساتی و در تین سے رہا محروم جام  
 پھیر لین ساتی نے آنکھیں مجھ تک پہنچا جو دور  
 اے حسینون چند بوسوں کو غرض جانا ہفت

چاند پر ابر کے ٹکڑے ہین کنج پر گیسو  
 مانگ نیلھی رو ظلمات ہی رہبر گیسو  
 کیسے ہم تیر کلامت کا نشانہ بن گئے  
 غم میں اپنی خاک اڑا کر کتنے مجنون بن گئے  
 ہے یہی کیا کم احباتا سر مدفن گئے  
 بارہا مہر و مہ اس کے تا سر روزن گئے  
 اس قدر چھانا محبت میں کہ سینے چھین گئے  
 ورنہ بے چوب تنوں کیونکہ یہ خیمے تن گئے  
 کتنے بھادون کٹ گئے کتنے یہاں ساون گئے  
 تانہ یہ کتنے کو رہ جائے کہ تر دامن گئے  
 توبہ توبہ قول ناصح وحی یا الہام ہے  
 سینہ پر یہ داغ اپنا ناصحا شام ہے  
 صحن گشن میں رگ گل کا کچھ یا دام ہے  
 قتل کرنا عاشق بیدل کا طشت از بام ہے  
 نیزہ بالا آفتاب حشرہ ہی کمر ہے  
 تارا نفاس ستہ سے نیا یہ دام ہے  
 جاے دل پہلو میں لے بتا خد اکام ہے  
 جلوہ کہ صبح بنارس اوراد و دھ کی شام ہے  
 کاسہ واژون پہ اپنا بخت نافر جا ہے  
 گردش ساغر نہیں یہ گردش ایام ہے  
 ایک دو بولوا بھی دل بر سر نیلام ہے

نرگسی آنکھوں کو دی دنیا نے دہنی ہوا یہ گل بادام وہ شاخ گل بادام ہے  
 پست ہمت ہیں عروج بخت پر خیکو ہر ناز ذرہ آسایہ نمائش آفتاب بام ہے  
 انھوں نے بتایا ۲۳ ماہ جمادی الآخر ۱۳۳۳ھ بمبر ۸۲ سال انتقال کیا۔ اور خلیفہ متصل چاند  
 محل کا کوری مین دفن ہوئے۔ انھوں نے خود اپنے انتقال کی تاریخ لکھی جو درج ذیل ہے  
 درین سال ہجری یقین داشتم کہ مرگم نصیب است پنداشتم  
 ز ہاتف سن فوت خود خواستم بگفتا بگو ذوق برخاستم  
 ۱۳۰۳ھ

### مسعود احمد

مولوی حکیم حافظ مسعود احمد۔ ابن فشی محمد احمد۔ ابن فشی محمد شمس۔ ابن شیخ غلام محمد حاجی دیوی  
 الاصل کا کوری الموطن۔ ولادت انکی بتایا ۲۳ ماہ شوال المکرم روز پنجشنبہ ۱۲۵۵ھ بمقام بانس بریلی  
 ہوئی۔ یہ علوم متعارفہ میں اچھی دستگاہ رکھتے تھے۔ جناب مولانا حامد علی خلیفہ صغر حضرت مولانا شاہ  
 تقی علی قلندر قدس سرہ سے ملند تھا۔

یہ بہت قابل دلائق و درویش صفت۔ اہل دل شخص تھے۔ تصوف کا مذاق بھی تھا۔ بہت  
 متراض اور باخدا شخص تھے۔

انھوں نے فن طب حکیم محمد علی عارف حکیم تبار مرحوم لکھنوی سے حاصل کیا تھا۔ اس فن میں خاص  
 مہارت تھی۔ اعلیٰ درجہ کے نباض۔ اور صاحب اشراق تھے۔ ایسی اشراقی کیفیت۔ اور کسی طبیب میں  
 دیکھنے میں نہیں آئی۔ نباضی کے متعلق خود بیان کرتے تھے کہ:-

”ایک مرتبہ میں لاہور پور پرنس (ضلع سیتاپور) میں فرض فاتحہ خوانی حضرت شاہ جاقانہ قدس سرہ  
 کے مزار پر حاضر ہوا۔ جب وہاں سے واپس ہوا تو استاد میں ایک فقیر مجھے ملے۔ انھوں نے  
 مجھ سے پوچھا کہ آپ حکیم ہیں۔ میں نے جواب دیا کہ حکیم جب کو کہنا چاہئے۔ وہ تو قابلیت میں نہیں  
 ہے مگر علم حکمت میں نے ضرور پڑھا ہے۔ وہ بزرگ دہن میں پڑھ گئے۔ اور فرمایا کہ اچھا

میری نبض دیکھو میں نے اُنکی نبض دیکھی۔ اور جو کچھ میری سمجھ میں آیا۔ میں نے اُن سے عرض کیا۔  
 اُنھوں نے فرمایا کہ تم نے نبض تو ٹھیک دیکھی۔ مگر بعض بعض باتیں تم نے نہیں بتلائی ہیں۔ میں نے  
 اُن سے عرض کیا کہ یہ باتیں مجھے نبض سے معلوم کرنے کا طریقہ نہیں معلوم ہے۔ اُنھوں نے فرمایا  
 کہ حکماء کو ان نبض بذریعہ اشراق کے دیکھتے تھے۔ آپ بھی جب اس طرح دیکھنے کا تو حال معلوم  
 ہو جائیگا۔ میں نے عرض کیا کہ مجھی اس کا طریقہ نہیں معلوم ہے۔ پھر اُنھوں نے مجھے اُس کا طریقہ  
 تعلیم کیا۔ اسکے بعد سے جب میں نے نبض دیکھا شروع کی۔ تو سالہا حال مجھے مرہض کا فیوض کے  
 بیان کے منکشف ہونے لگا۔

یہ پہلے اناؤ میں مطب کرتے تھے۔ آخر عمر میں کاکوری چلے آئے۔ اور یہیں مطب کرنا شروع  
 کیا۔ محرم سطور کے حال پر بہت شفقت فرماتے تھے۔

بیعت انکو سلسلہ عالمیہ قادریہ میں حضرت حاجی وارث علی شاہ صاحب اکن دیوہ ضلع بارہ بنکی  
 سے تھی۔ اور اُنکے فیض یافتہ اور محبوب ترین مریدین سے تھے۔

اُنھوں نے بعارضۃ ہضنتہ تقریباً ۵۳ سال تباہی ۱۳ ماہ و قیعدہ ۳۵ھ انتقال کیا۔  
 منقول ہے کہ جس جگہ اُنھوں نے وفات پائی تھی۔ وہاں ایک خاص نورانیت تھی۔ اور جتیک  
 انکا جنازہ رکھا ہا غیر معمولی نورانیت وہاں معلوم ہوتی رہی۔ یہ اپنے والدین کی قبر سے متصل  
 تکبیر بنیوا شاہ متصل اسپتال کاکوری میں دفن ہوئے۔ قطعہ تاریخ وفات از قشیش ازضا علی  
 شمس مرعوم کاکوری سے

طیب نامی نباض کامل با خدا صوفی، زکرت شد بو حدت در حریم اقدس اعظمی  
 شمس چون فکر سال حلتش کردم ندا آمد طیب با خدا مصعوا جمل ختی بادا  
 ۱۳۳۵ھ

## مسیح الدین خان

موتوئی حاجی مسیح الدین خان بہادر میرنشی گورنر جنرل بہادر ہند و سفیر شاہ اور مقام



لندن۔ آبن مولوی علیہم الدین خان۔ آبن قاضی القضاۃ مولوی نجم الدین علی خان بہادر اشرف جنگ  
متخلص بہ اقب۔

یہ تباریخ ۱۲۱۹ھ میں پیدا ہوئے۔ انکے عم محترم متاوا العلماء قاضی سعید الدین  
خان بہادر نے انکی تاریخ ولادت یہ لکھی ہے

چو آن نیک طالع بہ عرش جود      شدہ جلوہ آراے چون شرہ بخت  
تاریخ میلاد او از سعید      بدیہا خرد گفت۔ بیدار بخت

انھوں نے مختصرات و متوسطات کتب درسیہ فارسی انخوند شیخ قیام الدین موہانی سے  
پڑھیں بعد اُسکے عربی کی ابتدائی کتابیں حضرت مولانا حاجی امین الدین نے۔ و مولوی حکیم  
صنبحش سنائی تلید رشید قاضی القضاۃ مغفور سے پڑھیں۔ پھر اپنے والد ماجد کے ساتھ آگرہ  
گئے۔ وہاں اُن سے اور مولوی سید امیر علی سے جو اُنکے شاگرد تھے پڑھتے رہے۔ پھر وطن آکر  
مولوی فضل اللہ نیوتوی۔ و مولانا محمد مستعان کا گوردی سے اور لکھنؤ جاکر مولانا ظہور اللہ۔ و مولوی  
حفیظ اللہ فرنگی محلی۔ و مولانا قدرت علی نمبر ملا بحر العلوم فرنگی محلی سے پڑھا۔ اور تکمیل مرزا حسن علی  
محدث لکھنوی سے کی۔ اور فن طب مولوی حکیم حسن بخش سنائی سے حاصل کیا۔ بہت بڑے فاضل  
مستقل و متفقی و ادیب تھے۔ ریاضی ذاتی تو خاندانی تھے۔ تمام علوم و فنون میں بے مثل قابلیت  
رکھتے تھے۔ تحریر بہت اچھی ہوتی تھی۔ عربی و فارسی قلم برداشتہ لکھتے تھے کبھی مسودہ نہیں کرتے تھے۔  
بہت انکو حضرت شاہ میر محمد قلندر برادر خرد حضرت شاہ محمد کاظم قلندر سے تھی۔ صحیح اخلاق حمیدہ  
و متصف بہ اوصاف حسنہ تھے۔ بہت ہی خلیق ذکی و فہیم تھے۔

دنیاوی غروج ثروت و فراغت و وجاہت میں بہت ممتاز ہوئے۔ جب لازمت کیلئے  
وطن سے نکلے۔ تو اولاً آگرہ میں قیام کیا۔ اور بعد ضرورت انگریزی پڑھی۔ وہاں پہلے کچھ دنوں  
منصفی کی قائم مقامی کی منتقل ہوئے پھر وہ عہدہ اپنے بھائی مولوی بشیر الدین کو سپرد کر کے خود  
میشری محلہ گوری کے لئے منتخب ہوئے۔ اُس زمانہ میں لارڈ آکلینڈ گورنر جنرل تھے۔ وہ بوجہ

انکی حسن کارگذاری و نیز اعزاز خاندانی بہت مہربان تھے جس کے عین انھوں نے انکو بخانا حسن خدمت پانچ بارچہ کا خلعت کا چوبی مدہ مرصع سرترنج و مالکے مر وارید و خطاب خانی و بہادری مہر سند عطا کیا۔ اس کے ایک سال کے بعد یہ ترقی کر کے میسرشی گورنر جنرل بہادر ہو گئے تمام ہندوستان اور سب ریاستوں کا انتظام انھیں سے متعلق ہو گیا۔ اس اعزاز اور مرتبہ کا کیا کہنا۔ فرامین و غیرہ میں یہ نہر کسلسی لکھے جاتے۔ خط و کتابت اور تمام معاہدات جو مابین ریاست اسے ہندوستانی دسرکار انگریزی ہوتے تھے۔ وہ انھیں کے ذریعہ سے ہوتے۔ اور جملہ امور میں یہ ہی مشیر اور راز دار رہتے۔ اس عہدہ کا کام نہایت قابلیت سے انجام دیا۔ بعد تبیلی نواب گورنر جنرل بہادر یہ بھی مستعفی ہو گئے۔

پھر تجارت کا شوق پیدا ہوا۔ تھوڑے دنوں تجارت بھی کی۔ بعد اسکے بوجہ قابلیت و لیاقت اولاً حیدر آباد سے پھر مرشد آباد سے طلبی ہوئی۔ انھوں نے بوجہ قرب مرشد آباد کو ترجیح دی۔ وہاں اولاً عہدہ دیوانی پر تقرر ہوا۔ کاروبار ریاست جو نہایت اتر حالت میں تھے۔ انکی خوب درستی کی۔ اس کارگذاری سے حکام نے دار و لگی دیوانجات نظامت و عرض کی برتری دی۔ چند سال تک ان دونوں عہدوں پر مامور رہے۔ پھر وہاں سے علیحدہ ہو کر خانہ نشین ہو گئے۔ دو سال کے بعد ب۔ انتراع ریاست اور مدہ کا معاملہ پیش ہوا۔ ان معاملات میں چونکہ انکی واقفیت و معلومات مسلمہ تھیں لہذا یہی مشورہ کے لئے طلب ہو کر ضروری کاموں کے سلسلہ میں کلمتہ بھیجے گئے۔ اور یہ سبے پایا کہ باٹماہ کی طرف سے بہ نیابت مفتی خلیل الدین خان بہادر سفیر شاہ اودھ حسب تجویز اُن کے مقرر کر کے لندن بھیجے جائیں۔ اور مہینی بہادر کے حکم کا مرفعہ دربارہ انتراع سلطنت اودھ ملکہ منظمہ کوئن و کٹوریہ کے دربار میں پیش کرن چنانچہ بہرہی ملکہ کشور۔ و مرزا جواد علی سکندر شہت۔ و مرزا حامد علی و لیعہد بہادر یعنی واجد علی شاہ کی مان اور بھائی اور بیٹے کے لندن روانہ ہوئے۔ وہاں پہونچنے پر اس ملک کے مناسب حال شایستہ مدہ سب کے۔ جسکی کامیابی کے متعلق تمام نامی اخبارات لندن متفق تھے۔ دفعتاً ہندوستان کے ہولناک غدر نے سب منصوبے درہم برہم کر دیئے۔ واجد علی شاہ نے خلاف عہود و موافق جہان سے کئے تھے جب انعام شیران جاہل بارہ لاکھ سالانہ قبول کر کے سلطنت کو خیر باد کہا۔

اودہ ریوے مار انکو سفارت سے بھی علیحدہ کر دیا۔ قبل اس منہ کا مہ کے وہاں انھوں نے بہترین تدابیر اور  
 برجوش تحریرات سے سب کو اپنا بہرہ بنالیا تھا۔ پارلیمنٹ کے تمام اعلیٰ امبر اور ادب اب اقتدار  
 انکے طرفدار ہو گئے تھے۔ انھوں نے لندن میں بہت شہرت اور عزت حاصل کی تھی۔ ملکہ معظمہ کے  
 دربار میں نہایت عزت کے ساتھ باربانی میسر ہوئی۔ دعوت شہینہ پر بھی مدعو ہوئے۔ وزراء و اہل سلطنت  
 علیٰ انھوں دوزیر غلام کی صحبتوں اور دعوتوں میں شرکت ہوتی رہی۔ مراسلت جو دفتر اور صاحب  
 وزیر ہند سے انکے نام ہوتی۔ تو انکے نام کے ساتھ ہر کلمہ لکھا جاتا۔ علیحدگی سفارت کے بعد  
 بھی کئی سال لندن میں رہنے کا اتفاق ہوا۔ وہاں انھوں نے چند انگریزوں سے بدلیہ پروڈنٹ  
 قرض لیا تھا۔ بعد ازاں اسے قرضہ منہوز کا غلات نہیں واپس ہوئے تھے۔ کہ اہل دین نے اسکو  
 دوسرے کے ہاتھ فروخت کر ڈالا۔ خریدار نے سود کی رقم بڑھا کر انپر دعوے دائر کر دیا۔ جسکی پیروی  
 میں کئی سال صرف ہوئے۔

یہ بعد فراغت لندن سے مراجعت کر کے چند دنوں مصر و اسکندریہ میں سلطان و خدیو مصر کے  
 مہمان ہوئے۔ وہاں سے حرمین شریفین آکر دو سال رہے دو حج کئے۔ دوسرے سال حج اکبر  
 سے مشرف ہوئے۔ وہاں مولانا محمد بیقیب نواز نے حضرت شاہ عبدالغفری محدث دہلوی کے مکان پر  
 فرکش ہوئے اور شیوخ حرمین سے سند حدیث حاصل کر کے وطن واپس آئے۔ اور تصنیف و تالیف  
 و حفظ کلام اللہ میں مصروف رہے۔ کتب خانہ بہت اچھا جمع کیا تھا۔ جو انکے صاحبزادے مولوی  
 فرید الدین خان کی حیات تک رہا۔ بعد اُسکے تلف ہو گیا۔ زمانہ قیام وطن میں ریاست ٹونک  
 میں علی عہدہ پر مقرر ہوئے۔ پھر وہاں سے لاہور گئے۔ اور نواب کلب علی خان کی رفاقت میں  
 تھوڑے عرصہ تک رہے۔

تصانیف انکے حسب ذیل ہیں (۱) مفتاح الرشاد و لکھنؤ المعاش و المعاد فارسی مطبوع (۲)  
 جدول طلوع و غروب (۳) تاریخ انگلستان مشہور یہ سفر نامہ لن بن اردو مطبوع نہایت متین تاریخ ہے۔  
 (۴) شرح خطبہ تشنقیہ حضرت جناب امیر کرم اللہ وجہہ عربی مطبوع (۵) تاریخ اختلفا اردو مطبوع۔

(۶) تاریخ ہندوستان دو غیر مطبوعہ (۷) شرح مکتوب حضرت ابی بکر صدیق بنام حضرت علی غیر مطبوعہ (۸) شرح الشرح رسالہ نشر الکالی غیر مطبوعہ (۹) ضوابط ستہ غیر مطبوعہ۔ زبان فارسی کے اصول کے بیان میں۔ انھوں نے مقام کاکوری بہار ضلع سندھ قاتبا تاریخ ۱۲۶۹ھ بمقام ۸۸ سال انتقال کیا۔ اور ضلع خاندانی متصل چاند محل کاکوری میں دفن ہوئے قطعہ تاریخ انتقال از مولوی محی الدین خان ذوق کاکوری۔ در صورتی و مضموی سے

سال و ماہ فوت مولانا شیخ الدین خان روز و تاریخ کہ رفت جانب خلد برین  
مین عیان زمین مصر و بگزار سے شتباہ یوم الار بارع و بد از ماہ محرم منفقین

## مشاق علی

حکیم مشتاق علی ابن شیخ عاشق علی ابن شیخ محبوب عالم چکدار اٹاواہ ابن شیخ محمد تھا۔ ابن مولوی محب الرحمن علوی مخدوم زادہ۔ ولادت انکی تاریخ ۱۲۴۴ھ جمادی الاولیٰ روز پختہ پور ضلع ہونہ ہوتی۔ ابتدا عربی و فارسی کی تعلیم یہیں حاصل کی۔ اسی زمانہ میں مولوی حسین احمد رحمت طبع آبادی علم طب کی ابتدائی کتابیں بھی پڑھیں۔ بعد اسکے قصبہ گلا وٹھی ضلع میرٹھ میں جہاں اسکے والد تھانہ تھے۔ حکیم محبوب علی سے طب اکبر پڑھی۔ اور حاذق الزمان حکیم عبدالقادر خان دہلوی سے تمام طب طبیہ متداولہ پڑھ کر سند مصری حاصل کی۔ بعدہ ریاست آوا ضلع ایٹہ میں بزمہ طبیبان نوکر ہوئے۔ پھر ریاست بھوپال میں کچھ دنوں ملازمت کی۔ پھر وہاں سے آکر میونسپلٹی میں پوری میں عہدہ طبیبیونانی آخر عمر تک ملازم رہے۔ علم طب کے بہت بڑے ماہر اور افلاطون وقت تھے۔

ایک مرتبہ ریاست آوا کی رانی نے غلطی سے میرے کی کئی کھالی تھی۔ انھوں نے بڑے معرکہ کا علاج کیا۔ اور وہ اچھی ہو گئی۔ جہاں جہاں یہ رہے بہت نیکنام اور مدد و رح رہے۔ علاوہ اسکے بہت بڑے خوش اوقات متقی تہجد گزار تھے۔ ظاہر میں اشغال دنیاوی و فکر معاش میں مشغول رہتے۔ مگر دل ہمیشہ یاد خدا میں مشغول رہتا۔ حضرت شاہ تراب علی قلندر کے مخلص مرید تھے۔

انکے تصنیفات سے علم طب کی دو کتابیں ہیں (۱) تفریح الاطباء بطبع (۲) مفتح المشتاقین غیر مطبوع انھوں نے ایک گھڑی رات کا وقت دریافت کرنے کی عجیب و غریب سنائی تھی کہ وہ اگر قطب کی طرف رکھ کر دیکھی جائے تو معلوم ہو جائے کہ اس قدر رات باقی ہے۔ انھوں نے بتا دیا ۲۶ ماہ بیع الاولیٰ سلمہ انتقال کیا۔ اور عید گاہ میں پوری مین دفن ہوئے۔  
 قطعہ تاریخ وفات از مولوی محمد بن منظور مخلص برحق کا کو روی سے

مشتاق علی طبیب حاذق	شبلی روشن ملک خیابے
بگذشت ازین جهان و بگذشت	بر خلق طلال و اضطرابے
چون با رخ اگر مش حسن بود	رنگ الفت بہ آب و تابے
جایان بہ پہلوئے بلور	شد جمع جاب با جابے
باتف سمر قدش رقم کرد	مہتاب قرین آفتابے

انکے بڑے بیٹے حکیم حبیب علی منظور تھے جنھوں نے فن طب کی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔ مین پوری مین مطب کرتے تھے۔ وکیل بھی تھے۔ وہ ان بہت مشہور اور نیک نام ہے۔  
 منجھلے بیٹے حکیم طالب علی مرحوم بھی بہت اچھے طبیب تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انکے پانچویں ایسی شفا عطا فرمائی تھی کہ مرض انکے ہاتھ سے بیشتر شفا پاتے تھے۔  
 چھوٹے بیٹے مولوی حکیم حبیب علی مرحوم تھے۔ جن کا حال حرف حارین مذکور ہو چکا۔

## مشرف علی

فشی مشرف علی مخلص بہ منظر آبن شہری ریاست علی آبن قاضی اوصاف علی حسان  
 آبن رضا علی خان انکی ولادت ماہ جمادی الآخر ۱۲۸۵ھ مین ہوئی۔ یہ نہایت ذہین و طبع لطیف گو  
 و نبلہ سنج تھے۔ شاعر بھی بہت اچھے تھے۔ کبھی کبھی کلام فارسی وارد و بجا لکھا مین نظم کرتے تیلڈ لکھو  
 فشی ظہور الدین احمد طور لمیند شیخ عبد الرؤف شیعہ و لکھنوی سے تھرا۔ فارسی اشعار انکے نرطسکے

چند اردو اشعار انکی بیاض میں مل گئے جو غرض تفریح طبع ناظرین درج ذیل ہیں۔

کلام سنیکے کرو گر عتاب کے بدلے	ثواب ہو مجھے حاصل عذاب کے بدلے
لو کفن پہ چھڑکنا شہاب کے بدلے	میں عاشق لب لعلین ہوں بعد مرگے یار
بلا سے گیسو ہی چھوڑ دقتا کے بدلے	نظر لگے نہ کہیں رخ کو بی ججانی سے
ترینگے دیدہ عاشق حباب کے بدلے	کرے تو یار کا دریائے حسن طیفانی
گزرک بنے دل عاشق کباب کے بدلے	کرین جو بادہ کشتی وہ تو یہ تمنا ہے
تو ہم بھی آج سے دلوں فلا نہیں کرتے	بجھا کے بدلے اگر تم فغانیں کرتے
ہم اسلئے ترے غم کا گلہ نہیں کہتے	ہر سچ میرے ساز و دست بس یہاں نیکو است
وفا تو کیا ہے ذرا بھی جفا نہیں کہتے	انھیں نظر نہیں مطلق ہر حال مضطرب

یہ مدت العمر، قیام گونڈہ و کالنتا کرتے رہو اور بہت روپیہ سید کیا۔ اور خرچ کیا۔ تمام عزیز و اقارب سے حسبِ حیثیت سلوک و مدارات کرتے اور انکی درستی حال میں اپنے امکان بھر دینے لگے۔ گونڈہ کے تمام لوگ پناہ میں دسریست اور ہر ایک معاملہ میں لمبا واداسکتے تھے۔

انھوں نے بتاریخ ۲۲ ماہ جمادی الآخر روز شنبہ ۱۳۱۶ھ مطابق ۸ اکتوبر ۱۸۹۹ء بمقام سال بمقام کا کوہری انتقال کیا۔ اور اپنے خاندانی قبرستان واقع رسولی باغ میں دفن ہوئے۔  
قطعہ تاریخ وفات

کہ باد جنت ماواش مامن و مسکن	بلند رتبہ مشرف علی و کیل جلیل
بشام شنبہ کشیدہ رخ نقاب کفن	چو بہت و بہت ز اکتوبر آمد ہر ہر

۱۸۹۹ء

## منظر حسین

حافظ منظر حسین۔ ابن شیخ عماد الدین حسین۔ ابن شیخ عزیز الرحمن۔ ابن شیخ عبدالرحمن علی۔  
انکے والد شیخ عماد الدین حسین بہت صالح قابل درویش صفت خوش اوقات صاحب

اعمال و دعوات شخص تھے۔ خط نسخ اور تملیق بہت پاکیزہ تھا۔

یہ بھی بہت قابل اور لائق تھے۔ کشف المتواری سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے شباب میں کلام اللہ حفظ کیا تھا۔ نہایت باصلاحیت و لیاقت تھے۔ تلاش روزگار میں وطن سے نکلے۔ اور بہت مقبول عمدہ حاصل کیا۔ پھر رفتہ رفتہ راجہ رنجیت سنگھ والی لاہور کے رفیق ہو گئے۔ وہاں بہت دولت اور عزت پیدا کی۔ سات راس اسپ انکے تولید میں رہتے تھے۔

ایک روز رنجیت سنگھ کے ہمراہ ایک مہم پر گئے۔ قضاے الہی سے معہ ایک ملازم کے دریا کا ایک میں غرق ہو گئے۔ اور مرتبہ شہادت پر فائز ہوئے۔

انکا نکاح حضرت عارف باللہ شاہ محمد کاظم قلندر کی صاحبزادی سے ہوا تھا۔ تین بیٹے عظیم علی، معظم علی، وزیر علی ہوئے۔ انکے بیٹے شیخ وزیر علی اور پوتے فضل علی نے کتب درسیہ تمام و کمال حضرت شاہ تقی علی قلندر سے پڑھیں۔ حافظ مظہر حسین صاحب کو بیعت بھی حضرت شاہ محمد کاظم قلندر سے تھی۔

## مظہر علی

مولوی حافظ شاہ مظہر علی محدث دنوا سے حضرت شاہ محمد کاظم قلندر قدس سرہ، آبن شیخ غالب علی آبن شیخ غلام صفی، آبن شیخ محمد نواز، آبن حافظ خلیل الرحمن شہید علوی خندوم زادہ۔

یہ تقریباً ۱۲۰۰ء میں پیدا ہوئے۔ حافظ قرآن عالم و فاضل مقرر شافعی المذہب خوش اوقات درویش صفت متوکل اور خوشنویس تھے۔ انھوں نے علوم سمیعہ کی تکمیل مولوی عبدالحق آبن مولوی فضل اللہ نقوی سے کی۔ پھر دہلی جا کر حدیث کی سند مولانا محمد اسحاق مہاجر دنا سے حضرت شاہ عبد الغفری محدث دہلوی سے حاصل کی۔

بیعت و اجازت و خلافت انکو حضرت سید احمد مجاہد راس بریلوی سے تھی۔ اس قصبہ کے اکثر لوگ نیز اطراف کے انکے مرید بھی تھے۔ عبد اللہ شاہ جنکی قبر موضع بگیا ضلع لکنؤ میں ہوا انھیں کے

مُرد تھے اُس جوار سے کسی نہیں نے کچھ زمین منہ چند درخت انکی گذراوقات کے لئے نذر بھی کی تھی حکیم بخشش علی کا کوردی بھی انکے مخلص عقیدت مند تھے۔

ان کو اکثر زیارت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوتی تھی۔ چنانچہ انھوں نے بعض لوگوں سے کہا تھا کہ پیغمبر صاحب نے میرے دلہنے ہاتھ کو اپنا ہاتھ فرمایا ہے۔

انکے معمولات سے تھا کہ سوتے وقت ہمیشہ دعا سر بانی پڑھا کرتے تھے۔ ملا عبد الکریم قدس کی مسجد میں رہتے اور کلام اللہ تحریر کر کے ہدیہ کرتے۔ انکے ہاتھ کی لکھی ہوئی دلائل اخیرات میں نے بھی دیکھی ہے۔ بہت اچھا خطا ہے۔ شہنوی مولانا روم زائد مطالعہ میں رکھتے۔ اور یہ شعر بہت پڑھا کرتے۔

علم بنو غیب علم عاشقی      مابقی تلبیس المیس شقی

انھوں نے اپنے پوتے مولوی جعفر علی مرحوم سے انکے نکاح کے بعد کہا کہ میری رسلے میں تم مُرد بھی ہو جاؤ۔ پولیس میں نوکر ہو۔ مگر خدمت مشکل سے ملتی ہے۔ یہ کہہ کر حضرت مولانا شاہ حیدر علی قلندر کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ انکے مرید ہو جاؤ۔ اسکے بعد کہنے لگے۔ کہ اگرچہ لوگ مجھ کو تکیہ شریفہ کے خلاف خیال کرتے ہیں مگر ایسا نہیں ہے۔ بیشتر مجھ کو کچھ اعتراضات بعض معمولی باتوں پر مثل چراغ خان وغیرہ کے پیدا ہوئے تھے۔ مگر وہ رفع ہو گئے۔ اُسکی صورت بیہوشی کہ ایک شب کو میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بالین جانب کر سی پر حضرت شاہ محمد کاظم قلندر کو بیٹھے ہوئے دیکھا۔ اور دونوں حضرات کی پشت پر حضرت شاہ تراب علی قلندر کو کھڑے چنور ہلاتے ہوئے دیکھا۔ بیداری کے بعد یہ خیال رفع ہو گیا۔ اور سمجھ میں آیا کہ اولیاء اللہ کی طریقت میں ان جزئیات سے کوئی نقص نہیں ہوتا۔

یہ کہا کرتے تھے کہ حضرت شاہ محمد کاظم قلندر فرما گئے ہیں کہ ایک وقت پچم سے ایک بادشاہ تکیہ کی زیارت کو آویگا۔ اور کچھ دیہات معاف کریگا۔ چاہئے یہ کہ اُس وقت جو موجود ہو بادشاہ سے عذر کرے اور دیہات نہ لے۔ شاہ محمد کاظم قلندر کے وفات کے وقت انکی عمر وہ سال کی تھی۔



وفات انکی تاریخ ہر ماہ جمادی الاولیٰ روز شنبہ ۱۲۸۱ھ مطابق ۲۵ نومبر ۱۸۶۴ء ہوئی  
در قبرستان کیشتریفہ میں دفن ہوئے۔ قطعہ تاریخ وفات از مولوی محمد عالم قیصر کاشمی

جذاب مولوی منظر علی را کہ پابند شریعت بود ہر مو  
زماہ پنجمین بست و یکم روز . یوم شنبہ آمد جذبہ ہو  
ز تن رست و حتی ہیبت آخر ندا آمد بگو . منظر علی کو  
۱۲۸۱ھ

### معزاللہ

حافظ معزاللہ آبن حافظ شاہ عزیز اللہ علوی۔ یہ بڑے لائق و فائق حافظ کلام اللہ نہایت  
صلح و خدا پرست تھے۔ حضرت سیدنا شاہ باسط علی قلندر الہ آبادی قدس سرہ سے بہت تھے۔  
حضرت سیدنا شاہ محمد کاظم قلندر سے بہت دوستی تھی۔ حضرت شاہ تراست علی قلندر قدس سرہ  
کشف التواری میں اس کے متعلق لکھتے ہیں کہ۔

”ایشان برادر دینی والد فقیر بودند۔ و با حضرت والدہ از طفلی کمال محبت داشتند و  
محرّم بلا حضرت والدہ دیگرے مثل ایشان نبود۔ ہر گاہ ذکر حضرت والدہ می فرمود می گریستند و تکیہ  
توت و صحت ماند۔ از خانہ برائے فاتحہ حضرت والدہ در تکیہ می آمدند۔ و اکثر حکایات ہمدی  
و محرمی خود در عالم روزگار کہ با ہم یکجا بودند بیان میکردند بغرض در آشنا پرستی یکتا بودند۔“  
سنہ ولادت و وفات عنیہ نہین معلوم ہو سکا۔

### معشوق علیخان

منشی معشوق علیخان فوجدار۔ آبن شیخ طفیل علی خان علوی۔ یہ اپنے والد کے بعد انھیں  
کی جگہ پر پختہ پور میں فوجدار ہوئے۔ لیکن ایک سال کے بعد ملازمت سے کفارہ کشی کر کے کانپور  
چلے گئے۔ اور چند روز کے بعد سرکار سیٹ انڈیا کمپنی میں ملازمت کی اور کسٹرسٹنٹ کمشنر کا

عہدہ پایا۔ بہت ذی وجاہت اور نامور ہوئے۔ کانپور میں بحالت ملازمت بتاریخ ۱۳ ماہ ذیحجہ ۱۲۳۳ مطابق ۱۶ نومبر ۱۸۱۷ء رحلت کی۔ اور وہیں دفن ہوئے۔

### مقبول احمد محو

منشی مقبول احمد تحصیلدار مخلص بہ محو۔ ابن منشی ولایت احمد تحصیلدار حاجی دیوی لالہ کاکری الموطن ولایت انکی ماہ ذیقعدہ ۱۲۶۶ شمسی میں ہوئی۔ یہ بہت اچھے شاعر تھے۔ تعلیم و تربیت اپنے برادر معظم منشی مقصود احمد لائق سے پائی۔ انکا دیوان موسومہ بہ نحمدہ خیال طبع بھی ہو گیا۔ اور بہت مقبول ہوا۔

ابتداء میں یہ اپنے مامون منشی محمد رضا قمبری اصلاح لیتے۔ انکے انتقال کے بعد اپنے برادر معظم سے اصلاح لینا شروع کی۔ انکے دیوان کی ترتیب بھی انھیں نے کی۔ تھوڑا سا کلام انکا بغرض تفریح طبع ناظرین درج ذیل ہے۔

زعم ہی زعم ہے مجھے سرکا	تھا کسی کی نہ ایک ٹھوکر کا
مجھ کو جنت میں لاس کے قید کیا	موت نے دیکے دم سے گھر کا
کٹلیا سر تو کٹلیا اسے محو	دوش سے اپنے بوجھ تو سر کا
اک نیم رنگا ہ بھی بہت ہے	تسکین کے لئے مری بہت ہے
ٹھنڈی کر د شمع صبح فرقت	یہ ساتھ مرے جلی بہت ہے
کوئی نہ کھد میں ساتھ آئے	مونس مری بکسی بہت ہے
ہاں تھو کی دیکھ نا توانی	اب زار بھی واقعی بہت ہے
ہے یہی آن دلربائی کی	تو نے اچھا کیا برائی کی
آپ کے ہم ہوئے نہ منت کش	کاٹ دی رات بھی جدائی کی
دام کا کل پسند ہے مجھ کو	نہیں امید اب رہائی کی

تھو کوئی بُرا نہیں کرتا۔ جس سے کی بخت نے برائی کی

لے صبا اچھی سوکھائی بونے لفت ہوش اپنے اور بھی جاتے رہو

تھو وہ ایام طفلی ہاے ہاے کچھ نہ غم تھا کھیلے کھاتے رہو

اور ہی لب ہین مسکرانے کو غنچہ رہنے دے منہ بنانے کو

وہ تو وہ تھو انکا خجبر بھی نہیں ملتا گلے لگانے کو

تم نے مارا قصا کا نام نہ لو اپنے جو روح جفا کا نام نہ لو

ہاے اُس بُت کا زعم کیتائی ہے یہ قدر غن خدا کا نام نہ لو

دل کو سمجھا تھا مکان آرزو پھر جو دیکھا ہے جہان آرزو

آرزو تو چل بسی پرداغ یاس رہ گیا دل میں نشان آرزو

ایک دل کے خون ہو جائیے تھو مٹ گئے سو خان و مان آرزو

یہ سرکار انگریزی میں امجدہ تحصیلداری مامور تھے۔ نشین کے بعد سندیلہ میں قیام اختیار کیا اور وہیں تباہیچ، ہر ماہ جمادی الآخر روز جمعہ ۱۳۲۵ھ انتقال کیا۔ اور وہیں دفن ہوئے۔

### مقصود احمد نطق

نشی مقصود متخلص بنطق ابن نشی ولایت احمد تحصیلدار حاجی دیوی الاصل۔ کاکوری  
الموطن۔ انکی ولادت تباہیچ ۹ ماہ ربیع الاول ۱۲۵۹ھ ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے عم اکرم مفتی  
غیاث احمد مغفور سے حاصل کی۔ اور انکی نیز اپنے والد کی تعلیم و تربیت و فیض صحبت سے بہت  
کچھ حاصل کیا۔ حضرت مولانا شاہ قلی علی قلندر قدس سرہ کے مرید تھے۔ بہت ذہین و طباع قابلِ تحسین  
شاعر بے بدل تھے بلکہ کین ہی میں شاعری کی طرٹ توجہ ہوئی۔ کچھ دنوں اپنے خال اکرم نشی محمد  
صبر سے اصلاح لیتے رہے۔ اور انکے ارشد تلامذہ سے ہوئے۔ پھر موجد کاوت طبعی خود استاد  
ہو گئے۔ کلام استادانہ بہت پختہ ہوتا تھا نطق متخلص کرتے تھے۔ انکے اردو کے دو دیوان مہر چند

قصائد و توارتخ دو اسوخت و غیرہ موجود ہیں۔ جو طبع بھی ہو چکے۔ اور بہت مقبول ہوئے۔

تذکرہ طرہ کلیم۔ و تذکرہ بزم سخن میں ہے کما۔

”نطق۔ منشی مقصود احمد کا گوری موطن سیتاپوری مکن۔ تلمیذ رشید محمد رضا صبر۔ اکثر از

گفتار ش لطفاً برداشتہ۔ و دیوان دارد و بدروش خود سخن شایستہ میگذازد۔“

انکے چند اشعار بغرض تفریح ناظرین درج ذیل ہیں۔

ناز و کرشمہ واد احسن جمال کیا نہیں	آپ میں خوبیاں ہیں سب عیب یہ ہو وفا نہیں
ماز کئے اورائیں کین ظلم کئے بخائیں کین	صاف مکر نہ جانیے آپ نے کیا کیا نہیں
اب تو بحث ہو بد گمان شاد ہو بانی بخفا	نبض کو دیکھتا ہے کیا۔ مجھ میں تو کچھ رہا نہیں
رہتی ہے اُس سے جھپٹ جھاڑ گاہ بناؤ کہ بگاڑ	اُسکے بغیر عشق میں۔ نطق ذرا مزا نہیں
نکلا ہوں گھر سے دل غ عزیزان لئے ہوئے	بن کو چلا ہوں گنج فراوان لئے ہوئے
بتیاب ہو کے خوار نہ ہو بزم یا زمین	ہاں آپ کو ذرا دل نادان لئے ہوئے
رویا کیا ہوں پردہ نشینوں کے واسطے	آنکھوں پر اپنے گوشہ دامان لئے ہوئے
شاید چین میں نطق غزل خان ہے اے صبا	بیٹھے ہیں دم جو مرغ خوش الحان لئے ہوئے
مر گئے پھر بھی نہ چھوٹا حسن سے واد تباہ	جو ہماری خاک کا ذرہ تھا افشان ہو گیا
تمہی امید آیا کرے گا قبر پر وہ بھی کبھی	کیا غضب ہو قتل کر کے وہ پشیمان ہو گیا
زلف جب تک کہ مختصر نہ ہوئی	فارغ البال وہ مکر نہ ہوئی
خوش ہوں یوں بھی جو کار گر نہ ہوئی	آہ منت کش اثر نہ ہوئی
بات کہنے کو رہ گئی در نہ	تم نہ آئے تو کیا سحر نہ ہوئی
زیر زمین بھی جو فلک نہیں نجات	مرنے کے بعد قبر میں چوری کفن کیا
ہر نگاہ نادہ ہے اُس حوروش کی دل نشین	جونہ نکلے آنکھ سے وہ بھی ہمارے دل میں ہو
سینہ میں حسرتوں سے جگہ ایسی بھر گئی	امید کشمش میں پڑی رہے مر گئی

کیون دیکھ کر حسینوں کو نیت بدل نجا کے  
 اسے شیخ جی بشیر ہین فرشتے نہیں ہین ہم  
 رکھ تیغ کھول اسے بت پیدا کر کر  
 بہتاسے ابو خون شہیدان مکر  
 ضد ہو تو سو فریب لے آؤن راہ پر  
 اسکو مین کیا کرون کہ ادھر دھیان نہیں  
 ہر بار اُبکھتے ہین مری آہ رسا سے  
 ایسے وہ لڑا کا ہین کہ لڑتے ہین ہوا  
 بولا وہ دم نہ کرہ رحلت عاشق  
 بدنام کیا مجھ کو مرا اپنی تھنا سے  
 انھون نے تیس سال کی عمر تک شاعری کی۔ اور مختلف رسالہ لکھے جو طبع ہوئے۔  
 متقدمین سا تذہ مثل تیر: ناسخ۔ مومن۔ آتش۔ وزیر۔ صبا۔ رند وغیرہ وغیرہ کے کلام کا  
 بہترین انتخاب کیا۔ جو موجود ہے۔

انکے استاد کے اور تلامذہ بھی ان سے اصلاح لیتے تھے۔ انکے شاگردوں میں انکے ذیل  
 بھائی نقشب مقبول احمد رنجو۔ نقشب سلطان احمد سلطان۔ صاحب دیوان گدرے ہین رنجو کا دیوان  
 طبع بھی ہو گیا ہے۔ انکے علاؤہ نقشب مظفر احمد نقشب متناز حسن نقشب شریف حسن نقشب مشرف احمد  
 نقشب رضا احمد۔ مرزا غفور بیگ مرحوم مولوی احمد خان وغیرہم بھی تھے۔ پھر شعر کننا ترک کر دیا  
 چنانچہ ترک شعر گوئی کی جو تاریخ لکھی۔ دلچ ذیل ہے یہ

دیکھ کے پس جس ہنر کا کساد ترک کیا آج سے شعر و سخن  
 فکر جو لے نطق ہے تاریخ کی کیے۔ نحوشی ہوئی مہر ہین  
 اسکے متعلق خود یہ واقعہ بیان کرتے تھے کہ:-

اُس زمانہ میں میں نے حضرت عالیہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو خواب میں دیکھا کہ انھوں  
 نے پناپستان سے کچھ مہرین دیدیا۔ میں نے اُسے خوب چوسا۔ اس واقعہ کے بیان مہر  
 سے نفرت ہوئی اور علم حدیث کا ذوق پیدا ہوا۔

یہ رات دو دن حدیث کا مطالعہ کیا کرتے۔ تمام صحاح ستہ و سنن و مسانید و معاجم کی  
 صحیح حدیثوں کا نہایت عمدگی اور قابلیت سے انتخاب کر ڈالا۔ جو چھ جلدوں میں انھیں کے ہاتھ

کا لکھا ہوا موجود ہے۔ اور انکی بیش بہا یادگار ہے۔ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ علم حدیث کی جس قدر خدمت کی۔ وہ بہت زائد قابل تعریف و تحسین ہے۔ کثرت مطالعہ سے ہزاروں تحسین حفظ ہو گئیں تحسین رسالت اسکے علم اسما و احوال پر بہت عبور تھا۔ علم حرج و تعدیل بھی خوب جانتے تھے جیسا کہ ان کتابوں کو دیکھ کر بخوبی واضح ہوتا ہے۔ واقعی اپنے زمانہ میں یہ بوجہ کثرت مطالعہ و حفظ احادیث فخر محض نہیں تھے۔

ابتداء میں کچھ دنوں بصنیۃ ملازمت ریاست بنی نگر کیٹسر ضلع سیتا پور میں نائب ریاست رہی اور بہت نیکنامی و خیر طلبی کے ساتھ ملازمت کی۔ جیسا کہ رو بکار سے معلوم ہوتا ہے۔ چونکہ ۱۲ سال کی عمر سے انکو ضیق نفس کا عارضہ پیدا ہو گیا۔ وہاں بوجہ موانعت اب ہوا مرض میں زیادتی پیدا ہو گئی تھی۔ جس پر انکے والد نے مٹھر ہو کر ملازمت ترک کرادی اسکے بعد سے خانہ نشین رہ کر کتب بینی و تصانیف میں مصروف رہی۔ دو سالہ اعمال کے بھی انکے مولفان سے ہیں جن میں سے ایک رسالہ موسومہ بہ رد القضاء من اعمال دفع البواء متعدد بار طبع ہو کر مقبول ہو چکا ہے۔ دوسرا رسالہ غیر مطبوع موجود ہے۔

انھوں نے بتاریخ ۵ مارچ رمضان المبارک روزِ دوشنبہ ۱۳۶۹ھ انتقال کیا۔ اور اپنے بلوغ واقعہ ملہا تالاب کا کوری میں دفن ہوئے قطعہ تاریخ وفات از منشی نور الدین اکھئی کاکوری

عالم فانی نہیں جاے قیام	ہے مسافر اس جگہ ہرگز جان
روزمرہ قافلے کے قافلے	جار ہے ہیں سبھے ملک جہان
خسرت مقصودا حیرت نطق بھی	ہو گئے گلزارِ حبت کو روان
آپ تھے بحرِ سخن نازک خیال	آپ رنگین طبع تھے جادو بیان
آپ تھے شاگردِ ارشدِ ضمیر کے	آپ تھے استادِ فخرِ شاعران
سالِ حلت کی ہوئی کیفی کو فکر	تاکہ باشد یادگار اندرِ جان
آئی قلب زارِ ہاتھ سے صدا	چل بسا کیا شاعرِ شیرین بیان

انکے ایک بیٹے منشی جمیل احمد صاحب ہیں۔ جو نہایت ذہین قابل متورع متصف بہ اخلاق حمیدہ و اوصاف پسندیدہ ہیں۔ انھوں نے بھی تعلیم و تربیت اپنے والد ماجد سے پائی۔ سلمہ اللہ تعالیٰ

## ملک معروف

ملک معروف۔ ابن ملک اسعد الدین سالاری زیر سلطان حسین شرقی فرار و لے جو پور۔ منشی فیض بخش کا کوری اپنے نسب نامہ میں لکھتے کہ نسب ملک اسعد الدین سالاری پیری اولاد سے مایوس ہوئے۔ تو دھری اولاد یعنی اپنے نواسہ ملک بہار الدین کی قیادت کو متبانی کیا۔ تھوڑے دنوں کے بعد اسی حالت یاس میں انکی دوسری بی بی سے یہ پیدا ہوئے۔ انکا نام ملک معروف رکھا گیا جو راجہ ساتن میں قید ہوا۔ تو یہ اپنے والد کے ساتھ لشکر میں تھے۔ انکی عمر سوت ۸ سال کی تھی۔ جب اس قصبہ کا کوری پر پور تسلط ہو گیا۔ تو یہ اطراف میں فوج لیکر پھرے۔ اور حساد شروع کیا۔ گنگا پارٹا وہ تک فتح کر کے خطبہ سلطانی پڑھا اور سکہ جاری کیا۔ پھر بادشاہ نے کہا کہ تمھاری وجہ سے چونکہ یہ ملک فتح ہوا ہے۔ لہذا تم کو دیا جاتا ہے۔ تاکہ تمھاری اولاد وہاں سکونت اختیار کرے۔ اور جسکو چاہے وہاں آباد کرے۔ معافی کا بھی اختیار ہے۔ ملک بہار الدین کی قیادت وغیرہ کو بھی یہیں قیام کا حکم ہوا۔

ملک اسعد الدین سالاری نے جنگل جو ساگر تالاب کے جنوب جانب اور قلعہ خام شال جانب تھا مسہار کر کے ساگر تالاب کے جنوب جانب پختہ قلعہ بنوایا۔ اور اُسکے گرد بہت عیسق خندق کھدوائی۔ جس کے نشانات اب تک باقی ہیں۔ اور جنگل بالکل صاف کر دیا۔ ملا ابوبکر جامی والد ملک بہار الدین کی قیادت نے قلعہ کے جنوب جانب مکان بنایا چنانچہ اب تک انکی اولاد اُسی جانب قیام پذیر ہے۔ ملک معروف نے قلعہ کے مشرق جانب مکان اور سرا اور بازار بنائی۔ جو دھ تالاب کے کنارہ تک انکے مکانات تھے۔ بازار بہت آباد تھا سیرا ملک معروف و حویلی کے نشانات اب تک موجود ہیں۔ انکی اولاد دھری و پیری بہت ہوئی

بوجہ امتداد زمانہ اب کسی کا پتہ نہیں چلتا۔ کچھ لوگوں نے اٹھی مین کچھ لوگوں نے قصبہ دیوہ اور اسکے اطراف میں سکونت اختیار کی۔ اور بوجہ فلاں حصص فروخت کرتے گئے۔ واللہ اعلم۔

## ممتاز الدین حیدر

مولوی ممتاز الدین حیدر۔ ابن مولوی فضل الدین۔ ابن قاضی امام الدین خان۔ ابن ملا حمید الدین محدث۔ انکی ولادت بتاینج، ۱۲۳۲ھ ہوتی۔ فارغ التحصیل۔ و ذی استعداد تھے۔ اپنے خاندانی علما سے تحصیل علوم کی۔ ابتداً ہمراہ مولوی رشید الدین خان مغفور محکمہ اخبار نویسی لکھنؤ میں ملازم رہے۔ شاعری سے بھی ذوق تھا۔ مولوی محی الدین خان ذوق کا کوری سے ملندہ رکھتے تھے۔

انھوں نے علم الانساب میں ایک کتاب لکھی تھی۔ جو بہت مفید اور کار آمد ثابت ہوئی۔ جہاں تک انکو شجرات مل سکے۔ اس کتاب میں درج کر دیے۔ اور شجرۃ الانساب کا نام رکھا۔ نہایت بہتر اور نفیس کتاب ہو۔ ایک اور بیضا کتاب حالات میں ارباب وطن کے لکھ رہے تھے۔ افسوس کہ اُسکو تمام نہ کر سکے۔ اور بتاینج اور شاہ شہباز المعظم روز جمعہ ۱۳۲۲ھ انتقال کر گئے۔ عمر بہت اچھی پائی۔ خلیفہ ملا محمد غوث واقعہ مولوی جملہ کا کوری میں دفن ہوئے۔ قطعہ تاریخ وفات از فشی ارغنی علی علوی شہر کا کوری سے

شد بہ شہباز المعظم دخل قصر خجانب  
مولوی ممتاز انساب الملن خجانب

مولوی ممتاز دین پرورد معمر محترم  
از شہر ابن مصرعہ تاریخ ماند یادگار

۱۳۲۲ھ

## مسن الشہشتی

حضرت قاضی بندگی محمد مسن الشہشتی صدیقی کا کوری۔ ابن شیخ من اللہ۔ ابن شیخ المعظم اللہ۔ ابن شیخ تاج الدین۔ ابن شیخ شہاب الدین صدیقی مدنی سمنانی۔ شجرہ قدیمہ و تخطی مولانا



محمد مستعان کا کوری جو ڈپٹی امیر حسن صاحب کے پاس موجود ہے۔ اس میں اسی طرح ہے۔ مگر نسب نامہ منشی فیض بخش مرحوم میں یوں مرقوم ہے کہ شیخ تاج الدین۔ ابن شیخ شہاب الدین۔ ابن شیخ تاج الدین صدیقی۔ اور نسب نامہ حافظ کرم احمد سندیل میں بھی بوجہ قرابت انکی اولاد کا حال مذکور ہے۔ مگر اس میں بعد شیخ تاج الدین ثانی کے صرف شیخ سراج الدین کا نام ہے۔ لفظ مدنی ان دونوں میں نہیں۔ شیخ شہاب الدین۔ اور روایت نسب نامہ منشی فیض بخش مرحوم۔ شیخ تاج الدین سمنان متعلقہ خراسان کے رہنے والے تھے۔ اور مخدوم سید اشرف جہانگیر کوچھوی بھی سمنان میں رہتے تھے۔ انھیں کے ساتھ یہ بھی ہندوستان تشریف لائے تھے۔ جیسا کہ خاندانی شجرہ میں مذکور ہے۔ ممکن ہے کہ انکو ان سے اجازت و خلافت بھی ہو۔ لطائف اشرفی میں دو شہاب الدین مذکور ہیں۔ جن میں سے ایک شہاب الدین امام ہیں۔ ممکن ہے کہ دوسرے یہی ہوں۔ واللہ اعلم۔

شیخ تاج الدین صدیقی نے کاکوری میں سکونت اختیار کی۔ انکا سلسلہ نسب تا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ باوجود سب نفوس نہیں ملا۔ اور نہ مزید حالات معلوم ہو سکے جس سے کوئی پتہ چلتا۔ مدینہ طیبہ سے سمنان میں کسی وجہ سے تشریف لائے ہوئے۔ اور وہاں سے ہندوستان تشریف لائے۔

یعنی بندگی محمد بن اللہ اپنے والد کے ہم نام تھے۔ باپ اور بیٹے کے نام میں فرق کرنے کے لئے لفظ بندگی بڑھا دیا گیا۔ انکے نام میں کئی اختلاف ہیں۔ کسی نے فی اللہ لکھا ہے۔ کسی نے فیض اللہ مگر صحیح محمد بن اللہ ہے۔

یہ سلسلہ خشتیہ کے درویش کامل تھے۔ انکے نام کے ساتھ لفظ قاضی بھی لکھا ہے معلوم ہوتا ہے کہ انکو کہین کا عمدہ مضامین تھا۔ یا خاندانی لقب ہوگا۔ عمدہ خطابت البتہ انکی اولاد میں عرصہ تک رہا۔

بیعت و اجازت و خلافت و تعلیم و تربیت انکو حضرت شیخ سعد بن شیخ بڑھن خیر آبادی

الموتی ۹۲۴ھ سے تھی۔ اور انکو اجازت و خلافت حضرت مخدوم شاہ مینا لکھنوی سے۔ اور انکو حضرت مخدوم شیخ سارنگ سے۔ اور انکو حضرت سید راجو قتال سے۔ اور انکو حضرت مخدوم جہانیاں جان گشت سید جلال الدین بخاری سے اور انکو حضرت مخدوم شیخ نصیر الدین چرلغ دہلوی سے۔ اور انکو حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیا دہلوی سے الی آخرہ۔

کتاب مجمع السلوک شرح رسالہ مکیہ مشتمل بر اصول و مسائل طریقت وغیرہ۔ حضرت مخدوم شیخ سعد قدس سرہ نے بالخصوص قاضی محمد مین الشہ و بالعموم دیگر مریدین خاص کے لئے تصنیف فرمائی چنانچہ تحریر فرماتے ہیں کہ:-

پس چون از گفتن کتاب مکیہ د فوائد علیہ قاری و سامعین چنانچہ قاضی محمد مین الشہ ساکن کاکوری د شیخ مبارک بجنوری د شیخ چاند بڈھن ساکن ایچولی خطے د دوستی گر قند زین فقیر التماس نمودند کہ کتاب مذکور را شرح باشد از

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے پڑھا ہی ہو اور انکا خلیفہ ہونا ملفوظ تحققة السعد وغیرہ میں بھی مرقوم ہے۔

تذکرۃ الاصفیا سے معلوم ہے کہ انگلستان اور شیخ سعد اللہ کندوری فرزند بجنوری الموتی ۸۹۹ھ از بنیاد قاضی فخر الدین بجنوری کا زمانہ ایک ہی تھا۔ اکثر واقعات بھی ان کے ان سے منقول ہیں۔ ان کے مین صاحبزادے ہوئے۔ حضرت مخدوم شیخ کمال الدین محمد سعدی حضرت مخدوم شیخ محمود حضرت مخدوم شیخ قیام الدین رحمۃ اللہ علیہم۔ ان سب کو تعلیم و تربیت۔ اجازت و خلافت غالباً اپنے والد سے حاصل ہوئی ہوگی۔

انکی تاریخ وفات ہر ماہ ذی الحجہ مرقوم ہے۔ مزار عالی شان پر وضع بنا ہوا ہے۔ اس سے زائد حالات نہ دریافت ہو سکے۔

## منصب علی کاظمی

مولوی شاہ منصب علی۔ ابن حضرت شاہ نظام علی قلندر د نواسہ حضرت عارف باللہ شاہ محمد کاظم

قلندر قدس سرہ (آبن حضرت شاہ بہرہ علی قلندر۔ آبن شیخ حمید اللہ۔ آبن شیخ محمد زاہد۔ آبن حافظ خلیل الرحمن شہید)

ولادت انکی بتاریخ ۱۰ مارچ ذی القعدہ روز شنبہ ۱۲۳۲ھ ہوئی۔ یارتداری سے متصف بہ اوصاف حمیدہ وخصائل پسندیدہ تھے۔ کتب درسیہ کی تعلیم حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر قدس سرہ سے پائی۔ فاضل جہاد اور عالم زبردست تھے۔ اجازت و خلافت انکو علاوہ اپنے والد ماجد کے حضرت شاہ علی مظهر قلندر باسلی الہ آبادی سے بھی تھی۔ اذکار و اشغال خاندانی کی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔ مگر ذہنیت ارشاد یقین نہیں آئی۔ دن رات بین شبیر وقت انکا حضرت شاہ صبغت اللہ قلندر قدس سرہ کے مزار کے متصل مسجد میں صرف ہوتا۔ خط بھی انکا بہت اچھا تھا۔ اکثر کتب درسیہ لکھنے ہاتھ کی لکھی ہوئی اب بھی موجود ہیں۔

انھوں نے اپنے والد کے حیات ہی میں بتاریخ ۱۰ مارچ جادی الاولیٰ ۱۳۰۲ھ انتقال کیا اور خاندانی قبرستان واقع کیمہ شریفہ کانپور میں دفن ہوئے۔ قلعہ تاریخی وفات از مولوی محمد عالم قیسری کا کردی سے

ازین عالم شہ منصب علی رفت	زخار و خس مصفا باد رہش
زہے سخت دل شاہ نظامے	کہ نعمت یافتہ از قبلہ گاہش
ہم از شاہ علی مظہر قلندر	فزون شد دولت و قبائل جہش
زہے حال دالیش چشم بد دور	بگو سالش بہشت آرام گاہش

### منصب علی قادری

مولوی منصب علی۔ آبن قاضی اوصاف علی خان۔ آبن رضا علی خان علوی بخندوم زادہ۔ یہ علم فضل و تقویٰ و طہارت میں یکائے روزگار تھے۔ ہمیشہ دس و تدریس سے مشغول رکھتے۔ اور کتب و اکتساب علوم دینی کے سوا کسی چیز سے سرکار نہ رکھتے۔ تعلیم و تربیت علوم ظاہر کی تمام و کمال تشر

مولانا شاہ قلی علی قلندر سے پائی۔ اور انکے ارشد کلامہ سے ہوئے مہ العمرادائے فراکش منسی و ممہی  
میں سرگرم رہے۔ اور اتباع شرعیہ مصطفوی میں پر جوش۔ طبیعت میں نہایت درجہ صلاحیت اور  
سادگی تھی۔ بمقام سلون ضلع راسے بریلی حکمہ بندوبست میں ملازم تھے۔ وہیں بتاریخ، ہر ماہ رمضان  
۱۲۸۳ھ مطابق ۱۸۶۵ء انتقال کیا۔ اور وہیں دفن ہوئے۔

## منصب علی قلندر

حضرت شاہ منصب علی قلندر قدس سرہ۔ یہ بہت بڑے قریاض صاحب کشف و کرامات  
بزرگ تھے۔ انکو بیعت و اجازت و خلافت حضرت شاہ کرامت علی قلندر علوی کا کوہی سے تھی  
حضرت شاہ عابد علی عرن ملکہ شاہ سے بھی فیضیاب تھے۔ قناعت و توکل میں کیتاے روزگار  
تھے۔ شرمع زمانہ میں مجذوبوں کی ایسی حالت تھی۔ کسی بات کی پروا نہیں کرتے۔ نہ اچھائی برائی  
سے کچھ واسطہ رکھتے۔ نماز و روزہ کے بھی پابند نہ تھے۔

ایک مرتبہ خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ دیکھا کہ آپ شریف لاکھ  
اور ساتھ میں داہنے طرف ایک سوار جھکے گلے میں حامل شریف تھی۔ اور بائیں جانب بھی ایک  
سوار اور درمیان میں خود حضرت سرور کائنات تھے۔ ان سے ارشاد فرمایا کہ منصب اٹھ اور کلام اللہ  
پڑھ۔ جو جب ارشاد یہ اٹھ کر نماز و تلاوت کلام اللہ میں مشغول ہوئے۔ اور پھر اُس روز سے کبھی نماز  
ترک نہیں ہوئی۔ وفات اکی بتاریخ یکم ماہ ذیقعدہ روز پنجشنبہ بعد نماز ظہر ۱۸ سال ہوئی۔ تاریخ وفات  
پر عرس بھی ہوتا ہے۔ مزار چودھری محلہ میں انکی مسجد میں ہے۔

آنکے بیٹے شاہ محسن علی صاحب کو اجازت و خلافت و بیعت سر لباس فقر حضرت جد امجد  
حضرت مولانا شاہ علی اکبر قلندر قدس سرہ سے ہے۔ بقیہ حیات میں سلمہ اللہ تعالیٰ۔

## منظور الدین خان

مولوی منظور الدین خان متخلص بہ سہرورد۔ ابن حافظ غفور الدین خان۔ ابن قاضی وحید الدین خان

ابن مولوی قاضی امام الدین خان - ابن ملاحمید الدین محدث منقولہ -

ولادت انکی بتاریخ ۱۲۰۷ھ ارماہ شعبان المعظم ۱۲۰۷ھ ہوئی۔ انھوں نے ابتدائی کتابیں پٹنہ میں پڑھیں۔ پھر کاکری، اکری، و فارسی حضرت مولانا حافظ شاہ علی انور ظندری سے پڑھی۔ اور مرید بھی ہوئے۔

یہ بہت ذہین قابل و طبع تھے شعر و شاعری کی طرف بھی میلان تھا۔ عربی و فارسی و اردو دونوں زبانوں میں اپنے شعر کہتے تھے سردر تخلص تھا۔ چند اردو اشعار مل گئے جو نذر

ناظرین میں سے

سر چڑھایا آپ نے پھر دیکھے اغیار کو	ایسے بھولے رات بھر میں واہ و اقرار کو
کیا عیان اس بت میں ہر شان خدائی دیکھنا	توڑتے ہیں برہمن آسم کے سب زنا کو
بے خلش کس کی گذرتی ہے ریاض ہرین	خار کا کھٹکا ہے گل کو گل کا کھٹکا خار کو
کس قدر ممنون ہوں قابل تری تلوار کا	بھردیا پٹھولوں سے دامن زخم دھندار کا
جب بہار آتی ہو کھل جاتے ہیں سارے دل	یہ مڑ ہے عشق بازی میں گلے کے بار کا
وعدہ فردا بھلا کب تک اٹھاؤ بھی نقاب	ایک عالم ہے پیاسا شربت دیدار کا
چلتے ہیں ہونٹ رہ رہ کر لب زخم میں	خوب ہی میٹھا ہے پانی آپ کی تلوار کا
عشق آفت ہی نہیں ناصح مگر سمجھے تو کچھ	ہر مصیبت کمر مت ہو ہر بلا انعام ہر

انھوں نے سرکاری ملازمت بھی کی۔ تحصیلدار ہوئے پھر علیحدہ ہو کر خانہ نشین ہو گئے تھے۔  
 افسوس کہ بتاریخ ۱۲۰۷ھ ارماہ رمضان المبارک روز دوشنبہ ۱۳۴۲ھ مطابق ۱۲ مارچ ۱۹۲۲ء بعارضہ  
 فاجہ قریب صبح انتقال کیا۔ اور خاندانی قبرستان میں دفن ہوئے۔

## مومن علیجان مہتوں

منشی مومن علی خان تخلص مہتوں۔ ابن قاضی ذوالفقار علی خان۔ ابن قاضی امداد علی خان

آبن رضا علی خان۔ آبن محمد غلام۔ آبن ملا محمد زمان۔ آبن ملا محمد رضا۔ آبن ملا محمد شرف۔ آبن ملا  
عبدالقادر علوی۔ مخدوم زادہ۔

انکو زمانہ طفلی میں باپ کے سائے عاطفت سے اجل نے محروم کر دیا تھا۔ تاہم یزدی شامل  
تھی کہ علم و فضل میں تنگناہ کامل حاصل کی۔ طبیعت میں ذہانت اور ذکاوت کے جوہر خداداد تھے۔  
تھوڑے شوق اور توجہ سے شعر اور نظم فارسی مثل اہل زبان کے لکھنے لگے۔ مفتون تخلص تھا۔ شیخ  
غلام مینا ساحر کا کوردی کے ارشد ملائذہ سے تھے۔

نواب نور الحسن خان کلیم تذکرہ نگارستان سخن میں لکھتے ہیں کہ۔

”مفتون۔ شیخ مومن علی۔ ساکن قصبہ کاکوری۔ کلام نمکینش درغزل کمال شورا شوری است  
از شاگردان شیخ غلام مینا ساحر بود۔ با سالیب سخن ماہر۔“

تذکرہ روز روشن جلد چہارم شمع انجمن میں ہے۔

مفتون۔ شیخ مومن علی۔ ابن شیخ ذوالفقار علی کاکوری بر نظم و شعر فارسی قدرت کما مینشی  
داد شاگردان شیخ غلام مینا ساحر کاکوری بود۔ و در سرکار انگیزی بوکالت عدالت دیوانی۔

بعیش و عشرت زندگانی می نمود۔“

انکا فارسی وارد کلام بہت کوشش سے دستیاب ہوا جو بعض تفریح طبع ناظرین رج ذیل ہر  
انتخاب کلام فارسی

ز ذوق خوش گوار یہاں آب خجروش ہرم	بیک دیگر لب ہر زخم شوق گفتگو دارد
حدیث تلخ کز آن لعل شکرین بخواست	ہلا ہے است کہ در شان گلین برخت
برنگ پیکر تصویر احمد سرب	دگر نہ از قلم صورت آفرین برخت
جز تفرقہ در باغ جان هیچ نہ دیدیم	ہر گل چہ رنگ دگر بوی دگر داشت
با جنون باز آشنا کر دم دل و پیرانہ را	از تپ سودا دگر آتش زد میں غانہ را
رشتہ ز نازہ زیر دوش ایان ساختم	بر سر زانچہ ستم سبھہ صد دانہ را

دست مشاطہ رنو زد چاک زخم شامہ را	از سر ہزار گیسوے تو دیر بر آتش
نقد گر عکس داغ بر زمین ختر شود پیدا	برون غلطہ چرا شک از چشم من گوہر شود پیدا
صدائے شیون درد از لب خنجر شود پیدا	عجب نبود کہ وقت ذبح عشاق جگر خوت
محال است اسیکہ از آئینہ اسکن شود پیدا	عیان سازد کجا مجنون رنگ جلوہ صانع
نفس گرم ز دل شعلہ فشان می آید	یاد ہر گہ ز تفت سوز نہان می آید
مرگ ہم بر سر من گر یہ کنان می آید	بدیم زرع پئے چارہ در دم مقتون
جنونم دست وشت با گریبان آشنادارد	بہار آمد چمن از برگ گل در بر قبا دارد
مگر بوسیدن لبہائے شیرین مدعا دارد	خیال ہم مردم از لعل لبست افسانہ می بندد
آتش نفسم می چکد م از سخن آتش	ہر نوک زبان است شرور در دہن آتش
زد در دل من یاد سواد وطن آتش	مفتون برہ وادی غربت چو گدشتیم
من درین آئینہ تصویر سکنہ بردارم	نقش بر لوحہ دل صورت لبر دارم
سرنہ از سجدہ گہ خاک ورت بردارم	تا بنام خط آمرزش عصیان نکشی
درین چمن نکشایم گہ بسے کے	نشست بدل بسکہ یاد دے کے
کہ در شبنج تقص زندانم بے کے	لفصل گل نکشم خوش آہش چمن مفتون
کہ در عمان چشم قطرہ دارد جوش دریائے	گر بے پردہ دیدم جلوہ رخسار زیبائے

### انتخاب کلام اردو

کس کو میں دلبر بناؤں اور کس کا ہو ہون	کس سے یارب دل لگاؤں کس کا ہو ہون
کس پہ میں ایمان لاؤں اور کس کا ہو ہون	وہ سنم پیش نظر ہے اور حورین غلہ میں
کس سے میں دامن بچاؤں اور کس کا ہو ہون	خار و گل دونوں میں تیرے لہجہ میں آغاغبان
آئنگہ کس کس سے چراؤں اور کس کا ہو ہون	عشوہ و انار دُمنہ سب ہیں اُنکے ساتھ ساتھ

درد دل در دگر یہ دونوں ہیں مہمان مرے  
عاشقوں کا دیکھ کر مجمع وہ فرماتے ہیں یہ  
ناز سے وہ تو یہ کہتے ہیں کہ لے جاتے ہیں  
کیا خبر آمد قاتل کی ہو سوئے مقتل  
چشم میگون کا عجب آنکے تماشا دیکھا  
دل شیدائے دکھایا ہو وہ جلوہ مجھ کو  
ایک تے جو تھے آپکے خواہاں قوتوں

کس کو پہلو میں بٹھاؤں اور کس کا ہور ہوں  
کس کو میں قوتوں تباؤں اور کس کا ہور ہوں  
باؤں یاں صبر و تحمل کے اٹھ جاتے ہیں  
سر بکف آج پے کے جو پے آتے ہیں  
خالی خم قہنہ تھے وہ آپ بکھ جاتے ہیں  
حسین میری نگاہوں کے جاتے ہیں  
آپ کی جان دور آج مے جاتے ہیں

انکا دیوان فارسی مکمل ہے۔ جس سے طبیعت کی شوخی اور نازک خیالی۔ ذہن کی رسائی نالیت  
کی لطافت و خوبی مضامین کی آمد۔ بندش کی جھلکی۔ کاپتہ چلتا ہے۔ آخر میں کچھ رقعات بھی ہیں  
جو احباب اور اعزہ کے نام تے تکلفانہ قلم سے نکلے ہیں جنکی شیر بھی رنگینی اور نمکینی میں ہم پایہ نظم ہر  
معلوم ہوتا ہے کہ یہ پہلے لکھنؤ میں کسی عمدہ جلیلہ پر مامور تھے۔ جب حکم مہدی کا دور دورہ  
شروع ہوا تو پریشان ہو کر ملازمت ترک کرنا پڑی۔ چند روز بیکار رہ کر گورنمنٹ انگریزی کے صیفہ  
وکالت کا امتحان دیا۔ کامیاب ہو گئے۔ الہ آباد میں بہت عروج اور فروغ کے ساتھ وکالت  
کرتے رہے۔ جب صدر دیوانی عدالت الہ آباد سے آگرہ میں منتقل ہو گئی تب انھوں نے بھی منتقل طور  
پر آگرہ میں اقامت اختیار کی۔ وہاں بھی اپنی قابلیت و لیاقت و حاضر جوابی و نازک خیالی سے  
بہت نامور ہوئے۔ اخلاق کرمانہ اور مدارات شایستہ کی وجہ سے مرج کا فائدہ اٹام ہو گئے۔ خاص  
و عام عزیز رکھتا۔ اور ہر عزیز و بیگانہ شفیق سمجھتا۔ وطن میں عالیشان اور فیس کو ٹھی بھرت شہر آگرہ پر  
تعمیر کرائی۔ جو اب تک محلہ مالتہ میں موجود ہے۔

انھوں نے بتایا کہ ہر ماہ رجب المرجب روز پینہ ۱۳۳۰ بمقام آگرہ انتقال کیا۔ اور ہیں  
حضرت شاہ ابوالعلا نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک کے احاطہ میں مسجد کے پائین دفن ہوئے



## ہمدی حسن

مولوی ہمدی حسن۔ ابن حافظ غلام مجتبیٰ ابن حافظ شاہ غفر اللہ عنہ علوی مخدوم زادہ۔ انکو علوم رسمیت میں بلند حضرت مولانا شاہ حیدر علی قلندر قدس سرہ سے تھا۔ یہ نہایت قابل و لائق تھے نظم کی طرف بھی طبیعت کا میلان تھا نیز بھی خوب لکھتے تھے۔ اور نہایت با وضع اور محتاط تھے۔ عرصہ تک بہت قابلیت اور محنت سے وکالت کرتے رہے۔ الہ آباد میں رہتے تھے۔ پرانی روش کے غیر انگیزی دان و کلار ہائیکورٹ میں ممتاز تھے۔ برمانہ مسٹر مارٹن جیمس صاحب رجسٹرار عدالت علیہ ہائیکورٹ الہ آباد امتحان وکالت میں شرح محمدی کے پرچہ کے امتحان بھی ہوتے تھے۔ آخر خانہ نشین ہو گئے۔ اور طویل العمر ہو کر تباہیچ ۲۸ ماہ جمادی الآخر روز شنبہ ۱۳۲۶ھ انتقال کیا۔ اور اپنے آبائی قبرستان میں دفن ہوئے۔

## ہمدی علی

مولوی ہمدی علی۔ ابن مولوی حافظ شاہ مظہر علی محدث (نبیہ) حضرت شاہ محمد کاظم قلندر (علوی مخدوم زادہ۔ یہ بہت قابل و لائق و خوشنویس تھے۔ مولوی عبد الحکیم نبیہ حضرت شاہ محمد کاظم قلندر کے ارشد تلامذہ میں تھے۔ خط نسخ و نستعلیق بہت پاکیزہ تھا متعدد کلام مجید و دلائل الخیرات اور بہت سی کتابیں انکی لکھی ہوئی موجود ہیں۔ حضرت مولانا شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ کے مہربان تھے فن خوشنویسی میں انکے شاگرد بھی بہتے لوگ ہوئے

مولوی ذوالفقار علی حاکم اپنے نسب نامہ میں انکے متعلق لکھتے ہیں کہ ا۔

”مولوی ہمدی علی فی تحقیق مرو با خدا و خوش اوقات و نیک بخت و خبیہ روزگار و بود

دازد و فریب زمانہ و بغض و نفاق و ستیز و باخوش و بیگانہ بالطف و مدار ایگد زانیہ۔“

یہ ایک عرصہ تک ضلع ہیر پور و بیرون تہلاش روزگار مقیم رہے۔ پھر اورئی ضلع جالون میں

ملازم ہو گئے۔ اور بہت نیکنام رہے۔ بعد چن بھر ضلع ہمیر پور میں کسی ریاست میں نیرشی ہو گئے تھے۔  
تباریخ ۸ ماہ رمضان المبارک ۱۲۳۷ھ بمقام راٹھہ ضلع ہمیر پور انتقال کیا۔ اور وہیں دفن ہوئے۔

### میر محمد

حضرت شاہ میر محمد قلندر عارف میرن میان۔ برادر خرد حضرت شاہ محمد کاظم قلندر قدس سرہما۔  
انکی ولادت تباریخ ۸ ماہ رجب ۱۲۳۷ھ ہوئی۔ یہ حضرت عارف باللہ شاہ محمد کاظم قلندر سے سات  
برس چھوٹے تھے۔ بچپن ہی سے حضرت عارف باللہ کو انکے ساتھ بہت شفقت اور محبت تھی۔ یہ  
بھی تمام عمر انکے بہت مطیع اور فرمان بردار رہے۔ انکی شفقت اور محبت کی یہ حالت تھی کہ فرماتے  
تھے ”جس وقت میرن میان کو کرہ ہوئے تو محمد پرا انکی مفارقت بہت شاق ہوئی۔ کئی بار میں نے  
حضرت پیر و مرشد شاہ باسط علی قلندر سے عرض کیا۔ کہ میری خواہش انکو اپنے ساتھ رکھنے کی ہو۔  
حضرت نے تسلی دی۔ بالآخر انکی توجہ سے وہی ہوا۔ کہ میرے ساتھ رہو۔“ یہ حضرت عارف باللہ  
کے ہمراہ حضرت سیدنا شاہ باسط علی قلندر کی خدمت میں بھی حاضر ہو کر عنایات اور شہادت سے  
سرفراز ہوئے۔

علوم ظاہر یعنی کتب درسیہ کی تعلیم حضرت ملا حمید الدین کا کوروی۔ اور حضرت عارف باللہ  
سے حاصل کی۔ فقرا و تصوف میں ہمہ تن ساختہ و پرداختہ انھیں کے تھے۔

انھوں نے سبیت مد اجازت و خرقہ خلافت حضرت شاہ صہب اللہ قلندر کا کوروی سے  
حسب احکام حضرت عارف باللہ حاصل کی۔ اگرچہ اجازت و خلافت حضرت عارف باللہ بھی ان کو  
دیکھے تھے۔ مگر لباس خرقہ انکے دست مبارک سے نہیں واقع ہوا تھا۔ انکی وفات کے بعد انکے  
صاحبزادہ حضرت شاہ تراب علی قلندر سے واقع ہوا جیسا کہ وہ خود کشف المتواری میں تحریر فرماتے ہیں کہ  
”بعد وفات آنحضرت عمری صاحب لباس فقرا و دست این فقیر پوشیدند۔“ بعد عید فقیر خرقہ حضرت اللہ

راپیش ایشان آوردہ پوشانید۔

حضرت عارف باللہ کو محبت ان سے تھی۔ اسکا اندازہ ان مکاتیب ہوتا ہو۔ جو اصول المقصود اور مفادضات میں مرقوم ہو کر طبع ہو چکے ہیں۔ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ  
 ”وہا خدا اقرار است کہ نعمت معرفت بے شمار نخواہم خورد“  
 منشی فیض بخش کا کوروی جو انکے ہم عمر وہم مکتب تھے اپنے نسب نامہ موسومہ بہ چشمہ فیض میں  
 لکھتے ہیں کہ:-

”شاہ میر محمد بصلح تقدیسے آراستہ و بعارف و حقانی پرستہ قدم بقدم برادر بزرگ است از  
 حضور برادر تارک دنیا گشتہ در حجر پہلو سے مرقد برادر پاشکستہ نشستہ است بر بنیخیز و خلایش  
 سلامت دارد کہ افتخار مردمان است“

پیشتر عرصہ تک انھوں نے ملازمت بھی کی۔ پھر نوکری چھوڑ کر درویشی اختیار کی شب  
 بیداری وغیرہ باوجود پیرانہ سالی و دوائی رہی تفصیلی حال اصول المقصود و نفحات الغریہ میں موجود ہو۔  
 انکے تالیفات سے ایک کتاب ذخیرۃ الفوائد نہایت ضخیم ہے جس میں انھوں نے  
 وہ اعمال جو انکو حضرت عارف باللہ یا اپنے حضرت پیر و مرشد زین اور بزرگوں سے وقتاً فوقتاً حاصل  
 ہوئے۔ جمع کئے ہیں۔ نہایت نفیس کتاب ہے۔ علاوہ اسکے چند مکاتیب بھی مطبعہ تعلیم و تربیت  
 منشی فیض بخش مرحوم کے نام ہیں۔ جو بہ نظر افادہ طالبین درج کئے جاتے ہیں۔

### مکتوب اول

بعد حمد و صلوة آن برادر شفیق حال فقرا و محبوب رشتہ دار از فیض لائق دعا و سلامتی جان و تن و حُسن  
 عاقبت و ترقی ظاہر و باطن بظالہ برد۔ مکر خطوط رسیدند بسبب سیارہا و کمزری اتفاقی جواب  
 نشد رسیدن خطا میں بسیار عجب جواب شد لاچار بہ تحریری کرد۔ شواغل دنیا باعث تفرقہ دل است  
 و دل کیسہ بدون رفیع حُسن این عالم میسر نمی شود۔ لہذا فقراترک این کارخانہ کردہ عزلت اختیار فرمود  
 ہنگی تمام و کمال بطرف دل متوجہ شدند و چہ سیر حاصل کردند۔ مگر آنکہ ہمہ عالم لاکرک و تجربہ کل است  
 مگر چہ باید کہ نسبت حُسن فی ہنگہ حال شود بعد مگر آن تخم درخت کامل خواہ شد اکنون شغل

می نویسم آن را در دست کسند شاید زفته زفته انجذاب پیدا شود. اول بدل خود متوجه شده اند که  
 حبس و کم کرده کلمه لا اله الا الله بر دل ضرب دهند بطوریکه کسی اذان آگاه نشود و دل را فراح  
 تصور کنند بلکه بخیال و تصور آن کلمه را بگویند و یا آنکه بدانند که دل میگوید بعده بر معانی آن نظر کنند و  
 نزدیکی و قرب از جانه بطور اهل وحدت و جو خواهد بطور شرح که آمده است آزاد خیال آرند و هر  
 روز ذکر را زیاده کنند اگر امر در صدد رسیده است روز دیگر و صدد خواه سه صد برسد و در خللا و ملا ذکر گوید  
 اگر توانند چند بار بچهره هم بکشند و صورت مرشد را از روی یک خود خیال کنند البته یک گونه کیفیت پیدا خواهد شد  
 موانع آن که نیست خواهد است از خود دور باید کرد. لیکن دور کردن از احاطه بشر ممکن نیست مگر حدیث نفس  
 و خیال فصول که چنین یا چنان کار بر آید این البته دور میشود و سگی رجوع با خدا با کمال تمام و قصد تمام  
 کنند که از طرف خود کسی را ظلمی نرسانند علاوه بر این یا از دست بلکه مقدر و خود نفع و فایده شود روز بروز  
 انشاء الله تعالی عبادت بدل خواهند یافت و مژده آن تقوی و اعضا سرایت خواهد کرد و در حدیثی  
 هر حال خوش باشند بوجوب عبادت منظر آمدن اوشان بودم و دل نیز با قیامت می خواهد اکنون نهام  
 و معذره کسی نیست که با او چند سخن گویم از ما سلام باید رسانید و این خط مفصل بسیار میسر خواهد بسیار  
 خود کرده این قدر زفته ام حسین بخش از دو ماه بدون اطلاع ما برین پوری زفته اند - هنوز نکرشته اند  
 ظاهر است که خط اوشان نیامده نقطه تحریر بختم محرم.

## مکتوب دوم

محب تفرقه تامل حق و خلق مهربان و انبی من شیخ فقیه بخش صاحب سلمه الله تعالی از دور افتاده  
 نیز اندیش میرسد و دعاها را حسن عاقبت که نفع آن در دین و دنیا هر دو باشد مطالعه نمایند مهربانی نامه  
 رسید بدیانت احوال صحت و عافیت دل مطمئن شد او جانه همیشه با صحت و عافیت دارد و احوال این  
 فقیر بدستور است تا حال صحت بنظر نیامده خط او انتظار مرگ و در شیب است و در مقدمه باطن گاه حلاوت  
 در وظیفه و گسسته حلاوتی از دین و صفت خالی نمی باشم می خواهم که همیشه در لذت و سرور باشم میفرمایید

و سیمایه ای بجای نمی رسد که کشتو کار شود آن صاحب نیز درین مقدمه به دل دعا خوانند که دیا از  
کسے دوستان خود در حق ما دعا باید کنانید. آخر آنجا درویشان نیز می رسند و دیگر مردم بسیار به آن صاحب  
ملاقات ها دارند البته ساعی باید شد. محمد علی شاه می رسند. با مننون او شام لیکن چه کنم خدمت ایشان  
از ما چیست نمی شود آنچه که ما می دانیم از ما طلب نمی کنند. با فضل بطور خود او شان را مهلت داده هرگاه  
که دل ازین بخواهد بویس سر و خواهد پس آنچه که ما می داریم از آن او شان است بته کلف عرض  
که نه خواهد شد سید علی کبر آنجا باشند از ما سلام خوانند. بر خرد از زمین شش را منتظر است که نصاب  
دعا منعی باشد بشرط و بر دسے خود دایه شود لیکن پاره بیدار خسته در آن شرط است امید که دو کس  
کم قیمت آنجا خرید غنایات شود زیاده تر است. از شاه ارباب علی صاحب. و مولوی حمایت علی و

سلام نیاز برسد فقط

## مکتوب سوم

برادر عالی مرتبت محب فقر مقبول حق خلق میان فیض بخش صاحب سلمه. از دور افتاده خیر اندیش  
میر محمد بعد سلامتی دل و ایمان مطالبه نمایند و قلمه خطا رسد بکلام خدا در آمدند وقت شورش تسلط  
کیفیت طال بود در آن وقت هیچ توجه و سخن تسکین فائده نمی کرد و مصیبت چنین واقع بود که قابل ترمیم  
است بر بزرگان پیشین این چنین حوادث می آمدند و صبر میکردند احوال این فقیر این است که در  
حادثه شیخ طفیل علی مرحوم تعلقه و اضطراب بسیار رود داده بود. از تشنه در عالم رویا از حضرت صاحب  
قدس سره ملاقات شد احوال را عرض کرد فرمودند. هرگاه که علم مهاجرت خود از دل ایشان بر نداشتن  
چه قدر رنج است فی الواقع بعد از سه روز چنان معلوم شد که کس از ما جدا نیست که غم مفارقت او برل  
آید و چنان در حلت مولوی صاحب از سیوم چنین اتفاق افتاد من در حق شما از آن جناب چنین متوقع  
ام اگر چند سہ برین حال گذشت گذشت اکنون رنج خواهد شد خاطر جمع دارند و بدل خود متوجه باشید  
که چه قدر باقی مانده رنج آنرا نیز میدار باید بودا می را باید که در حالت صحت و فراخ حق را دارد و

اوقات خود در شبانروز چند سیه بیاویز مقرر کن که در وقت مصیبت و بعد مرگ بکار آید و حال این  
 ناکاره از ایام طفولیت بران صاحب روشن است - اکنون که معدوم شده و تنهایی است میخواهم که  
 هجلی تمام و کمال متغلق در ذات پیدا کنم و چون تصویر کاغذ بیکارمانده باشم لیکن میسر نمی آید بیشتر  
 اوقات در خواب و طیفه صرف میشود باید که قدری بطرف دل خود متوجه شده پیشیند شاید که او  
 سبحانه باقی مانده غم را رفع کند - از خدا غافل نشوند و بیک وقت مقرر کرده مشغول شوند که اندک  
 آشنائی از غیب ضرر است و وقت خود بکار خود بگذرانند فضل الهی را امیدوار باید بود باقی خیریت فقط

### مکتوب چپام

محبت فقر را در میان فضیلت بخش جویم - از خیر اندیش میر محمد دعای مستحقی ظاهر و باطن سلطان فرزند  
 رتبه براسه متواتر رسیده بچوب آب آن سبب کسالت طبیعت و عدم فرصت اتفاق نشد معذور باید بود  
 بدریافت احوال آنجا و تنگی اخراجات دل متعلق می باشد و سبحانه سبب سازد که رفع عسرت نشامود  
 بالفعل براسه دفع تنگی بخرج و دفع جهنم کفارات از قلب بند صحیح از حدیث که بمن رسیده براسه شما تحفه  
 می نویسم این را غله نخواهد بود باید که دو هم براسه کار آخرت و ترقی امور باطن است و از احادیث  
 ثابت شده که کشنده رزق است و آن نیست سبحان الله و سبحان لا و فرمود آنحضرت صلی الله علیه  
 و سلم که این کلمه بیک است بر زبان و گران بر میزان و خواننده این را یک لکده است و چهار هزار گناه  
 از ما دور و پدر معاف شود و طیفه آن از صد کم نیست صبح و شام و اگر هزار بار بگوید فایده رزق زود  
 مرخصت شود و این فقیر از روزی که رسیده است ناغم نمی کند فواید بسیار در وقت عمل معلوم خواهد شد باقی  
 احوال اینجا بکج وجه غیرت مگر فرصت این قدر نیست که بکار دیگر پرداخته شود این وقت و عصر  
 بود مساعات عشره موقوف کرده رتبه نهم - باید دانست که فلاح و عسرت بر بشر می آید و میروند آن  
 برادر قدم خود را بست خانه و دل خود را بر قدر که میسر شود بخیال مشغول دارند که این ششوی بکار خواهد آمد -  
 باقی خیر باد و السلام تحفه ششم محرم فقط

انکے خلفائین یہ حضرات ہوئے (۱) مولوی شاہ حسین بخش شہید خلیف اکبر آنحضرت (۲) مولوی  
شاہ حسن بخش نیمو آنحضرت (مولف تفریح الاذکیا وغیرہ) (۳) حضرت شاہ کرامت علی قلندر کاکوری  
وفات اکی تباریخ ۸ ماہ جمادی الاولیٰ روز دوشنبہ ۱۲۴۳ سال ۱۲۴۳ ہجری - اسی تاریخ  
پر نقل بھی ہوتا ہے۔ نزار شریف اندرون روضہ حضرت عارف باللہ شاہ محمد کاظم قلندر قدس سر جانب  
مشرق واقع ہے قطعہ تاریخ وفات از نشی امیر حسن خان بیل کاکوری سے

حلم بردار گلستان حقیقت نہ جان رفت و آرایش گلشن کدہ رضوان کرد  
نظم تاریخ وفات سلم بیل کرد پیر ما مرشد ما میر محمد جان زد  
ایضا در صورتی موصوفی از مولوی شریف الدین شریف کاکوری سے ۱۲۴۳ھ

حیف صدحیف شہ میر محمد صاحب رفتہ سوے فردوس ازین دار عمل  
تاریخ وصال او سرودے گفتہ دوشنبہ ہشتم جمادی الاول  
۱۲۴۳ھ

## مبارک خان

چودھری مبارک خان صدیقی - ابن شیخ محمد - ابن شیخ فتح - انکو خطاب خانی و چودھری  
قصہ کاکوری شہنشاہ کبکے دربار سے ۹۰۰ مین عطا ہوا تھا - یہ فرمان داخل جلد حقیقت بند  
ہے - جسکی نقل درج ذیل ہے -

”ہرین وقت فرمان عالی شان و احب الاماعت والا ذغان شرف نفاذ یافت کہ چون شجاعت  
شعار مبارک خان صدیقی چودھری رگہ کاکوری سرکار لکھنؤ صوبہ اودھ کے خطاب خانی معہ برادران  
مقرر گشتہ بہ رگاہ خلایق بنا ہستغاثی آئندہ اظہار نمود کہ قاضی بہا الدین متولی شیخ دادن چودھری  
دلہ شیخ وصولی کہ علم شہاد الہی می شود از راہ ناطق از رشتے بہتان فوج افغانان باغی گشتہ خانہا لیسما  
ساختہ بے اذن حضرت نعل سبحانی خود چودھری میکند بنا علیہ امیر تہجد علیہ خزانہ سلطنت سلاطین  
آلین جان سپار وزیر خان نوید امر کار لکھنؤ اعلام آئیکہ خود توجہ شد متولی مذکور را بہتہ جولان پاش

اندختہ بدرگاہ جہان پناہ فرستند و اگر بدست نیاید جلاوطن سازند کہ من بعد از چکس چنین بوقوع  
نیاید۔ و چون چودہری مبارک خان را بر اسناد بحال سازند و آنچه مال و متاع ایشان تالاج شدہ باشد  
از متولی مذکور واپس دہانند و بالتفاق متصل چودہری مذکور کا پرگنہ سرکار را جاری نماید کہ مرے  
دو تخواہ و کار آمد است۔ و ہر کاریکہ بصلاح مشاائر الیہ خواست خوب خواہد۔ چون دولت خواہی  
موی علیہ از سناش آمدہ آن عمدہ خوانین بطہور رسید خدمت و منصب چودہری دقان گوی ملکیت  
و مقدمی تصدیہ کا کوری کہ سابقاً از اباعن جد بود درین دلا مرتبت نمودہ شد و نیز تقرر گشتہ کہ موازی کینار  
دو صد بیگز زمین افتادہ لایق زراعت خارج جمع بطریق اہل اہل بدست سال فصل خریف ایلایل  
۹۷۷ھ بموجب ضمن در سواد پرگنہ و تصبیہ کا کوری وغیرہ در وجہ نانکار چودہری مذکور معہ فرزندان حجت  
شدہ کہ حاصلات از افضل فصل سال بسال تصرف گشتہ بدعاے دولت قاہرہ تنال ثمتہ بظاہر  
جمع در خیر خواہی سرکار و رعایت رعایا مشغول باشند در خدمت پرگنہ و جو ترقی قیام و اقدام نماید چکس  
اذکرہ چودہری مذکور سیردن زدودہ جہنم الاجوہ مزاحم احوال مشاائر الیہ مذکور درین باب نہایت لکید  
داند تحریر فی التاریخ و شہر حبیب الحرب شہ

اس قصبہ میں چودہری محلہ انھیں کی اولاد سے آباد ہے۔ سب لوگ چودہری کہے جاتے  
ہیں۔ ہر زمانہ میں اس خاندان کے لوگ بھی سربراہ رہے۔ گزرے ہیں۔ اسی خاندان میں مولوی حکیم  
عبدالاحد صوفی کسمندوی بھی تھے۔ منشی احمد ندیر تحصیلدار اور دیگر حضرات اب بھی موجود ہیں اکثر  
ان میں سے خوشحال و فارغ البال ہیں۔





(ن)

## نجم الدین علیخان بہادر

قاضی القضاۃ مولانا نجم الدین علی خان بہادر اشراف جنگ متخلص ثبات۔ ابن حضرت ملا حمید الدین محدث۔ ابن ملا غازی الدین شہید۔ ابن ملا محمد غوث مغفور۔

ولادت انکی بتاریخ ۵ مارچ ۱۵۱۷ء ہوئی۔ جنم ثاقب۔ مادہ سال ولادت تعلیم و تربیت اپنے والد ماجد۔ و ملا حسن فرنگی علی۔ و مولوی غلام یحییٰ بہاری سے حاصل کی۔ یہ علم ریاضی میں اپنا مثل نہیں رکھتے تھے۔ اگرچہ دیگر علوم میں بھی ماہر و یگانہ آفاق تھے لیکن خصوصیت کے ساتھ علم و ہنر میں نہایت اچھی مہارت و واقفیت رکھتے تھے۔

منقول ہے کہ نواب شجاع الدولہ بہادر صوبہ دار اودھ کو ایک کتاب اس فن کی حکیم میرزا اللہ خان سے مل گئی تھی۔ جس کی تصحیح کے لئے اکثر علما فیض آباد میں مقرر کئے گئے تھے۔ لیکن صحیح نہ ہوئی خود نواب شجاع الدولہ بہادر اس کتاب کی حفاظت میں بھی بہت کوشاں رہتے۔ یہ بھی تصحیح کیلئے طلب ہوئے۔ انھوں نے اپنی یاد پر اسکی تصحیح شروع کی۔ اور ساتھ ہی ساتھ ایک بسیط شرح بھی لکھنا شروع کی۔ نواب شجاع الدولہ بہادر خود روانہ آکر دیکھتے۔ اور بہت خوش ہوتے۔

نواب شجاع الدولہ بہادر نے اپنی منہ نشینی کے بعد عہد کر لیا تھا کہ اب کسی کو معافی نہ دیا جائیگی اسی بنا پر جن جن انخاص کے پاس معافیاں تھیں وہ ضبط کر لی گئیں۔ چنانچہ اسی ضابطی عام میں موضع دیکھیا بھی جو انکے والد کو معاف ہوا تھا ضبط ہو گیا تھا۔ انھوں نے اس کے صلہ میں اس موضع کی معافی کی درخواست کی۔ دیوان نے منع کیا کہ یہ درخواست نہ کیجئے۔ اس کے صلہ کو خود نواب کی مرضی پر چھوڑ دیئے۔ انھوں نے کہا کہ مجھ کو اور کچھ نہیں چاہیئے۔ چنانچہ اس درخواست کو بموجب معافی موضع کا پر وانہ مل گیا۔ وہ ٹیکر مکان آئے اور بدستور سابق درس و تدریس میں مشغول ہوئے بعد اسکے الماس علیخان نے انکے فضل و کمال کا شہرہ منکرنے میں مدد کا درس مقرر کیا۔

آغاز تیرہویں صدی ہجری میں منجانب ایٹ انڈیا کمپنی جب عہدہ قاضی القضاۃ کے تقرری کی تجویز کلکتہ میں ہوئی۔ تو اُس زمانہ میں علامہ فضل حسین خان نے (جو آصف الدولہ بہادر کے وقت میں کلکتہ میں سفیر تھے) ان کے فضائل و کمالات علمی کا تذکرہ نواب گورنر جنرل بہادر سے کیا۔ اس عہدہ کا تقرر سرکار انگریزی میں درپیش تھا۔ بہت سے علما کے نام پیش تھے۔ خوش قسمتی سے یہی منتخب ہو کر ممالک محروسہ سرکار کمپنی کے اول قاضی القضاۃ مقرر ہوئے۔

۱۲۰۵ھ میں جب علامہ فضل حسین خان کا خط بہ ایامے نواب گورنر جنرل بہادر دربارہ تقرر آیا اور ان کے والد کو معلوم ہوا۔ تو ان کی رائے اتنے دور دراز مقام پر جانے کی نہ تھی۔ مگر پھر باصرہ علامہ موصوف اجازت ملی۔ چنانچہ یہ کلکتہ گئے۔ اُس زمانہ میں سر جان شوہر گورنر جنرل تھے وہ ان کے استقبال کیلئے آئے۔ اور پاکی سے خود آتا کر لیگئے۔ اور معاف کیا۔ وہاں یہ بہت اعزاز و احترام کے ساتھ رہے۔ کابل سے لیکر دربار دکن تک اور ہندوستان کے ہر صوبہ یعنی الہ آباد و اکبر آباد و اودھ و اڑیسہ و ڈھاکہ و بنگال و بہار و غیرہ میں انھیں کے قوت پر مسلمانوں کے قضا یا فیصل ہوئے۔ پچیس سال تک یہ اسی عہد پر رہے۔ اور نہایت خوبی سے اپنے فرائض انجام دیئے۔ جس کے صلہ میں اعزاز خطاب اور کل تنخواہ پلوٹیشن اور پینشن در ثا بعد وفات عطا ہوا۔ خود نواب گورنر جنرل بہادر نے ان کے انتقال کے بعد ان کی بی بی کے نام جو خطا فریت بھیجا تھا۔ اُس کا ترجمہ یہ ہے کہ:-

”آپ کے شوہر قاضی القضاۃ بہادر کی وفات کا صدمہ سرکار دولت دار کمپنی کو آپ سے کم نہیں ہوا کہ جس نے ایسے اپنے متوکل لائق شخص اور فاضل بے بدل کو گم کیا۔ چونکہ کاغذ قضا و قدر میں بحر صبر و تدبیر کوئی چارہ نہیں۔ یقین ہے کہ آپ ازراہ صبر و تکیہ بانی اختیار کریں گی اگرچہ آپ کے چاروں ارٹس کے اعلیٰ عہدوں پر نوکر ہیں۔ آپ کو اپنی بسیرہ و وفات میں تمام تکلیف کا نہیں۔ مگر سرکار نے براہ قدر وانی و نام آدمی آپ کے شوہر کے ڈیڑھ سو روپے پلوٹ ہوا۔ آپ کی پینشن تا حین حیات تقرری کی ہے۔“

فیصل و کمال دیانت و تقویٰ میں ضرب المثل تھے۔ ساتھ ہی اسکے اعلیٰ درجہ کی شاہی  
 ناقتب تخلص کرتے تھے۔ عربی و فارسی زبان میں اشعار بہت بے تکلف اور نفیس کہتے تھے۔  
 کلام منائع و بدائع اور نغز و معنی سے پُر ہوتا تھا۔

نواب علی حسن خان سلیم ندر کہ صبح گلشن میں لکھتے ہیں کہ

ناقتب۔ انھنے القضاۃ محمد نجم الدین خان بہادر رئیس قصبہ کاکوری کہ بقا صلہ پنج کردہ  
 از بیت احکامت کھنڈ واقع است۔ و این قصبہ دوران نواح جماعت ارباب فضل و کمال و  
 مردم خوش رفتار و نیکو کردار و بخیرہ مقال و حامی و جامع بود۔ والد ماجد شہ مولانا حمید الدین  
 در علوم ظاہری و باطنی از اقزان و مثال قصبہ السبق می ربود۔ و جد بزرگوارش ملا محمد غوث اعلیٰ  
 پناہ و کمالات و تہذیب و علم حدیث استاد و رنگ زیب عالمگیر بادشاہ بود و خودش کہ بنجم ناقتب  
 ساد وین و دولت است۔ بر اکثر فضائل خلقی و خلقی و علوم عقلی و نقلی و موزدن طبعی و سلیقہ سخن سنجی  
 احتوا داشت و در صدر الامارۃ کلکتہ بعلوم شان و سمو مکانش احد سے ازار باب علم قدم بر مقصد  
 اتضی القضاۃ کی گذشت پایان عراز عمر تضادست کشید و بر وظیفہ بلا شرط خدمت مبلغ صد  
 روپیہ شاہرہ قضاعت و زید و از شہر کلکتہ بعزم وطن رخت کشید و راستا راہ بہمن کہ بلکہ بنابرین  
 رسید از عالم قدس نذر ارجحی الی ربک شنید ناچار ہر تقاضا سے اجل موعود صوبہ بن توجہ  
 نمود سہ و عشرین و اربعین و الف سال این واقعہ بود۔

انکاح عربی و فارسی کلام بغرض نفرت کج طبع ناظرین و بچ ذیل ہے

اشعار عربی

صاۃ بالخال خلعتی جلدی	کہنی کید ہا فیا مکدی
احرقتمنی بنار و جنتہا	کلمتنی بہدہا الاودی
جاءوا الصیر غایتہ یا لیت	جورہا سینھی الی بدی
فقضت عہد یوم اذہ وضعت	کفہا بالوشام فوق یدہ

واعدتني زوارتي ذوراً  
ليله ما رقدت في لوصدي  
فاذا اخلفته ثم شكوت  
الشدت في الجواب بالغزو  
قول سلمى ومن يضاها  
في المواعيد غير مستمد

يا رسولی مقامک ارفع  
تو لک فی شفاعتی انجفع  
انا داغ ببابک فاسمع  
کن رحیم الذلتی و اشفع

يا شفيع الوری الی الصمد

یوم للمراء شانه یغنی  
یوم عتی البنون لا تجزی  
یوم من حیلتی یفترخی  
اعتصامی سوا جانبک لی

لیس یاسیدی من الاحد

اشعار فارسی

بنی که خلق دگیتی بر آید آن باشد	وجود کامل او ختم مرسلان باشد
چنانکه نامه نویسد و بعد تا مش	کنند مهر که حجت بگیران باشد
نمود مهر نبوت خدا بنظرش ثبت	که احتتام رسالت بر عیان باشد
بر پشت فرس بر شده در خانه دیزین باش	با سیر تو ما شای جهان خانه نشین باش
برآمده اهل دول دست مسینداز	از کسب خود قانع یکسان جوین باش
کو لپی بے باک کجا زاهد یا بس	بگزین ره عشاق نه آن باش این باش
با دل که زمین دوری صدر حاکم حجت	گفتم که زمین دور ز دلدار قرین باش
ناتقبت بفغان است در صراع نظیری	بر غم زده خنده ز دم گفت خیرین باش
آه که زود از بر من همچو نفس آمد و رفت	شعله بود که گرم از پے رخسار آمد و رفت
خون ایدل پاسبیری که ز دشت برهی	همچو آن مرغ که دارد و به نفس آمد و رفت

لذت از نعمت الوان کریم نیافت

چیز با من ازاده محقر نیافت

تقصیرت برش باشد و نه تنفنا

بهره از صحبت ثانی بر غیر ذکی

نگارین پوش شاه آمد ز ترغیبی به ترغیبی

در ایام خزان بر خورد گلچینی به گلچینی

برک چشم سازش کرده کافر کیش زلف او

چه خط برداشتم از طالع مسعود خود و شب

چه سحر آرد ده ثانی که از جمع سخن بنجان

وسعت مشرب بمجنون داد و حریفی دگر

از لب میگون ساقی شد و بالانشه ام

بر سر کوے تو دلها مایل پا مالی اند

دل نمون بوی دل داری بنیدانی که بهیت

عاشقان محقق مستغنی اند از سیر مانع

حاجت صلح و مدارا با رقیبا نم نماند

آدم در راه عشق اما ز بس خوف ورجا

دل بود از دست من شوخی میخیزد زاده

ناتقبا از ماندن کلکته ام گو خوش ملی است

اے دولت خانه روشن ز فروغ ایمان

که کمالات ترا وصف تو اتم نمفستن

من طلبش بهر دے پیوستم

گنده خواری که برین خوان چو آمد و رفت

وز دور کلبه من مثل عس آمد و رفت

شیخ را نیست اگر بر در کس آمد و رفت

اغیار از پیشش بهش هوس آمد و رفت

بشهر از گلر خان بستند آینه به آینه

بیاد گل هم آغوش است غمگنه به غمگنه

پای قلم بهم گردید بیدینه به بیدینه

چو هم بهلو شدم در بزم ریگنه بر ریگنه

پیا پی میسر در گوش تکمینه به تکمینه

ده چه صحر اگر جنونش بهت پناے دگر

رحمت از عکس خودش در جام صبا دگر

از قدم بر قدم بر پاست غوغا دگر

جان آن دارد که این دل لرزه می جانے دگر

نرسجیب فکند می بنید گلهامے دگر

یار چون باشد با تو نیست پر و لے دگر

یک قدم پستروم پیش آدم پائے دگر

خواهرش مریم بود صیاد بر نای دگر

لیکن از حب الوطن هر دم ز نای دگر

بل ساء زهرت فیه ذکاء العرفان

قد تخلقت باخلاق جناب الحان

از دست کسے ندا و طلب دستم

ایک جذبہ زردوست کا رن کر دھام      المستہ لشکر ز مطلب رستم  
 ناز کبہ نے کہ صرف خوانی میکرو      تیسکر برمن فگن گفتا ادھی  
 گفتہ کہ دیرین رمی مرا جسع بکن      چون کرد مرا شریک گفتہ ندھی  
 انکو بھی علم حدیث کی اجازت حضرت شیخ ابوالحسن سندی سے تھی۔ انکے منجھلے بھائی حضرت  
 حاجی امین الدین قدس سرہ انکے واسطے بھی حدیث شریف کی سند اپنے حضرات اساتذہ سے  
 لائے تھے۔

تصانیف انکے حسب ذیل ہوئے (۱) شرح کتاب انجلیات و ابجالیہ قارئ عالمگیری  
 فارسی۔ یہ بسیط شرح انھوں نے حکم نواب گورنر جنرل بہادر لکھی تھی۔ تمام انگریزی عدالتوں میں مقبول  
 شرعی فیصلہ ہوتے تھے۔ وہ سب اسکی شرح کی بنا پر ہوتے تھے۔ یہ شرح حکم سرکار کلکتہ میں طبع  
 ہو گئی (۲) رسالہ دستہ جبرین منظوم۔ اس میں اہم مسائل جبر و مقابلہ کا حل لکھا ہے۔ اس رسالہ کی خود  
 ہی شرح بھی لکھی۔ شرح معہ متن کلکتہ میں طبع ہوئی (۳) رسالہ در بیان تناسب اعضا، انسانی (۴)  
 رسالہ در بیان سعد و نحس (۵) شرح اخلاق جلالی (۶) نسب نامہ (۷) کشکول موسومہ بہ بیاض  
 رشک ریاض۔ اس میں متعدد علوم و فنون کے بہت بسیط مضامین و مباحث تحریر ہیں اشعار  
 و قصائد وغیرہ بھی ہیں۔

انکے شاگردوں میں چند اعلیٰ مرتبہ کے انگریز بھی تھے۔ مثل مسٹر میرنگن صاحب بہادر  
 ممبر کونسل و سکرٹری دیس۔ انکے علاوہ اور بہت سے لوگ تھے۔ مختصر حالات انکے اور کتابوں  
 مثل تذکرہ علماء ہند وغیرہ میں بھی شائع ہو چکے ہیں۔

یہ بحالت علالت وطن آپس آ رہے تھے۔ کہ یکایک بنارس پہونچکر ۳ ماہ بیچ الاول  
 روز شنبہ ۱۲۶۹ھ بمبر ۲، سال ۱۱ ماہ ۹ یوم وفات پائی۔ وہیں باغ فاطمان میں دفن ہوئے  
 قطعہ تاریخ وفات از قلم فیض بخش مغفور کا کوردی سے  
 چو گم شد نجم ثاقب از نظر ہا      بخت بے تامل گشت موجود

بجسم سال فوت اور بافت  
 شدہ روشن از و فردوس فرمود  
 ایضا قطعہ تاریخ وفات از مولوی فتح علی جوہری  
 بحر حکت شمس ملت نجم دین قاضی قضاۃ  
 سرفرو بردم پے تاریخ و در گو شمس رسید  
 چونکہ در باغ جان با حوزین ہمدوش گشت  
 علم و فضل و درس و زہد دین ہمہ پوش گشت

## نصیر الدین

حضرت سید نصیر الدین المعروف بہ تین کویہ پیر سیدی الاہل و کاوری المدفن۔ آبن حضرت  
 مخدوم سید علا الدین سیدی۔ آبن سید محمود۔ آبن سید احمد۔ آبن سید ابوالفضل۔ آبن سید ابوالفضل  
 آبن سید علی احمد۔ آبن حضرت امام علی نقی۔ آبن حضرت امام محمد تقی۔ آبن حضرت امام علی موسی رضا  
 امام موسی کاظم۔ آبن حضرت امام جعفر صادق۔ آبن حضرت امام محمد باقر۔ آبن حضرت امام زین العابدین  
 آبن حضرت امام حسین۔ آبن حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ۔  
 انکے والد حضرت مخدوم سید علا الدین سیدی المتوفی ۱۰۸۵ھ حضرت شیخ نصیر الدین چراغ  
 دہلی کے اجل خلفا میں تھے۔ انھوں نے امکان نام اپنے حضرت پیر و مرشد کے نام پر رکھا تھا۔  
 انکی پرسی اولاد ضلع نواب گنج بارہ سکی میں اور دھری اولاد سندھ میں موجود ہے۔ یہ کاکوری  
 اگر شہید ہوئے تھے۔

مولوی حافظ شوکت علی سیدی اپنی کتاب مشوات الانظار فیہ ماضی من الآثار  
 کے نمبر دوم میں لکھتے ہیں کہ۔

ایک لڑائی ساتھ ہنود و رعایائے کاکوری و کھنڈ کے ہوئی تھی اُس میں دولت یار خان انسر  
 فوج شاہی تھا۔ جسکے ساتھ اُس لڑائی میں سید نصیر الدین و سید احمد پیران مخدوم علا الدین  
 صاحب بھی تھے۔ چنانچہ بمقام کاکوری دولت یار خان و سید نصیر الدین شہید ہوئے۔ جبکہ  
 مزار جانب شمال ہودہ ملا بک کے ہے۔ ایک مدت تک مشہور و معروف دزیارت گاہ رہا

اب چند مدت سے پتہ اور نشان اُس کا معلوم نہیں ہوتا ہے۔ اور دولت یار خان کی قبر بھی اُسی جگہ ہے۔ اور سید احمد صاحب اسی لڑائی میں بمقام لکھنؤ شہید ہوئے۔ انکا مزار معالی خان کی سرزمین متصل فراش خانہ و امام بارگاہ الماس علیجان واقع ہے۔

یہاں انکی یہ کرامت بہت مشہور ہے کہ جس شخص کی کوئی چیز گم ہو جاتی ہے۔ وہ اگر تین کوڑی کی فیسبتی پر انکا فاتحہ مان لیتا ہے۔ تو فوراً گم شدہ چیز مل جاتی ہے۔ اسی وجہ سے یہاں تین کوڑی سپکے نام سے مشہور ہیں۔ انکا مزار ہودہ تالاب کے کنارہ لب شرک بالکل کھلا ہوا ہے۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ انکا مزار بجائے شمال و جنوب یعنی قبلہ رخ ہونے کے مشرق و مغرب میں یعنی شمال رخ بن گیا ہے۔ بجز لاعلمی و بے عقلی اور کیا کہا جائے۔ دولت یار خان کی قبر تالاب کے دو کسے کنارہ پر ایک حظیرہ میں واقع ہے۔ نشانات بھی پڑھتے ہیں اطراف میں اور بھی بہت سے شہداء کے مقابر ہیں۔ یہ عوام میں دوست یا شہید کے نام سے مشہور ہیں یہ جو مشہور ہے کہ یہ دونوں حضرت سید سالار مسعود غازی کے رفقاء میں سے ہیں۔ یہ امر باری تحقیق کو نہیں پہنچتا۔ حضرت سید سالار مسعود غازی کے رفقاء کے حالات اس سے فاصلہ پر ہیں اور وہ قلعہ سالار مسعود کے نام سے مشہور ہے۔ اُسی سے متصل قاضی زادگان کا قبرستان ہے جو اسی کے پاس سالاری تالاب مشہور ہے۔ یہاں تالاب واقع ہے۔ کہا یہ جاتا ہے کہ یہاں حضرت سید سالار مسعود غازی کی ایک انگلی کٹ گئی تھی۔ جو یہیں دفن ہو۔ ہر سال ماہ چھیٹھ میں بعد میلہ ہر لڑکے یہاں بھی میلا ہوتا ہے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

## نظام علی

حضرت شاہ نظام علی قلندر (نواسہ حضرت شاہ محمد کاظم قلندر) ابن حضرت شاہ بہرام علی قلندر ابن شیخ حمید اللہ ابن شیخ محمد نواز ابن حافظ خلیل الرحمن شہید۔ انھوں نے کتب درسی کی تکمیل اپنے مامون حضرت مولانا شاہ حمایت علی قلندر قدس سرہ کی



اور تعلیم باطنی اپنے والد ماجد اور دونوں مامودن حضرت شاہ تراب علی قلندر - و مولانا شاہ تراب علی قلندر قدس سرہما سے - اور اجازت و خلافت سلاسل خاندانی بھی انھیں ہر سر حضرت سے حاصل کی علاوہ ان کے حضرت شاہ علی مظہر قلندر زبیرہ حضرت سیدنا شاہ باسط علی قلندر سے بھی ان کو اجازت و خلافت تھی - حضرت شاہ عبدالرحمن قلندر ثالث عرف حاجی میان نے بھی ایک تاج سوزن کار بلوچہ حضرت شاہ عبداللہ قلندر راہر پوری ان کو عطا کیا تھا -

یہ بہت بڑے عالم اور صاحب نسبت بزرگ تھے - اعمال و دعوت اس کی طرف زائد توجہ تھی - اور اس میں خاص دخل تھا - چنانچہ بہت سے نقوش مرتب کئے - اور بہت سے قواعد اعمال میں معین کئے -

مخصوص اس فن میں دو کتابیں ان کے مصنفات سے ہیں - اور چند بیاضیں بھی - پہلی کتاب مجموعہ واجہ ہے - جو نہایت ضخیم ہے مگر اب صرف اُس کے چند اجزاء موجود ہیں بقیہ تلف ہو گئے دوسری کتاب منتخب الاسماء ہے - جو دراصل بحر مولج کا خلاصہ ہے جیسا کہ خود اس کے دیباچہ سے واضح ہوتا ہے - یہ دو جلدوں میں ہے - علاوہ اسکے علم خبر میں بھی مہارت تھی - ایک رسالہ اس علم میں بھی ان کے مصنفات سے ہے - خط بھی اُن کا بہت پاکیزہ تھا - بہت سی کتابیں لکھ کر ہاتھ کی لکھی ہوئی موجود ہیں -

یہ محتاط اس قدر تھے کہ کبھی جھوٹ نہیں بولے - اور نہ جو کی روٹی اور چینی کے سوا کچھ کھایا ریاضات اور مجاہدات بہت کئے - اور قریب قریب تمام اسماء کی زکوٰۃ باشرائط دی - مولوی ذوالفقار علی علوی حاکم کاکوروی اپنے نسب نامہ میں ان کے متعلق لکھتے ہیں کہ -

"شاہ نظام علی منفور صاحب ریاضات شامہ و حرمت گزین بود دعوات اسماء الہی تا مدۃ العمر خوش

نمودہ کم خوری و کم آزاری و شب بیداری و غیرہ خوش داشتہ و از عیش و شغف و لذت و دیرینہ

سرمی برد کہ از اندازہ بیان بیرون است - گوئند کہ از صبح و در صدر عارض بود کہ تا شام کار خود تمام

کرد و گھر و قہارے تحمل و ضبط بود کہ مردمان گرد و پیش از صحبت و جناب شان آگاہی یافتند خستہ کر این صفت



(۱) قاری امیر سید الدین جن سے علوم و سیدۃ حدیث و تفاسیر و تصحیح علم تجوید و اذکار و اعمال کی تحصیل کی۔

(۲) حضرت مولانا ضیاء الدین محدث مدنی جن سے حدیث شریف پڑھی۔ اور اُس درود شریف کی اجازت حاصل کی جس سے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی اور بشارت حاصل ہوئے۔

(۳) حاجی عبداللطیف ہراتی جن سے ذکر یاس انفاس کی تعلیم ہوئی۔ اور انھیں کی توجہ سے اسرار باطن بھی کشوف ہوئے۔

(۴) حضرت امیر سید ابراہیم ابن معین الدین ایرجی پیر سبیت و اجازت و خلافت جن کی خدمت میں بہر مرامل سلوک طے کئے۔ اور دیگر فوائد بھی حاصل ہوئے۔

(۵) حافظ سید محمد ابراہیم ابن احمد ابن حسن بغدادی۔ ان پانچ بزرگوں سے عالم ظاہر میں فیضیاب ہوئے۔ اور جن دو بزرگوں سے نسبت ایسی تھی اُن میں سے۔

(۶) حضرت غوث الاعظم شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ، حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی تھے۔ ان سات کالمین سے حضرت مخدوم صاحب کی تعلیم و تکمیل ہوئی۔  
تیسرے شرف الدین شکارپوری خلیفہ اجل حضرت مخدوم صاحب اپنی بیاض میں لکھتے ہیں کہ کہ آپ حضرت سید عبدالرحیم مجدد سے بھی فیضیاب تھے۔

علامہ عبدالرشید ملتانی تلمیذ رشید و خلیفہ ارشد حضرت مخدوم صاحب کتاب زاد الآخرة میں لکھتے ہیں کہ حضرت فرماتے تھے کہ میں اکثر حضرت غوث الاعظم کی زیارت سے شرف ہوا ہوں۔ مگر کبھی نہ تنہا حضرت ہی کو دیکھا۔ اور نہ تنہا حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کو بلکہ ہمیشہ دونوں کو ساتھ ساتھ دیکھا۔ اور بوقت کلام بھی حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کو حضرت غوث الاعظمؒ کے کلام کی اتباع کرتے دیکھا۔ کبھی انھوں نے خود کلام نہیں کیا۔ مجھ کو اس امر پر تردد تھا۔ ایک بار میں نے یہ حال اپنے والد سے بیان کیا انھوں نے فرمایا کہ پریشانی کی کون سی بات ہو۔ حضرت غوث الاعظم

کو اہل کشف و ذہن جہاں کہتے ہیں۔ جناح اول شیخ شہاب الدین سہروردی۔ جناح دوم شیخ  
اکبر محی الدین ابن عربی ہیں۔ چونکہ اس زمانہ میں تمھاری ہمت علم شریعہ و اتباع سنت کی طرف  
متوجہ ہے۔ لہذا شیخ سہروردی بہت حضرت غوث الاعظمؒ نظر آتے ہیں۔ حضرت غوث الاعظمؒ  
خود فرماتے تھے کہ میں نے علم رسول اللہ کے دو حصہ کر دیے۔ علم شریعہ و اتباع سنت شیخ شہاب الدین  
سہروردی کو اور علم حقائق و معارف شیخ محی الدین ابن عربی کو دیا۔

حضرت مخدوم صاحب فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ ماہ رمضان المبارک میں مجھے خیال آیا کہ  
مدت سے حضرت غوث الاعظمؒ کی زیارت نہیں ہوئی۔ بعد تراویح میں سو گیا۔ دیکھا کہ حضرت  
تشریف لائے ہیں۔ اور شخص اور ساتھ میں جن میں سے ایک شیخ سہروردی ہیں۔ دوسرے جن پر  
مستی کا غلبہ تھا انکو میں نے نہیں پہچانا۔ حضرت نے بغرض استفسار عرض کیا۔ حضرت نے اُن بزرگ سیری  
طرح اشارہ کر کے فرمایا کہ ان سے مصافحہ کرو۔ نظام الدین ہی ہیں جن کے تم مشتاق تھے یہی تمھارا  
کلام کی حمایت کرتے ہیں۔ اُن بزرگ نے کہاں تپاک ہو شاید ہو کر مجھ سے مصافحہ و مناظرہ کیا۔ اور کہا  
کہ اگر یہ لوگ میرے کلام کی حمایت نہ کریں گے۔ تو کون کریگا۔ اور لوگ اسکی قدر کیا جائیں۔ یہ قاری  
ابراہیم (نندادی) کے پوتے ہیں تب مجھ سے حضرت غوث الاعظمؒ نے ارشاد فرمایا۔ کہ یہی شیخ  
محی الدین ابن عربی ہیں۔ اسکے بعد حضرت غوث الاعظمؒ بیٹھ گئے۔ اور انکی دہانے طرف شیخ سہروردی  
اور بائیں طرف حضرت شیخ محی الدین ابن عربی بیٹھے۔ اور مجھ کو اپنے روبرو بٹھایا۔ حضرت شیخ اکبر محی الدین  
ابن عربی نے مجھ سے کہا کہ تمھارا جد نے مقررین کے جواب میں اچھا رسالہ لکھا جو۔ اور تم نے بھی  
اُن سے کم نہیں لکھا۔ میں نے اس کا جواب مطابق حال دیا۔ اس واقعہ کو بھی میں نے اپنے والد  
مجاہد سے عرض کیا۔ اُنھوں نے فرمایا کہ احمد شہد تم کو مشغولی غوثیہ سے بہت اچھا فائدہ ہوا اسکو جاری  
رکھو۔ اسکے طفیل میں حقیقت مراتب غوثیہ سے بھی آگئی ہوگی۔

حضرت مخدوم صاحب فرماتے تھے کہ جب میں بمقام فیروز آباد حضرت امیر ابراہیم ارجی سے  
مشرف بیعت ہوا۔ تو حضرت نے ایسے عنایات فرمائے جو بیان سے باہر ہیں۔ چند ماہ خدمت

اقدس مین رہا۔ روزانہ کوئی نہ کوئی نیا انکشاف ضرور ہوتا تھا۔ حالات سابقہ متعلق بہ درس تدریس و وقوف اذکار وغیرہ اکثر دریافت فرماتے۔ اور درس احادیث کے وقت بھی مجھ کو یاد فرماتے۔ نماز بھی مجھی سے پڑھواتے۔ اور فرماتے کہ تم سے قرأت خوب ادا ہوتی۔ اور آواز بھی عمدہ ہے۔ اور فرماتے کہ تمہارے آنے سے بہت مسرت ہوتی ہے۔

فرماتے تھے ایک روز مجھ سے دریافت فرمایا کہ انشاء اعمال بالنیات کے کیا معنی ہیں۔ میں نے بیان کئے۔ اُس وقت حضرت پر کیفیت طاری ہو گئی۔ فرمایا پھر کہو اور اپنے سر مبارک سے ٹوپی اتار کر میرے سر پر رکھ دی۔ اور فرمایا کہ حدیث کے معنی بیان کرنے کے لئے ایسا ہی اچھا نمونہ چاہئے۔ پھر روزانہ کے وظائف دریافت کر کے اپنی کتاب اور ادو پیرا مین حضرت سید احمد بغدادی قدس سرہ عطا فرمایا۔

حضرت مخدوم صاحب چند روز کے بعد رخصت ہو کر وطن تشریف لائے۔ اور تمام سرگزشت اپنے والد ماجد سے عرض کی اُنھوں نے سُکر بہت دعائیں دیں۔ پھر تھوڑے دنوں کے بعد معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم ارجی فیروز آباد سے چرکھاری تشریف لائے ہیں۔ اور وہاں سے دہلی جائینگے حسب احکم اپنے والد ماجد یہ چرکھاری تشریف لے گئے۔ اس مرتبہ بھی حسب سابق بہت زائد عنایت ہوئی۔ دو مہینہ قیام رہا۔ اُسی زمانہ میں ایک روز آپ نے اُن سے مشغولی ارسال غوثیہ کے متعلق عرض کیا۔ اُنھوں نے ارشاد فرمایا کہ میرا خود ارادہ تہلانے کا ہے۔ مجھے جتنہ تم سے تعلق ہو۔ وہ تم خود جانتے ہو۔ جو کچھ میں نے اپنے پیرو مشد شیخ بہار الدین انصاری سے حاصل کیا وہ سب تم کو بتلادیا اور دیدیا۔ صرف دو چیز ہیں اب تک ملتوی رکھی ہیں۔ ایک شمال اور دوسری مشغولی۔ یہ اس مصلحت سے کہ اس کو اپنے مشد کے مخدوم زادہ حضرت حافظ سید ابراہیم بغدادی کے ہاتھ سے دلوانا چاہتا ہوں۔ اور اپنی دستخطی شمال تم کو بوقت رخصت دید و نگار تمھاری تکمیل غنیمت سے ہوگی۔ چونکہ تمھارا اسم عالم معانی مین بارھوان ہے۔ جیسا کہ حضرت غوث الاعظم کا بواسطت شجرہ آبائی بارھوان اسم تھا۔ لہذا نعمت غوثیہ تم کو اُنھیں کے ہاتھ سے ملیگی۔ اور وہ عقربہ بستان

آنے والے ہیں۔ تم انکی تشریف آوری کے منتظر ہو میرا ارادہ دہلی جانے کا ہے۔ میں تم کو وطن رخصت کر کے دہلی چلا جاؤں گا۔ دو سو روز انھوں نے کتبہ معہ وصایا و مثال مہری عطا کر کے وطن جانے کے اجازت دی۔ چنانچہ آپ وطن تشریف لائے۔ اور اپنے والد ماجد سے کل کیفیت بیان کی۔ وہ بہت خوش ہوئے۔ اور فرمایا کہ اس طرف میں نے سید عبد الرحیم خذوب کو خواب میں دیکھا تھا۔ انھوں نے مجھ سے کہا کہ ایک سید غریب سے آؤں گا۔ اور تمھارے رشتے کو بارہ آم دیگا۔ تنہا خوری نہ کرنا۔ پھر کہا کہ جیسا تمھارا لڑکا ویسا میرا لڑکا۔ یہ بھی بشارت تھی جسے حضرت سید ابراہیم ادرجی کے کلام کی تصدیق ہوئی۔ اور حضرت غوث الاعظم کے اسم مبارک کی طرف اشارہ بھی امر واقعی تھا۔ جسے حضرت سید عبدالرزاق نے اپنے رسالہ ملہات قادری میں توضیح بیان کیا ہے۔ اور مشغولی ارسال غوثیہ کے متعلق بھی حضرت غوث الاعظم سے تحقیق کر کے لکھا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ مجھ کو اس مشغولی کی تلقین حضرت خضر سے ہوئی۔ اسی وجہ سے اسکو مشغولی ارسال کہتے ہیں سید عبد الرزاق صاحب اس مشغولی کے بارے میں شرط اعتقاد اپنے والد حضرت غوث الاعظم سے مجاز تھے۔

حضرت مخدوم صاحب السوءت سے حضرت حافظ سید ابراہیم بغدادی کی آمد کے برائے منتظر تھے اور ہر وقت آئندگان مغرب سے دریافت فرماتے رہتے۔ جب انکو حضرت سید صاحب بغدادی کالاہور سے آگرہ وغیرہ ہوتے ہوئے جھانسی تشریف لانا معلوم ہوا۔ تو آپ یہاں سے دس ماہہ رزقا کے ساتھ جھانسی تشریف لے گئے۔ وہاں سید صاحب بغدادی کی یہ کیفیت تھی کہ ہر شخص سے حضرت مخدوم صاحب کے خاندان کا حال دریافت کرتے رہتے۔ کیونکہ بغداد سے چلتے وقت حضرت سید احمد بغدادی نے ان فرمادیا تھا کہ ہندوستان پہونچ کر قاری امیر ابراہیم نواسہ حضرت سید عبدالرزاق۔ ابن حضرت غوث الاعظم کی اولاد کا حال ضرور دریافت کرنا۔ اگر ان میں کوئی قابل ملاقات معلوم ہو تو ملنا۔ بالآخر حضرت مخدوم صاحب اسی حالت انتظار میں حضرت سید ابراہیم بغدادی کی خدمت میں جھانسی پہونچے۔ جو وقت ملازمت سے شرف ہوئے۔ تو انکو

دیکھتے ہی حضرت سید صاحب بغدادی نے کمال مسرت معانقہ کر کے فرمایا کہ ع یا درخانہ و  
 سن گرد جان میگردم۔ پھر غور سے ان کو دیکھ کر فرمایا کہ والد ماجد کا کیا نام ہے۔ انھوں نے  
 بتلایا۔ سید صاحب بغدادی نے حاضرین محفل سے بنظر رفع تعجب خصوصیات خاندانی بیان  
 فرمائے۔ چنانچہ اکثر ان کے نیاز مندانہ دست بوسی کی۔ سید صاحب بغدادی نے ان کے قیام  
 کے لئے ایک مکان اپنی قیام گاہ کے متصل تجویز فرمایا۔ یہ وہاں ٹھہرے۔ سید صاحب نے مہانداری میں کوئی  
 دقیقہ نہیں اٹھا رکھا۔ دوسرے روز بعد نماز اشراق سب حالات واقعات گذشتہ دریافت ہوئے۔ انھوں نے سب  
 بیان کئے جس کو سید صاحب بغدادی نے فرمایا کہ غنیمت کی کاپی پہنچ کر مکان اتعکاف معین کر کے مشغولی  
 ارسال غوثیہ کی اجازت دیجائیگی۔ کیونکہ ضابطہ مقررہ مشروط الشرايط اعتکاف ہے۔ بالفعل سالہ  
 ملہمات قادری دیکھو۔ چنانچہ دوسرے روز کتاب عطا ہوئی۔ مخدوم صاحب نے دیکھنا شروع کیا  
 سب سے اول مشغولی ارسال غوثیہ کا ذکر تھا۔ پھر ادھر بہت سے اسرار و نکات غامضہ تصوف کا  
 بیان تھا۔ جس کے مطالعہ سے بہت فائدہ ہوا۔ بیس روز تک ان کے ساتھ جھانسی میں قیام رہا۔ اس  
 دوران میں ایک روز سید صاحب بغدادی نے دریافت فرمایا کہ اس کتاب کے مطالعہ سے اصل  
 مطلب بھی نکلا۔ انھوں نے جو فوائد حاصل ہوئے تھے بیان کر دئے۔ پھر پوچھا کہ کتاب عالم المعالم  
 بھی دیکھی ہے۔ انھوں نے عرض کیا کہ عرصہ ہوا جب حضرت والد ماجد سے معہ شرح ابراہیمی جو  
 حامل المتن ہے پڑھی تھی۔ ارشاد ہوا کہ شرح ابراہیمی بھی میرے ہمراہ ہے۔ کاپی پہنچ کر درس ہو گا  
 میرے والد حضرت سید احمد صاحب کا ارشاد ہے کہ جس نے کتاب عوالم غور سے نہیں دیکھی۔  
 اُسکو مسائل ملہمات کے سمجھنے میں دقت ہوگی۔ الحمد للہ کہ کتاب عوالم تم پہلے پڑھ چکے ہو۔ انھوں  
 نے عرض کیا کہ کتاب کے مطالب سمجھنے کے لئے ذہن عالی درکار ہے۔ مجھے اس قدر قابلیت نہیں  
 تا وقتیکہ آپ کی توجہ نہ ہو۔ اسپر وہ نہایت خوش ہوئے اور فرمایا کہ اس راہ ہستی میں مبتدی رہا ہوں  
 جس شخص کا سرانیتہی ہے۔ اُسکے لئے ہستی حضرت حق و مہم تقدس ہے۔

حضرت مخدوم صاحب تھوڑے دنوں کے بعد مع سید صاحب بغدادی کاپی تشریف لائے

سید صاحب نے ایک پرانی مسجد جو مابین فرود گاہ و دریا سے جہنا دل تھی۔ اعتکاف کیلئے تجویز فرمائی اور اعتکاف کا حکم دیا۔ اور شرائط اعتکاف بھی ایک پرچہ پر لکھ کر دیدے۔ چنانچہ غزوہ ذیقعدہ سے اعتکاف شروع ہوا۔ حضرت سید صاحب روزانہ شب میں پیادہ پا جا کے اعتکاف پر جو سب بھرتھا تشریف لاتے۔ اور واقعات دریافت فرماتے۔ جب بروز عید الصبح اعتکاف سے فراغت ہوگئی تو اس روز سید صاحب کے مسرت کی انتہا نہ تھی۔ جو ان کے پاس آتا۔ فوراً حضرت مخدوم صاحب کے پاس بھیجتے۔ اور زبردلو اتے۔ بعد فراغت اعتکاف ایک دوسرا مکان جو ان کے مکان متصل تھا۔ قیام کے لئے تجویز کر دیا۔

سید صاحب روزانہ بعد نماز صبح مشغولی تلقین فرماتے۔ پھر شرح عوالم جنیدی مہملہات کا درس دیتے۔ اور بعد نماز ظہر تفسیر معالم۔ و بخاری تشریف سنتے۔ اور بعد نماز مبعثات عشر قادری پڑھواتے۔ پھر مغرب تک سکوت برعایت پاس انفاس ذکر خفی اسم ذات کا حکم فرماتے۔ اور بعد مغرب کلام اللہ کی تلاوت کراتے۔ چار مہینہ تک جو میں چلہ کی میعاد ہوتی ہے۔ اوقات منضبطہ کرنے کی تاکید فرمائی۔

تقریباً حضرت مخدوم صاحب چھ مہینہ حاضر خدمت رہے۔ اس عرصہ میں جو کیفیات وارد ہوتے تھے۔ وہ عرض کرتے چھ مہینہ کے بعد وطن آنے کی اجازت چاہی۔ سید صاحب نے مجبوراً بلحاظ ضعف و پیرائہ سالی آپ کے والد کے دو مہینہ کی اجازت دی۔ بعد اسکے واپسی کی تاکید فرمائی۔ وقت رخصت کلام مبارک اور مثال یعنی اجازت نامہ مہری و مندیل حضرت سید احمدؒ اپنے دست مبارک سے عطا کی۔

حضرت مخدوم صاحب رخصت ہو کر وطن تشریف لائے۔ اور اپنے والد ماجد کی قدم بوسی کر کے سب حالات و کیفیات سفر و حضر عرض کئے۔ جب کو سکر انھوں نے فرمایا کہ اے نظام الدین راہ سلوک میں سب سے علیحدہ اور حق سے ملا رہنا چاہئے۔ بعد دو ماہ کے فوراً حضرت سید صاحب کی خدمت میں واپس جاؤ۔ اور ایسے جوان مبارک پرشت کی صحبت اپنے حق میں کبریتا حمر سمجھو۔



میری دلی تمنا ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو منصب عالی پر فائز کرے ۔

حضرت مخدوم صاحب دومینہ سے قبل سید صاحب کی خدمت میں حاضر ہو گئے ۔ اور جدید غایات و تفصیلات سے سرفراز ہوئے ۔ اسی مکان میں قیام کا حکم ہوا ۔ اسی اثناء میں حضرت مخدوم صاحب نے کتاب ملہات کا فارسی میں ترجمہ شروع کیا ۔ دومینہ میں ترجمہ ختم کر کے سید صاحب کی خدمت میں پیش کیا ۔ انھوں نے بہت پسند کیا ۔ اور جابجا اصلاح سے مزین فرمایا ۔ بعد ختم پھر وطن واپس تشریف لائے ۔

چوتھی مرتبہ حاضری میں سید صاحب نے ارشاد فرمایا کہ بزرگان ہند کے آثار کی زیارت جو اس ضلع میں جنوب کے جانب واقع ہیں کرنا چاہیے ۔ بعد زیارت یہ سید صاحب کے ہمراہ ملک دکن گئے ۔ وہاں علاوہ اور دیگر بزرگوں کے چالیس ابدلون سے ملاقات ہوئی جنھوں نے بشارتیں دیں ۔ واپسی پر ارشاد ہوا کہ شب میں بعد دورہ کلام اللہ معالم التنزیل و جامع الاصول کا درس نہایت ضروری ہے ۔ بعد اُسکے حاضری کی مدت کے متعلق ایک روز دریافت کر کے فرمایا کہ بیچاری جدائی ایک مہینہ سے زیادہ نہیں چاہتا ۔ چار مہینہ یہاں اور ایک یا دو مہینہ اپنے والد کی خدمت میں رہا کرو ۔ اچھا آج محبت و اخلاص کے احادیث بیان کرو ۔ چنانچہ انھوں نے بیان فرمانا شروع کیا ۔ اُس وقت حاضرین پر جو کیفیت طاری ہوئی ۔ وہ بیان سے باہر ہے ۔ خود سید صاحب کو ایسا استغراق ہوا کہ تمام محفل بیہوش ہو گئی ۔ بعد استغراق سید صاحب نے کمر بند غوثیہ عطا فرمایا ۔ اور صبح کی نماز اکرانکے مکان پر انکی اقتدا میں پڑھی ۔ اور ارشاد فرمایا کہ تم کو منصب اپنے جد قاری امیر ابراہیم کا ملا ۔ اور یہ بھی ارشاد ہوا کہ جس روز میرے جد حضرت عبدالرزاق نے قاری امیر ابراہیم کو مسند خلافت پر بٹھلایا تھا ۔ تو وہ عید الضحیٰ کا دن تھا ۔ پہلے نماز عید کی امامت کا حکم ہوا ۔ اس ارشاد کے بعد منہیل اور کمر بند غوثیہ دیکر مسند خلافت پر بٹھلایا ۔ اور حضور کو حکم دیا کہ قاری کو نذر دین ۔ آج تم پورائیت اپنے جد کے قائم مقام ہوئے ہو ۔ لہذا تم ہی امامت کرو ۔ انھوں نے غور کیا ۔ جواب میں ارشاد ہوا کہ خاکساری خدا کے یہاں مقبول ہے ۔ خدا انجام بخیر کرے گا ۔ مگر نماز پڑھاؤ ۔

انھوں نے حسب احکم نماز پڑھائی۔ بعد ختم نماز خدام سے ارشاد ہوا کہ خوانان میں فیئر نی لاؤ۔ چنانچہ پچاس خوانان میں مصری کے کوزے حاضر کئے گئے۔ اس پر حضرت سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم و پیران سلسلہ کا فاتحہ ہوا۔ پانچ خوانان کو وطن میں تقسیم کئے گئے۔ اور نصف حاضرین کو تقسیم کئے اور باقی رومائے کالپی کو۔ بعد اسکے شمال مصری و ضوا بعا ارسال غوثیہ و مجوہہ اوراد شریف عطا فرمایا۔ پھر مصافحہ و معانقہ کر کے وطن رخصت کیا۔ سید صاحب بغدادی کا قیام جب تک کالپی میں رہا۔ یہ سال میں متعدد بار حاضر خدمت ہوتے تھے۔

ایک مرتبہ حسب طلب سید صاحب بغدادی قریب رمضان شریف بارادہ کالپی روانہ ہوئے راستہ میں پھر دہلی قاضی ضیاء الدین المعروف بہ قاضی جیانی توٹنوی کے مکان پر قیام کر کے کالپی روانہ ہوئے۔ اس سفر کا قصہ یوں ہے کہ اسی زمانہ میں حضرت سید صاحب بغدادی کا صحیفہ اس مضمون کا صاڈا ہوا کہ ماہ رمضان کا ایک مہینہ باقی ہے۔ بغداد شریف کے چند قاری۔ اور قاری محمد شریف مدنی یہاں آئے ہوئے ہیں۔ اور تمھاری ملاقات کے مشتاق ہیں۔ اگر فرصت ہو چلے آؤ۔ حضرت مخدوم صاحب یہاں سے مہمولا نا سید عبد الرشید طمانی و شیخ بدیع الدین مانک پوری۔ و مولوی نصیر الدین سنبھلی۔ و حافظ صاحب اللہ خیر آبادی وغیرہ کے تشریف لگے چونکہ قرآن خوانی اور اذانے قرأت میں بھی کیا کوشاں تھے۔ وہاں پہونچنے پر سید صاحب نے ایام رمضان شریف کی اس طرح پر تقسیم فرمائی۔ کہ اول عشرہ میں یہ ختم کریں۔ اور دوسرے میں قاری محمد شریف۔ اور تیسرے عشرہ میں قاری حمید الدین بغدادی۔ اور ایک پارہ بغدادی برادہ بن میں قاری مبارک اللہ بغدادی پڑھیں چنانچہ پہلی شب حسب احکم انھوں نے پڑھنا شروع کیا۔ سامعین بہت مخطوطا ہوئے خصوصاً قاری محمد شریف مدنی جنھوں نے بعد ختم دو گانہ ان سے کہا کہ کون کہہ سکتا ہے کہ تم ہندی ہو۔ تم تو خراہل مدینہ ہو۔ رعایت قانون تجویذ و شد و مد و خوش الحانی جس قدر تم میں ہے وہ دوسرے میں نہیں سخی یہ ہے کہ تم اپنا شل نہیں رکھتے۔

ایک روز حضرت سید صاحب بغدادی سے قاری محمد شریف نے عرض کیا کہ میں نے سنا ہے

مولانا نظام الدین قاری کو حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کے مصنفات پر بہت عبور ہے۔ اگر عبدالرحمن شریف فصوص الحکم کا بیان ایک وقت معین پر ہوا کرے تو بہت اچھا ہے۔ سید صاحب نے ان سے فرمایا کہ مہمان کی خاطر ضرور کرنا چاہئے۔ چنانچہ دوسری شوال سے فصوص الحکم کا بیان شروع ہوا حضرت مخدوم صاحب نے اس قدر سلیقہ و تقریر فرمائی کہ سامعین حیران رہ گئے۔ ایسا التزام کر لیا گیا تھا کہ ایک جگہ کتاب کا اور اسکی تطبیق دس بارہ آیات قرآنی اور اسی قدر احادیث سے مدلل کر کے بیان فرماتے جس سے حاضرین بہت مخلوط و مسرور ہوتے۔

حضرت قاری محمد شریف مدنی جب اپنے وطن اسپس ہوئے۔ تو راستہ میں حضرت خواجہ کنکلی سے بیان کیا کہ اس سفر میں میں نے ایک بزرگ سے ملاقات کی کہ جو جامع جمیع صفات ہے جسے ادب سید الطائفہ جنید بغدادی۔ دقوے ابو حنیفہ اور رموز وغوص و نکات تجوید قرآنی سے سلعہ سائقین دیکھنا منظور ہو۔ وہ مولانا قاری نظام الدین کو دیکھے۔ باوجود ان سب کمالات کے بجز نشان عبودیت اور کچھ نہیں۔ اس واقعہ کو حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی نے اپنے پیر خواجہ کنکلی سے سن کر وقت ملاقات حضرت ملا عبد الکریم نمبرہ حضرت مخدوم نظام الدین سے بولا کہ اپنے خلیفہ خاص حضرت سید احمد مجدد الف ثانی کے بیان فرمایا تھا۔

حضرت مخدوم صاحب نے کالپی سے واپسی پر لاہور میں شاہ عبدالرحیم مجددی سے جو انکے والد ماجد کے دوست تھے انکے حسب ارشاد ملاقات کی۔ یہ راستہ میں مجددی صاحب کے متعلق لوگوں سے دریافت کرتے رہتے۔ چنانچہ معلوم ہوا کہ قریب میں ایک بزرگ ضرور ہیں جنکا سارا وقت جنگل کے گشت میں گذرتا ہے۔ اور جب کچھ افاقہ ہوتا ہے۔ تو کانون میں آکر بابا شہد تکیہ دار کے مکان پر رہتے ہیں۔ یہ سن کر مخدوم صاحب مزار شمس الدین خان و مولانا عبدالرشید ملتانی کو لیکر بابا شہد تکیہ دار کے مکان پر گئے۔ وہاں دیکھا کہ ایک شخص بہت ہی بیٹھے ہوئے۔ بڑا مارے میں انھوں نے قریب جا کر سلام کیا۔ انھوں نے نہایت کڑاکر جواب دیا۔ اور فرمایا کہ اے نظام مسئلہ دیشیر مادھو فیان تو پڑھ چکا اچھا پڑھا۔ اور عرب کے قاریوں کے سامنے تو نے کتاب فصوص الحکم بھی خوب پڑھی۔ اب نص

محمدی سے سامنے پڑھ۔ انھوں نے پڑھنا شروع کیا۔ مطالب کسی کی سمجھ میں نہ آئے۔ بعد تم تقریر  
انھوں نے ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگی کہ جو کچھ سنت ہے فرض ہو۔ اور جو فرض ہے وہ سب ہو آمین آمین  
آمین پھر فرمایا کہ اسے نظام میرا بھائی تیس کے انتظار میں ہے۔ جلد جا میرا سلام کہنا اور کہنا کہ جو کچھ  
میں کہتا ہوں۔ وہ میں نے تیرے لڑکے کو دیدیا۔ یہ وہاں سے شخصیت ہو کر وطن آئے اس کے ساتھ اپنے  
والد ماجد سے تمام سفر کی کیفیتیں بیان فرمائیں۔ انھوں نے سکر یہ دعا کی کہ

”یا رب العزت ہر غنیمت کہ باسلام دادی امیدوارم کہ اولاد با نیر از ان نعمت بہرور باشند“

حضرت مخدوم صاحب بوجہ وفور خلاق و کمال اتباع حضاکل محمدی شخص کو تعظیم الفاظ سے  
مخاطب تے اکثر فرمایا کرتے کہ وہ لگتا قابلِ شوق ہے کہ جو اپنے خلاق کو لوگوں کے قلبِ خوش نہیں کہتا حالانکہ قلب  
کا خوش رکھنا از روئے مخصوص خدا کی خوشنودی کی دلیل ہے۔ معمول تھا کہ مغرب سے عشاء تک کلام اللہ  
پڑھتے۔ اور اصحاب کو مشغولی کا حکم دیتے۔ بعد نماز عشاء کھانا نوش فرما کر کچھ تفسیر و حدیث بیان کرتے  
فرماتے تھے کہ میں اس کی عمر میں میں نے کلام اللہ حفظ کر کے کتب دوسرے پڑھنا شروع کی ہیں  
چودہ برس میں فارغ التحصیل ہوا۔ اس کے بعد مولانا ضیاء الدین محدث مدنی سے حدیث پڑھی انھوں  
نے ایک روز اثنائے درس میں درود شریف کی اجازت دی۔ جس کے پڑھنے سے مجھ کو آنحضرت کی  
زیارت نصیب ہوئی۔

فرماتے تھے کہ ایک روز لڑکپن میں میں نے کہا کہ مجھے اُن لوگوں پر سخت تعجب ہوتا ہے۔ جو  
حرمین شریفین جاتے اور وہاں سے واپس آتے ہیں۔ اگر مجھے یہ سعادت نصیب ہو تو میں مدہ العمر  
واپس نہ آؤں۔ اس کا جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں یہ دیا کہ تم جو زیارت کعبہ شریف  
کرتے پھر واپس جانا نہیں چاہتے۔ تو ایسا نہ کرو تم کو ہندوستان میں رہنا چاہیے تاکہ تم سے لوگ  
فائدہ حاصل کریں۔ اور تم جو دہان عقد کرو گے اُس سے اولاد صلح و باخدا پیدا ہوگی۔ اور یہ فرما کر  
میں سر پر ہاتھ رکھا۔ جس سے میرا دلغ ایسا معطر ہوا کہ میں بخود ہو گیا۔ پھر دست مبارک سے  
سر کو حرکت دیکر فرمایا کہ بخود ہونا آسان ہے اور باخود ہونا مشکل ہے۔ بندہ ساقط الذمہ

میں وہ کام ٹھیک نہیں بتا۔ خدا کا شکر کرو جس نے تم کو استقدر قوی استعداد عطا کی ہے۔ صرف بہت  
رجال سمجھ کا لکین سے تمہاری تکمیل ہوگی۔ اور اُسی وقت تربیہ احسان کی حقیقت تم پر کشوت ہوگی  
پھر دست مبارک سینہ پر رکھ کر فرمایا کہ اسکی تفصیل دوسرے وقت پر موقوف ہے۔ اس کے بعد سینہ پر  
سے ہاتھ دہنی جانب اور دہنی جانب سے بائیں جانب پھر کر کاہ ساتھ مکرر فرمایا۔ اُس کے بعد دست  
مبارک اٹھا کر یہ آیت پڑھی سبحان ربك رب العزّة عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد  
للہ رب العالمین۔ جسکو یہ واقعہ میں نے حضرت مولانا ضیاء الدین محدث مدنی سے بیان کیا۔ وہ  
مجھ کو ہمراہ لیکر والد ماجد قاری امیر سیف الدینؒ کی خدمت میں گئے۔ اور اُن سے بیان کیا۔ حضرت  
والد ماجد نے دو گانہ شکر ادا کر کے اُن سے فرمایا کہ میں نے اس کے حق میں بہت سی بشارتیں بزرگوں  
سے سنی ہیں۔ جن میں سے ایک یہ ہے جو آپ کی توجہ سے ظاہر ہوئی۔ الحمد للہ علی ذلک

فرماتے تھے کہ جب میری عمر ۱۲ سال کی تھی۔ ایک شب قبل نماز صبح میں نے سید عبد اللطیف  
ہراتی کے رونے کی آواز سنی بہ قرار ہو کر حاضر ہوا۔ اور گریہ کا سبب پوچھا۔ فرمایا کہ اے نظام الدین  
میرا حال نہ پوچھو۔ ایک حسین عورت کو میرے پاس لا کر کہا جاتا ہے کہ یہ تجھ پر بلا عقد مباح ہے۔  
اس سے مقاربت کر۔ میں ہر چند عذر کرتا ہوں کہ میں نے مدۃ العمر عورت سے پرہیز رکھا۔ میرے  
لئے حرام ہے۔ مگر کسی طرح نہیں سنا جاتا۔ اب یہ کہا جاتا ہے کہ اگر مقاربت نہیں کرتے تو خیر اسکا  
دودھ ہی پی لو۔ میں کہتا ہوں کہ میں بچہ نہیں جو مجھے دودھ کی ضرورت ہو مجھ سے یہی مباحتم ہو رہا  
تھا کہ تمہارے پاؤں کی آواز سن کر وہ عورت میرے سامنے سے بھاگ گئی۔ تھوڑی دیر بیان ٹھیک  
استغفار پڑھو۔ کیونکہ اس راہ میں قطع الطریق بہت ہیں جنکے دفعہ کے لئے استغفار سے بہتر کوئی چیز  
نہیں۔ اُنکے ارشاد کے موافق میں نے استغفار پڑھنا شروع کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد مجھ سے فرمایا کہ  
جاؤ اور اپنا کام کرو۔ میں نے یہ واقعہ حضرت والد ماجد سے بیان کیا۔ انھوں نے فرمایا کہ سید عبد اللطیف  
صاحب سلوک کے نشیب و فراز سے تم کو آگاہ کرتے ہیں۔ خبردار یہ واقعہ کسی سے نہ کہنا یہ امر زمین۔  
عورت سے مراد دنیا ہے۔ نفس اس راہ میں شیطان ہو کر تارک مجرد کی توجہ کو حق سے علیحدہ کر کے دُنیا

کی طرف متوجہ کرانا چاہتا ہے۔ اسکے ذمہ کیلئے استغفار بہت مفید ہے اسی لئے حکم دیا۔  
 حضرت مخدوم صاحب کے ارشادات بہت عالی تھے۔ فرماتے تھے کہ شرافت دو قسم کی ہوتی  
 ہے۔ شرافت نسبی۔ شرافت کسبی۔ اگرچہ شرافت نسبی کا درجہ بڑا ہے۔ لیکن شرافت کسبی جس سے  
 رزائل شہری دور کرنا اور حامد انسانی سے مصطف ہونا مراد ہے۔ اور یہ مخصوص ریاضت و مجاہدہ  
 سے حاصل ہوتی ہے۔ اور یہ شرافت دو قسم پر ہے جیسا کہ قاری امیر ابراہیم شرح عوالم جنیدی میں  
 تحریر فرماتے ہیں اور وہ دو قسمیں یہ ہیں (۱) معرفت الہی (۲) معرفت کلام (۳) معرفت احادیث (۴)  
 معرفت اقوال اولیاء امت محمدی (۵) معرفت کلام ملوک عادل (۶) معرفت اخلاق حمیدہ (۷) معرفت  
 کلام صاحبین و علمائے متحققین (۸) معرفت قلوب (۹) معرفت ایمان و یقین۔  
 اور فرماتے تھے کہ میری اولاد میں کوئی شراب خوار یا رافضی ہوگا۔ اسکی نسل منقطع ہو جائیگی  
 اور نہایت ذلت سے دنیا میں رہیگا۔ اور غضب آخست میں گرفتار ہوگا۔  
 اور فرماتے تھے کہ میری اولاد میں جو کوئی شادی بیاہ میں ناجزگ کرے گا۔ اسکا انجام  
 بیخ و غم کے سوا کچھ نہ ہوگا۔  
 اور فرماتے تھے کہ میری اولاد میں قیامت تک حافظ قرآن مبین اور عالم علوم دین اور  
 فقرا ہوتے رہیں گے۔

حضرت مخدوم صاحب کا زمانہ اور مخدوم شیخ سعدی صدیقی شہتی کا کہ روئے کا زمانہ ایک تھا۔  
 ملا وجہ الدین اشرف مصنف بحر خزائن کا یہ قول کہ آپ کو ان سے سمیت تھی غلط ہے۔ البتہ تحقیقات  
 منازل سلوک و حقائق و معارف میں آپ سے اور ان سے اکثر مناظرہ ہوا کرتا تھا۔ منقول ہے کہ  
 مخدوم شیخ سعدی صدیقی شہتی کا کہ روئے کو جو کچھ فتوحات ہوتے۔ وہ اسی روز خرچ کر ڈالتے تھے۔  
 اور فرماتے کہ نہ باسی بچے نہ کتنا کھائے۔ مخدوم صاحب یہ سن کر فرماتے کہ بہتر یہ ہے کہ باسی بچے  
 اور کتنا کھائے۔ کیونکہ بچانے میں غیر کو نفع پہونچانا ناممکن ہو۔ علاوہ اسکے یا مریعت اطمینان خاطر بھی  
 ہو۔ اسی وجہ سے صحابہ بزرگ خشک روٹی کے ٹکڑے چھوٹے بن رکھتے تھے۔ اور یہ امر تو کل کے

منافی نہیں۔

حضرت مخدوم صاحب کے صبر و رضا تفویض و تسلیم کا اندازہ آپ کے صحابیف سے جو کشف اللغوی و مطالب الشیدی میں طبع ہو چکے ہیں بخوبی ہو سکتا ہے۔ اور مقبولیت کی دلیل اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے کہ فضائل و کمالات کو سکر حضرت سید احمد والد حضرت سید ابراہیم قادری بغدادی مسبقاً لکھ بغداد سے ہندوستان بغرض ملاقات تشریف لائے۔ اور وقت ملاقات مخصوص عنایات اور شہادت سے سرفراز فرمایا۔ اور حضرت سید ابراہیم بغدادی کی والدہ نے دو ٹوپیان اور ایک کرتہ اپنے ہاتھ سے سی کر بھیجا۔

حضرت مخدوم صاحب کی اس دعا پر حضرت سید ابراہیم بغدادی کا گوری بھی تشریف لائے۔ اور قاری امیر سید الدین سے ملاقات کی۔ جسکی تفصیل یہ ہے۔ کہ مخدوم صاحب کی خدمت میں کاپی حاضر ہوئے اور وہ ان سے برابر ہر ای میں رہے۔ اور اسکی اطلاع برابر اپنے والد ماجد کو کرتے رہے۔ انھوں نے یہ سن کر اسکے صاحبزادہ حافظ شہاب الدین المعروف بہ شیخ سدید بن کو معہ دیگر اشخاص پیشوا کی کی غرض سے بھیجا۔ سید صاحب نے صاحبزادہ صاحب پر بہت شفقت فرمائی۔ اور تشریف لاکر قاری امیر سید الدین صاحب سے ملاقات کی۔ یہاں سب لوگوں نے موافق و آب بزرگان نذیرین پیشین کہن منعم خان۔ و مرزا یعقوب خان۔ و محمد شریف خان۔ سمرقندی۔ و نجیب خان داروغہ مصطفیٰ شاہی۔ و قیام الدین خان مریدین حضرت مخدوم صاحب نے خدمت گزاری اور جہان نوازی میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا۔

غرض کہ حضرت مخدوم صاحب کی ذات جامع کمالات اور علمائے عہد اکبری میں نہایت ممتاز تھی۔ اکثر علمائین مرید تھے۔ جلال الدین محمد اکبر بادشاہ بھی ملاقات کی غرض سے کا گوری حاضر ہوا تھا۔ یعقوب سلطان داماد بادشاہ بھی مرید تھا۔ منقول ہے کہ جب یعقوب سلطان بیمار ہوا اور اسکو یہ معلوم ہوا کہ میرا وقت قریب آگیا ہے تو اسنے وصیت کی کہ میری قبر حضرت پیر و مرشد قاری امیر نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ فرار کے پائین کیجائے۔ چنانچہ چھبھری روضہ میں اسکی اور اسکی بی بی

اور اغڑہ کی قبرین موجود ہیں۔ خود اسکی تربت سنگ مرمر کی ہے۔ اور تب کے سرہانے کی جانب ایک گوشہ میں یہ کتبہ لگا ہوا ہے۔

فلک قدر یعقوب سلطان کو او	بخر تخم سبکی بہ دنیا نہ کشت
سوے عالم قدس کردہ سفر	سرے جہان را بہ کلی بہشت
بنو شیدا ز حوض کوثر شراب	چہ نیکو سیر بود و نیکو سرفت
چو کردہ ز تار سنج خوش سوال	خرد گفت گردید ز اہل بہشت

حضرت مخدوم صاحب کے حالات ذیل کی کتابوں میں مرقوم ہیں۔ منتخب التواریخ مصنفہ ملا عبد القادر بدایونی۔ و فیات الاولیاء مصنفہ شیخ سیف الدین محمد ہاشم الوری۔ بسط باطلی۔ مصنفہ ملا عبد الباسط میٹھوی۔ زاد الآخرة مصنفہ ملا عبد الرشید ملتانی۔ تنبیح اعظمی مصنفہ محمد اعظم خان ابن شمس الدین خان کوکا۔ مناقب آلاصفیا مصنفہ شیخ رحمت اللہ بجنوری۔ ہجر خار۔ مصنفہ ملا وجیہ الدین اشرف کھنوی۔ تذکرہ علمائے ہند مصنفہ مولوی رحمان علی وغیرہ وغیرہ۔ علاوہ انکے مفصل حالات حضرت شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ نے کشف المستوری فی حال نظام الدین القادی میں بوضاحت لکھے ہیں۔

حضرت مخدوم صاحب کے مصنفات سے یہ چار کتابیں ہیں (۱) تنبیح متعلق باصول حدیث (۲) معارف متعلق بہ تصوف (۳) ترجمہ و شرح کتاب لہات بزبان فارسی حسب ارشاد سید البرہیم بغدادی (۴) تحفہ نظامیہ تین سوالوں کے جواب میں۔

حضرت مخدوم صاحب کے خلفائے حضرات ہوئے (۱) ملا عبد الرشید ملتانی مصنف زاد الآخرة تلخیص رشید آنحضرت (۲) میر شرف الدین سکالر پوری (۳) شیخ محمد خوجوی (۴) شیخ بدیع الدین ماکلوچی۔ (۵) مولانا نصیر الدین سنہلی (۵) حافظ حبیب اللہ خیر آبادی (۶) مرزا شمس الدین خان کوکا (۷) ملا عبد الکریم مرید و شاگرد نمبرہ آنحضرت۔

حضرت مخدوم صاحب کا نکاح قصبہ ہرگام ضلع ستیا پور میں ہوا۔ جن سے سچے صاحبزادے اور



چار صاحبزادیان ہوئیں۔ ایک صاحبزادی قصبہ کنتور میں سادات کے خاندان میں منکوح ہوئیں جنگ  
صاحبزادے سید میر محمد ہوئے۔ دوسری صاحبزادی کانکاح سید جلال الدین ابن مخدوم شیخ  
سعدی شہتی صدیقی کا کوروی کے ساتھ ہوا تھا۔ تیسری صاحبزادی ہرگام میں بیاہی تھیں۔ چوتھی  
صاحبزادی اتحاد انتقال کر گئیں۔ صاحبزادے بھی سب عالم و فاضل حلیہ صلاح و تقویٰ  
سے آراستہ تھے۔ ان کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں (۱) شیخ عالم (۲) شیخ سمن (۳) حافظ شیخ  
شہاب الدین المعروف بـ شیخ سوندھن (۴) شیخ فتن (۵) شیخ عبداللہ (۶) شیخ خواجہ (ان میں  
دو صاحبزادوں یعنی حافظ شہاب الدین و شیخ خواجہ نے والد کے سامنے انتقال کیا۔ اور شیخ  
عبداللہ جانشین ہوئے۔

وفات بقول اصح ۸ ماہ ذی القعدہ ۱۰۰۰ھ میں ہوئی۔ پینچا پچاسی تاریخ پر عرس ہوا ہے  
عمر شریف ۹۱ سال کی ہوئی مزار مبارک وسط قصبہ کاکوری محلہ خجری روضہ میں اپنے والد کے  
مزار کے متصل خلیہ میں واقع ہے۔ مزار وسیع و بزرگ بہ قطعہ تاریخ وفات از مولوی شریف الدین رحمہ  
کاکوری ۵

چون نظام الدین قاری شیخ بھیکہ	سوے جنت اسب ہمت تانے
ہشتین ذیقعدہ بودہ سال او	در سن ہجری حسین درانیہ
آمدہ اعداد کامل سال او	نصد و ہشتاد و یک بمیاختہ

۹۸۰ھ

ایضاً

چون نظام الدین قاری نیک نام	یافت باشاہ بھکاری عرف عام
ہم بشیخ بھیکہ شہستہ یافتہ	بود دریا و الہی شاد کام
ہشتین ذیقعدہ آن مخدوم ما	یافت با مخدوم خود وصل مدام
چون اب و جد در گذشتہ زین جہان	سالی ہجری آمد از نام نظام

۹۸۰ھ

## نظیر حسن

نشی نظیر حسن متخلص بہ قج۔ ابن نشی احمد بن حاجی دیوی الاصل کا کوری الموطن۔ ولادت انکی ماہ صفر ۱۰۶۶ء میں ہوئی۔ فارسی کی تعلیم تمام و کمال اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔ کتب درسیہ عربی حضرت مولانا شاہ علی اکبر قلندر قدس سرہ سے پڑھیں۔ بہت قابل و لائق شخص تھے۔ وکالت کا امتحان پاس کیا تھا۔ ہر دوئی میں وکالت کرتے تھے۔ وہاں بہت فروغ پایا اور اسے علاطہ کے کلایین شمار کئے جاتے تھے۔ حضرت مولانا شاہ نقی علی قلندر قدس سرہ کے مرید تھے یہ بہت اچھے شاعر بھی تھے اور ج متخلص تھا۔ فارسی وار دو دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ نشی محمد رضا صبر کا کوری سے فن شاعری میں ملند تھا شعر و سخن کا ذخیرہ زمانہ کی دستبرد سے ضائع ہو گیا۔ چند اشعار فارسی وارد و بہت تلاش سے ملے جو نذر ناظرین میں سے اشعار فارسی

لذت مرگم نشد از ہجر تو حاصل ہونڈ	باہمہ پرمرد گہما ز ندہ دارم دل ہونڈ
بجلوہ فصل بہار می بہت پابند نقاب	شاخ میدارند غنچہ در شمع محل ہونڈ
نالہ از نادک کہ پہلویم ز نیمہری گذشت	شادم از پریشان کہ جلے او بود دل ہونڈ
دل کہ یاد شرکہ دیدہ جانان دارد	خلش نشتر تیز بہ شہریان دارد
پیش رویم فلکک نینہ خورشید گذشت	تا بیا در رخ زیبکے تو حیران دارد
پایم از جادہ نور دی چو در آید بستوہ	عربہ با سر ہر خار مغیلاں دارد
رنج فراق جانگل جان زو مل نا امید	باز بجائستی چو سود ہر چہ بود زبان بود

### اشعار اردو

موج سے نہ نہائی مجھے زنجیر کبھی	کی نہ ساتی نے جوں کے مری تدبیر کبھی
سوز تیرے تینک کچھ نہ کچھ اسکو ساز ہی	دوتی ہو عاشقوں کی طرح شمع بھی دگدا زہی
تھوڑی ہے رات چل کی اس میں نہ سکوا یسن	قصہ عشق زلف بھی زلف صفت دلا زہی

راجہ درگا پرنسپل سید بی نے بہارستان اور دہلی میں ان کے تعلق لکھا ہے کہ ”یہ بڑے نازک طبع و خوش مقال ناظم تھے۔ اردو و فارسی و عربی میں عبور کامل حال تھا۔ راجہ صاحب ان سے بہت متنبہ تھے۔ وہ بوجہ ان کی قابلیت علمی کے بہت عنایت کرتے تھے۔ چنانچہ ان کے انتقال کے بعد ازراہ قدر وانی ان کے بیٹے اور بیوہ کی خواہ بھی مقرر کر دی تھی جو برابری رہی۔ انھوں نے بتاریخ ۱۳ مارچ ۱۹۰۷ء جمادی الآخرہ ۱۳۲۵ھ بمقام ہر دہلی دفن انتقال کیا اور دہلی میں دفن ہوئے۔“

## نفی یاور خان

مولوی حاجی علی نقی یاور خان ابن شیخ غلام حسن ابن حکیم محمد روشن شہید باب حکیم عبداللہ ابن شیخ محمڈولی صدر نقی کا کردی یہ بہت قابل لائق تھے۔ فقہ و عقائد و حدیث پر کافی عبور تھا۔ ابتداءً ملازمت سرکاری و دہر معاش رہی۔ عہدہ صدر الصدوری سے منسب پاکر خانہ نشین ہوئے۔ شروع ہی سے نہایت تشرع اور متوجع تھے۔ خدا طلبی کا ذوق و شوق ابتدا ہی سے تھا۔ اور طلب حق میں مرشد کامل کے تجسس تھے۔ اور دلی تمنا یہ تھی کہ ایسے بزرگ سے بہت کون۔ جو میرے خیال کے موافق جمیع صفات سے متصف ہو۔ چنانچہ اسی سبب سے بہت سے سفر کئے۔ لیکن ہر جگہ سے حکم بعیت حضرت غوث ملت شاہ تیرابا علی قلندر کی نسبت ہوا۔ اُس وقت انکو حضرت غوث ملت سے عقیدت بھی نہ تھی۔

”تلاش مرشد میں پہلے پھلپلا اڑی شریف و ضلع پٹنہ گئے۔ وہاں کے صاحب سجادہ حضرت شاہ ابوالحسن فردوس رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایت سے حضرت تاج العارفین شاہ جمیل اللہ قلندر کے مزار پر مقیم انکشاف امر جیتا کیا۔ دیکھا کہ ان کے مزار سے ایک باتھ برآمد ہوا۔ اور یہ معلوم ہوا کہ یہ اُن بزرگ کا ہاتھ ہے۔ جن سے بہت ہوگی۔ غور کے بعد پچھا تو وہ اتنے حضرت غوث ملت کا تھا۔ وہاں سے واپس ہوئے۔ پھر کئی مہینے حضرت شاہ نجات اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہاں بھی مراقبہ کیا اور حلقہ میں بیٹھے۔ وہاں بھی دیکھی نہ ہوئی۔ پھر حج کے واسطے گئے۔ وہاں ہر ہر مقام پر حضرت غوث ملت کی برسخ پیش نظر رہی۔ وہیں سے انکو عقیدت شروع ہوئی۔ واپسی پر بہت کا ارادہ کیا

پھر تو اس قدر عقیدت میں ترقی ہوئی کہ واپس ہو کر احرام کو میقات میں نہیں آتا اور فرمایا کہ جب تک کہ حقیقی کا طواف نہیں کروں گا احرام نہیں آتا روں گا یہاں (کا کوری) پہنچ کر احرام آتا اور مرد یہ ہو انھوں نے اسی مقبولست حال کی کہ حضرت غوث ملت شاہ تراب علی قلندر نے کہی بار ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اگر مجھ سے قیامت کے روز پوچھے گا کہ دنیا سے تم میرے کیا تحفہ لائے۔ تو میں تقی یا درخان کو پیش کروں گا حضرت غوث ملت نے انکو خرقہ خلافت و اجازت مرہ مثال عطا فرمائی۔ مگر انھوں نے یہ پاس ادب کسی کو مرید نہیں کیا اور نہ خلافت دی فیض باطنی ان سے نشی وراج الدین منظور کو تھا۔

یہ عارف خدا شناس خدا ترس خدا پرست تھے۔ دوع و تقویٰ صدق و ادب اخلاص و عبادت میں متفرد اور حقوق اللہ اور حقوق العباد اور احکام شرعیہ کی پابندی میں کیتائے زمانہ تھے دینداری اور صداقت میں نسبت صدیقی۔ اور احساب نفس میں پرتوہ فاروقی۔ اور عفت و حیا میں شان عثمانی۔ اور لہیت میں فیض بو ترابی رکھتے تھے۔

یہ شعر بھی کہتے تھے۔ اردو و فارسی دونوں زبانوں میں اشعار موجود ہیں۔ پہنچ تلک خالص کرتے تھے۔ فارسی دیوان مہسومہ بہ نگارستان شریعہ طبع ہو گیا ہے۔ فارسی داد و کلام مختصراً بغرض تہذیب طبع ناظرین و سچ ذیل ہے۔ اشعار فارسی سے

بگذراں اسم در رسم ہر دو جہان	نور شد ہرچو شمع کا فوری
کام و ناکام بگذراں از غمستی	اسے جلیس بہا و رنجوری
نشہ دل از صاحب دل کیسیر	سرخ شود از شراب انگوری
ہنچ و پوچ است ایچہ در تیچ است	حق گو حق شنو کہ از نوری
بسکہ در حسن خویش حیرانم	یوسف غرق چاہ کف نام
دل فردز تو گشت آنکہ تسلیم	من ہمان نور شمع یزدانم
عشق دریا سے بے کرانہ بود	اندرو دل در گمانہ بود

ہرچہ بینی بدائش ہمہ آب	ہر دو عالم در دست ہجو حباب
صد جہنم گم است در ذاتش	موجہائش زبانه آتش
علم سرکشہ نہایت او	عقل مستغرق بدایت او
ہمہ ابتیج شہر یار کنند	کفر و دین اندر وہ چہ کار کنند
نیک سنگر کہ بودہ مجوس	اسے گرفتار عالم محسوس
کہ حریف تواند بخج و چہار	تیغ لاریں بہ تارک اغیار
ہجو منصور ہمدار آویز	قید بشکن باصل خویش گریز
اسم در سم تو عشق باشد و بس	جان و جسم تو عشق باشد و بس
حسن تو رو نماید از پس و پیش	پس بہ بینی جمال حضرت خویش
وار مہدی ز قید چون و چرا	چون زمان و مکان نہاند ترا
قطرگی چون برفت دریائی	عالم از نور خویش آرائی

## اشعار اردو

قلب مومن میں خود نہا ہن آپ	گوئے العرش اتوے ہن آپ
کیا کہین آپ سے کہ کیا ہن آپ	بی نشانی بھی اک تعین ہے
ایسے دریا کے ناخدا ہن آپ	جس میں خواص کا پتہ نہ ملے
گاہ راحت گئے بلا ہن آپ	زلزلہ و زلج اپنا کھل کر شب روز
کس طرح کھل سکے زنجیر گرفتار و نکی	عاشقوں کی رگ جان زلف ہو دلدار و نکی
دار معراج ہو اس راہ کے مژدار و نکی	سرفرازانہ گئے دار بقا کو منصور
کہ جہان سوز ہو فریاد دل نگار و نکی	اسے مقیمان حرم عرض کر حضرت میں
راہ ساری دیکھ لی یا سوز ہو یا ساز ہو	موطن اصلی مسافر کو مقام ناز ہو
ہر طرف اس راہ میں اک شاہ پلنا ز ہو	راہ وحدت کی بہت مخطو ہو گمراہ کو

ایک حال کسی قدر تفصیل سے نفحات العنبر یہ من انفس القلندر یہ وعمون المعارف - من  
شیون المعارف و مقدمہ جذبات جذب میں موجود ہو۔  
وفات انکی شب شنبہ تباہیچ در ماہ ربیع الآخر ۱۲۸۷ھ ہوئی۔ غفرلہ تباہیچ وفات سے مزار  
ایک محلہ دلی نگر میں پائین مزار حکیم عبداللہ مرحوم واقع ہو

## نور الحسن نمبر

مولوی حاجی نور الحسن نیر آبن مولوی محمد حسن آبن مولوی شاہ حسن شمس آبن مولوی شاہ  
حسین شمس شہید۔ ابن شاہ میر محمد قلندر معروف بدین میان قدس سرہ۔  
ولادت انکی تباہیچ، ماہ شعبان ۱۲۸۷ھ ہوئی۔ ضیاء چشم حسن۔ تباہیچ ولادت ہو۔ انھوں نے  
عربی و فارسی کی تعلیم اپنے والد ماجد اور جد امجد سے حاصل کی۔ انگریزی میں بھی بی اے۔ ال۔ ال۔ بی۔  
(وکیل) ہیں۔ عرصہ تک میں پوری میں وکالت کرتے رہے۔ پھر ضلع ہرود میں جج آئے۔ فی الحال  
وطن میں مقیم ہیں۔ اور جہدہ انگریزی اسسٹنٹ کلکٹری مامور ہیں۔ شہسوی خورشید بدر تعلیمات منظم  
اور دو ایک انگریزی کی قانونی کتابیں مصنفات سے ہیں جو طبع ہو چکی ہیں۔ فی الحال کتاب  
نور اللغات بطرز امیر اللغات کی تدوین اور تفسیر میں مصروف ہیں۔ اور ایک بہت بڑے کام کو  
انجام دے رہے ہیں۔ دو جلدیں اسکی طبع ہو چکی ہیں جنھیں ارباب قوم و ملک نے نہایت قدر کی  
نگاہوں سے دیکھا۔ سرکار انگریزی سے انعام بھی عطا ہوا۔ دو سال تک رسالہ ادیب اردو بھی جاری  
کیا تھا۔ جو تحقیقات و تدقیقات سے ملو ہوتا تھا۔ بوجہ قابلیت و لیاقت انھیں ترقی اردو کے ممبر  
ہیں۔ غرض کہ بہت فی عزت اور قابل ہیں۔ حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر قدس سرہ سے بیعت ہو۔ اردو  
کلام بطور نمونہ بغرض تفسیر طبع ناظرین کی سچ ذیل ہوئے  
طور پر کس کی تخیل نے دکھایا تھا فرغ  
مری آہ رسا کا کیا کرے گا امتحان کوئی  
ڈھل گیا نور کے سانچے میں سراپا کا  
دھوین اڑ جائینگے رنگت تو بدلی آسمان کوئی

ہماری آہ کو لازم برائی تھی دو عالم میں  
کھین نا قوس بجاتی کہیں کبھی ہو جاتی

بلا سے گری کرتی ہیں انکھیں رونے دھونے میں  
تری موجوں سے کیا ایدل سمندر پہنیں سکتا

تسلی خاک ہوشیہ کو تصور خیالی سے  
شبہ گل میں انداز گل تر ہو نہیں سکتا

کچھ تھی مریض ہجر کو تپتی دم کی آس  
وہ بھی تو جا کے بیٹھ رہا آسمان پر

میں حشر میں سال اولیں قرن اٹھوں  
دل میں احد ہو نام محمد زبان پر

کتے ہیں دو سے یہ شب انتظار کے  
اب جو صلے نکلتے ہیں افضل ہمارے

خلعت جو دھو چھاپوں کا پایا تھا نہیں  
رات میں بلین فراق کی دن انتظار کے

میں آرزو کہ حرف بھی ایسے الگ لگ  
جس طرح بچوں بکھری ہوں افضل ہمارے

ہاں ہاں جہین بات میں پہلو نکال رہی ہیں  
ہاں ہاں ہیں گئے ہیں شرط ہمارے

پیرمخان بہت نہیں تھوڑی بچی بھی  
رندان سے پرست کا صنو آنا رکے

نیشہ کی پارسائی کا کل حال کھل گیا  
حضرت بھی تیغے تیغے تھوڑے کا بار رکے

ہم سے نہیں غیور سے لڑتے نہ ہر کھن  
تم تیر لگاتے ہو جان دل نہیں ہوتا

دینا دین سے گدھے تو پہونچ رہی تیر باس  
کڑا پڑی ہو رات میں منزل جبکہ جبکہ

تیر سے کیوں کرے کوئی قیمت کی بان بپت  
ملتے ہیں مفت ٹوٹے ہے دل چاہے جبکہ

جسکی رگ میں کھٹک ہے وہ بتاے کیونکر  
درد دل ہے کہ نہیں درد جگر ہے کہ نہیں

ناتوانوں کی یہ حدوت ترسے کو چہ میں ہی  
درد کی طرح اٹھے گر پڑے شبہم ہو کر

### نور الدین احمد کیفی

مفتی نور الدین احمد خالص کیفی رآبن نشی ظہور الدین احمد خالص بظہور رآبن نشی نجم الدین احمد  
ابن شیخ نجم الدین ابن شیخ غلام مخدوم ابن شیخ پیر محمد ابن شیخ محمد محبوب ابن شیخ عبدالغنیظ  
آبن واصیاء اللہ آبن حضرت ملا عبد الکریم علوی مخدوم زادہ۔

انکے والد کشمی ظہور الدین اچھ شخص بلقیق و فکر بہت بڑے۔ بامذاق شاعر خوشنویس و شاعر تھے  
شیخ عبدالرؤف شاعر لکھنوی کے شاگرد تھے۔ انکی نظمیں سب باندھ و غیرہ میں مشہور ہیں۔ تاریخ گوئی میں  
انکو خاص ملکہ تھا۔ نظمیں لکھ کر لوگوں کو دیدیا کرتے۔ اور اسکی کوئی نقل نہیں رکھتے۔ بہت سا کلام تقسیم  
کر دیا۔ تھوڑا سا ذخیرہ جو باقی رہ گیا تھا۔ اسکو عرض الموت میں جلو ادا تھا۔ کلام اب کچھ نہیں باقی ہے  
انھوں نے تاریخ ۲۴ ماہ صفر سنہ ۱۳۳۷ھ انتقال کیا۔ نواب فضل حسن خان شیدا نے قلمیہ تاریخ  
وفات لکھی جو یہ ہے۔

صفر رابت و چارم رخت بربستہ      ز دل بے ساختہ نالہ برآمد

ملا ذو مخلص و محب و مَشْتِیَا      بگفتہ۔ آہ ظہور الدین محمد

انکی ولادت محرم ۱۲۶۹ء میں ہوئی۔ عربی و فارسی تعلیم مولوی شرف الدین سندیلی۔ و مولانا  
شاہ واجد علی قلندر سے حاصل کی۔ ۱۶ سال کی عمر میں ہمراہ مولوی حافظ ذاکر علی علوی کاظمی میرپور چلے  
گئے۔ وہاں پولیس میں ملازمت کی۔ بعد ترک ملازمت پولیس چھوڑ دی۔ نو گاؤں ملک بند لکھنؤ چلے  
گئے۔ وہاں سرژنٹہ دار جٹری ہوئے۔ پھر وہاں سے تبدیل ہو کر چھاپوئی مونسٹرل انڈیا میں آئے  
جہاں سے سنہ ۱۹۰۷ء میں پنشن یاب ہو کر وطن منشیہم ہوئے۔

شعر و شاعری سے ذوق ابتدا ہی سے تھا۔ فارسی و اردو دونوں زبانوں میں شعر کہتے۔ فارسی  
میں تلمذ آغا صادق حسین صفوی مرید حضرت مولانا شاہ نقی علی قلندر قدس سرہ سے تھا۔ فارسی کلام بہت  
کم ہے۔ اردو میں تلمذ اپنے خال اکرم منشی محمد رضا صبر۔ اور انکی شاگرد رشید منشی مقصود احمد نطق سے ہے  
حضرت مولانا شاہ نقی علی قلندر قدس سرہ کے مرید ہیں۔

یہ نہایت کثرت شاعر لطیف البیان ذلہ سنج بامذاق خوشنویس استاد و مت ہیں۔ ابتدا میں خواجہ  
آتش کے رنگ پر لکھتے تھے۔ مگر اب دل غریبی و میر نیائی کا رنگ اختیار کیا ہے۔ اگرچہ پچھن ہی  
سے وطن سے باہر نہیں لکھتے کی طرف رہے۔ لیکن لطیف زبان اور طرز بیان اور خوبی بندش اور علو  
مضامین اور جرأت پسندی و سحر آفرینی میں انکا کلام اساتذہ کے کلام کا ہم پیر ہے۔ تاریخ گوئی میں بہت ماہر و



بیشل تاریخ نگارین سیکردن تاریخین نظم کر ڈالین۔ مجموعی شعرو سخن کا ذخیرہ ایک لاکھ شعر سے زائد کا ہے۔  
ہزاروں اشعار شاگردوں اور اعزہ کو دیدیئے۔ اب بھی دو ضخیم دیوان کا ذخیرہ موجود ہے۔ ایک دیوان  
مرتب ہے۔ اور دوسرے کی ترتیب ہو رہی ہے۔ اسکے علاوہ ایک گلدستہ نعت غیر مطبوعہ ہے۔ جس میں  
بزرگان دین کی شان میں اردو فارسی کلام بھی شامل ہے۔ تین رسالہ نظم کے طبع ہو چکے جن میں سے  
ایک نظم میلاد شریف ہے جو اپنی خوبیوں میں آپ ہی نظریے۔ دوسرا رسالہ فتان محرم شکر مرانی و  
سلام ہے تیسرا رسالہ لاثانی مخمس ہے۔ جس میں حضرت شاہ تراب علی قلندر کی ۳۰ غزلوں کا  
مخمس ہے۔ ایک گلدستہ ۳۵ سلام کا اور غیر مطبوعہ ہے۔

اردو شریں بھی حسب ذیل تصنیفات میں۔ ایک مولود شریف جو نہایت تحقیق اور عمدہ طرز  
سے لکھا ہے زیر طبع ہے۔ اور ایک ذخیرہ داستان نور نگار پرستان قاف بطرز بوستان خیال  
ہے جسکی اس وقت تک ۱۹ جلدیں ہو چکیں۔ جن میں سے اکثر جلدوں کی دو دین میں جلدیں ہیں یہ  
نہایت صاف سہل اردو زبان میں ہے۔ اس میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد کے حالات ہیں۔  
مصنف نے اپنی فسانہ نگاری میں وہ کمال دکھلایا ہے جو محتاج بیان نہیں قصہ نہایت دلچسپ  
اور بوستان خیال و داستان امیر حمزہ سے بدرجہا بہتر ہے۔ عبارت آرائی جیسی کہ او تصویب میں ہے  
اس میں بالکل نیا۔ اشعار بھی بہت کم ہیں۔ جہاں کہیں ہیں بھی تو اپنے طبقہ قدر دیگر شعرا کے یہ فسانہ  
مصنف نے قلم برداشتہ لکھا ہے۔ مسودہ نہیں کیا۔ اسکے علاوہ تین ناول بھی ہیں جو مالک مطبع  
ننگور (مدراں) کے پاس ہیں۔

تلامذہ بھی بہت کثرت سے صوبہ مالوہ خاندیس و مدراس و چھاؤنی نیچہ و چھاؤنی مسودہ وغیرہ  
میں ہیں جن میں اکثر اس طرف استاد مانے جاتے ہیں۔ اس قصبہ میں بھی بہت سے شاگرد ہیں۔  
انکے کلام کا انتخاب بوجہ اپنی لطافت و خوبی کے بہت دشوار ہے۔ اور مجھ ایسے نا فہم  
سے غیر ممکن ہے۔ تاہم مختصراً اردو فارسی کلام بغرض تفریح طبع ناظرین زینت دہ اور ارق کرتا  
ہوں۔  
اشعار فارسی

دل بادا سیر جسم گیسوئے محمد	صد جان فدائے قد و لجوئے محمد
ازراعه او چمن و ہر معطر	در گل اثرے بہت زخو شہوئے محمد
این جلوہ رخ نیست تہ زلف پریشان	پیدا است شبِ قدر ہر موئے محمد
آن جمالے کہ شب قدر بجلی میکرو	پر تو نوزد حسن رخ نیکوئے تو بود
گل کہ سر دار است در باغ جہان	نسبتے دارد بر نگ و بوئے تو
از مکان تا لامکان بیشرب معراجت	عرش را پر نوزد از نقش کف پاکر دہ
در بہار گلش عالم گل غنائوئی	باعث تکوین این دنیا و مافیہا توئی
اولے تازہ در ہر نازداری	ہر آنے دگر اندازداری
سبق گیر در خیمت سحر بابل	فسون پرورد نگاہ نازداری
دل و غارت گردل بود شب جائیکہ من بودم	در مقصود حاصل بود شب جائیکہ من بودم
منور بود از رخ بے چراغ و شمع کا شانہ	فروغ ماہ کامل بود شب جائیکہ من بودم
شراب روح پرورد صحن گلشن حمد و ش ساقی	مکان فردوس منزل بود شب جائیکہ من بودم
باغوش خیال بار جاے کردہ ام پیدا	خوشا قسمت زہے خلوت سرے کردہ ام پیدا
عشق گل - الفت چمن تا کے	شعلہ اندازد بوستان باشی
عاشق زلف سیاہیم و رخس در نظر است	شب و بجز مر جلوہ ماہے کافی است
چو اخترے بجان نگینی جان سوزد	ز آتشے کہ بد لہائے عاشقان دہ
کافر عشقم و ناایمان ماست	مصطفیٰ روسے صنم قرآن ماست
دلہ مشق طلبیدن از ازل داشت	دماغ من بسود ایش لفظ داشت
چنان میدان ہستی منحصر بود	کہ مردان قطع در یک گام کردند
از شہر پریشانم حیران ز غریز انم	وحشی بیا بانم کا شانہ نمی خواہم
مست الست کہ بودم بہ ہدمے	تہادم بخود کہ داغ بدان نمی روم

از انقباض غنچه داز خندہ ہائے گل  
 عبت گر قتمہ ام بگلستان نمی روم  
 ساقیا جامے تو بہ شکن بہیم بسیار  
 چار سو شورسیت در عالم بہار آمد بہار  
 شاہ گل زینت فزائے چمن شد خوبند  
 نرگس شہلا ہمہ تن بود چشم انتظار  
 طالع بیدار آمد سبز خوابیدہ را  
 وچمن آمد ز صحر فرش شد بہر نگار  
 خاطر منوم را راحت فزا آمد نسیم  
 باعث جوش دل پر مرہ شد بانگ ہزار

### اشعار اردو

شان جو اسکی جلوہ گردیدہ امتیاز میں  
 چھیکے حقیقت آئی ہیو پر ہن مجاز میں  
 میسر دل کے مے جگر کے سوا  
 ناوک ناز آ ز مائیں کہاں  
 حور سبکر ہزار آئیں بیری  
 وہ کہاں ناز وہ ادائیں کہاں  
 نکھارا نکاشب ماہ میں ذرا دیکھو  
 لطافت ایسی کہاں چاندنی کو پچھو  
 دیتا ہوں دل تو کہتے ہیں وہ دلوں کھل کر  
 کجست و اغدار ہے اس دلوں کیا کروں  
 دشت زیادہ ہوتی ہو گلشن کی سیرے  
 ہنگامہ ہائے شور عنادل کو کیا کروں  
 ہستلیان ہین چشمست یار میں  
 یا پری ہین خانہ خسٹار میں  
 لطف آتا ہے جھائے یار میں  
 محو ہین ہم لذت آزار میں  
 خرمن ہستی نہ جل جائے کہیں  
 بجلیان ہین آہ آتشبار میں  
 تیر کینچا اس طرح قاتل نے ہلے  
 دل لپٹ کر آ گیا سو فار میں  
 شوخ رنگت ہو یہ بیضائے حسن  
 کیا بجلی ہے حنائے یار میں  
 طور پر تھا ایک جلوہ اسے حکیم  
 سو بجلی ہین جمال یار میں  
 تو ہے شاہنشاہ مصر حُسن کا  
 بک گیا یوسف ترے بازار میں  
 وہ دن عالم کا تا شاہچ ہے  
 دل تو ڈوبے ترے دیدار میں

اب نہک پاشی کی طہت کچھ نہیں  
خود نہک ہے زخم دامن دارمین  
دیکھنا ملنے نہ پائین دیکھنا  
دل کی کلیاں مین گلے کے دارمین  
دیکھ قاتل خون کینفی کی ہمار  
گل کھلے شمشیر جھڑ دارمین

ہمارا افسانیاں بڑا تو بچو کین گے چمن تیرا  
غضب باغبان ہم آتش گیر رکھتے ہیں  
روشنی ہوتی ہے مزاروں پر  
عاشقوں کے چراغ جلتے ہیں  
اُسی خرمین پر گرتی بجلیاں ہیں  
مری تقدیر کا دانہ ہو جس مین  
مقام عشق ہے ایسا بیابان  
خضر رستوں سے بیگانہ ہو جس مین  
تصور کیا اثر رکھتا ہے اپنے جذب کمال مین  
اُتر آتی ہیں پر بان بے تکلف شیشہ دل مین  
تجھے پایا مگر پھر بھی ہے تیری جستجو دل مین  
فرے آتے ہیں کیا کیا ہکو اس تحصیل مین  
کوئی دیکھے گل رخسار جانان پر ہمارا اسکی  
زما نہ بھڑکی خونی کو مگر بھڑی اسی تل مین  
محرورے وصال کے شکوہ جو کچھ کئے  
ہنس کر کہا کہ آپ کی سمت کو کیا کروں  
کہتا ہو حسن یار مین ہون سادگی پسند  
لے شوخی اختری رنگت کو کیا کروں  
اے شوق دل خیال بت ہو فاس ہے کون  
کشتی مئی بھی ہو گلزار بھی ساتی بھی ہو  
کبخت اپنی جان کے پیچھے پڑا ہے کیون  
دنیا کے حسین ہکو ستانے کیلئے ہیں  
مقتدر تیسرے ہم لے ابرو مٹیلے ہیں  
بتیاب یہاں اُنکے بلانے کیلئے ہیں  
ہم وقت ستم سارے زمانے کیلئے ہیں  
دارغ جگر می حبت غم سوز محبت  
دولا کھ و لمان غدر نہ آنے کیلئے ہیں  
ناز مین زلف گرہ گیر لے پھرتے ہیں  
کبخت یہ سب جان جلائے کیلئے ہیں  
تاو ریا رہو بد سیر سانی کیونکر  
عاشقوں کیلئے زنجیر لے پھرتے ہیں  
کہیں بٹائیں تو رو سفت سے ملا کر دھین  
ہمتو پھوٹی ہوئی تقدیر لے پھرتے ہیں  
مصر مین ہم تری تصویر لے پھرتے ہیں

تیرا جمال مثیال جسکی مثال کچھ نہیں	تیرا وہ حسن بالکمال جسکو زوال کچھ نہیں
ہم آپ میں نہیں مگر دل بچائے کون	انکی نگاہ ناز کا ہے تیرے خطا
اس ٹوٹے پھوٹے گھر میں پرزوا سے کون	آہا نہیں سکتے دلی میں خیال یار
تیری آنکھیں جو کبھی ترس شہلا دیکھے	قدرت حق نظر آنے لگے آنکھیں کھل جائیں
شاد اتنا کیوں دل نا شاد ہے	آگئی کیا پھر کسی کی یاد ہے
یہ نیا خانہ بارغ دل میں ہے	انکی الفت کا داغ دل میں ہے
آزمائے ہن ہزار دن بار کے	لے دل ان خوبوں سے امید فنا

## واجد علی

حضرت مولوی شاہ واجد علی قلندر بابن حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر ابن حضرت مولانا شاہ تراب علی قلندر قدس سرہما۔ ولادت انکی تخمیناً سن ۱۲۴۰ھ میں ہوئی، کتبِ رسید کی تکمیل اپنے والد واجد سے کی۔ اور عرصہ تک سلسلہ درس و تدریس میں کھارے۔ حضرت مولانا شاہ تراب علی قلندر قدس سرہ کے مرید تھے۔ اذکار اور اشغال اور اعمال خاندانی کی تعلیم انکو اپنے والد حضرت شاہ تقی علی قلندر اور عمر محترم حضرت شاہ حیدر علی قلندر سے تھی۔

اجازت و خلافت حضرت مولانا شاہ علی اکبر قلندر کا کوری۔ و مولوی شاہ مکن الدین قلندر لاہور پر۔ و حضرت شاہ علی اکبر قلندر میرٹھ حضرت شاہ باسط علی قلندر الہ آبادی سے تھی۔ سیاحت سے فطری ذوق تھا تکیہ شریف پر قیام بہت کم رہتا تھا۔ مریدین بہت ہوئے۔

یہ بڑے صوفی فنش قلندر درویش بزرگ تھے۔ جذبی کیفیت کا غلبہ تھا۔ تصنیف و تالیف کی توانا نہیں آئی۔ قربے مانہ بو فات میں اجازت و خلافت وغیرہ حضرت مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر قدس سرہ کو عطا فرمائی۔ جبکہ مفصل قصہ نجات العنبر یہ میں موجود ہے۔

انھوں نے بعمر ۲۷ سال تباہیچ ۳۷ ماہ جمادی الاول ۱۳۱۲ھ بعارضہ تپ سراسامی حلت فرمائی۔ اور اپنے جد بزرگوار کی درگاہ میں جانب مغرب دفن ہوئے۔ قطعہ تباہیچ وفات از نشی ولایت علی خان عزیز صفی پوری سے

دو شنبہ چارمین شب زجہ الامین      آن قلندر رفت و فردوس علی چون دلی

مصرع تباہیچ گو قسم بفرمایش عزیز      در مقام خلد عابد مولوی واجد علی

خلفائے حبیب فیل حضرات ہوئے (۱) حکیم سید شرف حسین خیر آبادی صاحب خلعت بکری  
(۲) شاہ قطب اعظم نواسہ حضرت شاہ علی اکبر قلندر الہ آبادی (۲) حافظ شاہ امیر احمد بیٹہ مولوی شاہ مکن الدین

قلندر لاہوری (م)، حافظ محمد اکبر لاہوری (د)، شاہ التفات حسین لاہوری وغیرہم

## واحد علی

منشی واحد علی بیکل۔ ابن منشی محمود علی۔ ابن منشی مؤمن علی خان مفتون، انکی ولادت بتایج ۱۱۰۹ ماہ رجب ۱۲۳۸ھ ہوئی۔ بدوشو سے یہ نہایت تیز طبع اور نازک خیال تھے کتب عربیہ متوسطات تک حضرت مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر سے پڑھیں۔ فارسی و عربی میں بہت اچھی لیاقت رکھتے تھے۔ نہایت بذلہ سنج و پرگو تھے! اشعار اردو و فارسی بہت لطیف کہتے تھے منشی امیر احمد آمینائی سے اصلاح لیتے تھے۔ اور انھیں کے ارشد لازمہ میں شمار کئے جاتے تھے چند اردو اشعار جو مل سکے بغرض تفریح طبع ناظرین درج ذیل ہیں سے

صبح سے بٹھ گئے بام پہ وہ دک کے راہ	دو پہر بنگلے سوچ کو نکلنے ندیا
عاشق ابرو کو مارا سر سے کدنا لہر	نیچے سے کام قاتل لے لیا تلوار کا
باندھ کر تیغ و کفن جا ہوں بزم یازن	آج میرا سر نہیں یا سر نہیں دو چار کا
شیخ صاحب آپ کا شرک غنی ظاہر ہوا	بُختمین اُٹے ہیں شستہ ڈاکر زنا کا
جہنم چکر کے بولا میری گردش دیکھ کر	ساتھ دیکھتا ہو کون ایسے انجوا کا
نیچان کتنے ہیں عاشق مرگے کتنے خنوا	حال کھلچا یگیا پرچہ دیکھے اخبار کا

یہ ابتدا کچھ دنوں بھوپال میں لازم رہے۔ پھر حیدر آباد میں بوجہ اپنی حسن لیاقت ایڈیٹنگ مدارالہمام، بشاہرہ چار سو روپیہ ماہوار مقرر ہوئے۔ بعد اُس کے خانہ نشین ہو گئے۔ قیام زائد لکھنؤ میں رکھتے تھے وہاں کے لوگوں کو اپنے حسن اخلاق سے بہت کر ویدہ بنالیا تھا۔ حضرت مولانا افضل رحمن گنج مراد آبادی کے مُربہ تھے۔

انھوں نے بتایج ۱۲۱۸ ماہ جمادی الآخرہ روز شنبہ ۱۲۳۸ھ بعارضہ فالج انتقال کیا۔ اور حضرت شاہ صبغت اللہ کے درگاہ کے احاطہ میں حبسیت دفن ہو گئے۔

## واعظ علیخان

قاضی محمد واعظ علیخان غیر ٹونک ابن خدشام الدولہ ممتاز الملک علیجاہ قاضی حنفیہ علیخان بہادر عباسی یہ جامع علوم و وجہ میں دستگاہ رکھتے تھے تعلیم و تربیت اپنے خاندان والوں سے پائی۔ زمین و ذکی و معاملہ فہم تھے۔ اکثر دربار اودھ سے بطور سفارت و بکار خاص و ایسرے بہادر امور ملکی طے کرنے کے لئے بھیجے گئے۔ جنگا ذکر و ایسرے کے خطوط میں موجود ہے۔ بعد کو نواب ٹونک کے سفیر ہو کر بضرورت تصفیہ امور ملکی ٹونک حکومت میں متعین ہوئے۔ تمام امور بخوش اسلوبی طے کر کے ریاست کو استحکام بخشا۔ اور بہ صلہ حسن خدمات خلعت مہفت پارچہ معہ مٹلا قرآن شریف و خطی نواب امیر خان شمشیر قیمتی موہ سپہیل و سامان طلائی و نقرئی ہوئیں۔ منظر خوشنودی و مراحم خسروانہ مرحمت ہوا۔ اور پسندیدہ روپیہ نسخہ مقرر ہوئی معقول جاگیر عطا ہونے والی تھی کہ دفعۃً قبلائے ہیضہ ہو کر غرۃ ماہ جمادی الاول ۱۲۳۲ھ کو کلاکتہ میں انتقال کیا اور وہیں دفن ہوئے۔

## وجہ الدین

مولوی حافظ شاہ وجہ الدین ابن مفتی علیم الدین خان ابن قاضی القضاۃ مولوی نجم الدین علیخان بہادر نائب اشرف جنگ۔ ولادت انکی ۱۲۳۲ھ میں ہوئی۔ تعلیم و تربیت اپنے والد ماجد و مولوی فضل اللہ تیرہوی و مولوی حسین احمد محدث علیج آبادی سے حاصل کی حدیث شریف کی سند مولانا اکبر احمد ابن محمد امام ابن مولانا نعمت اللہ محدث پھلواری سے تھی۔ فن مہیت کی تعلیم اپنے عم محترم مفتی حکیم الدین خان سے حاصل کی۔

یہ بہت لائق و قابل باہم بے ہمہ تھے۔ صوفیانہ مسلک رکھتے تھے۔ فارسی نظم و شریعہ خوبی قادر تھے۔ حافظہ ایسا قوی تھا کہ کلام مجید صرف ۵۶ روز میں حفظ کر لیا تھا۔ مولوی فرید الدین خان مغفور بیان کرتے تھے کہ عبداللہ شاہ ابدال اکل پوش نے (جو اکثر کادری یا کرتے تھے) ایک بار اسے کلام مجید مانگا۔ انھوں نے



کہ میرے پاس صرف ایک ہی کلام مجید ہو جو جبین یاد کرتا ہوں۔ انھوں نے کہا کہ اچھا یہ سکھو دید کو کلام مجید بہت جلد یاد ہو جائیگا۔ انھوں نے دیدیا۔ انکے ارشاد کی برکت سے بہت جلد حفظ ہو گیا۔ ایسا کہ ہر سال رمضان شریف میں آخر عمر تک پڑھا کئے۔ صرف شعبان میں دو رکرتے تھے۔ اور رمضان شریف میں تین کلام مجید سناتے۔ امور انتظامیہ میں بھی مہارت تھی اور اردو وظائف اشغال کے بہت باہند تھے۔

بیعت و اجازت خلافت محدثہ فقہ حضرت مولانا شاہ ترا ب علی قلندہ سے تھی۔ مگر انھوں نے یہ پاس ادب نہ کسی کو مرید کیا۔ اور نہ خلافت دی۔ مدہ العمر خانہ نشین رہ کر امور خانہ داری انتظام دیہات وغیرہ میں مصروف رہے۔ اور عمر ۳۲ سال یکم ماہ ربیع الاول ۱۲۰۸ھ بمطابق ۱۸۹۳ء میں وفات پائی۔ اور خلیفہ خاندانی متصل چاند محل میں دفن ہوئے قلعہ پانچ دفاتر ازنا تفصیل حسن خان شیدا کا کاکا رومی سے

پنجشنبہ یکم ربیع اول ، ، رفت آن متقی بجلہ برین  
پے سال وفات شد شیدا ازالم سہرنگون بسوئے دین  
گفت ہاتھ مرا بہ بین بجنان مولوی حافظ وجیہ الدین  
۱۳۵۵ھ

## وجیہ الدین

مولوی قاضی وحید الدین خلیفہ ابن قاضی امام الدین خان۔ ابن حضرت ملاحیہ الدین محدث مد تعلیم و تربیت انھوں نے اپنے خاندان میں پائی نیز علمائے عظیم آباد پٹنہ سے تحصیل علوم کی تقدس اور علمی قابلیت کی وجہ سے انکے والد نے اپنی حیات میں اپنا جانشین مقرر کر دیا عرصہ تک اسی عہدہ تفسیر پر رہے۔ اور بہت نام آوری سے اس عہدہ کے فرائض کو انجام دیتے رہے۔

بیعت انکو حضرت شاہ محمد غوث پنجابی خلیفہ حضرت شاہ ابوسعید دہلوی مہاجر سے سلسلہ نقشبندیہ میں تھی۔ مولانا شاہ علی میرا تھی قلندہ کی ایامت سے مرید ہوئے۔

انھوں نے تباریک ۱۳ ماہ ذی القعدہ ۱۲۷۳ھ بمطابق ۱۸۵۷ء میں انتقال کیا اور وہیں محلہ لودی کٹرہ متصل وندی بازار پائین مزار شاہ پیر پتیمہ دفن ہوئے۔

## وسیم الدین

مولوی وسیم الدین خلیص برحقہ را بن مولوی سلطان الدین - آبن مولوی محمد یحییٰ - ابن مفتی حافظ  
شہاب الدین - ابن حضرت حاجی امین الدین رحمۃ اللہ علیہ۔

ولادت انکی شب جمعہ تباہیچ ۱۲ مارچ ۱۲۸۵ھ ہوا۔ مولوی فرید علی قلیک۔  
کا کوری نئے تباہیچ ولادت لکھی جو درج ذیل ہے سے

در آوینہ دودہ دودا ماہ صوم	بساعات مسعود بہجت قرین
جوان بخت فرزند اقبال مسد	سوات نشان و دہین و متین
نمین گوہر بحر عز و شرف	بہین خاتم سروری را نگین
فرخ بخش جان و دل والدین	تولد شد از فضل جان آفرین
فلک طرفہ سالے سرشش زشت	خوشایک ولی عہد سلطان دین

انھوں نے علوم متعارفہ کی تعلیم حضرت مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر سے پائی۔ اور اپنے جد  
امجد کے زیر تربیت رہے۔ بہت قابل دلائی۔ ادیب نشی بہن عربی و فارسی بے نقط عبارت صفحہ  
کے صفحہ نہایت روانی سے لکھ ڈالتے بہن تاریخی شریخی خوب لکھتے بہن شعر بھی کہتے بہن احقر  
تخلص ہر۔ چند اشعار فارسی فخریہ طبع ناظرین درج ذیل بہن سے

فارغ از دید شوم تازہ جان بر خیزم	لامکان جاہلیم و از کون مکان بر خیزم
بخت دردم تو اگر خاک بہت میں گردم	دست افشانہ ز کونین زنجان بر خیزم
بادہ احمد ہم مطرب خوشگو خواہم	تاز مسجد بدت قص کنان بر خیزم
اے شہ حسن ایلیہ بہا صوت خویش	تا چو احقر ز سر خوب خان بر خیزم
دل صبر پادہ و در ہوش جاہم	ز چشم مست آن خمار بادا
انا الحق می زند دل فتنہ انگیز	بہین زینب سرش بر دار بادا
بسیر گلستان یار است مایل	دل احقر گل و گلزار بادا

شہرب سزلفت سودا بسر م آفتد ہر روز بیاد رخ عالم بجنون آید  
 عسکر سرت فتمہ کارت نشد و آفتد بگذار روقہ تقویٰ تارنگ گر آید  
 بیت انکو حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر سے ہے۔ مگر اس ترشاد و تعلیم حضرت حافظ شاہ علی  
 قلندر سے اُنکے محبوب شاگردوں میں سے ہیں۔ مسودات کی صفائی کی خدمت انھیں سے متعلق تھی۔  
 بہت قریاض اور اچھے صوفی ہیں۔ اور انھیں کے نظریات میں۔ چنانچہ وہ انکی باطنی کیفیت کے متعلق  
 فرمایا کرتے تھے: "کہ منشی و ہاج الدین منشی تاج الدین کے بعد و سیم الدین کا نمبر ہے"۔ انکی ذات من حیث  
 اپنی قابلیت و کیفیات و حالات کے مقتضات روزگار سے ہے۔ ایک مدت سے ریاست پور  
 میں مقرر عہد پر ملازم ہیں۔ اور بہت نیک نامی اور عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ پڑھانے کا  
 بھی شوق ہے۔ عربی و فارسی اکثر لوگوں کو پڑھاتے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ

## وصی علیخان

قاضی وصی علیخان۔ آبن و قارا الدولہ والا جاہ قاضی محفوظ علیخان۔ ابن احتشام الدولہ ممتاز الملک  
 عالیجاہ قاضی حافظ علیخان بہادر عباسی۔ یہ تالیف، راہ رجب ۱۲۳۳ھ پیدا ہوئے۔ مولوی محی الدین  
 خان ذوق نے قطعہ تالیف و ولادت لکھا۔ جو درج ذیل ہے۔

قدم پور محفوظ علی خان ز دلہا گرد کلفت را بروں رفت  
 شنید این مردہ جان بخش چون ذوق ازین شادی دل محروزش شکفت  
 خرد در فکر تارخیش ہمین بود کہ ہا تف بفتحتم از شہر حبیب رفت

انھوں نے عربی فارسی کی تعلیم مولوی باسط علی و شیخ غلام حسنی کے سمندر و مولوی حید علی  
 کا کوروی تلمیذ حضرت مولانا شاہ تقی علی قلندر۔ و شیخ وحید الزمان آسیونی سے حاصل کی۔  
 بیت انکو حضرت شاہ اباس علی قلندر قدس سرہ سے تھی۔ یہ باعتبار قابلیت اعلیٰ فرائض عہد  
 انصاف انجام دیتے رہے۔ بہت وحید و خوش بیان شجاع و نفیس المزاج تھے۔ سرکار شاہی میں بہت

قائم مقامی اپنے والد بزرگوار مقرر ہوئے۔ لارڈ ہارڈنگ نے کانپور میں انکو اپارچہ کا خلعت عطا فرمایا۔  
 دربار میں شل آوا جلاوہ بہت عزت و وقعت رکھتے تھے۔ بعد از اس سلطنت اودھ خانہ نشین ہو  
 زمانہ غدر میں اہالیان قصبہ کی امداد کی انکو بچانے کیلئے افسروں سے ملے جس کا مفصل  
 قصہ قیصر التواریخ میں مرقوم ہے۔ بہنگامہ غدر کے فرو ہو نیکے بعد حسب سابق کا کوری میں بہمنہ قضا  
 مامور رہے۔ نہایت با رعب و صاحب دبدبہ تھے۔ قصبہ کی چکداری انکے متعلق تھی۔ حضرت  
 مولانا شاہ علی قلندر کے حضور میں بہت عقیدت اور خلوص تھا۔ انکے انتقال کے بعد حضرت  
 مولانا حافظ شاہ علی انور قلندر کنیدرست میں عقیدت و ارادت و خلوص خالصہ و وفاقت سے عمر بسر کی۔  
 یہ فارسی کے بہت اچھے انشا پرداز تھے۔ بہت ضخیم مفصل شرح روزنامہ جالین پچاس  
 سال کا لکھا تھا۔ کل واقعات درج تھے۔ افسوس کہ اُسکی بہت سی جلدیں تلف ہو گئیں۔ اب  
 تھوڑا سا ان کی اولاد کے پاس موجود ہے۔ اور ایک فارسی تاریخ شاہان اودھ کے حال  
 میں بھی لکھی تھی۔ جو غیر مطبوعہ موجود ہے۔

انھوں نے بعارضہ فالج بتاریخ ۲۵ ماہ جمادی الآخر ۱۳۱۸ھ انتقال کیا۔ اور قاضی گدھی کے  
 قبرستان قدیم میں اپنے والد کے پاس دفن ہوئے۔

## ولایت احمد

منشی ولایت احمد تحصیلدار ابن منشی محمد شمس جاجی دیوی الاصل کا کوری الوطن۔ انکی ولادت  
 ماہ محرم ۱۲۶۸ھ میں ہوئی۔ یہ بہت قابل دلائق و خیر خلیق و متواضع ہر لغزیزہ کنیز پرور فیاض و شیریں تھے  
 ضلع سینا پور میں مدہ العمر تحصیلدار رہے۔ نہایت ہی نام آوری و عہدگی کے ساتھ تحصیلداری کی وہ ان  
 وہ بحیثیت حکومت حاکم ضلع سمجھے جاتے تھے۔ زمانہ غدر اور اسکے بعد کی بیش بہا کارگذاری سے  
 حکام بالا بہت ہی مہربان اور شفیق رہے۔ عوام و ماتحت الگ اپنا خیر طلب اور یہی خواہ سمجھ کر تمام  
 کاروبار اپنے انھیں پر چھوڑتے تھے ہر شخص اپنا لجا و ماوا سمجھتا تمام اعزاز و ارباب وطن کے ساتھ ہمیشہ

مسکوب رہے۔ اس ضلع میں اب تک لوگ انکو عزت سے یاد کرتے ہیں۔

جناب مولوی شاہ رکن الدین قلندر رجا دہشتین آستانہ حضرت شاہ جہاقلندر لاہور پری سے ان سے بہت مراسم تھے۔ شاہ صاحب جب حج کو تشریف لیجانے لگے۔ تو انھوں نے اُن سے چلتے وقت کہا کہ روضہ اقدس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر میری طرف سے بعد سلام و فاتحہ خوانی اشتیاق زیارت عرض کر دیجئے گا۔ شاہ صاحب نے وقت حاضری عرض کیا کہ روز کے بعد خواب میں زیارت سے مشرف ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ولایت احمد سے کہہ دو کہ وہ میں فکر حاجت روائی خلق اللہ میں مصروف رہیں وہ زیادہ بہتر ہے۔ ایسی ہی پر واقعہ شاہ صاحب نے بیان کیا۔ اس سے بڑھ کر مقبولیت کی دلیل اور کیا ہو سکتی ہے۔

بیت انکو حضرت شاہ تقی علی قلندر سے تھی۔ انھوں نے بنگال میں پورا بھارت میں ہر شہر کا شہر و ماہ محرم احرام روز پنجشنبہ ۱۲۸۵ھ وفات پائی۔ اور وہیں متصل عید گاہ دفن ہوئے۔

## وہاج الدین

نشی محمد وہاج الدین ابن شیخ وحید الدین۔ ابن شیخ غلام نجف عثمانی بلگرامی نزل کا گوری انکی ولادت ۱۲۸۵ھ میں ہوئی۔ درسیات ابتدائی اور فارسی مولوی محمد یعقوب طبع آبادی سے پڑھے اور عربی صرف و نحو و تفسیر و تصوف وغیرہ حضرت شاہ علی اکبر قلندر۔ و حضرت حافظ شاہ علی انور قلندر سے پھر اپنے مامون نواب یا ر جنگ مرحوم کے ہمراہ ہردوئی جا کر انٹرنس تک انگریزی پڑھی۔ اور ولادت انگریزی میں سربراہ ہکاری سے تحصیلداری اور ڈپٹی کلکٹر کی تک ترقی کی۔ حُسن کارگذاری۔ مستعدی معاملہ نہیں۔ قابلیت انتظامی۔ محنت و دیانت داری و عدل و انصاف میں نامور۔ حکام کے طبقہ میں مدد و رح۔ رعایا کی نظر میں نہایت مقبول رہے۔

صفات ظاہری میں خلل و ندرت تعالیٰ نے خوبصورتی۔ خوش خلقی۔ فیاضی۔ مہمان نوازی۔ استبازی۔ پختہ مزاجی۔ بلند خیالی۔ عفت و نہایت و شجاعت کا مجمع بنایا تھا۔

نہات باطنی میں صدق و اخلاص و بہت وقت و ثبات و توکل و رضا و معرفت نامہ سے  
سرفراز فرمایا تھا۔ لباس دنیا داری میں درویش کامل و عارف بے بدل تھے۔ حقائق و معارف  
بیان کرنے میں بھرپور تھے۔ تقریر بہت صاف عبارت میں نہایت جامع و معنی خیز ہوتی اور  
بہت سلیط کہ دو دو شبانہ روز ایک ایک بیان کا سلسلہ رہتا۔ مسئلہ وحدت الوجود میں خاص غلو تھا  
انکو ایسی وضاحت سے بیان کرتے تھے کہ اس زمانہ میں اور کوئی ویسا بیان کرنے والا نہیں دیکھا  
گیا۔ طالبین کو فیض باطنی بھی دیتے اور سلوک راہ حق کراستے تھے۔

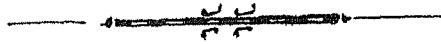
بیت انکو حضرت شاہ تقی علی قلندر سے تھی۔ اور اجازت و خلافت و اسرار حضرت مولانا  
حافظ شاہ علی انور قلندر سے اور حضرت مولانا شاہ حبیب الرحمن قلندر نے بھی انکو اجازت و خلافت و محنت  
فرمائی تھی۔ مگر انھوں نے پیاسل و بکیکو مرید نہیں کیا۔

تصنیفات سے دو کتابیں علم تصوف میں یادگار ہیں۔ ایک الکہف و الریقہ مصنفہ حضرت  
شیخ عبدالکریم حبیبی کی اردو شرح موسومہ بہ فیض الکریم۔ جو مقدمہ کے چار سو سے زائد صفحات پر  
متمم ہے۔ اور اس میں عجیب و غریب نکات اور بے مثل حقائق و معارف تحریر کئے ہیں۔ دوسرا  
رسالہ کبریت احمر۔ جو لفظ قلندر کی تشریح اور مقام قلندری کے بیان میں خاص طرز اور عجیبان  
سے لکھا گیا ہے۔ یہ دونوں کتابیں طبع ہو کر شائع ہوئیں ہیں۔

انھوں نے ۲۶ سال انگریزی ملازمت کر کے اپنے صفات ظاہری سے خلق کو نفع و آرام پہنچایا  
اور اُس کے ساتھ ۳۶ سال سلوک باطنی کر کے مدارج و کمالات حاصل کئے۔ اور طالبان حق  
کو فیض باطنی سے نوازا کام کیا۔

انھوں نے تاریخ ۳۱ مارچ ۱۳۳۳ھ روز جمعہ بوقت ۲ بجے شب کو بعمر ۶۰  
سال وفات پائی۔ اور ۴ ماہ جمادی الاول ۱۳۳۳ھ روز شنبہ کو بعد عصر درگاہ حضرت مولانا شاہ علی انور  
قلندر میں جانب مشرق دفن ہوئے۔ بالین مزار یہ قطعہ تاریخ مصنفہ مولوی محمد عاصم قیس نصیب ہے۔  
وہاج الدین قلندر زند ہشیار و دش کز بادہ خار شد دست

دل او عین تن آمد اذان رو      تنش از صحبت دلدار شد  
 اذان سے مست آمد او کزان سے      جنید و شبلی و عطار شد  
 بنوش آمد چو شمس الدین سیریز      چو ملا بر سر بازار شد  
 مجو حالش بگو سال وصالش      کہ قیس اوبے سرود ساز شد  
 ز جام و بادہ مل - درگذشتہ      انا سخی می زد و بردار شد  
 انکے مفصل حالات و ملفوظات میں ایک مستقل کتاب عیون المعارف میں شیخون  
 العارف مرتبہ مولوی محمد عالم قیسری کا گوروی شایع ہو گئی ہے۔ بہت عمدہ کتاب ہوگی مفصل حالات  
 اس میں مذکور ہیں۔ اسکے پڑھنے اور انکے حالات کے مطالعہ کرنے سے بہت فوائد حاصل ہوتے  
 ہیں۔



## ہادی حسن خان محرو

نشی ہادی حسن خان مخلص بہ محرو۔ ابن نشی علی حسن خان۔ ابن نشی مشوق علیمان۔ ابن شیخ طفیل علی۔ یہ تباہیچ، راہ شعبان المعظم و زینبہ ۱۳۳۵ھ پیدا ہوئے تعلیم و تربیت اپنے والد ماجد کی خدمت میں پائی بہت قابل و لائق تھے۔ ابتدا سے علم شریعت کوئی کاشوق تھا۔ محرو مخلص کرتے تلمذ امیر حسن خان بھل سے تھا۔ اپنے وقت کے قادر الکلام و فاضل شعرا میں تھے۔ انکا مختصر سا دیوان عمدہ یادگار موجود ہے۔ چند اشعار اردو و فارسی بغرض تفریح طبع ناظرین درج ذیل ہیں۔

### اشعار فارسی

برق طپان اگر پد خندہ نما کہ اینچنین	ابر سیہ چو رسد زلف کشاکش اینچنین
نگہت پیر جن ز تو گر طرقت چین رسد	لاف ز ندبہ بوسے گل باوہا کہ اینچنین
رے آن شوخ ستمگر گریہ	جلوہ مہر منور نگریہ
دولت حسن کے دشب وصل	دیدہ را کرد تو نگر نگریہ
دو فراق صنم برقی لفتا	ضطر اب دل مضطر نگریہ
ساز و دار است مرا آتش غم	مخج دل بال سمند رنگریہ
نامہ ام بردو بیامش ز رسید	نار سائی کبوتر نگریہ
بہر پر آہ بلایے دلم	مخج شرکان شدہ نشتر نگریہ
دشب وصل اجل حبت نیافت	منت این تن لاغر نگریہ
سر بسر لطف سخن می بارد	نظم محرو و سخنور نگریہ
ہر نفس آب دل از چشم ترا دید بیرون	آہ آغشته بخون جگر آید بیرون
سینہ چون دیگ عرق جوشن بخوش مل	دل گر سوخت کہ درد و برآید بیرون



## اشعار اردو

سکھائی ہے عجیب زقار تو نے اپنی توں کو  
 نہ کیوں ہو خنجر قاتل سے الفت میری گردن کو  
 عوض میں بار سکے بار احسان کھا قاتل نے  
 تری زلفوں سے نہیں کیلئے مشاطہ طالب  
 ذرا سی بات پر آزدہ کر دینا نہ ملے مجھ کو

زلف رسا سے موسے کمر کا پتہ ملا  
 گالوں پر آنکے سبزہ کا نشو و نما ملا  
 دل کو زیادہ آپ کے پایا اسیر عشق  
 بوسہ دہن کا لیکے لکھے بادشاہ ہم  
 مرنے کے بعد بھی نہ گیا اضطراب  
 محروم رخسار نے لکھے گو ہزار صفت

بیت ان کو حضرت شاہ نواب علی قلندر سے تھی۔ پیر و مرشد کی شان میں ایک قصیدہ نہایت  
 عمدہ لکھا تھا۔ انھوں نے چند سال سرکاری ملازمت کی۔ نہایت خوشنود و بردبار تھے۔ ایک عرصہ  
 تک کالپی میں تحصیلدار رہے۔ بالآخر تیار کچھ ورماء محرم احترام روز پنجشنبہ ۱۲۸۵ بمقام کاکوری انتقال  
 کیا۔ اور خاندانی قبرستان واقع تکیہ بہ نوا شاہ میں دفن ہوئے۔ قطعاً تاریخ وفات از جواب  
 تفضل حسن خان شیراکا کاکوری سے

قبلہ ہادی حسن کہ اخوی من  
 چون نہ گریم ازین الم شیدا  
 پنجشنبہ نہستم محرم بود  
 یافتہ سال فوت آن مغفور

شربت مرگ ناگمانی خورد  
 کہ فلک بر سرم جفا آورد  
 سوئے جنت چو رخت خویش سپرد  
 چون مکر ز نگاہ کرد بخند

## ہادی علی

مولوی ہادی علی شہید۔ ابن مولوی حافظ منظر علی نواسہ حضرت شاہ محمد کاظم قلندر قدس سرہ نہایت دیندار پرہیزگار عظیم المزاج و بزرگارتھے۔ اولاً اطراف ہمسرلوہ میں نائب تحصیلدار رہے۔ پھر رائے ضلع ہمسرلوہ میں تحصیلدار ہو گئے۔ دیانت و کارگزاری سے حکام کو بہت خوش کیا۔ غدر میں عدم تحصیلداری پر مامور تھے۔ باغیوں کی سرکوبی کیلئے گورنمنٹ سے حکم ملا۔ اسی انتظام میں مصروف تھے کہ یکایک نا راؤ کی فوج نے آکر گھیر لیا اور ایسا زخم کیا کہ تین دن تک بے آب و دانہ رہے۔ ۱۲ ماہ محرم ۱۲۵۵ھ مطابق ۱۱ اگست ۱۸۷۵ء میں روز شنبہ کو نماز فجر ادا کر رہے تھے کہ تشدد کی حالت میں باغیوں سے جس قدر تلوار منہ پر ماری تھی انھوں نے بعد ازاں اسکی گردن پکڑ کر ایک لیا گھونسا مارا جس سے اسکی ہڈی پسلی ٹوٹ گئیں اور مر گیا۔ پھر اور باغیوں نے انکو شہید کیا۔ یہ قصہ ہان کی تاریخ میں مذکور ہے۔ بعد شہادت انکا سب باب باغیوں نے لوٹ لیا۔ انکی سواری کا سبز گھوڑا جو تھا اسکو بھی باغی لنگے میسرے زخمی کر کے اسنے بھی جان دی۔ ۱۲ ماہ محرم کو انکی قبر پر سیلہ بھی ہوا ہے۔ گورنمنٹ نے جانفروشی کے صلہ میں انکی انجمن کی منت دیہیہ ہوا رہن بنی مقرر کی۔ انکے انتقال کے بعد انکی بیٹی کے عہدہ ریورس مقرر ہوئے۔ جولیات جاری ہے۔

## ہادی علی منہت سلم

مولوی حاجی حافظ ہادی علی خوشنویس ہفت قلم کا کوری الدفن۔ ابن مولوی محمد مہدی۔ ابن مولوی محمد عظیم۔ ولادت انکی بمقام بہار سال ۱۲۱۳ھ میں ہوئی۔ بدوشواری سے یہ فرض تحصیل علم لکھنؤ آئے۔ اور علماء فرنگی محل سے تحصیل علم کی۔ اعلیٰ درجہ کے خوشنویس تھے۔ سات طرح کے خط عالی و جمال جانتے تھے۔ جسکی وجہ سے ہفت قلم مشہور ہوئے۔ اور ایسی شہرت حاصل کی جو محتاج بیان نہیں۔ لکھنؤ کے بہت لوگ انکے شاگرد تھے ۱۲۵۵ھ سے مستقل قیام لکھنؤ کا اختیار کر لیا تھا۔

بیت سلسلہ چشتیہ میں حضرت خواجہ حسن چشتی مودودی لکھنوی سے تھی انھیں کے ہمراہ کاکوری آئے

اور بعد وفات اپنے پیرو مشرک کے اسی سلسلہ کی اجازت اُن کے خلیفہ حضرت غوث ملت مولانا شاہ تراب علی قلندر سے حاصل کی۔ بعد وفات حضرت غوث ملت اپنے بڑے بیٹے مولوی محمد بن کو حضرت مولانا شاہ جید علی قلندر کا مرید کر لیا۔

یہ بہت ارستہ مزاج لطیف و ظریف شخص تھے آخر عمر میں بنیائی جاتی رہی تھی۔ مگر با این ہمہ ابر لکھتے رہتے تھے۔ حافظ غریز حسین علوی کا کہ وہی اُن کے ارشد ملازمین تھے۔ اسی حالت بنیائی کا یہ عجیب غریب قصہ ہے کہ انھوں نے حضرت مولانا شاہ تراب علی قلندر کے فرزند شریف کی سہری سیکلے ایک چھت کی پستل کی بنوائی۔ اور اس کی پستل پر بجائے داخل کے اپنے ہاتھ سے آیہ الکرسی بخلخ لکھی اور اُس کے درمیان میں سورہ اخلاص کا طوا لکھا۔ اور اس نفاس سے بنایا کہ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے حافظ غریز حسین صاحب مغفور عبد بیان کرتے تھے کہ اس چادر کے لکھتے وقت میں حاضر رہتا تھا یہ مجھ سے کہہ دیتے تھے کہ جان پرست لکھو! نا منظور ہون ان پر میرا ہاتھ رکھ دو۔ چنانچہ حافظ صاحب کی تہ تھے۔ اور یہ لکھتے چلے جاتے تھے۔ وہ چھت اب تک یہاں موجود ہے کچھ اُس کا القبتہ بوجہ امتداد زمانہ بوسیدہ ہو گیا ہے لیکن حرف کی آبت اب اب بھی وہی ہے۔

وفات انکی تالیخ ۱۲۸۶ھ میں ہوئی۔ اپنی وصیت کے مطابق احاطہ مکہ شریفہ میں قفل چاہے بنا کر وہ بڑی منصور علی صاحب فن ہوئے۔ قلعہ مارنج وفات از مولوی حکیم لطف اللہ لکھنوی سے

ہاے مولائے ہادی مہدی	کہ ندیش ندیر صاف و نہ دُر د
ناخن کلک حسن تعلیمش	مشق خطا طرا بخاک سپرد
خوشنویسے کہ نسخ و تعلیق	ہمہ باخود بداشت و باخود بُرد
شب آدینہ بعد نیم حبیب	چون براہ عدم قدم بفسرد
لطف جتیم سال تاریخش	غم دل گفت خوشنویسی مرد

۱۲۸۶ھ

LYTTON LIBRARY  
Date.....  
ALIGNMENT

(حی)

## یار علی بیگ

مرزا شاہ یار علی بیگ قلندر پینڈیہ خاندان سے تھے وطن اصلی انکا اطراف دہلی میں تھا۔ انکو سببت حضرت مولانا شاہ حمایت علی سے تھی۔ اور اجازت و خلافت سلاسل سبب معہ لیاقت حضرت مولانا شاہ تراب علی قلندر سے۔ اذکار و اشغال کی تعلیم دونوں حضرات سے ہوئی مرید ہونیکے بعد سے یہ کاکوری میں رہے۔

یہ بڑے خوش اوقات خالص الارادت قلندر نشس قوی الہمت بزرگ تھے۔ جد معترم مولانا امجد علی تبلیغ بیان کرتے تھے کہ میں نے انکو دیکھا تھا۔ ایک مرتبہ ان سے اور حضرت شاہ بہرام علی قلندر اور حضرت شاہ انشاء اللہ قلندر کے درمیان قوی تصرف ہونیکا تذکرہ ہوا۔ یہ معلوم کرنا تھا کہ ہم میں کس کا تصرف قوی ہو۔ چنانچہ ساؤنی کے درخت پر جواب بھی صحن خانقاہ میں موجود ہے۔ اولاً شاہ بہرام علی قلندر متوجہ ہوئے جس سے پیوں میں جنبش ہوئی۔ پھر شاہ انشاء اللہ قلندر متوجہ ہوئے اُس سے شاخوں اور پیوں میں جنبش ہوئی۔ پھر یہ متوجہ ہوئے۔ اُسوقت پورا درخت ایسا ہلنے لگا کہ قریب تھا کہ گر پڑے۔ یہ حالت دیکھ کر انھوں نے توجہ ہٹائی اور کہا کہ کیا شعبہ بازی ہے۔ لالوں ولا قوۃ الا باللہ۔

منقول ہے کہ انھوں نے اپنی بسر اوقات کا یہ طریقہ رکھا تھا کہ اذکار و اشغال کے بعد جو تہ کی اوگیان بنایا کرتے اور اسکو فروخت کر کے اپنے صرف میں لاتے۔ اکثر امر لے قصہ انکے حالات کے واقف تھے۔ وہ فوراً خرید لیتے۔ یہ اپنی کمال سچائی سے جو کچھ اسکی لاگت ہوتی وہ پہلے بیان کر دیتے زائد حالات نہ دریافت ہو سکے۔ ۱۲۵۱ھ میں انھوں نے وفات پائی۔ مزار احاطہ تکیہ شریفہ میں متصل چاہینا کردہ ڈپٹی منصور علی صاحب واقع ہے۔

## یوسف علی

مولوی یوسف علی۔ ابن شیخ شرافت علی۔ ابن شیخ غلام مرتضیٰ ملک زادہ مصنف جواہر الانشا ولادت انکی بروز شنبہ سن ۱۲۸۵ھ میں ہوئی تعلیم و تربیت سب سندیل میں پائی بہت لائق و قابل و انشا پرداز میں مکتا تھے۔

راجہ درگا پرشاد سندیلی تاریخ بوستان اووہ میں لکھتے ہیں کہ۔

”منشی یوسف علی اور دوسرے اس قصہ بود ملازمت سرکار انگریزی کرد تا بعدہ منصفی رسید مدت راست کہ دعوت حیات پر نمود در انشا پرداز میں بے نظیر و بے عدیل بود گویم کہ در صد سال مثل او انشا پردازے و شمارے درین دیار و جوار برخاستہ حیف کہ کلامش باطلع در زیر سیدہ شنیدہ شد کہ یا لایزال کثر کلامش پر زدی بر زندہ و از نام خود ہاشتر کردند“

یہ ابتداء عمر میں اپنے والد کے ساتھ کلکتہ گئے۔ اور دین ملا عبد اللہ شیرازی سے عربی فارسی پڑھی۔ اور بہت بڑے شمار اور منشی ہوئے نظم بھی اچھی لکھتے تھے یوسف تخلص تھا لیکن شرمین بے عدیل تھے۔ بہترین قصائد و غزلیات خطوط۔ اور نثر کے مضامین لکھے۔ مگر بوجہ وارستہ فرجی اپنا کلام جمع نہیں کیا۔ بروقت طلب شاگردوں کو دیدیتے۔

انکے مستقل تصانیف حسب ذیل ہیں (۱) شہر آشوب لکھنؤ (۲) زنانہ بازار (۳) انشا و سخن صفات (۴) واقعہ شہادت مولوی امیر علی شہید (۵) مناظرہ مصطلحات (۶) شرافت۔ وغیرہ وغیرہ۔

انکے تلامذہ بہت ہوئے۔ علاوہ مولوی حافظ شوکت علی سندیلی کے کثرت سے حضرت نذیر و کا کوری شاگرد تھے۔ اکثر باہر کے لوگ بھی تھے۔ جن کی طویل فہستہ مولوی حافظ شوکت علی سندیلی نے اپنے رسالہ ثمرۃ الانظار میں لکھی ہے۔

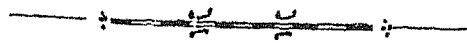
یہ بہت سخی اور دھان نواز کریم النفس تھے۔ درود کے بہت بڑے عامل تھے۔ حضرت مولانا شاہ تراب علی ظفر سے بیعت تھی۔ تھوڑا سا کلام لکھا جو درج ذیل ہے۔

اے درد تو چارہ ساز جانہا	اے تو چرخ دودمانہا
اے بوسے خلت بلائے جانہا	روئے تو بہار گلستانہا
از شیوہ غمزہ ہائے خرنیز	گویا کہ گرفتہ شد ز بانہا
اے نالہ آتشین بگردان	خاصیت دور آسمانہا
سوداے تو دشت کردار باد	ویران افگند خانہا
یوسف کھن خاک من رین دشت	افتاد قفلے کاروانہا
ادائے نالہ دل ناتوان نمی داند	ہلاک در محبت فغان نمی داند
فشوہ دل شناسد زہم نشا و طلال	نہال خشک بہار و خزان نمی داند
خروش حسرت دامن گان بطر جہ است	فغان باجرس کاروان نمی داند
چرا ہوائے چمن بیل قفس ہمارد	مگر ستمگر می باغبان نمی داند
قتاد کار من حسہ جان بہنگد لے	کہ سیل شک ز آب روان نمی داند
ہمیشہ باہمہ کس گرم داشت معرکہ	طریق صلح مگر آسمان نمی داند
مکن بقا قائم ام ہرزہ لے جس فریاد	دل تولذت درد نہان نمی داند
سزد اگر نگمے شوق نقش پا نگند	کسے کہ حال من ناتوان نمی داند
ز پس عشق تو آوارہ ہسان گریڈ	کسے ز یوسف شیدا نشان نمی داند
گرہ کشو و نکشاید پری رستے زکار ما	ہمین درویش تاب جان برآمد روزگار ما
نشد حال بجز گشتگی چہینے زہلویش	فتدیار ب نہ دلے و دل دشت شمار ما
نجلوت گاہ دل جائے مدہ مشکل خیالی را	تجلی گاہ شمع طور کن این بزم حالی را
سحر کہ در قفس بلبل صغیر خونچکان میزد	بیان میگرد شایہ قصہ فرخوہ بالی را
سرگرم خیال لب یا راست دل ما	زین بادہ چہ بے رنج خار است دل ما
برود ضحہ رضوان ثمرہ دانہا سیم	تا حسن ترا آئینہ دار است دل ما

نگہ داشت ادب تا برخت دیده کشایم  
 در وصل تو با ہجر دو چار است دل ما  
 بر بادہ ناک و دل دوزخ بیدار  
 است ترک بیا جائے سکار است دل ما  
 عمریت کہ دوزخ دل را چو یوسف  
 غلطان بر بستر خار است دل ما  
 آنھوں نے غدر کے بعد چند روز بعد از قتل محرقہ علیل کہ کرتا بیخ، ارماہ محرم روز جمعہ وقت  
 شب ۱۲۴۵ھ میں جلوت کی اور ندیلیہ میں اپنے باغ مقابر قدیم محلہ متوانہ میں دفن ہوئے قطبہ تاریخی  
 وفات از فشی عابد علی سندیلی سے

جناب مولوی یوسف علی آنکہ  
 بعلم فضل صدر انجمن بود  
 شگفتہ تر ز فردین چہینش  
 ریاحین حسن و طبع او چمن بود  
 روان فرسا غم او شد کہ مارا  
 برادر بود و ہم انباز فن بود  
 بر اے سال تاریخ چنان گفت  
 کہ آہ این یوسف مصر سخن بود

۱۲۴۵ھ



## خاتمہ تبرہ چہ فصل

### فصل اول در ذکر اس کے ہنود قصبہ کا کوری

نہایت انصافی تھی کہ اگر میں ان اوراق پریشان کی ترتیب اپنی مذہبی بزرگوں کے بہترین ہونے کو دیکھتا۔ اور اہل ہنود اور ارباب علم سے بالکل چشم پوشی کر جاتا۔ اخلاقاً یہ مرعوب تو نہیں ہے۔ خود کتاب میں اسکی وجہ سے ناقابل تلافی کمی رہی جاتی تھی۔ جسکو میں برابر محسوس کرتا رہتا تھا۔ اور اس کوشش میں تھا۔ کہ ان لوگوں کے حالات بھی اگر مل جاتے تو درج کتاب ہو جاتے تو بہتر تھا۔ میں اپنی کوشش میں بوجہ ناکامیابی مایوس ہو چلا تھا۔ ایک روز اتفاقاً اپنے غنایت فرما منشی لکشمی رام عرف لکھو ملراج مدرس میں سے کوری سے میں نے اس کتاب کا تذکرہ کر کے اپنا مرکوز خاطر ان سے ظاہر کیا۔ انھوں نے حالات فراہم کر دیے کا وعدہ کیا۔ اور ارباب علم سے ملکر کچھ مختصر حالات بھی لاکر دئے۔ میں انکا ممنون ہوں۔ چونکہ موجودہ حضرات اہل ہنود کے آباد اجداد کو زمانہ دراز گزر چکا۔ روزنامات و سوانح دستبرد زمانہ سے ضائع ہو چکے۔ اور بہت سے متمول حال اندان تباہ و برباد بھی ہو چکے۔ مختصر جو حالات معلوم ہو سکے۔ وہ غنیمت سمجھ کر نذر ناظرین کئے جاتے ہیں۔

### دیوان اجہ رام

یہ کالیستھ تھے۔ انکے خاندان کے مورث اعلیٰ ہماراج دہرہ ہوج موضع جیون شہر سرنگرنگشیر کے رہنے والے تھے۔ وہاں سے آکر کوری میں بود و باش اختیار کی۔ حکام و سلاطین وقت سے اراضیات وغیرہ معافی میں ملین۔ خاندانی کاغذات نیز درکار گزٹیر تاریخ انقلاب لکھنؤ سے واقعات ذیل معلوم ہوتے ہیں۔

جب وقت ہماراج مرچا پر تو ہم سری رام چند راجی لکھنؤ سے اجودھیا آئے اور راج کرنے لگے تو



بھرت جی کو کشمیر اور سرہن جی کو ضمیر اور بھپن جی کو لکھنؤ بھیجا۔ بھپن جی نے کوتلی کے کنارہ جنگ  
 کٹوا کر اپنے نام سے لکھن پور آباد کیا جو اب لکھنؤ کے نام سے مشہور ہے۔ اور انکے ساتھ جو پیر  
 (جنگ مسکرت میں ہیں) کہتے ہیں، انھوں نے اپنے اپنے مکانات بنوائے مکان کو ہندی میں  
 بارہ کہتے ہیں۔ لکھنؤ سے دریائے گنگا تک نہیں بارہ تھا۔ جو میواڑ کے نام سے مشہور ہوا۔  
 ان میں کاٹھن خاص اپنے بنائے ہوئے اور آباد کردہ اراضی کا مالک ہو گیا۔ بھپن جی کے ساتھ اور  
 انکے ہر ایک سے یکے ساتھ راج اور حکمرانی یعنی دیوان ہوئے۔ لکھنؤ سے مغرب کی جانب ایک  
 بیراج ہوا جس نے اپنا قلعہ بنوا کر لکھنؤ کا اس کا نام رکھا۔ اس میں دیوان راجہ رام کے خاندانی  
 بزرگ دیوان ہوتے تھے بہت دنوں تک انکا راج رہا۔ اور دیوانی کا عہدہ انکے خاندان میں رہا۔  
 وہ معاش کے لئے اراضیات لکھنؤ کا خاص دیوان پور بھلیا معاف ہوئے جس سے اس وقت  
 ہوتی تھی جب راجہ سائن تخت نشین ہوا۔ اسکو ملک اسد الدین وزیر سلطان جین شرعی جو پوری نے  
 یہ دھوکا دیا کہ بادشاہ سے ناراض ہو کر آیا ہے۔ اس کے قلعہ میں آکر پناہ گزین ہوا۔ تو تمام راجگان  
 بیسوا اور اسکی مدد پر آمادہ ہو گئے۔ ایک دن تہلہ ہی سید دن کی شکایت پر کہ وہ نماز نہیں پڑھنے  
 پاتے ہیں۔ وزیر نے تمام ہندوؤں کو مار ڈالا۔ اور بادشاہ کی طرف سے قلعہ پر قابض ہو گیا۔ اجماع  
 سلطان شرعی نے اور فوج بھیجی۔ جس نے راجہ سائن کو شکست دیکر قلعہ وغیرہ کو کھود ڈالا۔ اور  
 تمام آبادی کو ویران کر ڈالا۔

راجہ رام اسی راجہ یعنی راجہ سائن کے دیوان تھے۔ جب شاہی قبضہ ہوا۔ تو کل دیہات شاہی  
 ہو گئے۔ بجائے لکھنؤ کا نام کا کوری ہو گیا۔ مگر اراضیات قبضہ خاص کو موضع داد پور  
 بھلیا جو دیوان صاحب کی معافی میں تھا۔ بدستور قائم رہا۔ آخر عمر میں یہ اپنے بیٹے دیوان ادہار سنگ  
 کو اپنی جگہ پر منتقل کر کے خود بغرض یاد آئی اچودھیا چلے گئے۔ دیوان ادہار سنگ کے بیٹے دیوان  
 ٹاونی مل ہوئے پھر انکے بیٹے بھکاری داس ہوئے۔ جو بہت کامل فقیر گز سے کہا جاتا ہو  
 کہ انکے عرصہ تک اولاد نہیں ہوئی تھی کہ ایک کامل فقیر انکے پاس آئے۔ اور انکو گوشہ نشینی کی

ہدایت کی۔ انھوں نے باعمران سے عرض کیا کہ سلسلہ خاندانی چلنے کیلئے اولاد ہو جاتی تو بہتر تھا  
آرزو پوری ہو جاتی۔ شاہ صاحب نے دعا دی۔ اور کہا کہ جب لڑکا پیدا ہو تو اسی سال گھر چھوڑ کر راجہ دھیا  
جا کر خدا کی یاد کرنا۔ اور لڑکے کا نام راجہ رام رکھنا۔ شادی بہاہ میں گیرے کپڑے پہنانا۔ اور گوشت  
شراب کی قطعی ممانعت کر دی۔ چنانچہ اب تک اس خاندان میں ہی دستور چلا آتا ہے۔

ان راجہ رام انی کو بجاسے دیوانی کے قانون گوئی کا عہدہ ملا۔ انھوں نے بودو باش کیلئے اس  
تصہ میں اپنے نام سے راجہ رام محلہ آباد کیا۔ یہ محلہ سببی رام کے کٹڑہ کے پشت پر جانب شمال آباد تھا۔  
جسکے بعد اب میراثیوں محلہ آباد ہے۔ اس محلہ میں ہر قوم کے لوگ آباد ہوئے۔ اب بھی آبادی جو ہندو  
بالا نواب سادات علیخان کے وقت تک بدستور چلا آتا رہا انکے وقت یعنی سن ۱۱۰۰ میں معافیان بن گئے  
مض مکانات خاص اور محلہ راجہ رام اور باغات اور مالاب کیشو واسن ستر سالہ ری باقی رو گئے عہدہ  
قانون گوئی البتہ واجد علی شاہ بادشاہ اوہ کے وقت تک رہا۔

یہ عرصہ تک قانون گو رہے۔ انکی اولاد میں برابر ہی قانون گوئی کا عہدہ چلا آیا۔ دیوان رام پرشاد  
کے وقت تک جرائنکی ساتویں پشت میں گذرے ہیں۔

## رام پرشاد

دیوان رام پرشاد۔ ابن مٹھو لال قانون گو۔ ابن کیول سین قانون گو۔ ابن درگی لال قانون گو  
ابن کیشو واس قانون گو۔ ابن گوہر دھن واس قانون گو۔ ابن راجہ رام قانون گو۔ ابن دیوان کاری  
واس۔ ابن دیوان ثانی مل۔ ابن دیوان ادھار سنگھ۔ ابن دیوان راجہ رام  
یہ سلسلہ عین پیدا ہوئے۔ انھوں نے قانون گوئی سے پھر عہدہ دیوانی حاصل کیا لیا علیخان  
خواجہ سرا کے دیوان ہے۔ یہ بہت بڑے محاسب مشہور تھے۔ تصہ کے بہتے لوگوں نے ان سے  
تعلیم پائی۔ تصانیف بھی حسب ذیل چھوڑے (۱) ثنوی ایجاد رنگین (۲) تحفۃ الملوک در بیان احوال بزرگان  
(۳) کشائش نامہ (۴) نیزنگ بہار یہ سب کتابیں قابل دید ہیں۔

انھوں نے اپنے زمانہ میں کالیستھون اور ہر فر فر کے لوگوں کو بیرون جات سے بلا کر نیز  
باشندگان قصبہ کو لکھنؤ میں مندر عہدوں پر نوکر رکھایا اور یہاں لا کر آبا د کیا۔ دسترخوان انکا بہت وسیع  
تھا اور بہت بڑے مہمان نواز تھے۔ انھوں نے مسلمانوں میں انتقال کیا۔ انکے بیٹے منشی بھول  
تھے یہ بھی بریلی میں قانون گو رہے انکے تین بیٹے ہوئے لالہ نوندہ رائے۔ لالہ سب سکھ رائے۔  
منشی شیون رائے۔

لالہ نوندہ رائے بھی قانون گو تھے۔ آخر آخر ترک ملازمت کر کے گھر پر خد کی یاد کرنے لگے دو  
رسالہ گنجینہ معرفت و تحفہ درویش انکے مصنفات سے یادگار ہیں۔ انکے دو بیٹے منشی لال جی و  
منشی گلال جی تھے۔ ان دونوں نے فارسی کی تعلیم حضرت مولانا حافظ شاہ علی نوری قندہار سے پائی یہ دونوں  
بہت قیصر و مت تھے۔ ان میں سے منشی ابھی نے بہت سی کتابیں لکھیں قریب بیس کتابوں کے اردو  
و ہندی زبانوں میں یادگار موجود ہیں۔ چند کے نام یہ ہیں۔ مجموعہ صفات انسانی۔ ذخیرہ سعادت۔  
تاریخ بہرام گھاٹ۔ ہدایت المبتدی۔ جیون چتر۔ ہمارا جٹیکٹ رائے وغیرہ وغیرہ منشی گلال جی  
بعہد تحصیلداری مامورہ کرنیشن یاب ہوئے۔ صاحب اولاد ہیں۔ انکی اولاد سب قابل و لائق ہوا اور  
برکار۔ بہت عزت و جاہت کیساتھ ان لوگوں کی اسیر رہے۔

دیوان رام پرشاد کے دو بھائی لالہ امید رائے تھے۔ جو نواب شجاع الدولہ بہار کے  
عہد میں یعنی سنہ ۱۱۸۰ میں چکادار تھے۔ انکے ایک بیٹے رائے بستی رام ہوئے۔ جو بہت امیر  
گیر تھے۔ یہاں قصبہ میں عالی شان مکانات تعمیر کرائے۔ بازار آباد کیا ہوا موسوسہ بستی رام ٹوٹا تک  
موجود ہے۔ انکی پسری اولاد میں اب کوئی موجود نہیں۔ دھڑی اولاد ہے۔

## جنوت رائے

لالہ جنوت رائے۔ یہ یہاں کے قدیم باشندے ذی حیثیت و جاہت قوم کالیستھ سے تھے۔  
انکے دو بیٹے ہوئے منشی میر لال۔ منشی جواہر لال۔ اول زمانہ شاہی میں بعبہ منشی گری مامور تھے

جسکے بیٹے منشی کن لال حیدر آباد میں نائب مددگار مہتمم بندوبست رہے۔ بہت قابل و لائق اور  
شاعر بھی تھے۔ جوہری تخلص کرتے تھے۔ دیوان اور مثنویاں مطبوعہ موجود ہیں اور مقبول عام ہو چکی ہیں  
انکی اولاد بھی خوشحال ہے۔

منشی جواہر لال مدہ العمر ریاست کپور تھلہ میں ملازم رہے۔ انکے پوتے منشی ڈوہار لال  
تھے۔ جنہوں نے فارسی وغیرہ کی تعلیم حضرت مولانا حافظ شاہ علی اٹوٹ سے پائی۔ بہت اچھی قابلیت  
رکھتے تھے۔ ریاست حیدر آباد دکن میں دیل تھے۔ انکی اولاد بھی خوشحال ہے۔

## فصل دوم ذکر مؤلف کتاب ربہ ولوالدہ

احب الصالحین ولست منهم  
لعل الله یرزقنی صلاحاً  
مثلاً مشہور ہے کہ پھول کیلئے خار اور خزانہ کیلئے مار۔ اور شراب کیلئے خار۔ اور آسمان کیلئے غبار۔  
ضروری ہے۔ لہذا اس بندہ کو بیچ میرزا مودبے پور نے بھی اگر اپنی حالت کا اظہار مناسب سمجھا تو کتاب کے  
ایک صفحہ کو مثل منہ اعمال سیاہ کر ڈالا تو کچھ بچا نہیں۔

خصوصاً ایسی حالت میں کہ ایک گروہ اہل علم نے خود اپنا حال اپنی مصنفہ کتابوں میں لکھا ہے۔ جیسے  
ملاعب الغافر فارسی نے تاریخ نیشاپور میں۔ اور حافظ تقی الدین ابن قسطنطین نے تاریخ مکہ میں۔ اور حافظ ابن حجر  
عسقلانی نے قضاۃ مصر میں۔ اور ابوشامہ رخصین میں اور یاقوت حموی نے معجم الادباء میں اور  
لسان الدین خلیفہ تاریخ غناطہ میں اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اخبار الاخیار میں۔ اور  
شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے خبر الطیف فی ترجمہ العبد الضعیف میں۔ اور مولوی ضیاء حسن خان  
کا کوروی نے لامیتہ الہدیین انکے علاوہ اور اور مصنفین نے بھی اپنے اپنے حالات لکھے ہیں۔ بہر  
صورت میں بھی بزبان حال کتابوں سے

گرچہ از ینکان نیم خود را بنیکان ستبام، در بہار آفرینش رشتہ گلدستہ ام  
محرم بطور عافہ اللہ نے یکم ماہ شعبان المعظم روز پختنبہ وقت صبح ۱۳۱۳ھ میں اس عالم ناموسیت میں  
قدم رکھا۔ اور اولاً حضرت الداجد قدس سرہ کے سایہ عاطفت میں نشوونما پالائے شریعہ کیا لیکن جنبہ محرم  
۱۳۱۳ھ کو آجمنائے وفات پائی تو حضرت برادر منظم مولانا شاہ حبیب حیدر قلندر مدظلہ العالی کی  
خدمت سراپا بکت میں پرورش و پرورش تعلیم و تربیت پائی۔

بدشوہر سے تحصیل علم کی طرف توجہ کرائی گئی۔ بحکم حضرت والد ماجد قدس سرہ اولاً کلام مجید  
حفظ کیا۔ اور ساتھ ہی ساتھ مختصرات فارسی کی تحصیل بھی انھیں سے کی ۱۳۱۳ھ میں حفظ کلام مجید  
سے توجہ حافظ غلام محمد مرحوم ابن حافظ محمد علی نابینا استاد حضرت الداجد قدس سرہ فراغت پائی

پھر علوم عربیہ کی تحصیل حضرت انجی و مولائی مظلمہ کی خدمت میں شروع کی۔ جملہ علوم صرف و نحو و منطق و مسانی و بیان و فقہ و اصول و مناظرہ و عقائد و فرائض و کلام و فلسفہ و تفسیر و حدیث و تصوف و اذاد و احزاب وغیرہ انجین کی خدمت سراپا کرتے رہے۔

۵۔ ماہ جمادی الاول ۱۳۲۵ھ یوم فاتحہ حضرت شاہ تراب علی قلندر حضرت انجی مظلمہ کے دست حق پرست پر سلسلہ عالیہ قادریہ ضویہ میں بیعت کی اجازت و خلافت مکمل ہوئی۔ سر فراز ہوا۔ حضرت والد ماجد قدس سرہ نے بھی اپنے وصال سے قبل اجازت و خلافت مرحمت فرمائی تھی۔  
۱۳۳۵ھ میں بعد ختم کتاب نصوص بحکم حضرت انجی و مولائی مظلمہ العالی نے اپنا گیارہواں واپٹہ اس ناچیکے سر پر باندھا۔

کلام گوشہ دہقان باقتاب سید کہ سایہ پریشا نداشت چون تو سلطانے  
اور ۲ ماہ رمضان المبارک ذی الحجہ سنہ مذکور میں بعد فراغ تحصیل علوم اجازہ لکھ کر حجت فرمایا جو درج ذیل ہے  
بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله الذی خلق ادم علی صورته۔ و علمہ اسماء سائر مخلوقاته۔ و  
اختار منه قلوباً شرعاً بنور هدايته و اشرق فيها شعاع معرفته۔ و نصب فيها  
سریر محبت و اودع فيها و ائع علمه و حکمته۔ احمدہ حمداً متکاثراً علی ان خصل اهل العلم  
بفضائل لا تحصى۔ و اشکوه شکراً متوالياً علی ان وصف نفوسهم فی کتابہ  
بقوله انما یحشی الله من عباده العلماء۔ و الصلوة و السلام علی نبیہ و رسولہ  
سیدنا و مولانا محمد بن الذی فاق فی النبیین بنخلقه و خلقه۔ و نور الارض بنور  
خاتہ۔ و اضاء نور العلم فی مشکوة قلوب العباد لیہتدی بہ من یشاء الی الله تعالی  
وصفاتہ و افعاله و انشئ بنیان العلم بالراستخین فی العلم حتی لخبیر فیضہم  
بقوله علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل فی احادیثہ صلی الله علیہ و علی آلہ  
و اصحابہ المہمدین قوا عد الشریعة فی امته۔ المجددین لسان النبوة و حق

نية وضمناً سريرة أما بعد فيقول العبيد الصغير للهوى الكبير الفقير المحتضر حبيب محمد رحمة الله  
 السيئات من جريدة أعمال ودرر في تشيخه اساتذته ان السيد السعيد والفرد  
 الفريد الامير الارب والنسب الحبيب عنوان الشرف والكمال انسان العين  
 لاهل الوجوه والافعال روح اوستادى ومد كرسورة شيخى اغر قلبى واجب فوادى  
 النور الانوار اخى مولوى حافظ محمد على حميد حماه الله عن الآفات والشره ووقاه  
 على مدارج الشهرة زاعمه ونباهه وكثر في العلمين لوامع علمه وفضله وتقواه لما استفل  
 من اوان الصبا زمان التميز بين الارض والسماء في غنم القرآن المجيد والفرقان  
 الحميد على اوستاد الحافظ غلام محمد المرحوم شرع معه ايضا درس بعض  
 تحفرات الابتدائية الفارسية بحضرة والده الغلام واوستاده القمقام  
 الشيخ الكامل المكل والعارف الواصل الموصول قاموس العلوم والعوارف ناموس  
 اسرار الالهية والمعارف مرشدى واوستادى ومسير عسرات معاشى ووادى  
 شيخى ومولائى جامع معالات شيخى الاكبر والاصغر الحافظ شاه على نور طيب الله  
 تراب الاطهر ولفض مشهده الاقدس الاضرف قد بلغ الى قراءة مصنفات  
 الشيخ مصلح الدين السعدى الشيرازى ربه الى ان مرض شيخى في مرض الوصال  
 واشتاق الى لقاء الرب ذو الجلال والجمال وامرني بتعليمه وتد رسيه فعملت  
 الاخر الموصوف من الكتب الفارسية جميع الكتب المدرسية العربية اعني كتب  
 الصوف والخواص والمنطق والفقه والاصول والمعاني والبيان والمناظرة والعقائد  
 والقرائن والكلام والفلسفة والتفسير والحدائث من الصحاح الستة والسنة  
 والتصوف والاوراد والاحزاب فلما حصله الفراغ في شهر الربيع الآخر سنة  
 الف وثلثمائة وسابع وثلثين من الهجرة النبوية الكريم عليه الف الف صلاة وتسليم  
 ووجدته ذلي الاستعداد لنفسه والفهم الانيقه زكياً قطناً وللتدريس

واشتاق العلوم حريًا وحفيًا - أردت ان اكتب له اجازة العلوم على طريق <sup>سنة</sup> الكليات  
 والعلماء العالمين - واني وان كنت لست من اهل هذه المسالك فكيف اجزته  
 بما ليس من هناك - لكن اتباع طريقة العلماء الاعلام والكملاء العظام  
 تجاسرنى على هذا الامر اجيئاً من الله تعالى بالوصول على هذا القدر - فاقول  
 قد اجزيت الاخر الموصوف بجميع ما حصل لى رواية وقراءة من كتب المعقول و  
 المنقول والفروع والاصول بالشروط المعتمدة عند علماء الشرع والانتر كما اجازنى  
 به مشايخنا الكاملين اولهم واعلامهم رأس العلماء الاختيار وليس الفضلاء  
 الكبار شمس ذلك العلوم وبدرساء الفهوم الياقوتة الحمراء والدررة البيضاء  
 الشيخ الاكبر سيدى وسندى مولانا الحافظ شاه على نور لا زالت عتبة العلية  
 مخزاة لجماعة ارباب الكمالات الجامعين للعلم والعلم والحال - وثانيهم واصفاهم  
 شيخى واوستادى فى علم الحديث والاخبار المحدث المتقن الاواب مولانا المرحوم  
 السيد محمد على ابن السيد ظاهر التوركلى فى المدرس فى حرم البلدة الطيبة اعنى  
 مدينة النبى صلى الله عليه وعلى اله واصحابه التقي النقي مكاهو محروفي ثبته العظيمة  
 عندي - وثالثهم واسماهم ذى المكارم والامتنان خادم النبى حسب مشاهدته فى  
 المبشرة الجلى مولانا فريد الدين خان المحدث الكاكوڑى كما هو مكتوب فى ثبته  
 العظيمة عندي وكجزئة ايضا ان يجيز به من رآه اهلاً لذلك - واوصيه بما  
 اوصى به بنفسى من ملازمة الورع والتقوى بالدرجة الاقصى فى كل امر من امور  
 الدنيا والسلوك على شريعة المصطفوية والطريقة المرتضوية واختيار مشرب  
 العالية القادرية القلندرية مع حفظ اورادها واذكارها على طريق اساطين <sup>هذه</sup>  
 المشرب العلية واجراء سلسلة الدرس والتدريس حسب معمول ساداتنا الكرام  
 وحفظ الاوقات وفق مرسوم البائنا النظام ومطالعة كتب العلماء الراشخين لاسيما



مشائخنا الكاملين المتقدمين وأن يكون عالماً صوفياً مجتنباً عن الشبهات  
 غير منزهة في الذات منقراً إلى الله في جميع الأحوال متبعاً سنة السنية في الأقوال  
 والأفعال زاهداً في أمور الدنيا راعياً إلى المولى المستخيراً النصوص المفهومة و  
 مصداقها بالأحاديث النبوية يحكم أمور الطريقة بالشرعية راعياً الطرق الأباء  
 بالوسعة الاختيارية محققاً في أنواع العلوم ومدققاً في المنطوق والمفهوم وأن  
 لا يتكلم من الناس إلا على قدر عقولهم وأن لا يدين لهم إلا العلم للعاملات  
 وما يتجهون به عن عيوبهم ولا يقدم علم الباطن على الظاهر ولا يلتفت إلى نظر  
 عن الباطن اللهم بارك في حمرة وعلمه واضحه في رزقه وعلمه وارزقه حظاً  
 كاملاً ونصيباً وافراً في نشأتين كما رزقت على الأباء الكرام من نعمات الذين  
 ليكون ممتازاً بين الأقران والامثال وواصل على مرتبة قرب الفرائض  
 والنوافل والحفظ عن هيمون الحاسدين الظالمين واجعل ذاته النفيسة العزيزة  
 كالداليم بين العلماء والاولياء العارفين وارحوا من ان لا ينساني من  
 مبارك دعواته في خلواته وحلواته ولا يذرنى من نصرعته ونفحاته خصوصاً  
 عند ختم كلام المجيد ودرس العلوم ونسأل الله الحى القيوم الحفظ لنا ولولد من سائر  
 عادات الموقبات والتخلق بالخلق الحموات والاستقامة على سيرة العلماء  
 الكاملين وافتداء السلف الصالحين والاحترار عن القيل والقال زنى علماء  
 الجهال الخربين للدين الميتين والبا عدين عن طريق الحق واليقين والآخر  
 دعواتنا الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيدنا ومولانا  
 محمد وآله واصحابه اجمعين هداية طريق الحق وحى معالم الدين هـ هـ هـ  
 كتبه بيده ورقمه بقلم العبد الاحقر حبيب حيدر العلوى عامله الله بطفه  
 الخفى والجللى وسامحه بكرمه الابدى يوم لا ينفع فيه الاعفوه الا لى فى حلا

والعشرین من شهر الرحمة والرضوان اعنی شهر المبارک الرمضان یوم  
الجمعة سنة الف وثلث مائت و سابع وثلثین من الهجرة النبویة المأمون  
الامین صلوة الله و سلامه علیه وعلى اصحابه وعترته من الله رب  
العالمین فی کل ان وحين۔

اسکے بعد میرا مشغلہ تدریس و تصنیف و تالیف ہے اس عرصہ میں بعض کتابوں کے لکھنے  
کا اتفاق ہوا۔ سب کا نام محنت و دماغ سوزی اس کتاب میں لکھنی۔ چونکہ طبیعت الالبالی واقع  
ہوئی ہے۔ اسی وجہ سے ابھی تک جیسی کہ تیسری پڑی رہی۔ اخوی صاحب قبلہ مولوی تقی حیدر صاحب  
مذہب نے مجبور کر کے اسکی تہذیب و ترتیب کرائی اور توجہ مبذول کی کہ یہ کتاب تمام کو پہنچ سکی  
اللہ تعالیٰ اے اے مقبول فرمائے۔ اس سے قبل دو سالہ طبع ہو چکے ہیں۔ ایک مصباح التعرف لمعرفة  
ارباب التصوف اصطلاحات صوفیہ کے بیان میں۔ دوسرا ترجمہ در الملتقى شرح تحفة المرسلہ بعض رسائل  
نا تمام پڑے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اے اے انکو بھی اتمام کو پہنچائے۔

دوران تحریر میں شعر گوئی کا ذوق بھی ہوا تھا۔ جو در حقیقت میری نافرمانی بلا دلت طبعی کے  
محاذ سے میرے لئے ضرور غیر معمولی ہے۔ چنانچہ اُس کو بصورت 'خیالات پریشان' جمع کر دیا تھا اُس  
میں بعض اشعار نذر ناظرین کرتا ہوں۔ امید کہ اگر صاحبان ذوق اس سے لطف اٹھائیں۔ تو مجھے  
دعا میں گوشہ خاطر سے فراموش نہ کریں۔

### اشعار عربی

الحمد لله الذی اجری بنامیع الحکم	کلمت لسان الحامدین من صراط النعم
اللهنا معبودنا عرفانہ مقصودنا	اوصاف مشہودنا ماحی الخطا کنزالکرم
غفار ذنب بالذکر عاستار عیب بالاعط	وهو الحیب لمن دعا کشف استار الظلم
بالقدرة سلطانہ بالرحمة احسانہ	رب تعالیٰ نشانہ بالوصف انشق القلم
سبحان من لا حد له سبحان من لا ضد له	سبحان من لا ند له سبحان من لا یولی النعم

دفع السموات العلی خلق الذی والنور	لا ابتداء الا انهما کیف الوجود والعدم
اسم علی صلوة ذاکیرا علی سلاما وافیہ	للأحمد خیر الرسل صدک بکد فی النجم
نجد الرب بجود وعطاء النعم	واهل الخیر بفضل وسخاء عظم
رب ابلغ صلواتک لشفیع الامم	ملاک الحسن حسین جمیل فخم
سید الکمل رسول ونبی اکمل	لاح بالنور بنجوم ومساء الکرم
یا حبیبی سیدی روحی فدک	خذ یدی بالطف لا تغرن سواک
لاح قمر الحسن من وجه الجمیل	رو حر روحی بانوار الجلیل
یا نسیم الروح تفریح القلوب	یا علیم الحال علام الغیوب
راحت الارواح قد فاحت نسیم	لاقت الاشیا حر من رب الکریم

## اشعار فارسی

لے عاشقان لے عاشقان ام جنون ام جنون	لے سطران لے سطران ستم کنیز ازار عنوان
جان و دلم صد پاره ہوش و خرد آوازہ	بر خیز وہ نظارہ تامن بیام خوش سکون
چون سرورستان توئی از وصف چندین توئی	چون غنچہ خندان توئی خوش خندہ زن آذوقتون
یا قوت رمانی توئی لعل بخشانی توئی	ہم عین اعیانی توئی از نور تو مستم کنون
العشق شمس یطلع والحسن برق یلمع	والحب نار یحرق طوبی لکریا عاشقون
از غمزہ خود زندہ کن بر قلب محزون جلوہ کن	جان دلم فرخندہ کن لے روح کل نور الیون
لے ساقی فرخندہ دوز سرور دن کن ہوش را	یک جلوہ خوش بردلم پیدا کند خود جوش را
لے شاہد غنچہ دہن لے مطب تقویٰ کن	مضطرب را بر تازن سرست کن ہی نوش را
قربان حسنت جان من کف من ایمان من	کن جلوہ نو بردلم با ہوش کن بہوش را
لے مطب خوش لغتہ زن بر تار جام زخم زن	بر عقل دہوشم رخنہ زن مستی بدہ ہر گوش را
سوز دل من غمزات جام رباید عشوات	لے یوسف زربا بیا زینت بدہ آغوش را

نیزه ساقی مهوش بدم جلوه بکن	هوش مارا برائے نور قدم جلوه بکن
سوخت جان دل من چشم خود یار کشا	مست و بخود کن و بر آب و گلم جلوه بکن
دل ما جلوه نو خواهد و جانم قربان	پرده از سر بکش مهر کرم جلوه بکن
ساقی گلف نام مایک جام ده	هوش را از سر بسرازم ده
داربان از سرخودی و بخودی	در محبت خویش ننگ نام ده
نور باران برودم اسے نور حق	شیشه و جام بسو در کام ده
دلم بردی قرارم را شکستی	تمامی کار و بارم را شکستی
قلب را از فیض خود مسرور کن	چشم را سرمست کن مجبور کن
مژده لے ساقی مهوش که بهار آمده است	باده در دست و پریر و بکنا آمده است
ابر مسیبار دومرغان چین از مستی	مینخروشنده دل ما به قرار آمده است
مطربان مژده و هید و بگلستان بروید	کاندیرین روضه جنت چه بهار آمده است

شعر در ستزاد

نوازل از پرده اسرار برآمد - آمد به سرمن      از پرده چو معشوق طرحات برآمد آمد به سرمن

## فصل سوم در خاتمہ کتاب

شکر کا نین بر عمو نے رسید گم نشد نقد و بہ اخوان رسید  
 احمد رشیدی احسانہ و انعامہ کہ کتاب مرآۃ الاعلام فی آثار الکرام المعروف بہ تذکرہ مشاہیر  
 کا کوری کی تالیف سے فراغت ہوئی۔ جس بار عظیم کو مین نے اپنے سر لیا تھا۔ اور بوجہ اپنی  
 نام نہی و لاعلمی اسکی سرانجامی کیلئے متفقہ تھا۔ وہ کام بخیر و خوبی اتمام کو پہونچ گیا۔ اور بارگاہ  
 حضرت قدر قدرت مرشدی و مولائی اخی حبیبی مولانا شاہ حبیب حیدر قلندر مدظلہ العالی مین  
 میری یہ سچی قبول ہوئی۔

اس کتاب کی ترتیب و تدوین جس انداز سے مین چاہتا تھا۔ اُس مین فی الجملہ مجھے  
 کامیابی ہوئی۔ گو ساتھ ہی اسکے مجھے اپنے اُن ارباب وطن سے ضرور شکایت باقی ہو کہ  
 جنھوں نے اپنے اکابر کے حالات لینے مین کٹ فرمایا۔ اور اس کتاب کی ترتیب و تدوین  
 مین مجھے کافی امداد پہونچانے سے دریغ کیا۔

چونکہ ان حالات کے انتظار مین اس کتاب کی اشاعت روک رکھنا مصلحت نہ معلوم  
 ہوا لہذا مین اس کتاب کو جس صورت مین کہ ہے مرتب کر کے شائع کرتا ہوں۔ اور اب  
 بھی اُن ارباب وطن سے مستدعی ہوں کہ مجھے اپنے معاملات سے مدد دین تاکہ دوسرا حصہ اس  
 کتاب کا مرتب کر سکوں

مین اپنی اس ناچیز تالیف کو مکمل نہیں سمجھتا۔ اور نہ اُسوقت تک سمجھوں گا جب تک  
 کہ مین اپنے خیال کے موافق اُس مین کامیابی نہ حاصل کر لوں۔

یہ میری عاجزانہ شکایت مخصوص کسی طبقہ سے نہیں۔ اسی کے ساتھ اُن حضرات  
 کا بہت ممنون ہوں جنھوں نے اس تالیف مین مدد دی اور بفجولے حدیث نبوی من لہر

یشکر الناس له شکر الله تشکر و امتنان سے کبھی لاپرواہ نہیں ہو سکتا۔  
 ناظرین ثانیقین سے متدعی دعا خیر ہونیکے ساتھ ساتھ اس امر کا ضرور متنبی ہوں  
 کہ اگر اس بضاعت مزجات سے فائدہ اٹھائیں۔ اور سرور ہوں تو یہ حضرت دلی نعمت  
 اُستادی و مولائی کا اٹل کرشمہ عنایت ہے۔ اور سیکر لئے بیش از بیش الطاف و عنایت  
 مبدول ہونے کی دعا سے دریغ نہ کریں۔ مجھ ایسے آلودہ مصحیت نامہ سیاہ میں نہ کبھی اس  
 امر کی اہمیت تھی اور نہ ہے۔

صلح کار کجا و من خراب کجا      بین تفاوت رہ از کجاست باہر کجا  
 اور اگر کسی جگہ اس کتاب میں غلطی یا دین تو اُسکو دامن عفو و کرم سے پوشیدہ کریں یا اسکو  
 فرین بہ اصلاح کر دیں اور مجھے آماجگاہ مطاعن و ہدف ملامت نہ بنائیں۔ خدا کان فیہ صوابا  
 فمن اوستاذی و ما کان فیہ خطاء فمغنی و لخر دعوانا ان الحمد لله الموجد و بقرہ للشہود رحمۃ  
 المحمودین علیہم المجد بقدرتہ و الصلوٰۃ والسلام علی سیدنا و مولانا محمد بن الذی کان علیانی ذاتہ جنات  
 فی صفاتہ شہیداً فی تجلیاتہ زین العابدین باقر علیہ السلام الاولین و آخرین صادقاً فی اقوالہ کاظمی جمیع  
 احوالہ متمکناً فی مقام الرضا جواداً کفہ عند العطا ہادیاً الی سبیل النجات عسکریاً  
 مع الفزاة مہدیاً الی طریق الحق والیقین و علی آلہ و اہل بیتہ و اصحابہ و احبابہ  
 و الضارۃ و اخیارہ و ازواجہ و عشیرتہ و ذریتہ اجمعین صلوٰۃ و سلاماً ما دامت  
 السموات و الارضین علی کل ان و حین المین ہ

تمت بالخیبر

# قطعات تاریخ تالیف و طبع کتابۃ الاعلام فی آثار الکرام معروف تذکرہ مشاہیر کاکوری

از نوک یز خاتمہ بلاغت تمامہ حسانِ مان سبحان نشانِ فردوسی مایہ  
عسجدی سایہ رشک خاقانی و عرفی جناب نشی نور الدین احمد صاحب  
المخلص کفنی کاکوری

یہ سہے وہ نقش قلم جنے اقصیٰ کی تہی کی  
اسی کا نام ہے نگارِ پور اور عرف کاکوری  
اُجڑ جانے پہ بھی کچھ لوگ ہیں باقی رہا بھی  
مگر کیا جانے کتنے کار نامہ رہ گئے باقی  
ہوئی اچال پڑی شکل سی ہر کتابت جو بیچ تھی  
حقیقت تو یہ جو حد سے زیادہ کی ہو جائے گا ہی  
خدا کے فضل سے تحقیق کچھ باقی نہیں رکھی  
بڑا احسان اس کا ہو سرا صاحب کاکوری  
یہ ہی تالیف کیا اچھی علی حیدر قلندری

۲۵ ۱۳۲۵ھ

لکھا ہے مرجا کیا تذکرہ مشہور لوگوں کا  
یہ قصبہ گو کہ چھوٹا تھا مگر شہرِ بڑی پائی  
یہاں کے رہنے والے تھے ہزاروں سرِ بڑوہ  
پرانے وقت کی باتیں بہت کچھ ہیں آئین  
نہایت کوشش و محنت کی ہر جستجو کیا کیا  
مولف نے کیا ہے کام اس کے جمع کرنے میں  
جہاں تک ہو سکا ہر حال کی تصدیق کر لی ہو  
کیا اس تذکرے نے نامیوں کا نام روشن تر  
کہا ہاتھ لگے کتنی چشم بد دور اسکا سنہ لکھو

دیگر

تذکرہ خوب لکھا ہے ذیشان

بحر عرفان علی حیدر واہ

جو مشاہیر مین کا کوری کے  
اہل کاری کے سراپہ ناز  
یادگار اس سے نہیں ہو بہتر  
نام قائم ہے اُنکا تاحشر  
جو لکھا ہے وہ بہ تحقیق لکھا  
کلاک کتفی نے یہ لکھی تاریخ  
ایک شہسدر مین انکے سہ سال  
سنہ تالیف ہے۔ تاریخ مفید

انکے حالات کا ہے صاف بیان  
قالب قصیدہ کے یہ لوگ مین جان  
اس کا مقصود ہے ارباب جہان  
ذکر اُنکا رہے بالائے زبان  
شبہ و شک نہین کوئی گمان  
مختلف سالون مین بارون و شان  
طبع و تالیف کا بیتے مین نشان  
طبع کا سال ہے۔ مرغوب زمان

۱۳۲۶ھ

دیگر

لکھی یہ کتاب اچھی۔ شاباش علی حیدر  
مشہور بزرگوں کا رہے ذکر کیا اس مین  
محنت سے کیا اسکو۔ ہے جمع بصد غیبی  
چھپنے کی خبر اسکے مشہور ہوئی سب سے  
پیدا ہوئی کیفیت کو۔ جب فکر سن ہجری

شایستہ عبارت ہو الفاظ مین سنجیدہ  
اشعار بھی مین انکے حالات بھی مین چیدہ  
مصرف رہو اس مین رات دل و دیدہ  
ہر چشم خریداران۔ سوجان سے گرویدہ  
ہاتف نے کہا لکھو۔ تاریخ پسندیدہ

۱۳۲۶ھ

دیگر در سنہ ہجری و عیسوی

کیا تذکرہ لکھا ہے علی حیدر اپنے  
مشہور بستیوں مین یہ کا کوری تھی بھی ایک  
ہر ایک طرح کے تھے یہاں صاحب کمال  
حالات اُنکے جمع کئے مین بصد تلاش

شاباش و مرجا کی تھیں داد ہو نصیب  
مشہور تھے شریف یہاں کے ٹٹے نجیب  
ہر اک زمانہ مین تھے یہاں متغیب ادیب  
چوسکل مین کتاب کے چھپتے مین غفریب



تاریخ کی تھی کیفی شہر کو تلاش  
بھری و عیسوی مین یہ دو مادے لکھو  
بولا صلاح کار مرا ہفت لبیب  
یک ساغر عجیب دگر۔ نسخہ غریب  
۶۱۹ ۲۶ ۱۳ ۲۶

تقریباً قطعاً تاریخ از تراوش خامہ گہر بار۔ سخن فہم بلاغت آثار یکلہ ستہ  
بند خیالات نگین نقشبند معانی دلشین۔ رابین سخن راویں موی محمد عاصم

### مختص قیس کا کوروی

حُب وطن از ملک سلیمان خوشتر  
خار وطن از سنبل و ریحان خوشتر  
یوسف کہ مبصر بادشاہی میکرد  
میگفت گدا بودن کفان خوشتر  
ہمارا وطن اصلی تو وہی ہے۔ جسے ہمارے حضرت عارفین مبارک حقیقی نے مقام وحدت  
اور ہندو اہل تصوف برہم لوک کہتے ہیں۔ لیکن اس دنیا میں اگر اور اسباب حالی میں پکڑ دے  
بہت دور ہو گیا ہو۔ اور طالب صادق اور سالک حقیقی وہی ہے۔ جو وہاں تک اپس پہنچے کیا  
گامزن ہو۔ اور منازل دشوار طے کر رہا ہے۔ لیکن وہاں سے آتے آتے ہم جن جن منازل پر  
مقیم رہے ہیں۔ بوجہ عرصہ دراز تک مقیم رہنے کے ہم نے ہر زمانہ قیام میں ہر ایسی منزل کو  
وطن مجازی سے قیصر کیا ہے۔ اور کبھی ہم اپنی حقیقت سے زیادہ محبوب اور اپنے خواب غفلت میں زیادہ  
غرق کئے ہیں۔ تو حقیقی اور مجازی کے فراق کو اڑا کر اسی وطن مجازی کو وطن اصلی سمجھنے لگے ہیں۔  
ان منازل میں سے سب زیادہ معروف و مشہور منزل انسانی بہشت ہے۔ جسکے لئے  
ہر اہل دین بتیاب ہو۔ اور یقین کئے ہوئے ہو۔ کہ گو ہم ابوالشہر آدم علیہ السلام کے ایک گناہ  
کی بدولت وہاں سے خارج البلد کر دئے گئے ہیں۔ مگر ہر پکار انشاء اللہ دین جائینگے۔ اگر ذرہ  
برا بھی دل میں ایمان رکھتے ہیں۔ ورنہ یونہی خارج البلد بلکہ دور تر از دور تر رہینگے۔ اسی کو اہل اسلام

نجات اداہل نہودکث کتے ہین ۔

بعدہ اس عالم اسوت یعنی دنیا میں اگر بحیثیت انسان ہونے کے ہمارا اصلی وطن مجازی مکہ معظمہ ہے۔ کیونکہ ابوالبشر آدم علیہ السلام کی سرشت بروایات مشہورہ اسی مقام کی خاک سے ہے۔ جہاں اب کعبہ شریفہ تعمیر ہے۔ اور اول اخلاق و اول الانبیاء و خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا مولد و نشاء بھی وہی ہے۔ چنانچہ ہمارے لئے مکہ معظمہ کو دوسری حیثیت وطنی حاصل ہے ایک بحیثیت انسان ہونے کے۔ دوسرے بحیثیت مسلمان ہونے کے۔ مکہ معظمہ کے بعد ہمارا وطن مدینہ منورہ ہے کیونکہ بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وہاں توطن اختیار فرمایا ہے۔ اس کے بعد ہمارا وطن مجازی ہر وہ مقام ہے جہاں یکے بعد دیگرے ہمارے آباؤ اجداد کی ولادت ہوئی۔ اور نشوونما ہوا۔ اور آخری وطن مجازی وہ مقام ہے جہاں ہم خود پیدا اور پرورش ہوئے ہین۔ اور فطرت انسانی کے بموجب جہاں ہم کو اپنے والدین سے محبت ملتی ہے۔ وہاں اس وطن مجازی سے بھی ہے اور ہونی چاہئے لیکن سمجھنے والے سمجھتے ہین کہ یہ ساری محبت اسی محبت حقیقی کا پرتو ہے جو فطرتاً ہم کو اپنے خالق اور مبداء حقیقی سے ہے۔ اور والدین اور وطن مجازی کی حیثیت ان ہی الاسماء سمیعتہا انتہم و ابائکم سے زیادہ نہیں ہے تاہم چونکہ وطن آخری مجازی اور والدین ہمارے اقرب ترین مہاری ہین۔ اور ہمارے لئے ہمارے مبداء اصلی حقیقی کا بہترین و نزدیک ترین و واضح ترین پرتو ہین۔ اور ان کے ساتھ جس قدر محبت ہم کو ہے وہ دراصل اسی مبداء حقیقی والی محبت کا طور ہے۔ لہذا نہ صرف فطری طور پر بلکہ مذہبی و اخلاقی طریقہ بھی اور مقتضائے عرفان بھی ہمارا فرض ہے کہ اس محبت کی پرورش و پرداخت کریں اور والدین اور آباؤ اجداد اور وطن مجازی کے حقوق ادا کریں۔ اور جیسا کہ ابتدائے سلوک کے وقت ”بندہ عشق شدی ترک نسب جامی“ پر مقتضائے اسی آیت شریفہ کے عامل ہوئے تھے۔ کمال باطنی حاصل ہونے کے بعد مقتضائے اسی آیت شریفہ کے باوجود اسی ترک و تجرید کے اپنے اہل ایمان اور اہل دل و اہل معرفت و خوش اعمال آباؤ اجداد و اسلاف و انساب و ارباب وطن کو یاد کریں۔ ان کی

خدمت کریں۔ انکی خوبیاں بیان کریں۔ انکی یادگار کے ذرائع قائم کریں اور قائم رکھنے کی کوشش کریں۔ یہ بطور فخر کے۔ بلکہ اسلئے کہ ہمارے اخلاص کو صحیح شاہراہ زندگی مہم آگے۔

یہی وجہ ہے کہ اکثر انبیاء علیہم السلام اور اکابر اولیاء اللہ بلکہ ہر مشہور علم و فن کے اکابر مجاہدہ کے زمانہ میں ترک وطن کیا کرتے تھے۔ اور کمال کے زمانہ میں وطن اور اہل وطن کو اپنے کمالات سے فائدہ پہنچاتے تھے۔ اور ب طرح کے حقوق پوسے پورے ادا کرتے تھے۔ اور یہی وجہ ہے کہ سید الانبیاء علیہ التسمیۃ والثناء نے اپنے اسلاف کی خوبیوں کو اور اپنے نسب کی شرافتوں کو بلا امتیاز بیان فرمایا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ ہمارے حضرات مرشدین نے جہاں اپنے سلاسل طریقت پر اور اپنے علوم و مکاشفات تصوف اور حقائق و معارف پر کتابیں لکھی ہیں وہاں اپنے انساب اور آبا و اجداد کے حالات کو بھی نظر انداز نہیں فرمایا ہے۔

چنانچہ اسی نقطہ نظر سے ہمارے عارف کامل۔ محقق فاضل۔ عالم دین متین۔ یادگار اکابرین عمدہ حفاظ القرآن۔ اسوۃ المحمیین والاقوال جناب مولانا منووی حافظ محمد علی حیدر صاحب ادام اللہ ظلہم جمع کمالاتہم نے باوجود کثرت مشاغل طریقت کے اس کام کی طرف توجہ فرمائی ہے۔ اور اس کتاب کا جواب مسمی بہ صراطۃ الاعلام فی مآثر الکرام معروف بہ تذکرہ مشاہیر کا کوری کو نہایت عرق ریزی و محنت سے عالم وجود دین لائے ہیں۔

گو آئینہ انشاء اصلی اس کتاب کے لکھنا اپنے طریقی نقطہ نظر کے یہی تھا کہ اس منصب کا کوری بن جو اکابر و مشاہیر دین و اولیاء کاملین و علمائے متین گذرے ہیں یا مدفون ہیں انکے حالات لکھے جائیں۔ مگر ہر حضرت عارفین کی ہمہ گیری کے قربان ہونا چاہیے۔ کہ آئینہ انشاء کے ساتھ اچھون کے واسطہ داروں پر بھی نظر عنایت فرمائی۔ اور ان لوگوں کے حالات کو بھی اس کتاب میں جگہ دیدی جسکی شہرت بوجہ امارت مگر امارت کے ساتھ ساتھ سخاوت و فیاضی کے تھی۔ اور نیز جسکی شہرت بوجہ ادبی و دیگر علمی و فنی قابلیتوں کے یا بوجہ شاعری کے ہوئی۔ بلکہ مختصر یوں کہنا چاہئے کہ جسکی شہرت بوجہ کسی خوبی کے بھی ہوئی۔ اور بے زیادہ قابلِ یاد

بات یہ ہے کہ تحقیق و تدقیق پر پورا پورا عمل کیا ہے۔ اور جو کچھ لکھا ہے پورے اطمینان کے بعد لکھا ہے۔ اور ساتھ ہی اسکے اس سلسلہ کتابت کو ختم نہیں کر دیا۔ بلکہ مزید حالات و معلومات ہم پہنچنے پر دوسری جلد کی تیاری کا ارادہ رکھتے ہیں۔

غرض کہ ہر طرح پر یہ ثابت کر دکھایا ہے کہ عارفین کی شان کمالی یہ ہے۔ کہ اگر وہ فی نبوی کام کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ تو اُسے بھی اُسکے درجہ کمال کو پہنچا دیتے ہیں۔ کیونکہ اُنکی نظر اُس دنیوی کام پر نہیں ہوتی بلکہ فاعل حقیقی پر ہوتی ہے۔ خداوند کدیم آنجناب کے کمالات ظاہری و باطنی میں روز بروز ترقی عطا فرمائے۔ اور آنجناب کے فیوض و برکات سے مسترشیدین کو الامال کرے۔ آمین ثم آمین۔

آخر میں نوجوانانِ وطن سے میری یہ گزارش ہے کہ اس کتاب کو سرسری طور پر پڑھ کر دے کی ٹوکری میں نہ ڈالیں بلکہ آنکھیں کھول کر دیکھیں اور غور کریں کہ ہمارے اسلاف کیا تھے اور ہم کیا ہیں اور ان کی ترقیوں کا راز کیا تھا۔ اور ہمارے نزل کیا سبب ہے۔ اور اگر ہم یونہی رہے اور ہماری آنکھیں نہ کھلیں تو ہم تو خسرو الدنیا والا آخرتہ میں پڑ ہی چکے۔ ہمارے اخلاف کا کیا حال ہو گا۔

بھائیو۔ خدا کے لئے بیدار ہو۔ کب تک غفلت کی نیند سوؤ گے۔ آنکھیں کھولو اور دیکھو کہ ہمارے اسلاف کی ساری ظاہری و باطنی ترقیان خدا و رسول کے احکام اور سلفِ صالحین کی صحیح پیروی پر مبنی تھیں۔ جن سے ہم اس وقت غافل ہیں۔ ہم سے جو بزرگمذہب خدا و رسول کے احکام پر چل رہا ہے۔ اُسکا یہ حال ہے کہ شریعت و طہارت تھو کو چھوڑ کر یا تو ہب اختیار کئے ہوئے ہے۔ یا سونیانہ خمر و قہر و شہی اور صوفیانہ حق فرشی میں پڑا ہوا ہے۔ جو دنیوی ترقی کی طرف مائل ہے وہ ساری ترقی ایم لے پاس کر لینے اور انگریزوں کی تقلید و خوشامد میں سمجھتا ہے۔ یا مروجہ حال ترک موالات میں کہ صورت اوسلمین گورنمنٹ میں رُسوخ کی امید ہے۔ اور صورتِ آخرت میں بیک میں قسمت ہے۔ جو فیاض ہیں وہ اس حد تک کہ نفوٹ خرچ ہیں۔ جو فضول خرچی سے پہنچے

ہیں وہ اس حد تک کربخیل ہیں۔

یاد رکھو کہ ان میں سے کوئی راہ صحیح نہیں۔ صحیح راہیں صرف وہی ہیں جو ہمارے سلف صالحین اختیار کر گئے ہیں۔ اور اُن کے انہاج کو مختلف ہوں۔ لیکن اصول صرف ہی ایک ہو کر خذ ما صفا و دع ما کدر۔ علوم دینی بھی پڑھو علوم دنیوی بھی سیکھو۔ امتحانات بھی پاس کرو تجارت بھی کرو۔ زہد و عبادت بھی کرو۔ فقر و فاقہ خرقہ و عمامہ بھی اختیار کرو۔ لیکن خدا کے لئے جو کچھ کرو و صدق دل سے کرو۔ خدا اور رسول کے ساتھ ہر حال میں سچے رہو۔ اچھے اخلاق۔ اچھے عادات اختیار کرو۔ چیلنجری غیبت اور بزرگوں کے برا کہنے سے بچو۔ غرور علم غرور فقر غرور مال۔ غرور جاہ سے پناہ مانگو۔ باوجود کچھ نہونے کے اپنے آپ کو بہت کچھ نہ سمجھو۔ کنبہ پروری صیلا رحم اغرہ نوازی کو ہاتھ سے نہ دو۔ اللہم اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المعضوب علیہم ولا الضالین

### قطعہ تالیف تصنیف کتاب ہذا

وہ مولانا لکھا خوب آپ نے اپنے  
قلیس نے تالیف کی جب فکر کی  
اپنے بار باب وطن کا تذکرہ  
بول اٹھا دل۔ اچھا اچھا تذکرہ

۲۱۳۲۵

### قطعہ تالیف طبع کتاب ہذا

صوفی صافی فقیہ بے بدل  
عالم و فاضل ادیب نکتہ سنج  
حافظ قرآن زہے مخبر ترن  
دائف سر کمال علم و فن  
زندہ سیباک و موجد پاکباز  
ساتی صہبائے رنگارنگ عشق  
لے علی حیدر مسند مرجبا  
ہا ہمہ و بے ہمہ بے ما و من  
مست جام فضل ربی و المنن  
سایہ افکن آپ کے سر بختن

خوب لکھی یہ کتاب بے بہا  
 باغ اچھا کر دیا آراستہ  
 زندہ دار نام ارباب و طن  
 خوب دکھلائے گل و سرو و سمن  
 ہو گیا گور غریبان اک جہن  
 لکھو رہے تارِ سخن ابنا وطن

۱۳۴۶ھ

قطعہ تالیف و طبع رختیہ قلم فصاحت قلم شاعر شیریں مقال سخنوار از خیال  
 نقیض راجوہری مولوی محمد عالم صاحب المتخلص بہ قیصری کا کوروی

واہ کیا لکھی کتاب - حافظ عالی جناب  
 ذکر مشاہیر سے عرت توفیق ہے  
 نام وطن زندہ باد - خلق سے اک شعور اٹھا  
 گر ہوں مکیں نامور ہے یہ مکان کی بختا  
 خوبی و حسن و کتاب - روح و شناسے فزون  
 حاجت مشاطہ میت سے دلا رام

ہے سنہ تالیف کی فکر اگر دل نشین

صاف لکھو قیصری - تذکرہ بے بہا

۱۳۴۵ھ

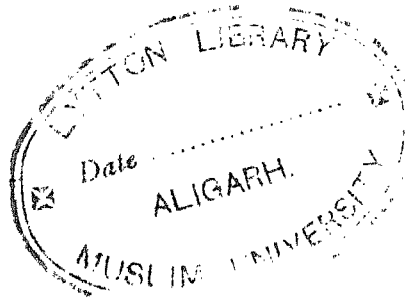
### قطعہ تالیف و طبع کتاب

شاہ علی حیدرم کر لطف سلطان کرم  
 نینا فضل بیکان بر زندگان مردگان  
 چون مردہ را یاد آور دشت تبارش  
 مان زندہ لطف کند غم و شائبش میدہ  
 نام و نشان اولین جان و جان آخرین  
 چون بر نیسیاں کنہ نازن بر نیسیاں بازگو  
 ریزد حیات جاودان ان فضل نردان بازگو  
 ز خجیا آتش میدہ عیسیٰ دوران بازگو  
 اندر بجا زندگی زان نوح طوفان بازگو  
 روح مردان عالمین شمع شہستان بازگو

مقبول زیدان آمدہ محمود دوران آمدہ  
 محبوبا خوان آمدہ ممدوح یا لان بازگو  
 انشا نمود این تذکرہ ندہ دلاں را تبصرہ  
 تا کہ رستہ را گرہ عمرے بسا مان بازگو  
 چون طبع و نشرے یافتہ اروج غرت یافتہ  
 ضمیر طرف ثبات یافتہ زان باہ تا مان بازگو

از بہر سال عیسوی گفتا ملک باقی پیری  
 ذکر مشاہیر وطن مطبوع ہر جان بازگو

۱۹۲۴ء



# صحت نامہ کتابیۃ الاعلام فی تکریم متذکرہ شاہ کبریٰ

صفحہ	غلط	صحیح	صفحہ	غلط	صحیح	صفحہ	غلط	صحیح	صفحہ	غلط	صحیح
۱	جل	جبل	۶۲	۴	ترتیب	۲۰۴	۶	ملک کبیر	ملک کبیر	صحیح	صحیح
۵	بجنوری	بجنوری	۶۸	۱۳	بسوے	۲۱۳	۱۴	پانی	پانی	صحیح	صحیح
۱۳	بن	بین	۶۴	۱۱	سیدل اولیا	۲۱۶	۱۴	مقصد	مقصد	صحیح	صحیح
"	کے	اکے	۸۹	۲۱	زور	۲۱۲	۱۳	دینا	دینا	صحیح	صحیح
۱۹	تریت	تریت	۹۱	"	کسی	۲۳۷	۴	مشخص	مشخص	صحیح	صحیح
۲۴	قریہ	قریہ	۹۲	۳	فعل پر	۲۳۹	۱۴	المعانی	المعانی	صحیح	صحیح
۲۸	فطری	فطری	۹۷	۱۷	مااد	۲۴۶	۱۳	قواب	قواب	صحیح	صحیح
۳۲	بے	بے	۱۰۵	۲	اولوالعزم	"	۲۱	ون	ون	صحیح	صحیح
۳۳	چنانچہ	چنانچہ	۱۱۲	۲۱	عن	۲۹۹	۸	مین	مین	صحیح	صحیح
۳۶	کوش	کوش	۱۱۳	۱۰	لخص	۲۵۰	۱	بادشاہ	بادشاہ	صحیح	صحیح
۳۸	فیاض	فیاض	۱۱۴	۲۰	الذین	۲۸۲	۱۸	الدعا	الدعا	صحیح	صحیح
۴۱	نفس	نفس	۱۲۴	"	دازد	۲۸۸	۱۹	علما کو	علما کو	صحیح	صحیح
۴۲	زقارش یا	زقارش یا	۱۴۱	۱۶	زمین نصب	۲۹۰	۴	کروے	کروے	صحیح	صحیح
۴۹	جہ	جہ	۱۴۸	۲	نے	"	۱۱	الد	الد	صحیح	صحیح
۵۴	بدید	بدید	۱۴	۱۳	اودد	۲۹۴	۷	علوم	علوم	صحیح	صحیح
۵۶	تا فتم	تا فتم	۱۴۹	۱۹	پہ	شمار صفحات	۳۹۷	۲۹۷	۲۹۷	صحیح	صحیح
۶۰	نسجم	نسجم	۱۶۰	۴	وحدت	۲۹۷	۲۱	کی	کی	صحیح	صحیح
۶۲	گشت	گشت	۱۹۲	۲۱	گن	۲۹۹	۷	پیشتر	پیشتر	صحیح	صحیح
۶۴	خلوص	خلوص	۱۹۴	۱۹	عم	۳۱۲	۱	میکرد	میکرد	صحیح	صحیح
۶۸	سند	سند	۲۰۱	۲	سند	۳۱۷	۱۳	نہوتے	نہوتے	صحیح	صحیح
۷۲	حفظ	حفظ	"	۲۱	بے بدل	۳۲۰	۷	قریب قریب	قریب قریب	صحیح	صحیح



۲۲۰	۱۱	بھر	بر	۲۲۱	۱۴	انگین	انگین	۲۶۷	۱۱	بھری	بھری
۳۱۵	۱۴	بیچے	بیچے	۱۱	۲۰	دلو رانہ	دلو رانہ	۲۷۰	۱۸	کر ویدہ	کر ویدہ
۲۲۹	۱۰	برداشتہ	برداشتہ	۲۲۲	۷	آخر	آخر	۲۷۲	۱	کہ	کہا کہ
۳۵۹	۱۸	بگر	بگر	۲۲۶	۱۸	این بر	این بار	۲۷۳	۷	دہین	دہین
۳۶۹	۷	قدرت	قدرت	۲۲۹	۱۷	مرتب	مرتب	۲۷۵	۱۱	صورت	صورت
۳۹۱	۷	آرخلان	آرخلان	۲۳۰	۱۵	والا ذغان	والا ذغان	۲۸۱	۱۰	لیکے	لیکے
۳۹۳	۶	مرعولہ	مرعولہ	۲۳۶	۱۳	جان	جانے	۲۸۵	۱۸	شکل	شکل
۳۹۶	۱۴	کوثر	کوثر	۲۴۰	۱	شاہ ترے	شاہ ترے	۲۸۷	۱۱	خانان	خانان
۴۰۳	۱۱	محرت	محرت	۲۵۱	۷	تعطیلی	تعطیلی	۲۹۲	۱۱	وصفانہ	وصفانہ
۴۰۸	۲	در	اور	۲۶۵	۲	رائے	رائے	۲۹۷	۲	محالہ	محالہ
۴۱۶	۲۰	الاد	اولاد	۲۷۰	۷	گلش	گلش	۲۹۸	۳	دزق	دزق
۴۹۵	۳	ہنالی	ہنالی	۲۹۵	۱۰	والحلہ	والحلہ	۲۹۷	۵	بدر	بدر
۵۰۳	۲	اہل کاری	اہل کاری	۵۰۷	۱۴	فراق	فراق	۵۰۵	۱۲	مباری	مباری
۵۰۸	۱۵	فخر قرن	فخر قرن	۵۰۹	۱۵	عسلی	عسلی	۵۱۰	۲	گستہ	گستہ

### ختم شد

آپ اپنی تعینات یا اپنے دوست احباب کی تعینات کو پیش بہا اور گران قیمت کرا چاہتے ہیں تو ہمارے اصح المطابع (برقی پریس) و کٹوریہ ٹریٹ لکھنؤ بلڈنگ نمبر ۱۱ میں کوئی کتاب دیکر فارم چھپوائیے اور صنعت صنایع کو ہمارے (پریس) کی چھپائی میں ملاحظہ فرمائیے کہ جو حسن جو بی و دیویری و دیگر چیزیں اور حرفوں میں شان خط اور چھپائی میں انتہا درجہ کی صفائی کا حق قدرت نے ہمارے پریس کو عطا فرمایا اسی وجہ سے آج ملک اصح المطابع کی چھپی ہوئی کتابوں کی خواہش ہو۔ آپ بھی ایک مرتبہ معمولی سا کام چھپوا کر ہمارے کام اور محلات کو ملاحظہ فرمائیے۔

محمد قادر بخش مالک اصح المطابع (برقی پریس) و کٹوریہ ٹریٹ لکھنؤ



۳۹۳

۹۲.۵.۹۲۵

(۲۳)

DUE DATE

۱۲۴۲۸

<p> <i>194 E</i>      <i>195.5. Apr 20</i>  <i>(PC)</i>      <i>Sub. to</i>  <i>PCFA</i> </p>			
Date	No.	Date	No.
<i>Mr. Advisor</i>		<i>Asst. Dir.</i>	<i>24-6-80</i>